بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پچھلے پچاس منٹ میں اس چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں بیٹھے اب اسے وہاں کی ایک ایک چیز ازبر ہو چکی تھی، دیواروں کی کلر سکیم سے لے کر صوفوں کی سیٹنگ، کھڑکی کے سامنے سے ہٹے پردوں اور دیوار پر لگی واحد آیت الکرسی کی پینٹنگ، سائیڈ پر رکھا گلدان اور اس میں رکھے تازہ پھول، وہ ہر ایک چیز بارہا دیکھ چکا تھا۔ یہاں تک کہ کھڑکی سے باہر نظر آتے اس چھوٹے سے باغیچے میں کھلے پھولوں کے رنگ بھی اسے ذہن نشین ہو چکے تھے۔

انکے آنے کے ٹھیک پندرہ منٹ بعد ایک سولہ سترہ سالہ لڑکا چائے کی ٹرالی اور دیگر لوازمات لئے آیا تھا جو زہرہ خالہ کا پوتا تھا۔ چائے ختم کر کے اس نے امید بھری نظروں سے لالی کو دیکھا تھا کہ شاید اب وہ اجازت طلب کریں مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، بلکہ وہ تو بچپن کے نجانے کون کون سے قصے چھیڑ بیٹھی تھیں جو ختم ہونے میں ہی نہیں آرہے تھے، وہ کچھ دیر تو انکی باتیں بے دلی سے سنتا رہا، زہرہ خالہ نے ایک دو باتیں اس سے بھی کی تھیں جن کا وہ خوش اسلوبی سے جواب دیتا رہا پھر ان دونوں کو آپس میں محو گفتگو دیکھ کر موبائل نکالا۔ ایک دو ضروری میسجز کے جواب دیے اور موبائل پینٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ بیزاری بھری نظروں سے ایک بار پھر سامنے والے صوفے پر نگاہ کی۔

تھری سیٹر صوفے پر بیٹھے وہ اب بھی مسکرا کر پوری توجہ اور محویت سے سامنے بیٹھیں خاتون سے محو گفتگو تھیں۔ پر شفیق سی مسکراہٹ لئے وہ پچپن کے اوپر کی عمر کی خاتون تھیں، جن سے ملنے کے لئے

لالی آئی تھیں، بقول لالی وہ انکی امی کی خالہ زاد بہن تھیں مگر اسے دور دور تک یاد نہیں پڑتا تھا وہ کبھی ان سے ملا ہو یا انکے گھر آیا ہو۔ نومیہ کے بے حد اصرار پر وہ انہیں لے تو آیا تھا مگر اب انکی نہ ختم ہونے والی باتوں کو سن کر اپنے فیصلے پر پچھتا رہا تھا۔

باتوں کے دوران انہوں نے نظر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا، التمش نے اکتائے ہوئے انداز میں کلائی پر بندھی گھڑی کے بڑے سے ڈائل پر انگلی سے بے آواز دستک دی، ایسا اس نے تیسری بار کیا تھا، لالی کی نظروں میں سرزنش جاگی، اور وہ ایک بار پھر سے رخ موڑ کر باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

وہ گہرا سانس لیتا متاسف نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ خواتین کے دس منٹ کبھی بھی دس منٹ نہیں ہو سکتے۔ اسے یاد آیا پچھلے دو دن سے لالی اس کے پیچھے پڑی تھیں وہ صرف دس منٹ کے لئے اپنی مرحوم ماں کی اکلوتی حیات خالہ زاد زہرہ خالہ سے ملنا چاہتی ہیں جو جہلم میں مقیم ہیں۔ اپنے بزی شیڈول کے باعث وہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا تھا مگر آج اتوار کی چھٹی کی وجہ سے پکڑ میں آ گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو اور اب ایک گھنٹہ یہاں وقف ہو چکا تھا۔ قریب قریب اسکا چھٹی کا دن وقف ہو ہی گیا تھا، دیگر الفاظ میں ضائع ہو چکا تھا۔

ایک ضروری کال آنے پر وہ معذرت کرتا اٹھ کر باہر نکل آیا۔ غیر گھر میں یوں منہ اٹھا کر نکل پڑنا مناسب نہ خیال کرتے وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے نکلتا راہداری سے ہوتا گھر کے کھلے اندرونی دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ کال پر مصروف وہ ساتھ ساتھ حسب عادت اس چھوٹے سے باغیچے میں ٹہلنے لگا۔ آج موسم قدرے بہتر تھا گرمی کی شدت کم تھی وجہ آسمان پر بادلوں کا بسیرا کیے ہونا تھا۔ وہ چکر کاٹتے ہوئے پوری توجہ سے دوسری جانب کی بات سن رہا تھا، بلیک ڈریس پینٹ پر سفید بین کالر کی شرٹ پہن رکھی تھی جس کا اوپر والا ایک بٹن کھلا تھا۔ عادتاً آستین کہنی سے تھوڑا نیچے تک فولڈ کر

رکھی تھیں، بائیں ہاتھ کی کلائی پر گھڑی بندھی ہوئی تھی اور بازو اور ہاتھ کی سبز نسیں واضح دکھائی دیتی تھیں۔ گندمی رنگت، تیکھے نین نقش، سیاہ آنکھیں اور دراز قد وہ مجموعی طور پر ایک شاندار مرد تھا۔

موبائل پر بات تھوڑی طویل ہوگئی تھی تبھی مین گیٹ کھلا تھا، بلا ارادہ آہٹ پر اسکی نظر اس جانب گئی ،وہ دو لڑکیاں تھیں جنہوں نے ہم رنگ ایک جیسی سکن کلر کی بڑی چادریں لے رکھی تھیں جو عموی طور پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے لی جاتی ہیں۔ وہ دونوں گھر کے اندر داخل ہوئیں پہلے اسکی گاڑی کو دیکھ کر چونکیں، پھر گھر میں اس اجنبی چہرے کو دیکھ کر لحظہ بھر کے لئے رکیں، اگلے ہی پل دونوں آگے بڑھ گئیں، ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے سے موبائل کان سے لگائے کچھ کہتا التمش اک سرسری سی نگاہ ڈال کر نظریں پھیر گیا تھا۔

جس وقت وہ کال بند کر کے واپس آیا ڈرائنگ روم میں دو نفوس کا اضافہ ہو چکا تھا، وہ وہیں دروازے پر تھم گیا۔

"آجاؤ بیٹا۔"

سب سے پہلے زہرہ خالہ کی نظر ہی اس پر پڑی تھی۔ اسکے جھجک کر رکنا انہوں نے بھانپ لیا تھا۔

وہ ہلکا سا سر کو خم دیتا اندر آیا تھا۔ صوفے پر بیٹھتے ہی لالی اسکی طرف مڑیں۔

"التمش یہ منظر بھائی کی بچیاں ہیں۔"

انکے ہشاش بشاش انداز میں بتانے پر اس نے زہرہ خالہ کے ساتھ بیٹھیں لڑکیوں کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے اسے سلام کیا تھا۔

حب ناولز

رکھی تھیں، بائیں ہاتھ کی کلائی پر گھڑی بندھی ہوئی تھی اور بازو اور ہاتھ کی سبز نسیں واضح دکھائی دیتی تھیں۔ گندمی رنگت، تیکھے نین نقش، سیاہ آنکھیں اور دراز قد وہ مجموعی طور پر ایک شاندار مرد تھا۔

موبائل پر بات تھوڑی طویل ہوگئی تھی تبھی مین گیٹ کھلا تھا، بلاارادہ آہٹ پر اسکی نظر اس جانب گئی، وہ دو لڑکیاں تھیں جنہوں نے ہم رنگ ایک جیسی سکن کلر کی بڑی چادریں لے رکھی تھیں جو عمومی طور پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے لی جاتی ہیں۔ وہ دونوں گھر کے اندر داخل ہوئیں پہلے اسکی گاڑی کو دیکھ کر چونکیں، پھر گھر میں اس اجنبی چہرے کو دیکھ کر لحظہ بھر کے لئے رکیں، اگلے ہی پل دونوں آگے بڑھ گئیں، ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے سے موبائل کان سے لگائے کچھ کہتا التمش اک سرسری سی نگاہ ڈال کر نظریں پھیر گیا تھا۔

جس وقت وہ کال بند کر کے واپس آیا ڈرائنگ روم میں دو نفوس کا اضافہ ہو چکا تھا، وہ وہیں دروازے پر تھم گیا۔

"آجاؤ بیٹا۔"

سب سے پہلے زہرہ خالہ کی نظر ہی اس پر پڑی تھی۔ اسکے جھجک کر رکنا انہوں نے بھانپ لیا تھا۔

وہ ہلکا سا سر کو خم دیتا اندر آیا تھا۔ صوفے پر بیٹھتے ہی لالی اسکی طرف مڑیں۔

"التمش یہ منظر بھائی کی بچیاں ہیں۔"

انکے ہشاش بشاش انداز میں بتانے پر اس نے زہرہ خالہ کے ساتھ بیٹھیں لڑکیوں کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے اسے سلام کیا تھا۔

جب کہ دوسری نے یہ زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ وہ قدرے زہرہ خالہ کے پیچھے ہو کر بیٹھی تھی اور اسکے چہرے پر چھائے تاثرات بتاتے تھے وہ قدرے نروس سی تھی۔ انداز ایسے تھے جیسے کسی نے بندوق کے زور پر بٹھا رکھا ہو۔ اور بس اجازت ملنے کی دیر ہو وہ وہاں سے بھاگ جانے کو تیار بیٹھی ہو ۔التمش نے سر کو ذرا سا خم دیتے سلام کا جواب دیا، اور نگاہ ایک بار پھر کلائی پر بجی گھڑی پر ڈالی۔

"اور نوال آپ کیا کرتی ہیں بیٹا۔"

لالی نے پوچھا تو وہی لڑکی جس نے سلام کیا تھا پر اعتمادی بولی تھی۔ وہ تئیس چوبیس سال کی ہو گی ،صاف رنگت اور پر کشش نقوش اوپر سے پر اعتمادی کا ایک خاص تاثر اسکی شخصیت کو پر کشش بناتا تھا

۔

"میں ایم ایس سی کے فائنل سیمسٹر میں ہوں۔"

وہ تئیس چوبیس سال کی ہو گی، صاف رنگت اور متناسب نقوش اوپر سے پر اعتمادی کا ایک خاص تاثر اسکی شخصیت کو پر کشش بناتا تھا۔

"ماشاءاللہ۔ اور مشال آپ؟"

اچانک پکارے جانے پر وہ چونک سی گئی تھی۔ یہ بیس سالہ مشال منظر تھی پر کشش خدوخال اور کانچی آنکھوں والی، اپنی بہن کے برعکس قدرے نروس سی۔

"میں۔۔۔" بڑی بہن کی طرف دیکھتے وہ چند پلوں کے لیے رکی۔ پھر لالی کی طرف کچھ جھجکتے ہوئے نگاہ کی۔

"مشال نے بی ایس سی کیا ہے۔"

اسکی یہ مشکل نوال نے آسان کر دی تھی۔

"مشی نے پچھلے سال یونیورسٹی میں داخلہ لینا تھا۔ ان دنوں جب اس کے داخلے کا ٹیسٹ تھا واش روم میں پھسلنے سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پھر مشال نے میرے لاکھ اصرار پر بھی داخلہ نہیں لیا۔ کہ ابھی آپ کو ایسے کیسے گھر چھوڑ کر سب جاسکتے ہیں میں داخلہ اگلے سال لے لوں گی۔"

زہرہ خالہ کی آنکھوں میں پوتی کے لئے بے پناہ محبت تھی۔ التمش جو بے زار سا بیٹھا تھا انکی بات پر اس بار نظر اٹھا کر دیکھا، ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں کا تاثر بدلا تھا کچھ تھا جو اسکے دماغ نے کلک کیا تھا۔

کچھ دیر بیٹھ کر وہ دونوں اٹھ کر چلی گئیں۔ تب تک منظر حسین بھی آ گئے تھے۔ وہ ایک سرکاری کالج میں لیکچرار کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ باتوں کا سلسلہ نئے سرے سے شروع ہوا، یہاں تک کہ انہیں کھانے پر روک لیا گیا۔ ایک پر تکلف سے لنچ کے بعد وہ وہاں سے نکلے تھے۔

"دیکھا التمش کیسے ملنسار لوگ ہیں۔ آج کل کے نفسا نفسی بھرے دور میں بھی کتنی اپنائیت تھی ان سب میں۔ حالانکہ ایک عرصہ ہوا ہمیں ان سے کوئی بھی رابطہ رکھے ہوئے۔ میں تو چلو کینیڈا چلی گئی مدثر بھائی اور مبشر بھائی کو بھی کبھی خیال نہیں آیا خالہ کا پتہ کر لیں۔ اس کے باوجود وہ کتنی محبت سے انکا، انکے بیوی بچوں کا پوچھ رہی تھیں۔"

گاڑی انکے گیٹ سے نکال کر روڈ پر ڈالتے ہی ڈرائیو کرتے التمش کی طرف رخ کرتے نومیہ نے کہا تھا ۔چہرے پر خوشی صاف دکھائی دیتی تھی۔

"میرے کتنے کام پینڈنگ تھے لالی، اور آپ نے اتنی دیر لگا دی۔ یہ آپ کے دس منٹ تین گھنٹوں پر محیط ہوں گے مجھے پتہ ہوتا تو میں گلزار کو آپ کے ساتھ بھیج دیتا۔"

آنکھوں پر چڑھائے بلیک شیڈز کے باوجود نومیہ جانتی تھی اسکی نگاہوں میں خفگی کے کہیں رنگ اُمڈ آئے ہوں گے۔ انکی بات کو سرے سے نظر انداز کیے وہ اپنی سنا رہا تھا۔ نومیہ نے اپنی مسکراہٹ روکی ورنہ وہ اور بگڑتا۔

"اچھا بس بس۔ اب لے ہی آئے ہو تو احسان تو مت جتلاؤ۔ پتہ ہے مجھے بڑے ہو گئے ہو تم، اب تم وہ التمش نہیں رہے جو میرے ایک بار کہنے پر گاڑی کی چابی اٹھائے نکل پڑتا تھا، میرے ساتھ منہ لٹکا کر ہی سہی پوری مارکیٹ گھوما کرتا تھا۔ اب تو تم ڈپلومیٹ بن گئے ہو، بڑے مصروف ہوتے ہو اتنے کہ کینیڈا سے دو سال بعد آئی بہن کے لیے بھی تمہارے پاس ٹائم نہیں ہے۔"

نومیہ کے شکایتی انداز پر سامنے سے نظر ہٹا کر لحظہ بھر کے لیے التمش نے بہن کا چہرہ دیکھا۔ وہاں کوئی خفگی نہیں تھی بس زبانی گولا باری جاری تھی۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔ (لالی اور انکے ڈپلومیسی کے طعنے۔۔۔)۔

"بس ہو گئی شروع آپ کی ایموشنل بلیک میلنگ۔ اب ساتھ ہی یہ بھی جتلا دیں آپ نے امی کے بعد مجھے پالا ہے، میری وجہ سے شادی بھی دیر سے کی، شادی کے بعد بھی تین سال مجھے اپنے پاس رکھا۔ مجھے اپنی اولاد سے آگے رکھا۔ کہہ دیں کہہ دیں میں سن رہا ہوں۔"

انتہائی سکون سے ڈرائیو کرتے وہ ساتھ بول بھی رہا تھا، لب و لہجے میں جھنجھلاہٹ و اکتاہٹ نہیں تھی۔ چہرے پر اطمینان تھا جیسے وہ خود اپنی کہی باتوں کو انجوائے کر رہا ہو۔ نومیہ اس سب کے دوران اسے بھرپور نظروں سے گھورتی رہی۔

"توبہ ہے التمش۔ میں نے کب تمہیں یہ سب جتلایا ہے۔ صحیح کہتی ہیں عطیہ اور ارم بھابھی تم بولتے نہیں ہو آگ برساتے ہو۔"

CamScanner

التمش پہلی بار مسکرایا تھا، دھیما سا۔ یوں کہ اسکے ہونٹ ذرا سا کھچے۔ اور نومیہ کے دیکھنے سے پہلے پہلے واپس سکڑ بھی گئے۔ اسکی مسکراہٹ کا دورانیہ بس اتنا ہی ہوتا تھا۔

سر کو ذرا سا جھٹکا، احتیاط سے موڑ کاٹا۔ اور ساتھ ہی وہ موضوع بدل گیا۔

"آئس کریم کھائیں گی؟"

اب کی بار چہرے پر سے بےزاری کے بادل جھٹ گئے تو ایک دوستانہ سی آفر کی گئی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔"

سر ہلا کر وہ سامنے نظر آتی بیکری کے قریب گاڑی روک چکا تھا۔

ان دونوں کا تعلق ایسا ہی تھا۔ عمروں میں واضح فرق کے باوجود ایک دوسرے کی بلا جھجک ہر بات کہہ سن لینے والے اور اس سے زیادہ اہم سمجھ لینے والے۔ ہر بحث و مباحثے کے آخر میں بات سمیٹ لیتے ایسے کہ دل میں ایک دوسرے کے لیے کوئی ذرا بھر تلخی تو دور کھٹاس تک نہ آنے دیتے۔ بہن بھائیوں کو ایسا ہی تو ہونا چاہیے۔

....

"مشی تم نے دیکھا وہ کتنا ہینڈسم تھا۔"

یہ نوال تھی جو دیگچی میں سے سالن ڈونگے میں منتقل کرتی، مصروف سے انداز میں کہہ رہی تھی ۔دونوں بازوؤں کی آستینیں فولڈ کیے پوری شد و مد سے برتن دھوتی مشال نے سر اٹھا کر، گردن گھماتے نا سمجھی سے بہن کا تبصرہ سنا تھا۔

"کون؟"

"ارے وہی ابا کا اچانک ٹپک آنے والا رشتے دار۔ کیا لکس تھے اوپر سے فارن افیئرز میں اٹھارویں گریڈ کا افسر۔وفاق میں سرکاری دفتر میں بندہ چپڑاسی بھی ہو تو اسکی شان الگ ہوتی ہے۔یہ تو پھر بہت تگڑی پوسٹ ہے۔"

خالی دیگچی سنک کے قریب کھسکاتی وہ پرستائش لہجے میں گویا تھی۔مشال سے ڈیڑھ سال بڑی نوال اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی۔وہ ایسی ہی تھی زندہ دل، خوش شکل اور صاف گو۔جو دل میں ہوتا تھا زبان پر لاتے میں ذرا بھر نہ جھجکتی اور اسکی یہ خوبی جہاں مشال کو بہت پسند تھی وہیں کبھی اسکی بے وقت کی سنتے چڑ بھی جاتی تھی۔

"نہ کرو آپی! ابھی شہریار بھائی نے سن لیا تو تم لوگوں کی نئی جنگ چھڑ جانی ہے۔"

مشال دھیما سا مسکراتی سر جھٹک کر دوبارہ پلیٹ دھونے لگی۔نوال نے اسکی بات پر ہاتھ ہلا کر ناک سے نادیدہ مکھی اڑائی تھی جیسے۔

"ارے اسے تو رہنے ہی دو۔ جل ککڑا ہے پورا۔ ابھی پرسوں میں نے صرف اتنا کہہ دیا مجھے بلال عباس پسند ہے پورا دن منہ پھلائے یونی میں گھومتا رہا۔"

اس نے جس طرح کلس کر کہا تھا مشال ہنس دی۔

"آپی تم بھی تو انہیں چڑانے سے باز نہیں آتی نا۔"

ڈونگا فریج میں رکھتی نوال فخریہ مسکرائی تھی۔ دھیرے سے شانے اچکائے۔

"ویسے جلتے ہوئے رج کے کیوٹ لگتا ہے بدتمیز۔"

وہ چل کر مشال کے پاس واپس آئی۔ کپڑے سے چینی کے ڈنر سیٹ کی پلیٹیں خشک کرنے لگی جو خاص خاص موقعوں، خصوصاً مہمانوں کی آمد پر میز کی زینت بنا کرتا تھا اور اس کے بعد امی کے جہیز میں آئے شوکیس کی۔

"ویسے بندہ تھا زبردست۔ وہ آنٹی بھی بڑی سوبر سی تھیں۔ پہلے تاثر میں تو اچھی وائبز آئیں مجھے، اچھے لوگ لگتے ہیں۔"

"آنٹی تک تو ٹھیک ہے مگر وہ آدمی اتنا بھی اچھا نہیں تھا۔ عجیب سا تھا، جیسے بےزار سا ہو۔ ایسے لوگوں کی موجودگی مجھے تو بے آرام کرتی ہے آپی۔"

نل بند کرتی مشال نے پہلی بار کھل کر کہا تھا ورنہ جب سے وہ لوگ گئے تھے نوال ہی تھی جو انکی تعریفیں کیے جا رہی تھی۔ انکے جاتے ہی نوال نے باہر دادو پاس بیٹھ کر پورا انکا شجرہ نسب پوچھا تھا۔ اب بھی اسکی بات سن کر اسکے چہرے پر بدمزگی کا تاثر ابھرا۔

"ہوں۔۔۔ تمھیں بڑا پتہ ہے لوگوں کا مشی۔ وہ بےزار نہیں تھا میری جان۔ اسے ایٹی ٹیوٹ کہتے ہیں، وہ سنا نہیں تم نے خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ یہ لڑکیوں کے لئے کہا جاتا ہے، مرد جب خوب صورت ہو تو اس میں نزاکت کے بجائے ذرا ایٹی ٹیوٹ آجاتا ہے۔ سمجھی۔"

اسکی اتنی لمبی چوڑی وضاحت پر مشال نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

CamScanner

"پتہ نہیں گردن میں سریافت کرنے کو لوگ ایٹی ٹیوٹ کا نام کیوں دے دیتے ہیں مجھے تو الرجی ہونے لگتی ایسے لوگوں سے۔بندے کو ہنس مکھ ہونا چاہیے،

مسکراتا ہوا تا کہ لوگ آپ کی موجودگی میں کنفرٹیبل فیل کریں۔خیر مجھے کیا؟میرے کون سے وہ سگے رشتے دار لگتے ہیں۔"

ہاتھ جھاڑ کر اس نے گفتگو سمیٹتے باہر کی راہ لی تھی۔نوال اسے ٹھیک سے گھور بھی نہیں سکی تھی۔

....

تھوڑا جیا میوزک نوں دے دے او پنجابی مُنڈیا۔۔۔

نچ پنجابن نچ پنجابن۔۔

یہ ایک معمول کی صبح تھی،پہاڑوں کے آنگن میں بسی اسلام آباد کی نگری پر سورج کی سنہری کرنیں جھلملا رہی تھیں۔اسلام آباد جو کہ مغرور تھا اپنے حسین ہونے پر کیوں کہ حسن کی دیوی اور سبزے کا دیوتا اس پر بیک وقت مہربان تھے اور جو کسر باقی تھی وہ ان بلند وبانگ عالی شان پہاڑوں نے اسے اپنے حصار میں لے کر پوری کر دی تھی۔اسکے بعد عقل انسانی نے بھی اپنا تھوڑا بہت حصہ ڈال کر اسکو مینو فیکچر کرتے ہوئے اسکی خوب صورتی کو چار چاند لگا دیئے۔زندگی اس شہر کی پر امن شاہراہوں پر ویسی ہی رواں دواں تھی جیسے کبھی کسی کے لیے نہ ٹھہرنے کی قسم کھائی ہو۔اور ہم انہیں شاہراہوں کی بھول بھلیوں سے نکل کر ایک پوش علاقے کا رخ کرتے ہیں جہاں جدید سہولیات سے لیس ایک ہاؤسنگ سوسائٹی آباد تھی ایک مخصوص لائن میں بنے وہ پر تعیش گھروں میں سے ایک کے باہر حیات

منزل کی نیم پلیٹ لگی تھی۔ جس کے اوپری پورشن میں ایک آواز تھی جو زور و شور سے سنائی دیتی تھی ۔وجہ تھی اس گھر کے کمروں کے ساؤنڈ پروف ہونا۔ گلزار خان کو اپنی آواز نیچی رکھنے کا تردد کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ سترہ سالہ سرخ و سپید رنگت والا دبلا پتلا، دراز قد گلزار خان جو اسلام آباد آ کر پشتو سے زیادہ پنجابی گانوں کا دلدادہ ہو گیا تھا۔

کچن سے لیونگ ایریا میں جھانکو تو آپ کو نہ صرف گانا سنائی دے گا بلکہ ڈسٹنگ کرتے گلزار کے ٹھمکوں سے بھی آپ مستفید ہو سکتے ہیں بالکل لالی کی طرح، جو ناشتہ بناتے ہوئے مسکراتے لبوں سے کچھ دیر بعد اس لائیو چلتے کنسرٹ سے بھی لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

اپنے کمرے سے نکلتے التمش نے وہیں دروازے کی دہلیز پر ہی قدم روک کر اسے دیکھا تھا۔

اور پھر ایک گہرا سانس لیتا آگے بڑھا۔ اس نے اب حیران ہونا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس گھر میں لگی سرکس اب اسے زیادہ چونکنے پر مجبور نہیں کر پاتی تھی۔

اسکی آمد سے بے خبر گلزار اب بھی سر دھنتے، نیچے بیٹھا سنٹرل ٹیبل پر کپڑا رگڑ رگڑ کر صفائی کی مہم پر کمربستہ تھا۔ التمش خشمگیں نظروں سے اسکی پشت کو گھورتا ذرا فاصلے پر رکا، تھوڑا سا جھک کر صوفے کی سائیڈ پر رکھے چھوٹے گلاس ٹیبل کی سطح پر اپنی انگشت شہادت پھیری، گرد کی ہلکی سی تہہ۔ چہرے کے زاویے بگڑے۔

"اوہ چینچی لے کر آجا۔۔۔"

"ونگو (vigo) چلے گی کیا؟"

اسکی آواز پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوتا اسکی جانب پلٹا۔ اور ساتھ ہی بتیسی باہر نکالی۔

"سلام لالا۔"

ڈسٹنگ کے کپڑے والا ہاتھ ماتھے تک لے جاتے جھٹ سے سلام کیا۔ یہ خاص الخاص تکریم کا مظاہرہ بھی شاذونادر کیا جاتا تھا۔

"والسلام۔"

دھیرے سے کہتے نظریں ابھی بھی اپنی انگلی پر جمی گرد پر ٹھہری تھیں۔ جسے گلزار بھی بھانپ چکا تھا۔

"وہاں کی صفائی ابھی کی نہیں لالا۔"

دانت نکوستے ہوئے توجیح پیش کی۔ التمش نے ذرا بھر سر کو جنبش دی۔

"رہنے دو گلزار۔ میں جس چیز کو بھی چھوؤں گا تم نے یہی کہنا ہے۔"

انگوٹھے سے انگلی مسلتا، عام سے انداز میں کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

"میں دوبارہ کر دیتا ہوں۔"

اسکے جانے پر منمنا کر کہتا، منہ لٹکا کر وہ دوبارہ اس جانب بڑھا تھا۔

"ایک تو پتہ نہیں لالا کو یہ نہ نظر آنے والی گرد بھی کہاں سے نظر آجاتی ہے۔ آنکھوں میں کوئی دوربین فٹ کروا رکھی ہے کیا؟"

لالی ڈائنگ ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات سیٹ کر رہی تھیں۔ التمش انہیں سلام کرتا کچن میں گم ہو گیا تھا ۔ تومیہ جو التمش کی بڑی بہن تھی، خوب صورت نقوش اور صاف ستھری رنگت کی حامل، گولڈن ڈائی کندھوں تک آتے کھلے بالوں کے ساتھ وہ اپنے لیٹ فورٹیز میں تھیں،

"سلام لالا۔"

ڈسٹنگ کے کپڑے والا ہاتھ ماتھے تک لے جاتے جھٹ سے سلام کیا۔ یہ خاص الخاص تکریم کا مظاہرہ بھی شاذونادر کیا جاتا تھا۔

"والسلام۔"

دھیرے سے کہتے نظریں ابھی بھی اپنی انگلی پر جمی گرد پر ٹھہری تھیں۔ جسے گلزار بھی بھانپ چکا تھا۔

"وہاں کی صفائی ابھی کی نہیں لالا۔"

دانت نکوستے ہوئے توجیح پیش کی۔ التمش نے ذرا بھر سر کو جنبش دی۔

"رہنے دو گلزار۔ میں جس چیز کو بھی چھوؤں گا تم نے یہی کہنا ہے۔"

انگوٹھے سے انگلی مسلتا، عام سے انداز میں کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

"میں دوبارہ کر دیتا ہوں۔"

اسکے جانے پر منمنا کر کہتا، منہ لٹکا کر وہ دوبارہ اس جانب بڑھا تھا۔

"ایک تو پتہ نہیں لالا کو یہ نہ نظر آنے والی گرد بھی کہاں سے نظر آجاتی ہے۔ آنکھوں میں کوئی دوربین فٹ کروا رکھی ہے کیا؟"

لالی ڈائنگ ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات سیٹ کر رہی تھیں۔ التمش انہیں سلام کرتا کچن میں گم ہو گیا تھا ۔نومیہ جو التمش کی بڑی بہن تھی، خوب صورت نقوش اور صاف ستھری رنگت کی حامل، گولڈن ڈائی کندھوں تک آتے کھلے بالوں کے ساتھ وہ اپنے لیٹ فورٹیز میں تھیں،

"گلزار پہلے ناشتہ کر لو۔ کچن میں تمہاری ٹرے تیار رکھی ہے۔"

اسکے کہنے کی دیر تھی گلزار کے ہاتھوں کی حرکت تھمی، ڈسٹنگ والا کپڑا وہی رہا، چہرے پر نور آیا اور وہ اٹھ کر کچن کی طرف بھاگا۔

لالی کے آنے سے اسکے مزے ہو گئے تھے۔ ایک تو خود کھانا بنانے سے جان چھوٹ گئی تھی دوسرا ہر روز بقول گلزار کبھی دیسی تو کبھی ولایتی لذیز کھانے کھانے کو ملتے تھے۔

"شکریہ لالی۔"

جس وقت وہ کچن میں داخل ہوا، التمش ہاتھ دھو کر واش بیسن کے سامنے سے ہٹ رہا تھا۔ تبھی گلزار کو بھی ہاتھ دھونے کا خیال آیا۔

"باقی کی صفائی ناشتے کے بعد ہو جائے گی۔ رزق کو انتظار کروانے سے گناہ ملتا ہے۔"

ابھی کل شام ہی گھر کی ٹھیک سے صفائی نہ کرنے پر التمش نے اسکی طبیعت اچھے سے صاف کی تھی یہ اسی کا اثر تھا۔ ورنہ نومیہ کے آنے کے بعد سے اسکی کچھ زیادہ ہی موجیں آ گئی تھیں۔

"ہو جائے تو اچھا ہی ہے ورنہ شام کو میرے آنے پر نیٹ فلیکس بند ہو جائے گا۔"

"ہائے میرے کے ڈرامے۔"

گلزار کا ہاتھ اپنے دل پر پڑا تھا۔ بڑی دکھتی رگ پر پاؤں رکھ گیا تھا وہ جاتے جاتے۔

"لالا فکر کیوں کرتے ہو؟ شام کو آپ کو گھر شیشے کی طرح چمکتا ملے گا ان شاء اللہ۔ نہ ملا تو گلزار خان کا نام بدل دینا۔"

وہیں کھڑے کھڑے اپنی جلدی سے کہی کہ اسکے الفاظ باہر نکل چکے التمش کے کانوں تک کا سفر طے کر لیں۔

"بس netflix کا نام مت لینا میرا چھوٹا سا دل سہم سہم جاتا ہے۔ آپ کیا جانو پورا دن گھر میں اکیلے رہنے کا دکھ۔ آدھ دن سال کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ ڈرامے تو میں بس دن کاٹنے کو دیکھتا ہوں۔"

آواز حتی الامکان دھیمی رکھتے، ہاتھ دھوتا وہ دکھی نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ بہت زیادہ ڈرامے دیکھنے کا ایک سائیڈ ایفکٹ، انسان خود ایک چلتا پھرتا ڈرامہ بن جاتا ہے۔

اپنی ٹرے لئے وہ کچن کے پچھلی جانب باہر کی طرف جاتے دروازے سے نکل گیا تھا۔ جہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک الگ کمرہ بنا ہوا تھا جہاں اسکی رہائش تھی۔

....

کمرے کا دروازہ بند ہونے کے باوجود، باہر سے آتی آوازوں کا شور اتنا زیادہ تھا کہ چھت پر لگے پنکھے کے چلنے کی آواز بھی انہیں روک نہیں پائی تھی۔ وہ جو قریب پندرہ منٹ پہلے ہی سوئی تھی، بے دلی سے اٹھ کر بیٹھی۔ ہاتھ بالوں میں چلا کر ٹھیک کیے، اور سرہانے کے پاس رکھا دوپٹہ اٹھا کر اوڑھنے لگی۔ آنکھ ایک بار کھل جائے تو دوبارہ لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسکی نیند ایسی ہی تھی۔ پھر بھی اس گھر میں کسی کو اسکی اتنی پرواہ ہی کب تھی جو اس بات کا خیال رکھا جاتا۔ بلکہ اکثر تو ایسا جان بوجھ کر کیا جاتا تھا۔

بستر سے نیچے اترتے چادر تہہ کر کے رکھتی وہ واش روم گئی تھی۔ کچھ دیر بعد دھلے چہرے کے ساتھ وہ باہر نکل آئی۔

CamScanner

باہر برآمدے میں بچھی چارپائی پر اس کی بھابھی بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔ موبائل کان سے لگا تھا جسے کان اور کندھے کے درمیان بڑی مہارت سے گردن ایک سائیڈ پر کیے دبک رکھا تھا۔ کال پر بات بھی چل رہی تھی اور ساتھ ساتھ صحن میں کھیلتے بچوں کو شور کرنے پر ڈانٹ رہی تھیں وہ الگ بات کہ بچوں سے زیادہ شور کا موجب تو وہ خود بن رہی تھیں۔

اسے برآمدے کے سرے پر بنے کچن میں جاتا دیکھ کر پہلے سے خراب ہوئے موڈ میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔ بھنڈی کاٹتے ہاتھوں کی حرکت میں کچھ اور غصہ بھرا اضافہ ہوا۔

وہ فریج کھول کر پانی کی بوتل نکال رہی تھی جب شہرین کی آواز اسکے کانوں میں پڑی۔

"سارا دن نوکروں کی طرح اس گھر کے کام کرو اور بچے پالو۔ بس یہی قسمت میں لکھا تھا۔ بہو جو ہوں اور بیٹی سارا دن وہاں اے سی میں بیٹھی رہتی ہے اور گھر آ کر بھی آرام ختم نہیں ہوتا۔ اوپر سے بڑی بی مجھے سنانے بیٹھ جاتی ہیں وہ کام سے آئی ہے سر درد ہے تھکی ہوئی ہے، نا تو میں کیا کروں پھر؟ میرے لئے تھوڑا کماتی ہے۔ اپنے لئے کمانے جاتی ہے۔ اور اتنی ہی تکلیف ہو رہی ہے اب تو سسرال میں زبان کو قابو میں رکھنا تھا نا۔ جن کی زبانیں لمبی ہوں انکے گھر نہیں بسا کرتے۔ ماں سمجھا کر بھیجتی پھر۔"

پانی کا گھونٹ اسکے حلق سے اترنا مشکل ہو گیا تھا۔ بھابھی تو اماں کے سامنے بھی اپنے اندر کا زہر اگلنے سے باز نہیں آتی تھیں آج تو پھر اماں گھر پر نہیں تھیں۔

گلاس میں بچا باقی کا آدھا پانی وہیں شیلف پر رکھتے وہ باہر نکل آئی۔ پہلے سے دکھتا سر، کچھ کچی نیند اور کچھ بھابھی کی گوہر فشانی سے مزید پھٹنے کے درپے ہونے لگا تھا۔

شہرین کے پاس سے گزر کر وہ واپس کمرے میں جانے لگی۔

"آج کل کی لڑکیاں صبر تو ہے ہی نہیں ان میں۔ ذرا سی بات پر طلاقیں لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ اور باقی کی ساری زندگی بھائی بھابھی کے سر پر مسلط ہو کر بیٹھی رہتی ہیں۔"

اسکے اندر بڑھتے قدم شہرین کے خوت میں کہے ان جملوں نے جکڑ لئے تھے۔ ڈھائی سال ہو گئے تھے لیکن وہ آج بھی ایسے ہی طعنے دیتی تھیں جیسے کل کی بات ہو۔ اور اسکے سارے زخم پھر سے یوں ہی رسنے لگتے تھے جیسے واقع ہی کل کی بات ہو۔

آنکھوں میں ڈھیر سارا غصہ اور زخمی پن لئے وہ مڑی تھی۔ چند قدم لیتے شہرین کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

شہرین کے ہاتھ ساکت ہوئے۔ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا، جس کے چہرے پر کہیں رنگ آجا رہے تھے۔

"میں بعد میں کال کرتی ہوں امی۔"

کہہ کر موبائل کان سے اتارا۔

"کیا ملتا ہے آپ کو یہ سب کر کے؟"

اسکے چہرے کی سرخ پڑتی رنگت کے برعکس آواز میں بہت ٹھہراؤ تھا۔ شہرین نے بھنویں بھینچ کر اسے دیکھا۔

"کیا کیا ہے میں نے؟ کم از کم وہ نہیں کیا جو تم نے کیا ہے۔ اپنے گھر میں بیٹھی ہوں۔ اپنے شوہر کے گھر میں۔"

آواز میں طنطنے کے ساتھ ساتھ اک فخر لئے وہ سکون سے بولی۔ ماہین نے تاسف سے انہیں دیکھا تھا۔

"شکر ادا کیا کریں اللہ کا۔ جس نے آپ کے گھر کو سلامت رکھا ہوا ہے یوں بڑے بڑے بول مت بولا کریں بھابھی۔ آپ تو یوں کہنے لگتی ہیں جیسے میں نے جان بوجھ کر کیا ہو سب۔ آپ جانتی تو ہیں سب پھر کیوں مجھے پھر سے وہ سب یاد دلاتی ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ ہر طرف کی اپنی کہانی ہوتی ہے تمہاری سنو تو تم سچی لگتی ہو۔ انکی سنو تو وہ حق پر معلوم ہوتے ہیں۔ سچ کیا ہے واللہ عالم۔"

اس نے ہاتھ جھاڑ کر کچھ یوں کہا تھا کہ ماہین کے پیروں سے لگی آگ سر پر جا کر بجھی تھی۔

"جب آپ کچھ نہیں جانتی تو براہ مہربانی اپنی زبان کو بھی آرام دیا کریں۔ ساری زندگی یوں ہی آپ کی جلی کٹی نہیں سن سکتی میں۔ اور ایک اور بات۔ گھر زبان کے لمبے چھوٹے ہونے پر نہیں بسا کرتے ،نصیب سے بستے ہیں۔ زبانیں لمبی ہونے پر ہی گھر اجڑنے ہوتے تو مجھ سے پہلے بہت سوں کے اجڑ چکے ہوتے۔"

وہ بہت کم یوں غصے میں آ کر اپنی بھڑاس نکالا کرتی تھی اب بھی اسے بولتا دیکھ کر شہرین کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

اور جب تک وہ سنبھلی تھی۔ ماہین اپنے کمرے میں جا کر دروازہ لاک بھی کر چکی تھی۔

"اسی زبان نے تمہیں بسنے نہیں دیا۔ منحوس کہیں کی۔ خود تو اجڑ کر بیٹھی ہی ہے۔ میرے گھر کو بسا دیکھ کر بھی پیٹ میں مروڑ اٹھتے ہیں۔ آ جانے دو اپنے بھائی کو آج ذرا۔ ماں اور بھائی کے سامنے کیسے میسنی بن جاتی ہے۔"

CamScanner

آگ بگولا ہوئی شہرین چارپائی سے اٹھتی جلتی بھنتی سبزی کی پرات اٹھائے کچن کی جانب بڑھ گئی تھی

۔ صحن میں کھیلتے بچے موقع پاکر بیرونی دروازہ کب کا عبور کر گئے تھے اسے اندازہ بھی نہیں ہوا تھا۔

....

شام کے ڈھلتے سائے گہرے ہوتے نیم اندھیرے میں ضم ہونے لگے تو ہواؤں میں بھی کچھ ٹھنڈک کا احساس پیدا ہونے لگا۔ باہر لان میں بچھی کرسیوں پر سے ایک پر نومیہ بیٹھی تھی۔ خلاف معمول مدثر بھائی بھی گھر پر ہی موجود تھے۔ اور نومیہ کے سامنے والی نشست سنبھالے ہوئے تھے۔ وہ ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ دن کے وقت ہوسپٹل میں، جبکہ شام میں اپنا کلینک چلاتے تھے۔

انکی بیوی عطیہ بھی اسی شعبے سے منسلک تھیں۔ وہ گائنا کالوجسٹ تھیں۔ ایک بیٹا تھا حماد جو کہ ایم بی بی ایس کے تھرڈ ایئر میں تھا اور بیٹی حبا جو کہ سائیکالوجی میں ایم فل کر رہی تھی۔ دور سے دیکھو تو وہ ایک پرفیکٹ فیملی تھی۔

آج بہت ٹائم بعد اس طرح بہن بھائی کو ساتھ بیٹھنے کا موقع میسر آیا تھا۔ ورنہ زندگی کے جھمیلوں نے جہاں بہت سارا آرام، پر تعیش لائف سٹائل فراہم کیا تھا وہیں فراغت جیسی نعمت بھی چھین لی تھی۔

اگر آپ کے پاس وقت ہے اپنے پیاروں کے ساتھ مل بیٹھنے کا تو یہ بھی خداوند کے رحم کی ایک شکل ہے ۔ اس وقت سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کریں، بہت ساری اچھی یادیں بنا کر۔ اور یقین جانیں یہ یادیں مستقبل میں آپ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گی، جب کبھی آپ تنہائی کے گھپ اندھیرے میں خود کو کھڑا پائیں گے۔

حب ناولز

لیکن ہم وہ وقت کھو دیتے ہیں اس بات کا احساس زیادہ تر اسی تاریکی میں کھڑے ہونے کے بعد ہمیں ہوتا ہے۔

کاش زندگی اتنی بھاگم دوڑ کی شکار نہ ہوتی۔

چائے کا دور ختم ہوا تو گلزار برتن اٹھا کر واپس چلا گیا۔

"پھر بات ہوئی التمش سے؟"

انہیں اچانک یاد آیا تھا۔ نومیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ وہ مجھے ٹھیک سے ملے تب نا۔ یہ معاملہ ایسا تو نہیں جسے چلتے پھرتے ڈسکس کر لیا جائے۔"

"لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ شکیل صاحب باتوں باتوں میں دو تین بار پوچھ چکے ہیں مجھ سے۔ میرے خیال میں تمہیں اس سے پوچھ لینا چاہیے۔ اسکی فرصت کا انتظار کرتی رہی تو ساری زندگی نکل جائے گی، اسکی روٹین تو ایسی ہی ہے صبح کا نکلا رات کو واپس آتا ہے۔ آفس، جم، گالف کلب، لائبریریز کے چکر۔ یہی سب چلتا رہتا ہے اسکا۔ یہاں تک کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے کہیں کہیں ہفتے گزر جاتے ہیں اسکی شکل دیکھنے کو نہیں ملتی۔"

وہ بنا طنز کے سرسری سی ایک بات کر رہے تھے۔

"مجھے آپ سے بھی گلہ ہے بھائی جان۔ وہ چھوٹا ہے ہم سب میں سے، آپ نے بھی اسے بالکل ہی کسی کھاتے میں نہیں رکھا۔ آپ بڑے ہیں، یہاں اسکے پاس ہیں۔ ایک ہی گھر ہے پھر بھی وہ اجنبیوں کی طرح رہتا ہے۔ مجھے آئے ہوئے آٹھ دس دن ہو گئے ہیں نہ کوئی نیچے سے اوپر جاتا ہے نہ وہ نیچے آتا ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے آخر؟"

وہ چار سال بعد پاکستان آئی تھی اور یہ ماحول اسے ناگوار گزرا تھا۔

مدثر ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھے۔وہ پچاس کی عمر میں بھی سمارٹ اور فٹ تھے۔کنپٹی کے پاس گرے بالوں اور سوبر سی شخصیت کے ساتھ وہ ابھی بھی جاذب نظر لگتے تھے۔

"میں نے شروع میں کوشش کی تھی نومیہ۔وہ امی کے بعد زیادہ وقت تمہارے ساتھ رہا ہے۔تم اسے بہتر جانتی ہو وہ کتنا موڈی ہے۔میں نے پوری کوشش کی تھی وہ یہیں نیچے والے پورشن میں ہمارے ساتھ ہی ایڈجسٹ کر جائے لیکن وہ ناخوش لگتا تھا۔کچھ عرصہ تو مارے بندھے وہ رہا پھر مبشر اور ارم کے اپنے نئے گھر میں شفٹ ہوتے ہی اس نے کہہ دیا وہ اوپر والے پورشن میں رہنا چاہتا ہے۔ایسے میں میں کیا کر سکتا تھا؟"

وہ خود جیسے بے بس نظر آتے تھے۔نومیہ نے مزید اس موضوع کو نہیں چھیڑا۔ایسی بہت ساری باتیں جن کے آخر میں فقط تلخیاں ہوں،یوں ہی ادھوری چھوڑ دینی چاہیے۔بلیم گیم رشتوں میں مزید کڑواہٹ کا پیش خیمہ بنتی ہے۔اس لئے اس سے بچیں اگر رشتے بچانا مقصود ہو تو۔

"چلیں جو بھی ہے لیکن اب میں چاہتی ہوں اس بار اسکی شادی کا کچھ نہ کچھ ہو جائے۔وہ بھی سیٹل ہو جائے اپنی زندگی میں۔تاکہ مجھے اسکی فکر سے آزادی ملے۔"

نومیہ نے ایک گہری سانس لی تھی۔چہرے پر تفکر تھا۔کیا چاہتا تھا یہ لڑکا۔وہ بتیس کا ہندسہ عبور کرنے کو تھا اور شادی کا ابھی تک نام لینے کو تیار نہیں تھا۔اس عمر میں اسکے دونوں بڑے بھائی بال بچے دار تھے۔بلکہ انکے پورے خاندان میں کسی کی شادی اتنی تاخیر کا شکار نہیں ہوئی تھی جتنی کہ اسکی۔

"عطیہ نے کتنی کوشش کی تھی اس بارے میں تم جانتی ہو۔ شیریں سے انگیجمنٹ بھی التمش کی ہی مرضی سے کی تھی ہم نے۔ اور کیا انجام ہوا اسکا دو سال میں ہی منگنی توڑ دی التمش نے۔ یہ بھی نہیں سوچا وہ عطیہ کی بھانجی ہے۔ اس طرح کی بات ہو تو گھر میں بھی ڈسٹربنس ہونے لگتی ہے اور جو وجہ اس نے رشتہ توڑنے کی بتائی تھی نومیہ تم خود بتاؤ اسکی کوئی سینس بنتی ہے؟ کتنا سمجھایا تھا اسے لیکن وہ بھی اپنی ضد پر آجائے تو ساری دنیا کو اپنے خلاف کرلے گا مگر پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اس واقعے کے بعد سے التمش اور عطیہ بھی آپس میں کھچے کھچے سے رہنے لگے ہیں۔"

مدثر بھائی حد درجہ بے چارگی سے کہہ رہے تھے، لہجے سے کہیں چھوٹے بھائی کے رویے سے نالاں بھی لگتے تھے۔ نومیہ نے پہلو بدلا، کچھ باتوں کو لے کر اسکے لیے بھی التمش کو ڈیفنڈ کرنا مشکل نہیں ناممکن ہو جاتا تھا۔

"اچھا چھوڑیں نا بھائی جان۔ پرانی باتیں کریدنے سے کیا ہو گا۔ میں اس سے ہر صورت بات کرتی ہوں اب۔ اور یہ اونٹ اب کسی نہ کسی کروٹ بٹھا کر ہی جانا ہے واپس میں نے۔"

اسکے عجلت بھرے انداز میں کہنے پر مدثر دھیرے سے ہنستے سر اثبات میں ہلا گئے۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ میرے اور مبشر کی نسبت وہ تمہارے زیادہ قریب رہا ہے۔ ہم سے زیادہ تمہاری سنتا مانتا ہے۔ اچھا ہو گا اگر تمہارے ہوتے ہی کچھ معاملات آگے بڑھ جائیں۔ تاکہ ہم بھی اس کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔"

"آپ فکر مت کریں۔ ان شاء اللہ بہتر ہو گا سب۔"

وہ مسکرا کر انہیں دیکھتی کچھ سوچ رہی تھی۔

حب ناولز

....

مخصوص سیٹی کی آواز سن کر وہ جو ابھی ابھی چائے کے برتن اٹھا کر لانے کے بعد، بڑے سکون سے آنکھیں موندے چھت کی پچھلی جانب چارپائی ڈالے لیٹا تھا۔ گڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اوپر والے پورشن میں اس وقت کوئی نہیں تھا اس کے باوجود گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا صد شکر کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ پھر تیوری چڑھا کر ساتھ والی چھت پر نگاہ کی۔ وہی آفت تھی، بھلا اسکے سوا کس کی جرات تھی جو گلزار خان کو یوں سیٹی مارتا۔

اپنی طرف متوجہ پا کر وہ معصومیت سے آنکھیں گھماتی اب مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ چارپائی سے اٹھ کر دیوار کے پاس ہوا۔ یوں کہ وہ دونوں اپنے اپنے چھتوں کی دیواروں سے جڑے بالکل ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ گلزار نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسکے آگے کیے۔

"یہ لو نور بی بی میرے جڑے ہاتھ دیکھو۔ کسی دن کسی نے آپ کو یوں دیکھ لیا تو آپکا تو کچھ جائے گا نہیں اور میرا کچھ رہے گا نہیں۔ میں تین بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں۔ ابا میرے بیمار ہیں۔ ماں میرا نام لے لے کر جیتی ہے۔ میں نے ابھی بہت سارا جینا ہے اور بہت کچھ کرنا ہے ان شاء اللہ۔ لیکن آپ کی یہی حرکتیں رہیں تو مجھے لگتا ہے بہت جلد میرا اس صفحہ ہستی سے صفایا ہو جائے گا۔ لالا نے دیکھ لیا تو وہ پوچھے گا بعد میں اور ہڈیاں پہلے توڑے گا۔ اور آپ کے ابا نے دیکھ لیا تو وہ پہلے گولی مارے گا پھر میری لاش سے تفتیش کرے گا۔ مجھے جینے دو بی بی مجھے جینے دو۔"

CamScanner

حب ناولز

وہ حد درجہ عاجز آیا مسکین سی شکل بنائے ہوئے تھا۔ بس رو دینے کی کسر باقی تھی۔

"ٹھیک ہے جینے دوں گی بس ایک زنگر منگوا دو پلیز۔"

اسکی دکھ بھری داستان کے بدلے منڈیر پر دونوں ہاتھ جمائے جس بے نیازی سے اس نے کہا تھا۔ گلزار کا بس نہیں چلا تھا وہ اسی چھت سے کود جاتا۔ لیکن پھر اپنی تین بہنوں اور اکلوتے اماں ابا کا خیال آیا تو خود پر قابو پایا۔

"آپ پکا مروائیں گی مجھے۔"

وہ روہانسا ہونے لگا۔ سرخ وسپید چہرے کی رنگت گلابی ہونے لگی تھی۔

"تمہارا تو پتہ نہیں لیکن بوا نے آج لوکی گوشت بنا کر مجھے مارنے کا پکا ارادہ کر رکھا ہے۔ بھوک مجھ سے برداشت ہوتی نہیں اور لوکی گوشت مجھ سے کھایا جاتا نہیں۔ اور میرے ابی کو تو تم جانتے ہی ہو مجال ہے جو رات کو باہر سے کچھ منگوانے دیں۔ خان بابا کو بھی سختی سے منع کر رکھا ہے کہ کوئی ڈیلیوری بوائے آئے تو وہیں گیٹ سے واپس کر دینا کوئی چیز گھر کی دہلیز سے اندر نہ آئے۔ پھر تم ہی بتاؤ میں تم سے نہیں کہوں گی تو کس سے کہوں گی۔ آخر ہمسائے ہی مشکل میں ہمسایوں کے کام آتے ہیں۔"

ماتھے پر گرے بالوں کو پیچھے کرتی وہ پر امید نظریں اس پر جمائے ہوئے تھی۔

سرخ وسپید رنگت اور گول بھرے بھرے چہرے والی نور عین ہاشم آفریدی جس کے بھورے بال آگے سے کٹے ماتھے پر بسیرا کیے ہوتے تو وہ کچھ اور بھی معصوم اور پیاری لگتی۔

"یہ اپنوں کے لئے کہا جاتا ہے۔ ہمسایوں والی تو ابھی یہی کھڑے کھڑے آپ نے گھڑی ہے۔"

حب ناولز

وہ خفیف سا طنز کرتا پیچھے ہوا۔ انداز صاف بتا رہا تھا وہ ہمیشہ کی طرح کم از کم آج اسکی باتوں میں نہیں آنے والا۔

نور جو اتنی دیر سے چہرے پر مہربان سی مسکان لئے بات کر رہی تھی۔ ایک دم سے مسکراہٹ چہرے پر سے رخصت ہوئی اور آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا۔

"او واٹک کے سفید میمنے۔ سیدھی طرح سے ایک ہی بار کہے میری بات مان لیا کرو کسی دن میرا دماغ گھوما نا تو تمہاری وہ درگت بنے گی کہ سوچ ہے تمہاری۔"

اسے سخت نظروں سے دیکھتی، انگشت شہادت اسکی طرف تان کر کہتے انداز دھمکی آمیز تھا۔ ذرا بھر رک کر اسکے چہرے کے تاثرات کھوجے اور گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جاری کیا جہاں منقطع ہوا تھا۔

"مجھے زیادہ کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ بس ابی التمش چاچو کو ایک کال کریں گے اور اگلے دن تمہارے اس تھوبڑے پر کوئی ایک سو بیس ڈینٹ پڑے ہوں گے اور تمہارا بوریا بستر اگول ہوا تمہارے ان ناتواں کندھوں پر ہو گا۔ اور جب تم یوں لٹے پٹے اٹک پہنچو گے تو تمہاری اماں بھی تمہیں پہچاننے سے ایک بار انکار کر ہی دیں گی۔ اس لئے سوچ سمجھ کر دس سیکنڈ میں فیصلہ کرو زنگر یا پھر اٹک جانے والی بس کا ٹکٹ؟"

جوں جوں وہ نقشہ کھینچ رہی تھی گلزار کی رنگت متغیر ہو رہی تھی۔ اف یہ امیر ہمسایوں کی غنڈہ گردی۔۔۔ اسے آج معلوم ہوا تھا بڑے بزرگ کیوں کہتے تھے کہ رشتے داری اور ہمسایہ گیری اپنی حیثیت کے مطابق ہی بھلی لگتی ہے۔ وہ ابھی بھی مرنے مارنے والے انداز لیے شہادت کی انگلی کسی بندوق کی طرح تانے کھڑی تھی۔ وہ مرتا نہ تو اور بھلا کیا کرتا؟

CamScanner

"غصہ کیوں کرتی ہیں نور بی بی۔ میں بس آرڈر کرنے ہی والا تھا۔ آپ ٹینشن فری ہو جائیں آپکا زنگر سمجھیں آیا کہ آیا۔"

دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا وہ چہرے پر بڑی سی زبردستی کی مسکراہٹ لئے اپنے کرتے کی سائیڈ والی جیب سے موبائل نکال رہا تھا۔ اسے فیصلہ کرنے میں سات سیکنڈز سے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ نور نے ہاتھ اٹھا کر جھاڑے اور گردن ہلائی۔ مشن سکسیس فل!

"گڈ پہلی بار ہی مان جایا کرو۔ ایسے ہی میری انرجی ویسٹ کرواتے ہو۔"

کیا شاہانہ انداز تھا جو اس چہرے پر جچتا تھا۔ رحم دلی تھی تو اپنی مثال آپ تھی۔ ڈھیلے سے کرتے کے نیچے پہنی جینز کی جیب میں سے پیسے نکال کر اس نے نیچے سے چھوٹا سا پتھر اٹھایا تھا۔ وہاں چھت پر اس مقصد کے لئے بہت سارے چھوٹے چھوٹے کنکر ایک گملے میں سجائے گئے تھے جو کہ اسی کام کے لیے استعمال میں لائے جاتے تھے۔ پیسے کنکر کے گرد لپیٹ کر چھوٹا سا گولا بناتے نور نے گلزار کی طرف اچھالا تھا جو اس سے ذرا فاصلے پر گرا۔

"چلو شاباش جلدی ہاں۔ بھوک بہت لگی ہوئی ہے مجھے۔ اور ہاں ایک اپنے لئے بھی منگوا لینا۔"

وہ اپنے دوستانہ موڈ میں واپس آچکی تھی۔

"مجھے نہیں کھانا۔"

نیچے جھکے گلزار کی اسے صرف غصے بھری جھنجھلائی آواز سنائی دی۔ وہ جاتے جاتے پھر رکی۔

"کچھ کہا تم نے؟"

نور نے دونوں ہاتھ کمر پر جمائے۔

CamScanner

حب ناولز

گلزار مسکرایا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر زور سے سر نفی میں ہلایا۔

"بالکل بھی نہیں۔ آپ جائیں، زنگر پہنچا بس۔ اور مجھ غریب کا خیال کرنے کے لئے اللہ آپ سے پوچھے گا بی بی۔ مطلب کہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔"

دانت پیس کر کہتے وہ بے بسی کی انتہا کو چھو رہا تھا، جس کا اظہار اس سے زیادہ واضح الفاظ میں کرنے کی اجازت اسکی پسلی اسے دیتی بھی نہیں تھی۔

سب سمجھ کر بھی انجان بنتی سر ہلاتے وہ واپس مڑ گئی۔ گلزار نے ہاتھ میں پکڑے پیسوں کے گولے سے اپنا ماتھا پیٹ لیا تھا۔ پیٹنے کے بعد اسے یاد آیا تھا اس میں کنکر بھی ہے۔ اور اب وہ ماتھا سہلاتے ہوئے، منہ بنائے موبائل پر فوڈ پانڈا ایپ کھول رہا تھا۔

....

رات کے کھانے کے بعد دادی کے کمرے کی رونقیں ہمیشہ کی طرح اپنے عروج پر تھیں۔ اس گھر کے پانچ افراد اس وقت ایک ساتھ بیٹھتے تھے۔ کچھ دیر کے لئے موبائل فونز کی اس کمرے میں موجودگی پر پابندی عائد کر دی جاتی تھی سوائے منظر حسین کے بٹنوں والے نوکیا کے موبائل فون کے۔ اور یوں وہ لمحے جدید سکرین کی ٹیکنالوجی سے پاک زیادہ اپنائیت بھرے لگتے تھے۔ جہاں ایک دوسرے کی باتیں پورے دھیان سے سنی جاتی تھیں۔

حب ناولز

دادی بیڈ کے بیچ و بیچ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ منظر حسین ابھی ابھی اٹھ کر وضو کرنے گئے تھے ۔نوال چائے کے خالی کپ اٹھا کر دھونے گئی تھی۔ جبکہ مشال اور ارحم آمنے سامنے پالتی مارے بیٹھے انکی ٹانگیں دبا رہے تھے۔

"دادی جب میں ڈاکٹر بن جاؤں گی نا تو۔۔۔"

"مریض اپنی تکلیف بتاتے بعد میں روئے گا میں پہلے رونا شروع کر دوں گی۔"

ابھی مشال کا جملا مکمل نہیں ہوا تھا کہ ارحم نے اسے اچک لیا تھا۔

اور وہ جو خلا میں گھورتی مسکرا کر کچھ کہنے جا رہی تھی ہونٹ بھینچ کر چھوٹے بھائی کو دیکھنے لگی۔

"جی نہیں۔ میں ایک بہت پروفیشنل قسم کی ڈاکٹر بننے والی ہوں بچو۔ تم دیکھتے رہ جاؤ گے بس۔"

"ہاں جی میں دیکھتا ہی تو رہ جاؤں گا جب ٹیکا لگاتے آپی کے ہاتھ تھر تھر کانپ رہے ہوں گے۔"

سر ہلا کر سنجیدہ سا چہرہ لیے وہ اسے چڑا رہا تھا۔ مشال نے بڑی مشکل سے اپنا ہاتھ روکا ورنہ دل تو کر رہا تھا اسکے گھنگریالے بالوں والے سر پر لگائے ایک رکھ کر، اور پھر بال کھینچنے کا آپشن بھی تو ہمہ وقت موجود رہتا تھا۔

"میں نے ڈاکٹر بننا ہے نرس نہیں جو ٹیکے لگاتی پھروں گی۔ اور ویسے بھی اگر نوبت آئی تو میں یہ بھی کر لوں گی۔ سیکھنے سے سب آجاتا ہے اور میرا تو بچپن سے خواب ہے میں نے ڈاکٹر بننا ہے۔ ہیں نا دادی ٹھیک کہہ رہی ہوں نا میں؟"

وہ پرجوش سی دادی کی جانب مڑی جو اتنی دیر سے پلکیں موندے مسکرا کر انکی باتیں سن رہی تھیں۔

CamScanner

"بالکل۔ میری بیٹی بڑی ہی اچھی ڈاکٹرنی بنے گی۔ وے ارحم تو میری دھی نوں تنگ نہ کرا کر۔"

دادی کو بات کرتے کرتے بیچ میں پنجابی ٹچ دینے کی عادت تھی۔

"ارے دادی ہم تنگ نہیں کرتے آپ کی دھی کو۔ بس یہ کہتے ہیں یہ تھوڑی سی پر اعتماد ہو جائے ۔ابھی اس دن میلاد پر گئی تھی تو بھیڑ دیکھ کر اسکا رنگ اڑنے لگا تھا۔ کوئی بات کرلے تو جواب دیتے بھی اسے ہماری طرف دیکھنا ہوتا ہے۔ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے صرف لائق ہونا نہیں پر اعتماد ہونا بھی ضروری ہے۔ خواب ڈاکٹر بننے کے اور دو بندے کھڑے ہوں تو انکے سامنے سے نکلتے ہوئے بھی موت پڑتی ہے اسے۔"

کمرے میں واپس آتی نوال نے انکی بات سن تھی اور وہیں سے بولتی چل کر انکے پاس ہی بیڈ پر آکر بیٹھی تھی۔

مشال کا چہرہ اترا۔ آنکھوں میں خفگی لئے بڑی بہن کو دیکھا۔ دادی نے نوال کو آنکھوں کے اشارے سے منع کیا لیکن وہ نظر انداز کر گئی۔ ارحم بھی پر زور انداز میں سر ہلاتا نوال کا حامی ہو گیا تھا۔

"میں کوشش کرتی تو ہوں آپی۔"

وہ منمنائی۔

"صرف کوشش نہیں تمہیں بھرپور کوشش کرنی ہوگی مشی۔ میں اپنی بہن کو زندگی میں بہت کامیاب دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور اسکے لئے تمہیں اب independent ہونا پڑے گا۔ ساری زندگی دوسروں پر انحصار کرتے نہیں گزاری جاسکتی۔ کل کو تم نے یونیورسٹی میں داخلہ لینا ہے تو وہاں کیسے سروائیو کرو گی تم۔ وہاں میں تو نہیں ہوں گی تمہارے ساتھ۔ سب کچھ تمہیں خود ہی مینج کرنا ہو گا نا۔"

نوال اب کی بار اسے دھیرے سے کہہ رہی تھی۔ انداز میں ڈپٹ تھی مگر اسکے پیچھے چھپی محبت اور پرواہ چھپائے نہ چھپتی، مشال مسکرادی۔ امی کی موت کے بعد وہ نوال پر بہت زیادہ منحصر کرنے لگی تھی۔ اسکی بہن اسکا سب سے بڑا سپورٹ سسٹم تھی۔ دادی نے اپنے بچوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھا تھا تبھی اذان کی آواز آنے لگی۔

"چلو اٹھو سارے اب۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ ارحم تم بھی نکلو مسجد کے لئے۔ جماعت کا وقت نکل گیا تو منظر آکر شور ڈالے گا۔ مجھے بھی نماز پڑھنی ہے۔ نوال میری چھڑی دیکھ پتر کدھر رکھی ہے۔"

ہمیشہ کی طرح عشا کی اذان کے شروع ہوتے ہی انکی محفل ایک آواز پر ہی برخاست ہو چکی تھی۔ انکے کہنے پر وہ تینوں جلدی جلدی حرکت میں آئے تھے۔

....

صبح وہ اپنے معمول کے مطابق اٹھی تھی۔ نماز پڑھ کر برآمدے اور صحن کی صفائی کی۔ پھر کچن میں ناشتہ بنانے چلی گئی۔ امی اسکے ساتھ ہی بیدار ہوتی تھیں۔ جب وہ کام کرتی چھوٹے موٹے کام ساتھ ساتھ وہ بھی نمٹا دیا کرتی تھیں۔ وہ منع کرتی رہتی اور امی چیزیں اپنی جگہ پر ٹھیک کر کے رکھتی جاتیں۔ بچوں والے گھر میں تو چیزیں ویسے بھی اپنی جگہ کم کم ہی پائی جاتی ہیں۔

CamScanner

ناشتہ بنانے کے بعد اس نے وہیں کچن میں ہی امی کے ساتھ کیا تھا۔ خلاف معمول ابھی تک شہرین کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ کل رات آذر کے آنے کے بعد گھر میں ٹھیک ٹھاک ماحول گرم ہو گیا تھا ۔ آذر کی اپنی کپڑوں کی دکان تھی وہ رات کو دیر سے واپس لوٹتا تھا۔ آتے ساتھ ہی وہ کمرے میں گیا تھا شہرین پیچھے پیچھے گئی تھی۔ اور پھر آدھے گھنٹے بعد وہ امی کے پاس آیا تھا۔ موڈ سخت خراب تھا۔ ماہین سے تو کچھ کہا نہیں لیکن امی سے شکایتوں کے انبار لگا دیے۔ جسکا لب لباب یہ تھا کہ ماہین کو شہرین سے زبان درازی نہیں کرنی چاہیے۔ گھر کا ماحول خراب کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ شہرین بڑی ہے کچھ کہہ بھی دے تو وہ امی یا آذر سے کہے خود لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اسکی ہر بات میں ماہین کا ذکر تھا شہرین تو کہیں تھی ہی نہیں۔ اور امی جو شام کو گھر پر بھی نہیں تھیں، جنہیں اس واقعہ کا سرے سے علم ہی نہیں تھا ہکا بکا سی آذر کو سن رہی تھیں۔ ایک دو بار شکایتی انداز میں ماہین کو دیکھا جس نے انہیں بتانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔

دیکھا جاتا تو بات آذر کی بھی ٹھیک تھی۔ پورے دن کا تھکا ہارا بندہ گھر آئے اور آگے یہ سب سننے کو ملے تو دماغ ایک بار گھومتا تو ضرور ہے۔

اسکے جانے کے بعد امی نے ماہین سے پوچھا تھا اور اس نے من و عن ساری بات بتا دی تھی۔ امی نے آگے سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن پھر بھی ماہین کا دل خراب ہوا تھا۔ کیا تھا جو بھائی صرف اسکو سمجھانے اور اسکو قصوروار ٹھہرانے کے بجائے ساتھ ایک بار ہی سہی شہرین بھابھی کا بھی نام لے لیتے۔ آپ زندگی میں کتنے ہی بے حس کیوں نہ بن جائیں خونی رشتوں سے جڑی توقعات کبھی کبھی تو کہیں بھی سر اٹھا کر آپکا منہ تکنے لگتی ہیں۔

"بھابھی اٹھیں نہیں آج ابھی تک۔ بچے اسکول سے لیٹ ہو جائیں گے۔"

اپنے اور امی کے ناشتے والے برتن دھوتے اس نے کہا تو آواز پست مگر بالکل صاف تھی۔

"میں دیکھ لیتی ہوں تم جاؤ تیار ہو لو۔ تمہیں بھی کام سے دیر ہو رہی ہے۔"

امی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتیں اٹھنے لگی۔

"امی۔"

وہ جاتے جاتے رکیں۔ماہین نیپکن سے ہاتھ پونچھتی انکے قریب آئی۔

"آپ کو بھی لگتا ہے ساری غلطی بس میری ہی ہے؟"

سوال کرتے وہ اداس سی لگتی تھی۔انہوں نے کل رات سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تو ماہین کو یہ بات محسوس ہوئی تھی۔ پچھلے ڈھائی سالوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کہاں کہاں اور کیا کیا محسوس کرنے بیٹھ جاتی تھی دل کو سمجھانے کے باوجود بھی۔

"نہیں۔ میں جانتی ہوں میری بیٹی جان بوجھ کر گھر کا سکون برباد نہیں کرے گی۔" انہوں نے دھیرے سے سر نفی میں ہلاتے اسکا گال چھوا۔

"لیکن بیٹا جب نظر آرہا ہوتا کہ اب حالات لڑائی جھگڑے کی جانب بڑھ رہے ہیں تو ہمیں پہلے ہی خاموشی سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے۔"

انہوں نے سبھاؤ سے بیٹی کو سمجھانا چاہا۔وہ اسے سمجھا سکتی تھیں بلکہ صرف اسے ہی سمجھا سکتی تھیں۔

"ہمیشہ میں ہی کنارہ کشی کیوں کروں امی؟ کیا دوسروں کا کوئی فرض نہیں بنتا؟ کہ وہ ایسی باتیں نہ کریں جن سے مجھے تکلیف ہو؟"

حب ناولز

وہ نا چاہتے ہوئے بھی گلہ کر رہی تھی۔ جانتی تھی امی خود اس معاملے میں بے بس ہیں۔ لیکن ان سے نہ کہتی تو پھر کہتی کس سے۔

"جسکا جتنا ظرف اور عقل ہو اسے اتنی بڑی بات سمجھ آتی ہے بیٹا۔ اب یہی بات اگر میں شہرین سے کہوں گی تو اسے لگے گا میں بیٹی کی سائیڈ لے رہی ہوں۔ اس لئے تمہیں سمجھا رہی ہوں تم میری سمجھ دار بیٹی ہونا۔ تم ہی دھیمی پڑ جایا کرو۔ کہنے دیا کرو اسے جو کہتی ہے۔"

"مطلب کہ میرے نصیب میں بس سننا ہی لکھا ہے۔"

وہ دل شکستہ سی مسکرائی۔ طنزیہ سے انداز میں جیسے اپنی قسمت سے ہی نالاں ہو۔

"ایسی مایوسی بھری باتیں نہیں کرتے ماہین۔ میری بیٹی کا نصیب اللہ رب العزت بہت اچھا کرے گا۔ وہ ہے نا جو چاہے کر سکتا ہے۔ تم بس صبر رکھو۔ جتنا صبر کرو گی اللہ کی ذات اتنا نوازے گی۔ چلو اب جلدی کرو تمہاری وین نکل جائے گی۔"

وہ بھی وقت کی کمی کے باعث سر ہلاتی کچن سے باہر نکل گئی تھی۔ صابرہ نے اسے جاتے دیکھا پھر خود بھی شہرین کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

....

کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالتے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی۔ آٹھ بج کر دس منٹ ہونے کو تھے۔ یعنی کہ وہ آج پھر سے لیٹ ہو چکی تھی۔ یہ اسکی نئی جاب تھی۔ پہلے وہ ایک پرائیویٹ اسکول میں ٹیچنگ کر رہی تھی مگر وہاں پے بہت کم تھی۔ اسکی تعلیم بھی تو فقط گریجویشن تک تھی۔ ایسے میں کوئی اچھے

حب ناولز

معاوضے والی جاب کی توقع کرنا عبث تھا جبکہ ڈبل ماسٹرز کرنے والے بھی اپنی ڈگریاں ہاتھوں میں لئے جوتے گھسا رہے ہوتے ہیں۔

لیکن پھر اسے اپنی ایک جاننے والی کے توسل سے ایک سپر اسٹور میں کیش اکاؤنٹنٹ کی جاب ملی تھی۔ یہاں پہ قدرے بہتر تھی بس گھر سے فاصلہ تھوڑا زیادہ بڑھ گیا تھا۔ جس دن وین نکل جاتی اس دن وہ لیٹ ہو جایا کرتی تھی۔ اور ایسا اسکی ڈھائی ماہ کی جاب میں چوتھی بار ہو چکا تھا۔

اسکا باس اس معاملے میں قدرے سخت طبیعت کا مالک تھا۔ اور وہ دعا کر رہی تھی وہ ابھی تک نہ آیا ہو۔ لیکن اسکی دعا قبول نہیں ہوئی تھی۔ وہ جیسے ہی اسٹور میں داخل ہوتی اپنی متعلقہ جگہ پہنچی تھی۔ آگے کھڑی سیلز گرل صوفیہ اسکی آمد کی ہی منتظر تھی۔ سلام دعا کے بعد صوفیہ نے بم اسکے سر پر پھوڑا تھا۔

"سر نے کہا تھا جیسے ہی تم آؤ انکے آفس میں آنا ہے۔" ماہین نے آنکھیں بند کرتے بے آواز اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

"جس بات کا مجھے ڈر ہو وہ نہ ہو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

اپنا بیگ دراز میں رکھتی وہ سیدھی ہوئی، کمر پر دونوں ہاتھ جمائے چہرہ اوپر اٹھا کر ایک گہری سانس لی۔ وہ عبایہ لیتی تھی اسی کے اوپر اسٹاف کے لئے مختص کوٹ پہنا۔ عموماً اسٹاف کے لئے شرٹس مختص کی جاتی ہیں۔ لیکن چونکہ یہاں سٹور پر لڑکیوں کی بھی کافی تعداد تھی اس لئے انکے لئے رعایت تھی اگر کوئی شرٹ پہننا چاہے تو پہن لے اور اگر کوئی عبایہ لیتی ہے تو وہ اسکے اوپر اسٹاف کا کوٹ پہن لے۔

"یہ کیسا باس ہے ہمارا، مطلب اتنی صبح آکر کون بیٹھ جاتا ہے۔ انہیں اور کوئی کام نہیں ہے کیا؟"

CamScanner

حب ناولز

بے زار سی بڑبڑاتی ہوئی وہ واپس مڑی۔ قدم اوپری منزل کی طرف جانے والی لفٹ کی جانب تھے۔ وہ پانچ منزلہ ایک بہت بڑی عمارت تھی جس کے اندر ایک پورا جہاں آباد تھا۔ اس بلڈنگ میں قدم رکھنے کے بعد وہاں تازہ پھل سبزیاں، گوشت، گروسری سے لے کر کراکری، گارمنٹس، شوز سیکشن، جیولری، الیکٹرونکس حتی کہ ہر چیز موجود تھی۔ آفریدی سپر اسٹور شہر کے بیچ و بیچ واقع تھا۔

اس اسٹور کا اونر ہاشم آفریدی کام کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی سختی کا قائل تھا۔ اور اس میں سب سے زیادہ اہمیت وقت کی پابندی کی تھی جو کہ ماہین کے لئے جب سے یہ جاب شروع کی تھی دردِ سر بنی ہوئی تھی۔

پانچویں فلور پر پہنچ کر وہ لفٹ سے نکلی تھی۔ اس فلور پر نیچے کی نسبت رش نہیں تھا کہ یہاں پر آفس اور اکاؤنٹس کے دیگر امور سر انجام دیے جاتے تھے

آفس کے باہر کھڑے ہو کر اس نے اپنا سکارف ٹھیک کیا۔ وہ بتیس تینتس سال کی متناسب جسامت اور دراز قد لڑکی تھی۔ چہرہ صاف، رنگت گندمی، سیاہ آنکھیں جن پر گھنیری پلکوں کا سایہ تھا، اور نین نقش جاذبِ نظر۔ مجموعی طور پر وہ بہت خوب صورت نہ سہی، مگر ایک پرکشش شخصیت کی مالک تھی۔

ڈور ناک کر کے وہ اندر داخل ہوئی تھی۔

وہاں پر اسکی توقع کے برعکس پہلے ہی میلا لگا ہوا تھا۔ سٹور کے مینجر، درمیانی عمر کے ذرا فربہی مائل جسامت کے حامل متین صاحب، اپنی پھنسی ہوئی شرٹ میں وہیں براجمان تھے اور سامنے پانچ لوگ اور کھڑے تھے اور ان سب میں وہ اکیلی لڑکی تھی۔ سوچ کر ہی ہتھیلیاں بھیگنے لگی تھیں۔ اتنے لوگوں کے سامنے سنتا ایک مشکل مرحلہ ہونے والا تھا۔

متین صاحب نے اسکے سلام کا جواب قدرے روکھے سے انداز میں دیا تھا۔وہ دوبار پہلے اسے وارننگ دے چکے تھے۔ماہین کا پہلے سے اترا منہ کچھ اور اتر گیا۔

وہ بھی وہیں ایک سائیڈ پر تھوڑا فاصلہ رکھتے کھڑی ہو گئی۔ایسے لگتا تھا جیسے کلاس کے باہر چند اسٹوڈنٹس کو ٹیچر نے نکال دیا ہو اور شکایت پرنسپل آفس تک پہنچ گئی ہو، اور اب پرنسپل صاحب کے آنے کا انتظار ہو رہا ہو۔

اور تبھی دروازہ کھلا تھا۔سب کی نظریں ایک ساتھ اس جانب گئیں۔آنے والا کوئی اور نہیں ہاشم خان آفریدی تھا۔عمر سینتس یا اڑتیس کے لگ بھگ ہو گی۔وہ مضبوط جسامت کا حامل، پانچ فٹ گیارہ انچ کی ہائیٹ کے ساتھ جوتے پہنتا تو چھ فٹ کا لگتا۔پٹھانوں والے تیکھے نقوش، اٹھی ہوئی ستواں ناک ،بڑی بڑی بھوری آنکھیں اور بھورے بال پیچھے سے قدرے چھوٹے جو بمشکل گردن کو چھوتے اور آگے سے قریب قریب تین انچ لمبے جنہیں جیل کی مدد سے بہت نفاست سے پیچھے کی جانب جما کر برش کیا گیا تھا ایسے کہ اسکا کشادہ ماتھا پوری طرح واضح تھا۔بلیو تھری پیس سوٹ کے اندر سفید شرٹ اور ہم رنگ ٹائی، چمکتے ہوئے سیاہ بوٹ، بقول ماہین وہ فیئر اینڈ لولی کے مردانہ ورژن کا چلتا پھرتا اشتہار تھا۔ٹال، فیئر اینڈ ہینڈسم۔

"السلام علیکم سر۔"

سب کی زبان ایک ساتھ حرکت میں آئی تھی۔جس میں سب سے مری ہوئی آواز ماہین کی ہی تھی ۔متین صاحب اپنی کرسی سے اٹھے تھے۔

"وعلیکم السلام۔"

ہاتھ کے اشارے سے متین صاحب کو بیٹھے رہنے کا اشارہ کرتے وہ اپنی کرسی کی جانب بڑھا تھا۔ کوٹ کا اگلا اوپری بٹن کھولتے اپنی سیٹ سنبھالتا وہ سیدھا ہوتا اب چہرہ اٹھائے سامنے کھڑے چہرے دیکھ رہا تھا
۔

"سر ان لوگوں کی شکایات دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ لیکن آپ نے کہہ رکھا ہے کسی کو آپ کے علم میں لائے بغیر جاب سے نہیں نکالنا اس لئے انہیں آج آپ کے پاس لایا ہوں۔ اب آپ خود دیکھ لیں کیا کرنا ہے۔"

متین صاحب نے بنا کوئی لگی لپٹی رکھے کہہ دیا تھا۔ ماہین کے بس میں ہوتا تو وہ انہیں وہیں کھڑے کھڑے اپنی آنکھوں سے نکلتے شعلوں سے راکھ کر کے رکھ دیتی۔

"ہاں جی اسٹاف۔ کیا چل رہا ہے یہ سب؟"

اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ ایک بازو لمبا کیے سامنے چمچماتی کرسٹل ٹیبل پر رکھے ہوئے تھا۔ ٹھہر ٹھہر کر بولتے اسکی بھاری آواز سارے میں پھیلتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی۔

سامنے کھڑے چہرے کچھ اور نیچے جھکے۔

"آپ کو جب اس جاب پر رکھا گیا تھا تو رولز بہت واضح طور پر سمجھائے گئے تھے۔ آپ کی ہر جائز بات مانی جائے گی لیکن کام میں کوئی کمی ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی۔ پاکستان میں جتنے بھی بڑے لوکل سٹورز کام کر رہے ہیں وہاں اسٹاف کو لنچ تک نہیں دیا جاتا سوائے ملٹی نیشنل کمپنیز کے۔ لیکن آفریدی سپر سٹور آپ کو یہ سہولت بھی دے رہا ہے۔ آپ کے ہر چھوٹے بڑے آرام کا خیال رکھا جاتا ہے

حب ناولز

اسکے باوجود اگر آپ اس طرح سے رسپانس کریں گے تو کیسے چلے گا۔ میں کسی کی لگی روزی کو لات مارنے کا قائل نہیں ہوں اس لئے چاہتا ہوں آپ لوگ بھی خود کی لگی روزی کو لات نہ ماریں۔ کام پر دھیان دیں یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے آپ سب کے لئے۔ امید کرتا ہوں آئندہ یہ نوبت نہیں آئے گی اور اگر آئی تو دوسری وارننگ کے لئے آپ لوگ یہاں رہیں گے نہیں۔"

بنا کوئی لگی لپٹی رکھے وہ دو ٹوک اور کھدرے سے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

اب وہ باری باری سب کو ان کی غلطیاں گنوا رہا تھا۔ اور وہ جو اپنی باری کے انتظار میں تھی اسے خود سے پہلے کھڑے حارث پر ہی فل اسٹاپ لگاتے دیکھ کر کب سے روکا سانس خارج کرتی شکر ادا کر رہی تھی ۔ سبھی حضرات نے ایک ساتھ معذرتی کلمات ادا کیے تھے۔ ماہین خاموش سی کھڑی رہی۔ چہرے کا اڑا رنگ کچھ کچھ بحال ہونے لگا۔

وہ اب متین صاحب سے کچھ کہہ رہا تھا پھر دو چار اور ہدایات کے بعد ان سب کو وہاں سے جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ ماہین بھی نکلنے لگی تھی تبھی اسکی آواز سنائی دی۔

"محترمہ آپ یہیں ٹھہریں ذرا۔"

گلاسز پہنتا وہ سامنے رکھی فائل کھولتے ہوئے جھکے سر کے ساتھ بولا۔ اور وہ جہاں تھی اسے وہیں سانپ سونگھ گیا۔ کس نے کہا تھا خطرہ سر سے ٹل گیا تھا۔ اسکی تلوار تو اب بھی اوپر ہی لٹک رہی تھی۔

اب کمرے میں تین لوگ موجود تھے۔ ہاشم، ماہین اور متین صاحب۔

"متین صاحب بتا رہے تھے آپ کو جوائن کیے کچھ ہی وقت ہوا ہے۔ آپ اس دن بھی لیٹ تھی۔"

CS CamScanner

حب ناولز

اور ماہین کو وہ منحوس دن یاد آیا جب وہ بارش کے باعث لیٹ ہو گئی تھی اور لیڈیز سیکشن کے انٹرنس پر ہی اسکا سامنا ہاشم آفریدی سے ہوا تھا۔ اس دن اس نے کچھ کہا نہیں تھا بس ایک تادیبی نگاہ ہی ڈالی تھی ۔ اور ماہین کو لگا تھا وہ یہ بات بھول گیا ہو گا۔ لیکن اسے غلط لگا تھا۔ وہ شاید کچھ بھی نہیں بھولتا تھا۔

دل پر بڑا سا پتھر رکھ کر ماہین نے متین صاحب کو گھورنے سے خود کو روکا تھا۔ انکے بڑے سے پیٹ میں کوئی بات رکتی نہیں تھی۔

"سوری سر۔ آئندہ میں خیال کروں گی۔ وہ دراصل میری وین جب کبھی مس ہو جائے تو۔۔"

"آپ کی وین آپکا مسئلہ ہے ہمارا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔"

اسکی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی اور وہ سر اٹھا کر اسے دیکھتا سپاٹ سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ چشمے کے پیچھے وہ بھوری آنکھیں ناپسندیدگی لئے ہوئے تھیں۔

چہرے پر صاف لکھا تھا اسے اسکے عذر سے کوئی غرض نہیں تھی۔

"جی سر۔"

سرخ پڑتی رنگت کے ساتھ وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"نیکسٹ ٹائم میں کوئی لیم ایکسکیوز نہیں سننا چاہتا۔ آپ گھر سے پندرہ منٹ پہلے نکلیں گی تو آئی ایم شیور لیٹ نہیں ہوں گی۔"

وہ ایک پل کے لئے رکا۔ اور نظریں واپس فائل پر گاڑھ دیں۔

"آپ اب جا سکتی ہیں۔"

CamScanner

اور وہ جو چہرہ جھکا کر آنسو اب اندر ہی اندر پینے کی تگ و دو میں تھی۔ تیز تیز قدم لیتی جلدی سے باہر نکلی

۔

باہر آتے ہی ایک لمبا سا سانس اندر کھینچا۔ اندر ابلتے آنسو وہیں جمائے۔ اور پتھریلے چہرے کے ساتھ لفٹ کی جانب بڑھی۔

نیچے آنے تک اسکے دل نے اسے سو بار کہا تھا دو حرف بھیجے اس نوکری پر۔ لیکن دماغ سمجھا رہا تھا۔ دل کی مت سنو وہ تو ضدی بچہ ہے۔ غلط جگہ ضد کرے گا ایڑیاں رگڑے گا اور آخر میں خود سائیڈ پر ہو کر تمہیں مروائے گا۔

اپنے کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے پانی کی بوتل کھولی۔

"کیا کہا سر نے؟"

صوفیہ اسے آتے دیکھ کر اسکی جانب آئی۔ ماہین کی نظریں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ صبح صبح کا وقت تھا ابھی اتنا رش نہیں تھا۔

پانی کا بڑا سا گھونٹ حلق سے اتارتے اس نے بوتل کا ڈھکن بند کیا۔

"تمہیں پتہ ہے ہمارا باس بوڑھا کیوں نہیں ہو رہا؟"

سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ دبی دبی آواز میں بولی۔ صوفیہ نے نا سمجھی سے سر نفی میں ہلایا۔

ماہین نے کچھ اور اسکے کان کے قریب چہرہ کیا اور صوفیہ کو لگا وہ کسی راز سے پردہ ہٹانے کو ہے۔ ماہین کی طرف جھکتے اسکے چہرے پر اشتیاق در آیا۔ اسے بھی جاننا تھا وہ راز جس کے تحت انکا باس چالیس کے قریب ہو کر بھی پچیس کے لگ بھگ لگتا تھا۔

CamScanner

"کیوں کہ وہ ایک ویمپائر ہے جو اپنے ایمپلائیز کا خون پیتا ہے۔"

اسکی دھیمی آواز میں تلخی تھی، غصہ اور دبا ہوا اشتعال تھا۔ صوفیہ نے حیرت سے منہ کھول کر پیچھے ہوتے اسے دیکھا جس پر ماہین نے آنکھیں میچ کر ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھینچتے، سر ہلا کر اسے یقین دلانا چاہا۔ آج کی عزت افزائی نے سچ میں اسکے دماغی پرزے ہلا دیے تھے۔ صوفیہ کو اس سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی۔

اسکا کندھا تھپتھپا کر وہ واپس چلی گئی۔ ماہین نے آنکھیں جھپک کر ذہن بھٹکاتے ہوئے کمپیوٹر سسٹم سٹارٹ کیا۔ آج کی ہوئی کلاس کے بعد اسکا دل ہی دل یہ پکا عہد تھا آئندہ وہ مر جائے گی لیکن وین مس نہیں ہونے دے گی۔

....

"تمہارے پی اے کا نمبر مل سکتا ہے کیا؟"

وہ جو جلدی جلدی میں ناشتہ کر رہا تھا نومیہ کی سنجیدہ سی آواز پر گردن اٹھا کر متعجب سا اسے دیکھنے لگا۔

"آپ نے کیا کرنا ہے اسکا۔"

چائے کا گھونٹ لیتے کپ واپس رکھتا وہ پوری طرح اسکی طرف متوجہ تھا۔

"اپائنٹمنٹ لینی ہے۔ تم سے بات کرنی ہے کچھ ضروری۔"

چائے کے کپ میں چمچ ہلاتے ہوئے نومیہ نے کہا تھا۔ التمش ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر آنکھیں بند کرتا کھل کر ہنسا تھا۔ وہ ایسے شاذونادر ہی ہنستا تھا اور ایسے ہنستے ہوئے وہ ضرورت سے زیادہ پیارا لگتا تھا ۔ نومیہ نے پہلے تحیر اور پھر ستائش بھرے جزبے سے چھوٹے بھائی کو دیکھا۔ لیکن چہرہ بے تاثر رکھا ۔ ورنہ وہ آج بھی ہاتھ نہ آتا۔

"اگر آپ مجھے شرمندہ کرنا چاہتی ہیں لالی تو آپ کی خوشی کے لیے۔۔۔" وہ ذرا بھر رکا۔

"چلیں میں تھوڑا سا شرمندہ ہو ہی جاتا ہوں۔"

ہنسی روک کر چہرے پر سنجیدگی طاری کی۔

نومیہ نے متاسفانہ انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی۔ آنکھوں میں برہمی عود آئی۔

"کس ڈھیٹ مٹی کے بنے ہو تم؟"

انہیں جیسے افسوس ہوا تھا۔ التمش نے ہونٹ اوہ کے انداز میں سکیڑے۔ معاملہ گھمبیر لگتا تھا۔

"اوکے اوکے۔" مفاہمت بھرے انداز میں ہاتھ اوپر اٹھائے۔

گلہ کھنگارا اور ٹائی کی ناٹ سیدھی کرتے ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"معذرت پیاری خاتون۔ اب کہیں میں سن رہا ہوں آپ کی بات۔"

اور اسکے اتنے مودبانہ لب و لہجے پر نومیہ کی خفگی ہوا ہونے لگی۔ نا چاہتے ہوئے بھی چہرے پر مسکراہٹ آ ٹھہری۔ یہ چھوٹے بہن بھائی اتنے دل کے قریب ہوتے کیوں ہیں؟ بندہ ٹھیک سے خفگی بھی نہیں جتا سکتا۔

CamScanner

حب ناولز

"شادی کب کر رہے ہو؟"

چائے کا کپ اٹھاتے بنا کسی تمہید کے نومیہ نے کہہ دیا۔

التمش جو حد درجہ سنجیدہ اور متوجہ سا انہیں سن رہا تھا۔ اسکے چہرے پر پہلے حیرت نے جگہ لی اور اگلے پل دبی دبی سی مسکراہٹ نے۔

"اب اگر آپ خفا نہ ہوں تو میں تھوڑا سا ہنس لوں؟"

"بالکل بھی نہیں۔ اور خبر دار جو میری بات کو ہنسی میں اڑایا تو؟"

چائے کا کپ واپس رکھتے وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کر رہی تھی۔ اور التمش حیات کی زندگی میں نومیہ وہ واحد ہستی تھی جو ایسا کر سکتی تھی۔ وہ اب بھی بنا ماتھے پر کوئی شکن لئے مسکراہٹ دبائے بیٹھا تھا۔

"آؤ کم آن لالی۔ اچھا آپ بتائیں میرے شادی نہ کرنے سے مسئلہ کیا ہے۔ زندگی میں شادی کے علاوہ بھی سو کام ہوتے ہیں۔ بندہ وہ کرے، خوش رہے کیا اتنا کافی نہیں؟"

اسکے فلسفے پر نومیہ نے پر زور انداز میں سر نفی میں ہلایا۔

"نہ۔ اتنا کافی ہوتا تو شادی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہوتی۔ شادی خاندان کی بنیادی اکائی ہے۔ ابھی تمہارے پاس سو کام ہیں لیکن ایک وقت آئے گا جب تمہارے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں ہوگا۔ تمہارے ارد گرد کے لوگ آگے بڑھ جائیں گے، بہن بھائی اپنی زندگی میں اب بھی مگن ہیں پھر کچھ اور ہو جائیں گے۔ اور تب تمہیں اپنے بیوی بچوں کی اہمیت کا پتہ چلے گا۔ اپنا خاندان اپنا ہی ہوتا ہے۔"

CamScanner

اس بار التمش نے سر کو اثبات میں ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن فی الحال دو تین سال تک میرا کوئی ارادہ نہیں ہے تو ہم اس پر بعد میں بات کریں گے
۔"

نومیہ کو لگا وہ اسے ٹالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ہم اس پر ابھی بات کریں گے التمش۔ بندے میں کوئی حیا ہوتی ہے۔ ساتھ والے ہاشم کو دیکھا ہے، تم سے چند سال ہی بڑا ہے اور ماشاءاللہ جوان بیٹی کا باپ ہے۔"

اور اس بار وہ ہنسا تھا۔

"ہاشم بھائی۔ بے چارے انکی تو مثال نہ ہی دیں آپ۔ نور کبھی ساتھ ہو انکے تو نوبت قسم اٹھانے تک آ جاتی ہے کہ وہ انکی ہی بیٹی ہے۔ کوئی یقین ہی نہیں کرتا۔ اس لئے جلدی شادی کے بھی کوئی خاص فوائد نہیں ہیں۔ بندہ اپنے ہی بچوں کے اپنے ہونے پر لوگوں کو یقین دہانیاں کراتا رہ جاتا ہے۔"

کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کرسی کی بیک سے اپنا کوٹ اتار رہا تھا۔

"میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔"

نومیہ کو زور دے کر کہنا پڑا۔ چہرے پر سخت کوفت تھی۔

"لیکن میری ختم ہو گئی ہے لالی۔ ہم بعد میں بات کریں گے۔"

اٹل لہجے میں کہتا مسکرا کر وہ قدم آگے بڑھا گیا۔

"شام کو تمہیں میں یہی ملوں گی۔"

یہ ایک تنبیہ تھی۔

"میں رات کو دیر سے آؤں گا۔"

ہلکا سا ہنس کر کوٹ پہنتے، التمش نے پیچھے مڑ کر انہیں دیکھ دونوں کندھے اچکائے۔ نومیہ کو اس طرح سے بنایات کے زچ ہوتے دیکھنا اسے محظوظ کر رہا تھا تبھی وہ بات بے بات ہنس رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں میں رات دیر تک انتظار کر لوں گی۔"

بجائے اپنی فرسٹریشن ظاہر کرنے کے اس بار وہ بھی مسکرا کر بہت سکون سے کہہ رہی تھی۔

"تو میں آج رات وہیں آفس میں رہ جاؤں گا۔"

کوٹ کا اوپری بٹن بند کرتے وہ اپنی کہی بات سے خود ہی محظوظ ہوا۔

"کوئی مسئلہ نہیں میں گلزار کو لے کر فارن آفس کے باہر ایک پراٹیسٹ ریکارڈ کرواؤں گی کہ انکے ایک ہائی پروفائل آفیسر کی جانب سے ہماری جائز مانگ پوری نہیں کی جارہی۔ یہ اپنی نوعیت کا ایک انوکھا پراٹیسٹ ہوگا، نیوز چینلز بھی اسے کور کر سکتے ہیں۔ اور مجھے پوری امید ہے تمہارے آفیسرز ضرور میری سفارش کریں گے۔ بلکہ ہو سکتا ہے ہمارے وزیر خارجہ بھی اس وقت وہاں موجود ہوں تو یقیناً تم انکی بات کی لاج تو رکھ ہی لو گے۔"

التمش کی ہنسی غائب ہوئی۔ بھنویں سکڑ کر آپس میں آملیں۔

"لالی میں تیار ہوں۔"

CamScanner

گلزار کسی چھلاوے کی طرح کچن سے آن وارد ہوتا لالی کے بغل میں آ کھڑا ہوا۔ التمش متذبذب سا اسے ٹھیک سے گھور بھی نہیں پایا۔

"آپ مذاق کر رہی ہیں۔"

گلہ کھنگار کر خود کو یقین دلایا۔

نومیہ اور گلزار نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اور پھر رخ اسکی طرف کرتے کورس میں سر نفی میں ہلایا۔

التمش کا منہ کھلا، وہ دونوں اب باقاعدہ پلاننگ کر رہے تھے انکی کھسر پھسر پر وہ کچھ اور اکتایا۔ ان لوگوں سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔

"سوچیے گا بھی مت۔ وہ میری ورک پلیس ہے لالی۔ میری ایک ریپوٹیشن ہے وہاں۔ آپ اپنے فضول کے ڈراموں میں اسکی بینڈ مت بجا دیجیے گا۔"

دونوں ہاتھ پہلو میں گرائے وہ پہلی بار جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا۔

دوسری طرف نومیہ اور گلزار آپس میں سرگوشیاں کرتے اسے یوں نظر انداز کر رہے تھے جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ اس نے کچھ کہا نہ ہو اور ان دونوں نے کچھ سنا نہ ہو۔

"گلزار اگر ایسا کچھ ہوا تو تم اپنی نوکری ختم سمجھنا۔"

انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ گلزار جو ذرا جھک کر نومیہ کی بات سن رہا تھا وہیں سے بنا سیدھے ہوئے اسکی جانب دیکھنے لگا۔

CamScanner

"کوئی بات نہیں گلزار میں تمہیں ساتھ کینڈا لے جاؤں گی۔"

اپنے ناخن پر پھونک مارتے نومیہ نے اسکی دی دھمکی بھی ہوا میں اڑادی تھی۔

"جیو لالی۔"

گلزار کا نعرہ گونجا۔ التمش نے بے بسی سے سرد آہ بھری۔

"لالی ہم شام میں بات کریں گے۔"

اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالتے وہ عجلت میں کہتا باہر نکل گیا۔

"کیا ہم سچ میں لالا کے آفس کے باہر دھرنا دینے والے ہیں؟"

اسکے نکلتے ہی گلزار کا جوش دیدنی تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟"

نومیہ نے اسے جھڑکا۔

"بیٹا وہ فارن آفس میں کام کرتا ہے کسی دھوبی گھاٹ پر نہیں۔" اس بے چارے کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"تو آپ انہیں صرف ایویں ہی خالی خولی ڈراوے دے رہی تھیں۔"

"کیوں کہ تمہارے لالے جیسے لوگ ایسے ہی قابو آتے ہیں۔ چلو اب برتن اٹھاؤ۔ اور ہاں آج باہر ذرا گملوں میں لگے پودوں کو بھی جھانک لینا۔ سارے مرجھائے ہوئے لگتے ہیں اس سے پہلے کہ التمش انہیں دیکھ لے تم انہیں پانی کے درشن کروا ہی دو۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ نومیہ کی کینڈا میں بہت ساری انڈین فرینڈز تھیں اس لئے اسکے منہ سے اکثر ہندی الفاظ بھی سننے کو مل جایا کرتے تھے۔

....

"اررر حم۔"

یہ مشال کی چوتھی پکار تھی جس تک آتے آتے وہ دانت پیس کر چلائی تھی۔

"چینخو مت مشی۔ بہرہ نہیں ہوں میں۔"

اسکا دھیان ابھی بھی ہاتھوں میں پکڑے موبائل پر تھا جہاں گیم سنسنی خیز مرحلے میں داخل ہو چکی تھی ۔وہ آنکھیں تک جھپکنے کو تیار نہیں تھا۔

"تم میری بات سن رہے ہو یا میں ابو کو آواز دوں؟"

ہاتھ میں پکڑا جھاڑو اسکی طرف سیدھا کرتے وہ خفگی بھرے غصے سے بولی۔ ابو کی دھمکی کار آمد ثابت ہوئی۔ ارحم نے ایک پل کے لئے نظریں سکرین سے ہٹا کر اسے دیکھا اور منت آمیز لہجے میں کہا تھا۔

"ایک منٹ ایک منٹ بس۔" نگاہ واپس سکرین تک گئی اور ساتھ ہی وہ چینخا۔ "اوہ نومشی، کتنی بری ہو تم۔ لو ہار گیا میں اب خوش۔"

اتنی دیر سے پورے انہماک سے گیم کھیلتا ارحم جو بے دھیانی میں اس کی بات سن رہا تھا۔ ایک دم سے بے زاری سے کہتا، موبائل سے نظریں ہٹا کر اسے گھورنے لگا۔ مشال پورے دل سے مسکرائی۔

CamScanner

حب ناولز

"بہت خوش۔ اب اٹھ کر مجھے وہ کونے والا جالا صاف کر کے دو۔"

اسکے اپنائیت بھرے انداز پر ارحم جی جان سے تلملایا۔ یعنی کہ حد تھی وہ ایک جالے کے لئے اتنی دیر سے اسکے پیچھے پڑی تھی۔ اور اس کی وجہ سے وہ ہار بھی چکا تھا۔ اب اسکا دل جلانا بھی تو بنتا تھا۔

"تم لڑکیوں کے بھی اپنے ہی رونے ہیں۔ ہائیٹ چھوٹی ہو تو ساری زندگی بھائیوں کو جالے اتارنے اور پنکھے صاف کرنے کے لئے آوازیں لگاتی رہتی ہو۔ بھائیوں کی بھی کوئی زندگی ہے یار۔ جالے اتارو، چوہا مارو، چھپکلی باہر نکالو۔ سودا لاؤ، اور نہیں تو جا کر دس روپے کا دھنیا لینے کے لئے پورے بازار میں ذلیل و خوار ہو۔"

چار و ناچار اٹھ کر اسکے ہاتھ سے چار و ناچار جھاڑو لیا۔

"ایک سیکنڈ یہ ہائیٹ والا طعنہ کسے دیا ہے۔"

یہ مشال کی دکھتی رگ تھی۔ نوال کی نسبت اسکا قد چھوٹا تھا۔ وہ پانچ فٹ کی، سمارٹ سی جسامت کی مالک تھی۔ سرخ و سپید رنگت کی حامل، خوب صورت بڑی بڑی آنکھیں اور پیارے سے نقوش کے ساتھ بہت خوب صورت لگتی تھی۔ بس قد ذرا چھوٹا تھا جس کا اسے اکثر نوال کے ساتھ کھڑے ہوتے شدت سے احساس ہوتا تھا۔ اور جب کبھی انکی لڑائی ہوتی تو ارحم بھی اسے پوری جزو مد کے ساتھ یاد دلایا کرتا تھا۔

"جس کی ہائیٹ چھوٹی ہے اسے ہی دیا ہے۔"

شانے اچکا کر اس کی جانب چڑنے والی مسکراہٹ اچھالی۔

"کہاں ہے وہ جالا؟" اوپر منہ اٹھائے وہ جالا تلاش کر رہا تھا۔

CS CamScanner

"میری ہائیٹ کوئی چھوٹی ووٹی نہیں ہے۔ یہ آئیڈیل ہائیٹ ہے لڑکیوں کی اور ویسے بھی چھوٹی ہائیٹ کی لڑکیاں زیادہ پیاری ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ چھوٹی لگتی ہیں۔ تم لڑکوں کو کیا پتہ۔"

اسکے قریب آکر کھڑی ہوتی وہ یوں ظاہر کر رہی تھی جیسے اسکے کہنے سے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔ آج کل وہ "مجھے فرق نہیں پڑتا" پریکٹس کر رہی تھی۔

ارحم نے پیچھے مڑ کر اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ اب تک تو اسے دادی کو آواز دے دینی چاہیے تھی۔ اسے تشویش ہونی بنتی تو تھی۔

"آئیڈیل ہائیٹ؟ پانچ فٹ؟ مشی لڑکیوں کی آئیڈیل ہائیٹ پانچ فٹ چھ انچ ہوتی ہے۔ اتنی لمبی لمبی تو مت چھوڑو۔ اور جو لڑکیاں اپنی عمر سے چھوٹی لگتی ہیں نا وہ کام چور ہونے کے ساتھ ساتھ عمر چور بھی ہوتی ہیں۔ تمہاری طرح آدھا کام بھائی سے کروانے والی۔"

سر جھٹک کر کہا۔ اور اگلے ہی لمحے مشال کا ہاتھ پوری قوت سے اسکے شانے پر پڑا تھا۔ وہ کراہ اٹھا۔

"اتنے زور سے کون مارتا ہے یار۔"

جھاڑو نیچے کرتے وہ اپنے شانے کو دوسرے ہاتھ سے سہلاتے چلایا۔

"اتنے زور سے کام چور اور عمر چور لڑکیاں مارتی ہیں آئی سمجھ۔ اب ٹھیک سے سارے کونے کھدروں سے جالے اتارو ورنہ ابو کو آواز لگاؤں گی بہت سن لی تمہاری فضول باتیں۔ ویسے تمہیں بڑا پتہ ہے لڑکیوں کی آئیڈیل ہائیٹ کا؟ کن چکروں میں ہو؟"

دونوں ہاتھ کمر پر جمائے وہ مشکوک نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ ارحم گڑبڑا کر رہ گیا۔

"اللہ کا نام ہے مشی۔ ابو پاس نہ پہنچ جانا۔ میں نے بس ایک جنرل سی بات کی ہے۔"

ارحم بے چارے نے باقاعدہ اسکے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔

"اوکے۔ تم کہتے ہو تو یقین کر لیتی ہوں۔" دونوں بازو سینے پر لپیٹے گردن اکڑا کر کہتے انداز احسان کرنے جیسا تھا۔

"اور ہاں پورے چار سال، پانچ ماہ اور اکیس دن بڑی ہوں میں تم سے۔ تمہارا کام بنتا ہے بڑی بہن جو کہے بس ہاں میں ہاں ملاتے جاؤ۔ بدتمیز کہیں کا۔ قد بانس جتنا نکال لیا لیکن تمیز چھو کر نہیں گزری۔"

سر جھٹک کر کہتی وہ چلتی بنی۔

شانہ چھوڑ کر جھاڑو پر گرفت مضبوط کرتے ارحم کا منہ بنا ہوا تھا۔

"بس ایک مجھ پر ہی حکمرانی چلتی ہے مشال میڈم کی۔ گھر میں شیرنی اور باہر بھیگی بلی بن جاتی ہے۔"

بڑبڑاتا ہوا وہ اپنے کام میں جت گیا تھا۔

....

"گھر میں داخل ہوتے سلام کرتی وہ برآمدے تک آئی۔ سبحان اور صفا دونوں بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ وہ بھی پہلے انہیں کی جانب بڑھی۔

"امی میں گھر آگئی۔"

حب ناولز

یہ اسکی بچپن کی عادت تھی۔ گھر آتے ساتھ ہی امی کو آواز دے کر اپنی آمد سے مطلع کرنا۔ جواب تک نہیں چھوٹی تھی۔

"میں گھر آ گئی۔ انہوں۔۔۔ جیسے کوئی محاذ فتح کر کے آئی ہے۔"

کچن میں کھڑی شہرین نے اسکی دھیمی آواز میں، منہ کے زاویے ٹیڑھے کرتے نقل اتاری تھی۔

ماہین سبحان اور صفا سے مل رہی تھی۔ لیکن انکی وہ گرم جوشی مفقود تھی جو عام طور پر اس کے گھر آنے پر ہوتی تھی۔ جس دن بھی شہرین اور اسکی کوئی ان بن ہوتی بچوں کے رویے بھی بدل جاتے۔ اور ماں کا موڈ ٹھیک ہونے پر وہ بھی پہلے جیسے ہو جاتے۔

پتہ نہیں بڑے اپنی لڑائیوں میں بچوں کو کیوں گھسیٹ لاتے ہیں۔ کیا ضروری ہے اپنے اندر کا زہر ان معصوم ذہنوں میں بھی منتقل کرنا؟ جسے وہ اپنے ساتھ آہستہ آہستہ پروان چڑھائیں گے اور جب تک وہ بڑے ہوں گے انکا اپنا دل، سگے رشتوں کے لیے زہر کی کان بن چکا ہو گا۔

اپنا بیگ اٹھائے وہ کمرے میں آئی۔ امی عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ بیگ بیڈ کی سائیڈ پر رکھے میز پر رکھا۔ وہ امی کا کمرہ تھا۔ امی کے جہیز کے دو نوار کے بنے پلنگ وہاں بچھے تھے جن کے کراؤن پر لکڑی کی جالی دار کشیدہ کاری تھی اور دونوں اطراف چھوٹے چھوٹے مستطیل شکل کے شیشے جڑے ہوئے تھے ۔ دونوں بیڈ کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ درمیان میں ایک چھوٹی میز رکھی گئی تھی جس پر عموماً امی کی دوائیں اور رات کو پانی کی بوتل رکھی جاتی تھی۔

عبایا اتار کر وہ اپنے بستر پر بیٹھی۔ چہرے پر تھکن واضح نظر آ رہی تھی۔

امی نے جائے نماز تہہ کر کے رکھی اور اسکی جانب پلٹیں۔

"آگئی میری بیٹی۔"

وہ مسکرائیں۔ اور ماہین کو لگا سر کس بنی ہوئی زندگی اب بھی خوب صورت ہے۔ بس آپ کے پاس ماں ہونی چاہیے۔

"جی آگئی ہوں۔"

وہ کل شام سے پہلی بار دل سے مسکرائی تھی۔

"پانی لاؤں پیو گی۔"

ماہین نے سرہاں میں ہلایا۔ وہ پانی لینے چلی گئیں۔ شروع شروع میں اسے چڑ ہوتی تھی امی جب اسکے لئے پانی لانے کا کہتی تھیں۔ لیکن پھر امی نے اسے نرمی سے سمجھایا۔ یہ تو حدیث نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے پانی ماں سے مانگو تاکہ اسے ثواب ملے۔

اور یہ حدیث تو اس نے بھی پڑھ رکھی تھی۔ لیکن ہم نے کچھ اپنے معیار طے کر رکھے ہیں بڑے چھوٹوں کو پانی دیں تو لگتا ہے جیسے انکی عزت میں کمی آ رہی ہے حالانکہ ایسا تو کچھ نہیں ہوتا۔

کچھ دیر بعد منہ ہاتھ دھو کر وہ بیٹھی ہی تھی کہ اسے لگا امی کچھ کہنا چاہ رہی ہیں اور وہ جانتی تھی وہ کیا کہیں گی کہیں نہ کہیں وہ خود بھی انکے کہنے کی ہی منتظر تھی۔

"ماہین بیٹا۔"

"جی۔"

وہ آکر انکے پاس بیٹھی۔

"شہرین کچن میں ہے۔ جاؤ جا کر بات کر لو۔ وہ بڑی ہے۔ تم بات کرنے میں پہل کر لو گی تو تمہاری عزت میں کوئی کمی نہیں آئے گی بلکہ بڑھ جائے گی۔ اللہ کی ذات صلہ رحمی کرنے والوں کو بڑا پسند کرتی ہے۔ جاؤ میری پیاری بیٹی۔"

اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہتے امی کے لہجے میں منت تھی۔

وہ انکا ہاتھ تھپتھپا کر ہلکا سا مسکراتی باہر نکل آئی۔ جب سے اسکی طلاق ہوئی تھی یہ فارمولا اسی پر لاگو تھا۔ ہمیشہ اسے ہی پہل کرنی پڑتی تھی۔ شروع شروع میں اسے غصہ آتا تھا امی صرف اسے ہی کیوں کہتی ہیں لیکن پھر وقت کے ساتھ سمجھ آئی۔ اگر والدین آپ سے کوئی بات بڑے مان کے ساتھ بلا جھجک کہہ لیتے ہیں تو یہ بھی خوش قسمتی ہے آپ کی۔ آپ ایسے ہیں جن سے کچھ کہنے سے پہلے ماں باپ کو یہ ڈر نہیں ہے کہ اگر وہ غصہ کر گیا یا اسے برا لگ گیا تو۔ ایسی جوان اولاد کا کیا فائدہ جس سے کوئی بات کہتے بوڑھے ماں باپ کو سوچنا پڑے۔ کیا بدبختی ہے ایسی اولاد کی۔ اور آج کل کے زمانے میں اسے کامیابی سمجھا جاتا ہے۔

کتنے ہی بچے فخر سے کہتے ہیں میں تو غصے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا بھلے سامنے میرے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔

وہ کچن میں آئی، شہرین نے اسکی آمد پر مڑ کر دیکھا، اسے دیکھ کر ان دیکھا کرتی واپس ہانڈی میں ڈوئی چلانے لگی۔ انداز میں سختی در آئی۔

"کیا بنا رہی ہیں بھابھی۔؟"

لہجے کو بشاش رکھتے اس نے گزرے کل کی تلخی زائل کرنی چاہی۔

"آلو قیمہ۔" لگے بندھے شہرین نے جواب دیا۔

"میں جوں ہی گھر میں داخل ہوئی تو خوشبو باہر دروازے تک جا رہی تھی۔"

اسکے بالکل قریب کھڑے ہو کر اس نے ہانڈی میں جھانکا۔ شہرین نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔

ماہین نے انکھیوں سے اسکا چہرہ دیکھا۔ جہاں سپاٹ پن اور سختی چھائی ہوئی تھی۔

"لایئے میں بھنائی کر دیتی ہوں۔"

اس نے ہمت نہ ہارتے ایک اور کوشش کی۔

"رہنے دو میں کر لوں گی۔"

صفاچٹ جواب ملا۔ وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

تبھی نظر سنک میں رکھے گندے برتنوں پر پڑی۔ بازوؤں کی آستینیں فولڈ کرتی وہ اس جانب بڑھی۔

"میں برتن دھو دیتی ہوں۔"

کہتے ہوئے اس نے نل کھولا۔ شہرین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن دل ہی دل وہ خوش ہوئی تھی۔ صبح اپنے، آذر اور بچوں کے ناشتے، دوپہر کے کھانے اور شام کی چائے کے برتن اس نے ایک بار بھی خرابی موڈ کے باعث نہیں دھوئے تھے اور اب سنک میں ایک انبار لگا ہوا تھا۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے؟"

کچھ دیر بعد برتن دھوتے اس نے اچانک پوچھا۔

"میری کیا مجال جو تم سے ناراض ہوں۔"

حب ناولز

اسکے لہجے میں خفگی تھی، تلخی تھی۔

"اگر میری کسی بات سے آپ کی دل آزاری ہوئی ہے بھابھی تو میں معافی چاہتی ہوں۔"

دل کڑا کر کے غلطی نہ ہونے کے باوجود اس نے کہہ دیا۔ یہی ایک حل تھا کشیدہ ہوئے ماحول کو بہتر کرنے کا۔ ورنہ امی پریشان ہوتیں جو کہ وہ نہیں چاہتی تھی۔

شہرین کے چہرے پر آیا تناؤ کچھ حد تک زائل ہوا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں نا جنہیں دوسروں کو جھکا دیکھ کر اپنا آپ برتر لگتا ہے۔

"کوئی بات نہیں۔ تم بہن ہو میری۔ میں کوئی دشمن تو نہیں ہوں تمہاری۔ تم ہی میری عام سی کہی بات کو خاص رنگ دینے لگ جاتی ہو۔"

اور یہ جرم بھی ماہین کے کھاتے میں گیا۔ لیکن وہ چپ رہی۔ اب بولنے کا مطلب تھا ایک نیا محاذ کھولنا۔

"یعنی کہ آپ اب مجھ سے خفا نہیں ہیں؟"

سنک صاف کرتی وہ اسکی جانب مڑی۔

"نہیں نہیں۔ بہنوں میں کیسی ناراضگی۔" اب کی بار شہرین مسکرائی۔ اب رات کو وہ اپنے میکے کال کر کے بڑی شان سے بتائے گی اسکی نند نے اپنی غلطی مان کر اس سے معافی مانگی۔ اسکی بھابھیاں اس پر عش عش کریں گی اور ماں خوش ہو گی بیٹی نے سسرال میں سب کو کیسی نکیل ڈال رکھی ہے۔

"بہت شکریہ بھابھی۔" ماہین نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔

"اور کوئی کام ہے تو بتائیں۔" اس سے الگ ہوتے پوچھا۔

"نہیں نہیں تم خود تھکی ہاری آئی ہو جاؤ آرام کرو۔" شہرین نے اسکا بازو تھپتھپایا۔ وہ مسکرا کر جانے لگی جب پیچھے سے شہرین نے اسے آواز دی۔

"ارے ہاں ماہین۔ پلیز ذرا سبحان کو میتھ کا ٹیسٹ تیار کروا دینا۔ اگر تمہیں پریشانی نہ ہو تو۔"

ماہین نے رک کر ایک گہرا سانس لیا۔ اک نیا دردِ سر سبحان فورتھ کلاس میں تھا اور میتھ میں بہت ویک تھا۔ اسکے ساتھ اچھی خاصی مغزماری کرنی پڑتی تھی تب جا کر اسکا کوئی کانسپٹ کلئیر ہوتا۔ ماہین پلٹ کر مسکرائی۔

"میں کروا دیتی ہوں۔"

وہ باہر نکل آئی۔

"سبحان پھپھو کو بتاؤ بیٹا میتھ کا کل کون سا ٹیسٹ ہے۔"

وہیں کچن سے ہی ہانک لگائی گئی تھی۔ یہ ایک عندیہ تھا بچوں کے لئے۔ ماہین جانتی تھی اب جب وہ بچوں کے پاس جائے گی تو انکا موڈ بھی ماں کے موڈ کے ساتھ بحال ہو چکا ہو گا۔

ماہین کی امی نے ایک کام کیا تھا جو کہ بہت ضروری بھی ہے کسی بھی گھر کے امور کو احسن طریقے سے چلانے کے لئے۔ وہ ہے افرادِ خانہ پر چند ایک ذمہ داریاں عائد کر دینا۔ جب ہر ایک کو پتہ ہو کہ یہ کام میں نے کرنا ہے تو پھر کام کے سلسلے میں ایک دوسرے کا منہ نہیں دیکھا جاتا۔ ضروری بس یہ ہے کہ سربراہ کام کی تقسیم میں اعتدال سے کام لے۔ کسی کو یہ نہ لگے اس کے حصے میں کام زیادہ آ گیا ہے۔

ماہین شادی سے پہلے بھی گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی تھی لیکن تب اسکی امی خود بھی کام کیا کرتی تھیں ۔ جب وہ طلاق کے بعد واپس آئی تو اس وقت امی کے جوڑوں کا درد بڑھ گیا۔ ایسے میں انہوں نے

CamScanner

شہرین اور ماہین میں برابر کام بانٹ دیا۔ماہین نے عدت کے فوری بعد جاب سٹارٹ کر دی تھی۔وہ کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی۔ آذر بھائی تھا مگر اس نے ایک بار بھی بہن کو منع نہیں کیا۔اور امی بھی جانتی تھیں اس بات پر کبھی نہ کبھی اعتراض اٹھے گا کہ وہ بھائی کی کمائی پر آبیٹھی ہے اس لئے انہوں نے بھی ماہین کو سپورٹ کیا تھا۔

صبح گھر کی صفائی اور ناشتہ اور بچوں کا اسکول کے لیے لنچ بنانا ماہین کی ذمہ داری تھی۔دوپہر میں روٹی ،شام کی چائے،اور رات کی ہانڈی اور روٹی یہ شہرین کے ذمہ لگایا گیا۔اور رات کے برتن اور کچن کی صفائی ماہین کر دیتی تھی۔ شہرین کپڑے مشین لگا کر کپڑے دھوتی اور ماہین سب کے کپڑے استری کر دیا کرتی۔یوں انہوں نے ایک کوشش کی گھر کا ماحول خوش گوار بنانے کی۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھار کوئی نہ کوئی چپقلش شہرین کی طرف سے ہو ہی جاتی تھی۔

....

اس وقت رات کے سوا دس بج رہے تھے۔ڈنر ہو چکا تھا۔ التمش کی کافی اسے بنا کر گلزار اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ٹی وی لاونج میں بالکل سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ جسے توڑنے کی کوشش ٹی وی لگے نیوز چینل کا اینکر کر رہا تھا۔ تبھی قدموں کی آہٹ پر التمش نے ٹی وی سکرین سے نظر ہٹا کر گردن گھما کر دیکھا ۔نومیہ اپنے کمرے سے نکل کر اسکی جانب آ رہی تھی۔ہاتھ میں کچھ اٹھا رکھا تھا۔

CamScanner

حب ناولز

اس کے قریب آتے ذرا فاصلے پر صوفے پر بیٹھی، سب سے پہلے اپنے اور التمش کے درمیان صوفے پر دھرے ریموٹ سے اینکر کی آواز گھونٹی۔ اور پھر ریموٹ اپنی سائیڈ پر التمش کی پہنچ سے دور رکھتے اپنے اور التمش کے درمیان فاصلے کی جگہ صوفے پر تصویروں کا ایک پورا بنڈل رکھا۔

اس کی تمام کاروائی کو بغور ملاحظہ کرتے التمش نے کافی کا آخری بڑا سا گھونٹ حلق میں انڈیلا۔ تھوڑا سا آگے جھک کر مگ سنٹرل ٹیبل پر رکھا۔ اور گلہ کھنگارا۔

"یہ کیا ہے؟"

ابرو کے اشارے سے پوچھا۔

"تصویریں۔" سامنے بھی نومیہ تھی۔ کمال اطمینان سے جواب موصول ہوا۔ التمش نے بے ساختہ گردن ہلائی۔

"بتانے کا شکریہ لالی۔ ورنہ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا انہیں تصویریں کہتے ہیں۔"

"اب پتہ لگ گیا نا۔ چلو اب شرافت سے اٹھا کر دیکھو۔" نومیہ نے اسکے طنز کو نظر انداز کیا۔

"میں کیوں دیکھوں؟ اور یہ کون سی ماڈلز کی تصویریں اٹھالائی ہیں آپ۔ کوئی ایڈ ایجنسی کھولنے کا ارادہ ہے آپکا؟"

ذرا بھر نگاہ صوفے پر قدرے بکھری تصویروں پر ڈالی۔

نومیہ کی آنکھوں میں تپش جاگی۔ یا تو وہ بن رہا تھا یا پھر اسے خوب بنا رہا تھا۔

"التمش۔" اور بہن کی یہ تنبیہی پکار تو وہ اچھے سے جانتا تھا۔ اس لئے ذرا سنبھلا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔ غصہ کیوں ہو رہی ہیں؟"

تصویریں اٹھا کر وہ تیز تیز پلٹنے لگا۔

"ٹھیک سے دیکھو؟" نومیہ بغور اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"ہاں ہاں ٹھیک سے ہی دیکھ رہا ہوں۔" آواز میں کچھ کچھ بے زاری در آئی۔

"لیں دیکھ لی ساری۔ اتنی سی تو بات تھی۔"

ساری تصویریں دیکھنے کے بعد وہ یوں بولا جیسے کوئی احسان کیا ہو۔

"کوئی اچھی لگی؟"

نومیہ کے چہرے پر اشتیاق تھا، اور لہجے میں آس۔

"اچھی؟ لیکن آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کس ایڈ کے لیے ماڈل چاہیے پھر اس حساب سے میں بتاؤں گا۔"

وہ جوں جوں بول رہا تھا نومیہ کا ضبط ٹوٹ رہا تھا۔

"التمش تم مجھے سچ مچ پاگل کر دوگے۔"

اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک ہاتھ سے اپنا ماتھا پکڑے وہ دھیمی آواز میں چلا اٹھی۔

وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ تمہاری شادی کے لئے میں نے میرج بیورو سے منگوائی ہیں۔"

نومیہ خفا ہو رہی تھی اور یہ سننے اور ذہن میں پراسیس کرنے کے بعد التمش نے تصویریں یوں صوفے پر رکھی تھیں جیسے دفعتاً ان میں سے کرنٹ نکلنے لگا ہو۔ چہرے کے زاویے بگڑے۔

"فار گاڈ سیک لالی۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھتا جھنجلاہٹ کا شکار پھیکا سا ہنسا۔

"یہ کن کاموں میں پڑ گئی ہیں آپ۔ کتنی بری بات ہے دوسروں کی بیٹیوں کی تصویریں یوں گھر گھر جائیں، لڑکے والے انہیں دیکھیں اور پھر ریجکٹ کر دیں۔"

اس کے کہنے پر لالی نے باقاعدہ تالی پیٹ کر اسے داد دی۔

"مجھے فخر ہے تم پر چھوٹے بھائی۔" آنکھوں میں ستائش اور لہجے میں انسیت تھی۔ التمش مشکوک نظروں سے بہن کو دیکھ رہا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ بھینچی ہوئی آواز میں غصے سے غرائی تھی

"بہت اچھی تقریر کر لیتے ہو جانتی ہوں میں۔ لڑکی والوں کے گھر جا کر، انکا چائے، کھانے پر اچھا خاصا خرچ کروا کر، انکی آس امید بڑھا کر چلتے ہوئے لڑکی کی ہتھیلی پر چند نوٹ رکھ کر بعد میں کال کر کے ریجیکٹ کرنے سے بہتر ہے پہلے بندہ ہزار تصویریں دیکھ لے اور جو کوئی پسند آئے اسکے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ اب یہ میلوڈرامے بند کرو اور ایک لڑکی چپ چاپ پسند کرو۔"

آخر تک آتے آتے وہ دوبارہ کمپوز ہوتی مسکرائی۔ التمش کو لگا وہ سچ مچ ہی پاگل ہو جائے گی۔ اسے جلد از جلد کینڈا واپس چلے جانا چاہیے۔

"یہ میری شادی ہونے لگی ہے یا کوئی زبردستی جو ہر صورت میں کوئی ایک لڑکی پسند کرنی ہی کرنی ہے۔"

اسکے لہجے میں بے زاری کی جگہ بے چارگی نے لے لی تھی۔

لالی نے جواباً کچھ کہا نہیں فقط آنکھوں کی گھوری سے ہی کام چلایا۔ اور التمش کے لیے یہ گھوری زیادہ الارمنگ ہوتی تھی۔

"اچھا اگر ایک سے زیادہ پسند آ جائیں تو؟"

ناچار تصویریں اٹھاتے اس نے بات کو مزاح کا رنگ دینا چاہا۔

"میرے جوتے کا نمبر تو تمھیں یاد ہی ہو گا۔ یاد ہے نا جب تم نے نئے نئے پر نکالے تھے تو ایک دن سگریٹ پی کر گھر آئے تھے اور اسکے بعد جو تمہاری دھلائی ہوئی تھی ایسی تو اچھے سے اچھا واشنگ پاؤڈر بھی نہیں کرتا۔"

وہ جس قدر پر جوش اور مزے لے لے کر بول رہی تھی اتنی ہی تیزی سے التمش کے چہرے کا رنگ بدلا۔ آنکھوں میں خفگی آٹھہری۔ یہ جتنا اسکے لئے امبیرسنگ تھا۔ لالی کو اسے یاد دلانے کا اتنا ہی شوق تھا۔

"اچھا بس بس یاد ہے مجھے۔"

ٹین ایج کی نادانیاں پختہ عمر میں یوں ہی شرمندہ کروایا کرتی ہیں۔ پھر بھلے آپ جس مرضی پوسٹ پر بیٹھے ہوں جتنے بھی کامیاب ہوں۔

وہ بددلی سے دوبارہ فوٹوز اٹھا چکا تھا۔

"ایسے بنا جانے صرف دیکھ کر کوئی کسی کو کیسے پسند کر سکتا ہے۔ لکس ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔ اور چیزیں بھی میٹر کرتی ہیں۔"

ہر تصویر پلٹنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

CamScanner

"اچھا سچ بتاؤ! ابھی بھی شیریں کو پسند کرتے ہو تم؟"

نومیہ کے اچانک بولنے پر اسکا ہاتھ رکا، ماتھا ٹھنکا وہ تیزی سے بہن کی طرف گھوما۔

"کیا بول رہی ہیں لالی۔ شیریں کا یہاں کیا ذکر۔ وہ چیپٹر کلوز ہو چکا ہے۔ میرے ابھی بھی اسکے ساتھ اچھے ٹرمز ہیں اور وہ کسی کے ساتھ کمٹمنٹ کر چکی ہے عنقریب شادی کرنے والی ہے۔"

اسکا سخت انداز بتا رہا تھا یہ بات اسے ناگوار گزری ہے۔ نومیہ نے اسکے بدلتے لب ولہجے کو سرے سے نظر انداز کر دیا۔ اور متاسفانہ انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی۔

"شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ وہ بھی شادی کرنے لگی ہے اور تم یوں ہی بیٹھے رہو۔ تاکہ کل اسکی شادی ہونے پر خاندان بھر کے لوگ اور جاننے والے تمہیں تعزیت بھرے پیغامات دیتے پھرے۔ سوچیے التمش صاحب تب کتنی ناک کٹے گی آپ کی۔ لوگ تو یہی کہیں گے آپ مرد ہو کر ابھی تک آگے نہیں بڑھ پا رہے اور وہ لڑکی ہو کر گھر بھی بسا گئی۔"

نومیہ تاک تاک کر حملے کر رہی تھی۔ وہ سرخ پڑتی رنگت کے ساتھ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ۔ نومیہ کچھ اور اسکے قریب ہو کر بیٹھی۔ اور اپنا ہاتھ اسکے شانے پر رکھا۔

"سوچو سوچو چھوٹے بھائی۔ عزت بے عزتی کا معاملہ ہے۔ اب لوگ یہ تھوڑی کہیں گے تم ابھی شادی کرنا نہیں چاہتے اس لئے نہیں کر رہے۔ وہ تو خاندان بھر میں دو کی چار لگا کر داستانیں سنائیں گے کہ بھئی تب تو التمش نے رشتہ توڑ دیا اور اب اسے اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہو رہا ہے اس لیے۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ نومیہ کی بات کاٹتا اسکی طرف مڑا۔

"مجھے لڑکی پسند ہے لیکن وہ ان میں سے نہیں ہے۔"

CamScanner

حب ناولز

التمش اسکی طرف دیکھتا تیز تیز بول گیا اور اب کی بار ہوش اڑنے کی باری نومیہ کی تھی۔

....

صبح کی ہلکی ہلکی نیلی روشنی پھیلنے کو تیار تھی اور آفریدی ولا میں ہاشم آفریدی اپنے ٹریک سوٹ میں ملبوس جاگنگ کے لئے بھی تیار تھا۔ اپنے کمرے سے نکل کر اسکے قدموں کا رخ نور کے کمرے کی جانب تھا۔ دروازہ ناک کیا۔ ایک بار، دو بار، تین بار، اور چوتھی باری پر دروازہ کھول دیا۔

حسب توقع وہ آنکھیں ملتی بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"گڈ مارننگ نور العین آفریدی۔ اٹھ جائیں ہم جاگنگ پر جا رہے ہیں۔"

اسکی بھاری آواز اتنی صبح بھی تر و تازہ تھی۔ لیکن نور ابھی بھی نیند کے جھونکوں کی زد میں تھی۔

"ہم نہیں صرف آپ جا رہے ہیں ابی۔"

اسکی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔ بال بکھر کر منہ پر آرہے تھے جس سے اسکا آدھے سے زیادہ چہرہ چھپ سا گیا تھا۔

"تم بھی میرے ساتھ جا رہی ہو۔" انداز بتانے والا تھا۔ اس نے قدم اندر نہیں بڑھائے تھے وہیں فریم میں کھڑا تھا یعنی اسے پورا یقین تھا وہ اسکے ساتھ آنے والی تھی۔

"ناٹ انٹرسٹڈ ابی۔"

جمائی روکتے کہہ کر وہ دوبارہ لیٹ گئی۔

"می ٹو۔"

اسکی پرسکون آواز پر نور کو حیرت ہوئی۔

"مطلب آپ بھی جاگنگ پر نہیں جا رہے۔"

یہ انقلاب کب سے آگیا۔ ہاشم اسکے لئے اپنی روٹین سے ہٹ رہا تھا۔

بال جھٹک کر وہ سر اٹھائے وہ متعجب سی باپ کو دیکھنے لگی۔ جو مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری اگلے ماہ کی پاکٹ منی دینے میں ناٹ انٹرسٹڈ بیٹا۔"

"ابی۔" وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔ کیوں کہ وہ اپنے باپ کو جانتی تھی وہ جو کہتا تھا وہ کرتا بھی تھا۔

"دس منٹ میں تیار ہو کر نیچے آؤ۔ میں ویٹ کر رہا ہوں۔"

کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالتے حکم صادر کیا گیا۔

"پتہ نہیں وہ کون سی بیٹیاں ہوتی ہیں جو اپنے پاپا کی پریاں، گڑیا اور شہزادیاں ہوتی ہیں۔"

منہ کے آگے ہاتھ رکھتے جمائی روکنے کی کوشش کرتی وہ حسرت سے کہہ رہی تھی۔

دروازے کے فریم سے ہٹتا ہاشم واپس رکا۔

"تم ابھی بھی نیند میں ہو بیٹا۔ جاگ جاؤ، یہ اکیسویں صدی ہے۔ اس میں پاپا کی پریاں، گڑیا اور شہزادیاں نہیں بلکہ تمہارے جیسی ست، نیند کی شیدائی نالائق بیٹیاں ہوتی ہیں۔"

نور کی سوئی جاگی آنکھیں پوری کی پوری کھلی تھیں اور ساتھ ہی منہ بھی۔ وہ اسکی طرف ایک تپتی مسکراہٹ اچھال کر چلتا بنا۔ اور اسے کہتے ہیں جاتے جاتے بھی طبیعت اچھے سے صاف کر کے جانا۔

....

یہ پارک کا منظر تھا۔ صبح صبح کا وقت، ٹھنڈی ٹھنڈی تازہ ہوا، ہر طرف ہریالی اور اک تازگی کا احساس۔ واک کے لئے بنائی راہداری کے اطراف رنگ برنگے پھول فضا کو معطر کیے دے رہے تھے ایسے میں ہاشم کے ساتھ مرے مرے قدم لیتی ٹریک سوٹ میں ملبوس نور کے چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے۔ ہاشم نے اسکی سوئی جاگی کیفیت دیکھتے جاگنگ کا ارادہ منسوخ کر کے آج واک پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"رات کو کتنے بجے سوئی تھی؟"

چلتے چلتے گردن گھما کر ساتھ چلتی نور کی جانب دیکھا۔

"دو بجے۔"

اس کے ٹھس سے انداز میں دیے جواب پر ہاشم کے ماتھے پر بل پڑے۔

"وجہ؟"

"پیپرز کی وجہ سے میں نے اپنی فیورٹ ترکش سیریز کی پوری چار ایپیسوڈ مس کی ہوئی تھیں۔ کل رات ایک ساتھ ساری دیکھ ڈالیں۔"

"اسی لئے اب آنکھ نہیں کھل رہی۔ کتنی بار کہا ہے رات کو ٹائم سے سویا کرو۔"

وہ ذرا ڈپٹ کر بولا۔ نور نے رک کر رخ ہاشم کی طرف موڑا دونوں بازو سینے پر باندھے۔ اسکے پھولے ہوئے گلابی گال کچھ اور پھول گئے۔

"مجھے کیا پتہ تھا سنڈے کی صبح بھی آپ کو میری نیند کا ذرا خیال نہیں ہو گا بھی۔ میرا پلان تو آج دیر تک سونے کا تھا۔"

اسکے شکایتی انداز پر ہاشم کے ماتھے کے بل غائب ہوئے۔ وہ اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی۔

"واپس جا کر دوبارہ سو جانا۔"

"رہنے دیں اب۔ ایک بار اٹھ جاؤ تو دوبارہ ویسی میٹھی نیند کہاں آتی ہے۔"

نور نے ماتھے پر گرے بالوں کو انگلیوں سے چھو کر ٹھیک کیا۔ اب آ ہی گئی تھی تو کیوں نہ تھوڑا انجوائے کیا جائے۔ ویسے بھی وہ بہت دن بعد ہاشم کے ساتھ آئی تھی۔ ناراضگی جتا چکی، شکایت بھی ہو گئی۔ کیوں نہ اب اچھے موڈ میں تھوڑی واک کے ساتھ ساتھ ایک آدھ فرمائش بھی ہو جائے۔

"اب کیوں کہ میں نے آپ کی بات مانی ہے اس لئے ایک بات میری ماننا آپ پر بھی فرض ہو گیا ہے۔"

وہ دونوں قدم بہ قدم ساتھ چل رہے تھے۔ سورج کی سنہری کرنیں دراز قامد گھنے سایہ دار درختوں کی اوٹ سے کہیں کہیں تانکا جھانکی کرنے کی تگ و دو میں تھیں۔

حب ناولز

"اور وہ کیا ہے؟"

"آج رات کا ڈنر ہم باہر کریں گے۔"

"باہر؟ یو مین لان میں؟ تازہ ہوا اور گھر کا بنا، سیلتھی کھانا۔ ناٹ آ بیڈ آئیڈیا۔"

اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہاشم نے بازو دراز کرتے نور کا کندھا داد دینے کے سے انداز میں تھپتھپایا۔

نور نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی۔

"نائیس جوک ابی۔"

پھر چہرے پر خفگی لئے باپ کی طرف دیکھا۔

"لیکن کافی پرانا ہو گیا ہے اتنا کہ اب بندہ چاہے تو بھی ہنسی نہیں آتی۔ اب ہر بار آپکا دل رکھنے کے لئے میں زبردستی ہنسا کروں کیا۔"

ہاشم کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ سامنے سے التمش بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر دھیما سا مسکرایا اور اپنی رفتار دھیمی کی۔

بلیک ٹراوزر پر وائٹ آدھی آستین والی ٹی شرٹ میں وہ پورے کا پورا پسینے میں بھیگا ہوا لگتا تھا۔ چہرے پر دوڑنے کے باعث سرخی پھیلی ہوئی تھی، ماتھے پر گرے بال گیلاہٹ کی وجہ سے چپک گئے تھے۔

انکے قریب پہنچ کر وہ رکا۔ کانوں سے ہیڈ فونز نکالے، اور سانس بحال کی۔

"آج آپ لیٹ ہیں ہاشم بھائی؟"

سلام دعا کے بعد اس نے اپنی کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

http://Novelshub.pk

CamScanner

"وجہ تو تمہیں معلوم ہو ہی گئی ہو گی۔"

کن اکھیوں سے ساتھ کھڑی نور کی جانب اشارہ کیا۔ التمش نے مسکراہٹ روکتے سر کو ہاں میں جنبش دی۔ نور کا ابھی ابھی بحال ہوا موڈ پھر سے بگڑنے لگا۔

(یہ ابی بھی ناں۔ گھر کے باہر تو بندہ اپنی اولاد کی عزت رکھ ہی لیتا ہے۔ لیکن یہ پاکستانی اماں ابا۔ یہ کام تو انہیں شروع سے کرنا آتا ہی نہیں ہے۔)

"کیسے ہوئے تمہارے پیپرز نور؟"

وہ اب نور کی طرف دیکھتا خوش گوار سے موڈ میں استفار کر رہا تھا۔

"اچھے ہو گئے ہیں التمش چاچو۔ آپ کے گلزار خاناں سے تو اچھے ہی مارکس آئیں گے میرے انشاء اللہ ۔"

نور نے گردن اکڑا کر کہا۔

"پچھلی بار تو اسکے تم سے زیادہ تھے نا؟"

ایک بار پھر غلط وقت پر ہاشم کو صحیح بات یاد آئی تھی۔ اور نور کو تو اپنے باپ سے یہ شکایت ہمیشہ رہتی تھی۔

التمش کی بھینچی ہوئی ہنسی کو نظر انداز کرتے وہ ہاشم کی طرف گھومی، آنکھیں سکیڑ کر اسے خفا نظروں سے دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ اسکے منہ کے سامنے کئے، اس طرح کہ ایک ہاتھ کی پوری پانچ اور دوسرے کی تین انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔

"صرف آٹھ نمبر زیادہ تھے۔"

وہ آٹھ پر زور دے کر بولی۔

"تھے تو زیادہ نا بھلے ایک ہی ہو۔"

ہاشم نے اسکی خفت سے سرخ پڑتی رنگت کو نظر انداز کرتے کندھے اچکائے۔

"گڈ لک نور۔ میں چلتا ہوں ہاشم بھائی۔"

اس سے پہلے کہ وہ شروع ہوتی اتمش نے وہاں سے نکل جانا ہی مناسب سمجھا۔ ہاشم نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔ وہ آگے بڑھ گیا۔

اور اسکے جاتے ہی ہاشم نے بھی اپنی سپیڈ بڑھالی۔

نور کچھ دیر وہیں کھڑی رہی، پھر ایک گہرا سانس ہوا میں خارج کیا۔ اور خود سے دور ٹریک پر بھاگتے ہاشم کے پیچھے بھاگی۔

باقی کا وقت انکا جاگنگ کے ساتھ ساتھ ایک نہ ختم ہونے والی بحث میں گزرنے والا تھا۔

....

صبح کی روشنی پوری طرح نمودار ہو چکی تھی۔ کچھ دیر پہلے دھوئے صحن کے سرمئی فرش پر دھوپ کی کرنیں بکھرنے لگیں تو وہ عجلت میں باہر نکلی۔ وین مس ہونے کا مطلب تھا اس بار نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھنا۔ جو وہ افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

وہ ابھی بر آمدہ عبور بھی نہیں کر پائی تھی کہ اپنے کمرے سے نکلتے آذر نے اسے آواز دی۔

ماہین رک کر پلٹی، آذر اسکی طرف آرہا تھا۔ یقیناً کوئی ضروری بات ہو گی ورنہ وہ اس وقت یوں نہ روکتا۔

کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ابھی کچھ ٹائم تھا وہ دو منٹ رک کر بات تو سن ہی سکتی تھی۔ ویسے بھی آذر سے بات کرنے کا اسے کم ہی موقع ملتا تھا۔ صبح وہ جلدی چلی جاتی تھی اور رات کو آذر دیر سے واپس آتا تھا۔ ایسے میں انہیں ایک ساتھ بیٹھے ہفتے اور کبھی کبھی تو مہینے گزر جاتے تھے۔

"جی بھائی؟"

وہ خوش دلی سے مسکرائی، آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھ گئی۔

وہ متذبذب سا اسکے قریب آکھڑا ہوا، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو اور کہہ نہ پا رہا ہو۔ چہرے پر الجھن اور بے چینی سی تھی۔

ماہین منتظر سی کھڑی تھی۔ اب یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی اسے دیر ہو رہی ہے ورنہ بھائی کیا سوچتا۔ چھوٹی بہن اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ دو منٹ کھڑے ہو کر بات بھی نہیں سن سکتی۔

کھٹکے کی آواز پر دونوں نے بیک وقت پیچھے دیکھا۔ شہرین اپنے کمرے سے نکلی تھی، کچن کی طرف جاتے جاتے آنکھوں ہی آنکھوں میں آذر کو اشارہ کیا جو ماہین کی نظروں سے مخفی نہ رہ سکا۔

اسکے قریب سے گزر کر وہ کچن میں چلی گئی۔

"ماہین دیکھو بیٹا غلط مت سمجھنا۔ لیکن میں بھی بڑا مجبور ہو کر تم سے کہہ رہا ہوں۔"

وہ تمہید باندھ رہا تھا۔ ماہین کی نظریں خاموشی سے بس بھائی کا چہرہ کھوج رہی تھیں۔

"مہنگائی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، اوپر سے بجلی، پانی اور گیس کے بل۔ اور میرے تو بچے بھی پرائیویٹ اسکول میں پڑھتے ہیں انکی فیسیں تو آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ دکان پر بھی اس طرح سے لوگ نہیں آتے اب کپڑے خریدنے، لوگ بھی کیا کریں دو وقت کی روٹی پوری کریں یا کپڑے خریدیں۔ میرا ہاتھ کچھ ماہ سے بڑا تنگ چل رہا ہے۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ۔۔۔" وہ کہتے کہتے رکا، بہن کے تاثرات جانچے، جس کا چہرہ بالکل سپاٹ پڑا تھا اور آنکھوں کی کچھ دیر پہلے تک کی وہ جوت بھی بجھ سی گئی تھی۔

"تم جو ہر ماہ دس ہزار دیتی ہو اس میں اور میری آمدنی میں گزارہ مشکل ہو رہا ہے۔ تو تم کوشش کر کے کچھ زیادہ رقم دے دیا کرو۔ تاکہ زیادہ نہ سہی تھوڑی سی آسانی ہو جایا کرے۔"

سامنے بھائی کھڑا تھا مگر زبان کس کی تھی وہ اچھے سے جانتی تھی۔ کندھے پر لٹکائے بیگ کی اسٹریپ پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتی وہ سر ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے بھائی میں آکر بات کرتی ہوں آپ سے۔ ابھی تو دیر ہو رہی ہے۔"

بے تاثر آواز میں کہتی وہ جانے کے لئے پلٹنے لگی تو اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی امی پر نگاہ پڑی، جن کا چہرہ اداسی کی تفسیر بنا ہوا تھا۔ وہ ماں کی تسلی کے لئے دھیمی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

آذر نے بھی ماں کی موجودگی بھانپ لی تھی۔ اور انکے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے وہ سب سن چکی ہیں۔

"امی اب آپ مجھے نہ کوئی تقریر جھاڑیے گا۔ جانتا ہوں بہن ہے میری، کوئی بوجھ نہیں ہے لیکن اگر وہ کماتی ہے اور گھر کا خرچ چلانے میں میری کچھ مدد کر دے گی تو کیا غلط ہے اس میں۔"

وہ انکے کچھ کہنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جیسا کہ عموماً کیا جاتا ہے انسان غلط ہو تو پہلے بولنا، صفائیاں دینا شروع کر دیتا ہے بھلے ابھی اس سے مانگی نہ گئی ہو۔ اس طرح وہ اپنی غلطی لاشعوری طور پر قبول کر چکا ہوتا ہے لیکن شعور اس سے انکاری ہوتا ہے۔

صابرہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی آذر کے قریب آئیں۔

"اور کتنا کرے وہ آذر؟ جب سے اس گھر میں واپس آئی ہے اپنے سارے خرچے وہ خود اٹھاتی ہے، اپنی ساری ضروریات، میری دوائیں، اور ہزار چھوٹے موٹے خرچے ہوتے ہیں جو وہ خود پورے کر رہی ہے، تم سے تو کبھی اتنا نہ ہوا عید کے عید ہی بہن کو کپڑوں کا ایک جوڑا دلا دو۔ لیکن اس نے کبھی یہ گلہ بھی نہیں کیا۔ یہ آٹھ ہزار بھی جو وہ دیتی ہے میں نے منع کیا تھا اسے اپنا جوڑے، برے وقت کا کوئی پتہ نہیں ہوتا لیکن وہ نہیں مانی۔ اور مت بھولو آذر جس دکان پر تم بیٹھتے ہو نا وہ تمہارے باپ کی ہے، اور جو تمہارا باپ ہے وہی ماہین کا بھی باپ ہے۔ اس لئے کوئی احسان نہیں کرتے تم اس پر۔"

وہ صابرہ تھیں اپنے نام کے جیسی، مصلحت پسند، چپ کر جانے والی، بات کو بڑھاوا نہ دینے والی۔ مگر اب چپ رہنا ماہین کے ساتھ زیادتی تھی۔

انکی بات سن کر کچن میں دروازے کی اوٹ میں کھڑی شہرین بھی باہر نکل آئی۔ آذر شرمسار سا چپ کا چپ کھڑا تھا۔

"امی براامت مانیے گا۔" انکے قریب آتے وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

حب ناولز

اور پتہ نہیں لوگ ہر برا ماننے والی بات کا آغاز برا مت مانیے گا سے کیوں کرتے ہیں۔ جیسے یہ ایک وارننگ ہو کہ تیار ہو جاؤ اب میں نے وہ بات کرنی ہے جس سے تمہارا دل دکھے گا۔

"ساری دنیا کا یہی اصول ہے باپ کی چھوڑی وراثت پر بیٹے کا حق ہوتا ہے۔ آذر اگر اپنے باپ کی دکان پر بیٹھے ہیں تو ہر بیٹا اپنے باپ کی جگہ ایک نہ ایک دن سنبھالتا ہی ہے۔ لیکن معاف کیجئے گا بیٹیاں نہیں سنبھالتی۔ میں بھی تو کسی کی بیٹی ہوں میں کتنا جا کر اپنے میکے والوں سے کہتی ہوں مجھے یہ بھی دو تو وہ بھی دو کیوں کہ میرے باپ کا ہے جو کچھ ہے۔ ہاں وہ اپنی خوشی سے جو دیں جتنا دیں خوشی خوشی لے لیتی ہوں۔ یہی معاشرے کا چال چلن ہے۔ اور یہی ازلوں سے ہوتا آیا ہے۔ اب کل کو اس حساب سے آپ تو ماہین کا دکان اور گھر میں سے حصے کا سوال کریں گی۔"

وہ بڑی مشکل سے اپنی آواز نیچی رکھے کہہ رہی تھی، لیکن چہرے پر برہمی واضح تھی۔

"بالکل کروں گی۔ جو اسکا حق ہے اسے ملنا چاہیے۔"

صابرہ نے سکون سے کہا اور ایک جتاتی نظر چپ چاپ کھڑے بیٹے پر ڈال کر واپس اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

شہرین کا منہ غم و غصے سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"سن لیا آذر آپ نے۔ امی کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔ میں نہ کہتی تھی آپ سے، لیکن آپ ہی میری بات پر کان نہیں دھرتے تھے۔ اب بھی وقت ہے سوچیں کچھ اور وقت رہتے ماہین کو بیاہ کر چلتا کریں اس گھر سے۔"

CamScanner

وہ جلے پیر کی بلی بنی یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی، آواز ہلکی تھی اور چہرے پر تفکر، بے بسی اور غصہ تھا۔

گہری سوچ میں غرق آذر بری طرح جھنجھلایا۔

"اللہ کا واسطہ ہے چپ کر جاؤ اب۔ پہلے ہی تمہاری سن کر صبح صبح گھر کا سکون غارت کر چکا ہوں اب کیا چاہتی ہو گھر سے نکل جاؤں۔"

اپنی ساری بھڑاس اس نے شہرین پر نکالی تھی۔ وہ موقعے کی مناسبت دیکھ کر چپ کر گئی۔ ماں سے ہوئی تازہ تازہ بے عزتی کا اثر تھا، وہ تھوڑی دیر تک زائل کرنے کا ہنر رکھتی تھی۔

"جاؤ ناشتہ لے کر آؤ۔ صبح صبح موڈ خراب کر دیا پورا دن خراب جائے گا اب۔"

کہتا ہوا وہ اپنے کمرے میں دوبارہ چلا گیا۔ شہرین وقتی طور پر چپ کرتی کچن کی طرف چل دی۔ لیکن ذہن ابھی بھی ماہین کو اس گھر سے کیسے چلتا کرنا ہے اسی میں اٹکا تھا۔

....

سیڑھیاں اترتا گلزار گنگناتا ہوا اپنے میں ہی مگن جا رہا تھا جب اپنے پورشن سے نکلتی عطیہ نے اسے پیچھے سے آواز دی۔

بیرونی دروازے کی جانب جاتا گلزار رکا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

وہ پچاس کے لگ بھگ تھی۔ متناسب جسم اور خود کو اچھے سے مینٹین کیے اپنی عمر سے کم لگتی تھی اس نے وائٹ سوٹ پہن رکھا تھا دوپٹہ ایک جانب کندھے پر رکھا تھا، اور ہونٹوں پر ابھی بھی لپ اسٹک لگی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ کچھ دیر پہلے ہی ہوسپٹل سے آئی تھی۔

"مارکیٹ جارہا ہوں کچھ سامان لانے۔"

وہ رک کر مؤدب سا جواب دینے لگا۔ عطیہ نے سر ہلایا۔

"اچھا رکو میں چٹ لا دیتی ہوں میری بھی کچھ چیزیں لا دینا۔"

کہتے ہوئے وہ پلٹنے لگی۔ جب پیچھے سے وہ زور سے چلایا۔

"نہیں۔"

عطیہ نے ہول کر دل پر ہاتھ رکھا۔ اور چونک کر سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا، جسکی سبز آنکھیں اس وقت کچھ اور بڑی ہوگئی تھیں۔

"کیا ہوا؟"

وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"مجھے یاد آیا میری تو اپنی اتنی لمبی لسٹ ہے، میں وہی سامان ایک باری میں لے آؤں تو معجزہ ہوگا آپکا کیسے اٹھا کر لاؤں گا بڑی بی بی۔"

کان کی لو مسلتا وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔ انداز معذرتی تھا۔

عطیہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"ذرا لسٹ دکھانا اپنی۔"

اپنی ہتھیلی آگے کیے وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ گلزار نے دانتوں کی نمائش کی۔

"وہ بڑی بی بی۔ لسٹ تو کبھی گلزار خاناں نے بنائی ہی نہیں۔ اللہ کا بڑا کرم ہے دماغ ایک دم کمپیوٹر کی طرح چلتا ہے۔ سو چیزیں بھی لاتی ہوں تو گلزار ایک بھی نہیں بھولتا۔"

شرماتے ہوئے اپنی تعریف کرتا وہ کوئی چیز لگ رہا تھا۔ عطیہ نے کوفت سے اسکی ڈرامہ بازی دیکھی۔

"اچھا جہاں سو چیزیں اور لاؤ گے وہیں میں بھی زبانی ہی تین چار چیزیں بول دیتی ہوں وہ بھی لیتے آنا۔"

"ارے یاد آیا میں تو چولہے پر دودھ رکھ کر آ گیا ہوں، میں چلتا ہوں مارکیٹ بعد میں چلا جاؤں گا۔"

سر پر ہاتھ مارتا وہ اوپر جاتی سیڑھیوں کی جانب واپس مڑا۔ عطیہ ابھی کچھ کہنے ہی والی تھی لیکن اوپر سیڑھیوں پر کھڑی نومیہ کو دیکھ کر گلزار رک گیا۔ چہرہ خجل کے مارے گلابی ہونے لگا۔ نومیہ اسے برہم نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"دودھ چولہے سے اتار لیا ہے گلزار میں نے۔ تم مارکیٹ ہی جا رہے ہو۔ بھابھی آپ جائیں لسٹ لے آئیں گلزار لے آئے گا۔"

گلزار پر گھڑوں پانی گرا تھا۔ کون سا دودھ اور کون سا چولہا، اس نے تو کھڑے کھڑے جھوٹ گھڑا تھا۔

"اوہ تھینک یو سو مچ نومیہ۔ میں آتی ہوں ایک منٹ میں۔ اور تم بھی اوپر مت چلی جانا واپس۔ نیچے ہی آ جاؤ۔ مل کر چائے پیتے ہیں کوئی گپ شپ لگائیں گے۔ مدثر بھی گھر پر ہیں۔"

عطیہ تیز تیز کہتی اندر گم ہو گئی۔ نومیہ جو بھابھی کی بات مسکرا کر سر ہلاتے سن رہی تھی۔ اسکے اندر جاتے ہی دو سیڑھیاں نیچے اترتی گلزار کے بازو پر ہلکی سی چپت رسید کی۔

"جھوٹے کہیں کے۔ کون سی لمبی لسٹ ہے تمہاری۔ ایک فیس واش لینے تو جا رہے ہو تم؟"

نومیہ نے اسے گھر کا۔

"لالی! لالے نے منع کیا ہوا ہے انہیں پتہ چلا تو میری نوکری کے لالے پڑ جانے ہیں۔"

وہ منمنایا۔

"چپ کرو۔ دماغ خراب ہے تمہارے لالے کا اور ساتھ ساتھ وہ تمہارا بھی کر رہا ہے۔ ایک ہی گھر ہے اپنا سامان لینے جا رہے ہو انکو کچھ لا دینے سے کیا قیامت آ جائے گی۔"

وہ ابھی اور بھی کچھ کہتی لیکن عطیہ کے آنے پر چپ کر گئی۔

عطیہ نے اپنی پرچی اور پیسے گلزار کے ہاتھ میں تھمائے تھے۔ اور نومیہ کو ساتھ لے کر چلی گئی۔

گلزار منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا آگے بڑھ گیا۔

....

CamScanner

ویں اسٹاپ تک آتے آتے وہ آذر کی باتوں کو ذہن میں دوہراتی آئی تھی۔ چال کی مژدگی صبح صبح ہی حد سے سوا تھی۔ ایسے جیسے کندھوں پر کوئی بھاری بوجھ رکھا ہو اور وہ ہمت نہ ہونے کے باوجود اسے گھسیٹ رہی ہو۔ اسکی قلیل تنخواہ میں سے وہ پہلے ہی دس ہزار بھائی کو دے دیا کرتی تھی۔ پیچھے جو رہتے اس میں سے اپنے آنے جانے کا کرایہ، امی کی دوائیاں، اسکے اپنے پورے مہینے کے خرچے وہ پہلے ہی بڑی مشکل سے گزارہ کر رہی تھی اور اب آذر کا نیا مطالبہ۔ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ امی پہلے ہی اسے سیونگ کا کہتی رہتی تھیں، لیکن وہ انکے لاکھ منع کرنے پر بھی جتنا ہو تا گھر کے خرچ میں حصہ ڈال دیتی۔ وہ نہیں چاہتی تھی بھائی کو کبھی بھی اسکا وجود بوجھ لگے۔

سڑک پر گاڑیاں پوری رفتار سے چل رہی تھیں، وہ اسٹاپ پر کھڑی وین کا انتظار کرنے لگی۔

ذرا فاصلے پر دو لڑکیاں کھڑی تھیں، اور انکی باتوں کی آواز آہستہ ہونے کے باوجود اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

وہ مدھم سی آواز میں کسی ڈرامے کو ڈسکس کر رہی تھیں۔

"اور تبھی اسکا ہیرو آجاتا ہے اور وہ اسے بچا لیتا ہے۔ اف اللہ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ کتنا مزے کا سین تھا وہ۔ اور ہیرو کے اینگری لکس، میں تو فینٹ ہی ہو گئی تھی۔ اور ہیروئن وہ تو حیرت سے بے ہوش ہونے کو تھی۔ اور اس کے ڈائیلوگ جسٹ واؤ۔ جب اس نے کہا، "میں حرا کے لئے کسی کی جان لے بھی سکتا ہوں اور اپنی جان دے بھی سکتا ہوں۔" وہاں کھڑے اسکے سبھی رشتے دار دنگ رہ گئے۔ اف یار میں تمہیں کیا بتاؤں اتنا مسمرائزنگ تھا نا وہ سب کہ وہ سین میں نے ری پلے کر کر کے کوئی دس بار دیکھا۔"

حب ناولز

ماہین نے گردن گھما کر ان دونوں کی جانب دیکھا، وہ نو عمر لڑکیاں تھیں، ایک دوسرے کی طرف رخ کئے سر سے سر جوڑے، دنیا جہاں سے بے نیاز آپس میں راز و نیاز کرتیں۔

اور ماضی کے پنوں سے نکل کر کسی یاد نے، انکی باتوں کو سن کر بہت اچانک سے اسکے ذہن کی کھڑکی پر دستک دی تھی۔

"دیکھو میں قسم کھا کر کہتا ہوں تم میرے سوا کسی اور کی ہوئی تو میں اپنی جان دے دوں گا۔"

اداس آنکھوں والی ماہین کے ہونٹوں پر اک تلخ سی مسکراہٹ آٹھہری۔

ہیروز کی یہ جان لینے اور دینے والی فینٹسی۔

اور ہیرو، یہ صرف فکشن میں ہی ہوتے ہیں جو ہر بار ہیروئن کو بچانے آجاتے ہیں اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والی لڑکی کی نوعمری کے کہیں حسین سال اس ہیرو کے خواب دیکھتے اور انتظار کرتے بیت جاتے ہیں۔

بہت ساری توقعات کا مینار لئے وہ انتظار کرتی رہتی ہے۔ ایک ہیرو کا انتظار جو ہر بار اسے بچانے آئے گا۔ آہ یہ سوچ ہی کس قدر دل فریب اور مسحور کن ہے۔ لیکن حقیقی زندگی میں کوئی کسی کو بچانے نہیں آتا۔ اور اگر کوئی بچاتا بھی ہے تو کبھی نہ کبھی ہمیں اسکی بہت بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے۔ اس لئے ہمیں خود کو خود ہی بچانا ہوتا ہے۔

اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے جسے ہم ہیرو سمجھ رہے ہوتے ہیں وہی ہماری زندگی کا سب سے بڑا ولن نکلتا ہے۔

CamScanner

وین آگئی تو وہ انہیں وہیں افسانوی دنیا میں محو چھوڑ کر اپنی منزل کی جانب رواں ہو گئی۔ وہ خواب نگر کی شہزادیاں، ابھی وہیں کی باسی رہیں تو اچھا ہے، ہر حقیقت آشکار ہونے کا وقت معین ہے اور ابھی انکا وقت دور تھا۔

اسٹور میں بھی اسکا دل بجھا بجھا سا رہا۔

یعنی کہ وہ وقت بھی آگیا تھا جب بھائی کو وہ بوجھ لگنے لگی تھی۔ اسے پتہ تھا ایسا ہو گا مگر اتنی جلدی ہو گا اس کی توقع نہیں تھی۔ امی اسے اکثر سمجھایا کرتی تھیں کبھی پیار سے، کبھی دبے دبے الفاظ میں، اور وہ سن کر بھی ان سنی کر دیا کرتی تھی۔

ایسی بہت سی باتیں جنہیں ان سنا کر دیا جائے انکی بازگشت گزرتے وقت کے ساتھ بہت دور تک سنائی دیتی ہے۔

وہ ایک لوئر مڈل کلاس فیملی سے تھی۔ ابو کی اپنی کپڑے کی دکان تھی۔ اور وہ دو بہن بھائی تھے۔ گزر بسر اچھا ہو رہا تھا۔ صابرہ نام کی ہی نہیں طبیعت کی بھی بڑی صابر عورت تھیں۔ گھر کے خرچ، بچوں کی تربیت سب میں اعتدال کا پلڑہ بھاری رکھا۔

آذر نے ایف اے کیا تو تعلیم کو خیر آباد کہہ کر باپ کی دکان پر جا بیٹھا ماں باپ نے لاکھ منتیں ترلے کیے لیکن اسکی ایک ہی رٹ تھی اسے تعلیم میں دلچسپی نہیں ہے۔ مر مرا کر ایف اے پاس کیا ہے آگے داخلہ لے بھی لیا تو پیسوں اور وقت دونوں کا نقصان ہی ہو گا۔

حب ناولز

دو سال بعد ابو کی طبیعت خراب رہنے لگی تو وہ دکان آذر کے حوالے کر کے خود بستر پر آ گئے۔ علاج معالجے کے باوجود وہ زیادہ عرصہ جانبر نہ ہو سکے اور چھ ماہ کے قلیل عرصے میں ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔

ماہین تب دسویں جماعت میں تھی۔ ابو کی طرف سے بس ایک چچا کا رشتہ تھا جو شروع سے لئے دیے رہتے تھے۔ وجہ تھی چچی کی نک چڑھی طبیعت۔ انکی اپنے سسرالی رشتے داروں سے کم کم ہی بنتی تھی۔ ابو کی وفات کے بعد کبھی کبھار کا آنا جانا بھی نہ ہونے کے برابر ہو گیا تھا۔

اب گھر کے خرچ کا سارا انتظام آذر کے ہاتھ میں تھا۔ امی نے بھی کبھی پوچھ گچھ نہیں کی۔ وہ اس سے گھر کے خرچ کے لئے ایک مخصوص رقم لیتی تھیں، باقی کبھی نہ انہوں نے پوچھا نہ آذر نے بتایا۔

کچھ وقت اور گزرا تو انہوں نے آذر کی شادی کر دی۔

بہو گھر آئی، ماہین تب بارہویں میں تھی۔ شہرین کے مزاج ذرا اور طرح کے تھے۔ یہ بات صابرہ نے جلد ہی بھانپ لی تھی، وہ خود بھی گھر داری میں حصہ لیتی تھیں، اور ماہین کے ذمہ بھی کچھ کام لگائے تھے جو وہ کالج سے واپسی پر شام میں کیا کرتی تھی۔ تاکہ بہو کو یہ نہ لگے بیٹی کچھ نہیں کرتی۔ انہوں نے ہر ممکن حد تک دونوں میں توازن رکھنے کی کوشش کی تھی۔ پھر بھی کبھی کوئی چھوٹی موٹی ان بن ہو جاتی تو وہ دونوں فریقین کو نرمی سے سمجھا دیتیں۔

گریجویشن کے بعد آذر نے کہا وہ مزید پڑھائی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ ان دنوں کی بات تھی جب وہ خود ایک بیٹے کا باپ تھا۔ گھر کے اخراجات میں اضافہ ہو چکا تھا ایسے میں صابرہ چپ ہو گئیں

CamScanner

-اور ماہین کو بھی سمجھا بجھالیا۔ اور وہ بہت ساری مشرقی بیٹیوں کی طرح اپنے گھر کے حالات دیکھ کر مزید تعلیم کا خواب دل میں دبا گئی۔

اور پھر زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا، سلیقے سے چائے کی ٹرے ہاتھوں میں تھام کر ڈرائنگ روم کے چکر لگانے کا دور۔ جسے حرف عام میں "رشتہ آیا ہے" کہا جاتا ہے۔

کاؤنٹر پر ہوئی انگلیوں کی ناک پر وہ قدرے چونک کر سوچوں کی گرداب سے نکل، حال میں واپس آئی تھی۔

کاؤنٹر کی دوسری طرف ہاشم کھڑا اسے قدرے تنبیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر سپاٹ پن تھا مگر انداز میں سختی کا تاثر۔

"کہاں گم ہیں آپ؟"

قدرے چبھتا ہوا سوال تھا۔

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے آبزرو کر رہا تھا۔ اسکا دھیان کہیں اور تھا۔ کوئی بھی کسٹمر جب بھی کاؤنٹر پر آتا تو وہ آگے سے غائب دماغی کا مظاہرہ کر رہی ہوتی۔ یہاں تک کہ کسٹمر کو اسے خود بلا کر متوجہ کرنا پڑتا۔

"وہ میں سر۔۔۔۔"

وہ ایک دم سے کوئی جواب دینے میں ناکام رہی تھی۔ دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر رکھتی وہ شدید بے بسی کا شکار لگتی تھی۔ جبکہ سامنے وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتا کسی جواب کا منتظر تھا۔

"آئی ایم سوری۔"

بلا آخر کوئی جواز دینے کے بجائے اس نے اعتراف کرنا بہتر خیال کیا۔

"سوری؟"

دوسری طرف گردن ہلا کر اس نے دوہرایا پھر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ماہین کا سر خود بخود جھکتا چلا گیا ۔اگلے ہی پل ہاشم کے ہونٹوں سے مسکراہٹ رخصت ہوئی۔اب چہرے پر برہمی دکھائی دیتی تھی۔

"اس سے کیا ہو گا مس ماہین؟"

دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ اطمینان سے کھڑا گردن اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔

ارد گرد کہیں دوسرے ورکرز متوجہ ضرور تھے مگر بے خبری کا تاثر دینے کی سعی کر رہے تھے۔انہیں اپنی شامت نہیں بلوانی تھی۔اس اسٹور کا ایک اصول تھا صرف اپنے کام سے کام رکھنا۔

"کسٹمرز کیا امیج لے کر جا رہے ہیں کہ اس اسٹور کے ورکرز کس قدر تھکے ہوئے اور غائب دماغ ہیں جنھیں پیمنٹ کے لئے بھی خود متوجہ کرنا پڑتا ہے؟اور آپ کی اس سوئی ہوئی کیفیت کے باعث کوئی پیمنٹ کیے بنا ہی نکل گیا تو نقصان کس کا ہو گا؟"

جھاڑ پلاتے وقت اسکی آواز کبھی اونچی نہیں ہوتی تھی۔دھیمی ٹون اور ٹھنڈے ٹھار انداز میں بھی وہ یہ کام خوب کر لیا کرتا تھا۔

ماہین نے اپنے بلند ہوتے فشار خون کے باوجود خاموشی میں ہی عافیت جانی۔معذرت وہ پہلے ہی کر چکی تھی مزید کچھ کہنا عبث تھا۔

CamScanner

(بالکل دو تین ہزار کے نقصان سے جیسے یہ بندہ سڑک پر آجائے گا)

اس نے کڑھ کر سوچا۔

ہاشم نے اسکے جھکے سر کو متاسف نظروں سے دیکھا۔

ایک گہری سانس لی اور ارد گرد نگاہ دوڑائی۔

باقی کے ورکرز پہلے سے زیادہ مستعدی سے کام کرنے لگے۔

"ایک اچھے ورکر کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر اور نجی زندگی کے تمام جھنجھٹ اپنی ورک پلیس کے گیٹ کے باہر چھوڑ کر آئے۔ نیکسٹ ٹائم میں آپ کو ڈیوٹی آورز میں یوں گم صم نہ دیکھوں۔ گاٹ اٹ؟"

لب باہم بھینچ کر بہت سارا ضبط کرتے اس نے جھکا ہوا سر آہستگی سے ہلا دیا۔

ہاشم کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر اس کے قدموں کی دور ہوتی چاپ پر ماہین نے سر اوپر اٹھایا، آنکھوں میں ہلکا سا نمی بھرا گلابی پن ابھرا۔ چہرے پر اہانت بھری سرخی تھی۔

بہت سے چہرے تھے جو ہاشم کے جانے کے بعد اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ وہ کسی کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی اس لئے یوں ظاہر کرنے لگی جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ بے نیاز نظر آنے کی ایک بھرپور ایکٹنگ۔

"ماہین کا تو یہ ہر ہفتے کا ہے۔ بے چاری کی کسی نہ کسی بات پر عزت افزائی ہو ہی جاتی ہے۔"

CamScanner

پاس کی ریک میں سامان لگاتا یہ حماد تھا، ہمدردی بھرے انداز میں ساتھ والے دوسرے ورکر سے سرگوشی کرتا، لیکن وہ سرگوشی اتنی بلند تو ضرور تھی کہ اس سے تھوڑے فاصلے پر موجود ماہین کی سماعتوں کی نذر ہو چکی تھی۔

"چھوڑو یار ہمیں کیا۔ تم بس اپنی خیر مناؤ۔"

دوسرے لڑکے نے بے زاری سے کہا۔ اور وہ اس ریک کے پاس سے ہٹ گئے۔

ماہین نے ہونٹوں کو سختی سے باہم بھینچا۔ آج کا دن اسکے لئے اچھا ثابت نہیں ہوا تھا۔

اور ایک بات تو طے تھی جس دن اسکا سامنا ہاشم آفریدی سے ہوتا تھا وہ دن کبھی اچھا نہیں جاتا تھا۔

"منحوس ترین انسان۔"

وہ زیر لب تلخی سے بڑبڑائی۔ اوپر اپنے آفس میں بیٹھا وہ شاندار سا مرد جو موبائل سکرین کو دیکھتا مدھم سا مسکرا رہا تھا جان لیتا کہ اسکی ورکر کے اس کے بارے میں کیا خیالات ہیں تو یقیناً وہ گہرے صدمے میں چلا جاتا۔

....

"گلزار۔"

http://Novelshub.pk

CamScanner

وہ اکیڈمی سے نکلا تھا اور اپنا بیگ کندھے پر ڈال کر تیز تیز چلتا جا رہا تھا۔ معمول کے خلاف اس نے کرتا شلوار کے بجائے بلیو جینز اور سفید چیک والی شرٹ پہن رکھی تھی جس پر کالی دھاریاں تھیں، اسکے بھورے بال لاپرواہی سے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔

اور جس بلا سے بچنے کے لئے وہ گھوڑے کی رفتار سے بھاگا جا رہا تھا اس نے پھر بھی اسے آلیا۔

"تم بہرے ہوگئے ہو کیا؟"

اتنی دیر سے اسکے پیچھے بھاگتی نور کی سانس چڑھی ہوئی تھی۔ اسکے قریب آکر اسے تند و تیز نظروں سے گھورا۔

"آپ میرا پیچھا کیوں کر رہی ہیں؟ مانا آپ کے گھر میں بھائی نہیں ہے لیکن ایک جوان سال باپ تو ہے۔ دیکھیں میں ایک عزت دار لڑکا ہوں۔ کسی نے مجھے آپ کے ساتھ دیکھ لیا تو میری عزت پر حرف آ سکتا ہے۔"

بنا اسکی طرف دیکھے بالکل سامنے نظر جمائے وہ بے تکان بولے گیا (اسے ایسے دورے مہینے میں ایک دو بار ضرور پڑتے تھے) یہاں تک کہ اسکے ساتھ تیز تیز چلتی نور کے ہاتھ میں موجود جنرل پورے زور سے اسکے بازو کی خبر لے گیا۔

"آہ۔ مورے آکر دیکھو تمہارے لال پر کیا ظلم ہو رہا ہے۔"

وہ رکا نہیں البتہ وہ پورے کا پورا اچھلا اور بازو سہلاتے ہوئے دہائی دی۔

"کیا بکواس کیے جا رہے ہو گلزار خاناں۔ لگتا ہے تمہیں فکس کرنا ہی پڑے گا۔ میری نرمی تمہیں راس نہیں آرہی۔"

حب ناولز

وہ اس سے ایک قدم آگے ہوتی اسکے عین سامنے آ کھڑی ہوئی تھی، گلزار نے بروقت اپنے قدموں کو بریک لگائی ورنہ تصادم کا بھی خطرہ تھا۔

آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے گلزار جلدی سے لائن پر آیا۔

"بولیں کیا کہنا ہے آپ کو۔"

اسکا چہرہ اتر چکا تھا۔ اور غیر محسوس انداز میں قدم پیچھے ہوتے اپنے اور اسکے درمیان فاصلہ تھوڑا بڑھا گئے تھے۔

"تاریخ گواہ ہے آپ نے جب جب مجھے پکارا ہے کوئی نہ کوئی کام ہی میرے متھے آ کر لگا ہے۔ اب کون سا نیا کٹا کھل گیا ہے آپکا اور کیا کرنا ہو گا مجھے؟" وہ چڑ کر بولا۔

"تم پکا خان ہی ہو نا۔ آدھے سے زیادہ تو تم مجھے پنجابی لگتے ہو۔"

نور مشکوک ہوئی۔ دونوں ہاتھ پہلو پر جما لئے۔

گلزار نے بے بسی بھری اکتاہٹ سے ارد گرد نگاہ ڈالی۔ دن کے سوا بارہ ہو رہے تھے، آج موسم خوش گوار تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ لگتا تھا بارش خوب برسے گی۔ وہ مین روڈ کے فٹ پاتھ پر کھڑے تھے۔ ورکنگ آورز کی وجہ سے پاس سے اکا دکا ہی گاڑیاں گزر رہی تھیں۔

کہیں کہیں انکی اکیڈمی سے نکلے دوسرے سٹوڈنٹس بھی جاتے نظر آ رہے تھے۔

"اوہ یہ تو بین الاقوامی سطح کا ایک گھمبیر معاملہ ہے؟ ایسا کریں آپ میرے ساتھ اٹک چل کر خود تفتیش کر لیں نور بی بی۔"

CamScanner

اسکے پرسوچ انداز کے پیچھے چھپے گہرے طنز پر نور کی تیوری چڑھی۔ اور آنکھوں میں ٹھنڈا سا تاثر ابھرا ۔گلزار کے کان کھڑے ہوئے، یہ صورت حال اب الارمنگ تھی۔

"تمہارے کچھ زیادہ ہی پر نکل آئے ہیں ایبٹ آباد کے سفید میبنے۔ مجھے کاٹنے پڑے گے۔ بلکہ کٹوانے پڑے گے۔ میں آج شام کی چائے التمش چاچو کی طرف پیو گی۔"

ایک تپتی ہوئی مسکراہٹ اسکی طرف اچھال کر وہ پلٹ کر تیز تیز چلنے لگی۔

اور اسکی اس بات میں چھپی دھمکی پر گلزار نے اپنے ہاتھ میں پکڑا اجزل اپنے سر پر دے مارا تھا۔

ہوائیں رخ بدلتی ہیں یہ سنا تھا، وقت ایک سا نہیں رہتا یہ بھی لوگ کہتے ہیں لیکن اتنی جلدی ہوا اور وقت ایک ساتھ بدلتے ہیں، نیلے کھلے سے کرتے اور بلیک جینز پہنے، بالوں کی اونچی پونی بنائے گلے میں جھولتے سکارف والی لڑکی تیز رفتاری سے آگے آگے چل رہی تھی اور اس کے پیچھے وہ بھورے بالوں والا لمبا دبلا پتلا سا لڑکا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے ہمقدم ہونے کی کوشش میں تھا۔ بادلوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا، فضا گرج اٹھی، اور تبھی ہوا کا ایک تیز جھونکا مسکرا کر انکی باتیں سننے، انکے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"نور بی بی۔ آپ بھی نہ بڑی جلدی برا مناجاتی ہیں۔"

اسکے ساتھ ہوتے وہ خوش گواریت کی تہہ لہجے پر چڑھاتے بولا تو ساتھ تھوڑا سا ہنس دیا۔ ایک زبردستی کی ہنسی۔ جس پر دل میں اسے رونا آرہا تھا۔

"میرے گھر میں تو بھائی نہیں ہے۔ تمہارے گھر میں تو دو بہنیں ہیں۔"

بڑی معصومیت سے اسکی بات واپس لوٹائی۔گلزار کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔خون آشام نظروں سے اسے دیکھا جو بالکل سیدھ میں دیکھ رہی تھی۔

(کاش میں کوئی جن ہوتا جو آپ کو اپنی آنکھوں سے نکلتے شعلوں سے بھسم کر دیتا۔)

آہ مگر وہ صرف سوچ سکتا تھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں آپ بھی۔ہمسائے ہی تو ہمسایوں کی مدد کرتے ہیں۔آخر اپنے تو اپنے ہوتے ہیں۔"

انداز میں کیا ہی اپنائیت تھی۔

"لیکن۔۔۔"وہ چلتے چلتے رکی،اور اسکی طرف چہرہ گھمایا۔گلزار کی آنکھوں میں زمانے بھر کی سادگی اور نرمی عود آئی۔پاس کوئی گرگٹ ہوتا تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرتا۔وہ بے چارہ تو بلاوجہ بدنام تھا۔اصل رنگ تو یہاں بدلے جا رہے تھے۔

"کچھ دن پہلے کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ اپنے تو صرف خونی رشتے دار ہوتے ہیں۔"

وہ آنکھیں گھما کر سوچ سوچ کر بول رہی تھی۔گلزار پھیکا سا ہنسا۔

"وہ کوئی کم عقل انسان تھا۔ناسمجھ۔آج کل کے دور میں تو خون سفید ہو گئے ہیں اپنے صرف وہ ہوتے ہیں جنہیں ہمارا احساس ہوتا ہے۔اور وہ کوئی بھی ہو سکتے ہیں فٹ پاتھ پر چلتے دو لوگ بھی۔"

اس نے کہتے ہوئے اپنی اور اسکی طرف اشارہ کیا۔ماہین نے سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔

"اچھا تو تم اب کیا چاہتے ہو؟"

CamScanner

وہ جزل سینے سے لگائے دونوں ہاتھ باندھے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔(اب آیانا اونٹ پہاڑ کے نیچے)

"میں چاہتا ہوں آپ ہمارے گھر لالے کے ساتھ آج شام چائے پینے نہ آئیں۔"

اسکے لہجے میں منت تھی۔

"ہوں۔"

نور نے گردن ہلائی۔

"دیکھو مجھے نا یہ دھمکیاں دینا، لوگوں کو فکس کرنا یہ سب اچھا نہیں لگتا۔" وہ کہتے ہوئے ذرا رکی اور پھر رازداری سے تھوڑا اسکی طرف جھکی۔"لیکن میں کیا کروں لوگ شرافت کی زبان سمجھتے ہی نہیں ہیں۔" اسکے چہرے پر معصومیت کے ساتھ بے چارگی در آئی۔

گلزار نے ہنس کر بہت سارا کڑوا اپنے اندر ہی اندر پی لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں آتی۔"

گردن اکڑا کر احسان کیا گیا۔ گلزار نے تشکر بھرے انداز میں سر کو خم دیا۔ جان میں جان آئی تھی، بلا سر سے جو ٹلی تھی۔

اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھیں۔"

حب ناولز

تازہ تازہ سبز فائر ہوا تھا اب دونوں طرف سکون تھا۔

"تم مجھ سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟"

اپنی بات سے وہ خود ہی محظوظ ہوتی ہنسی۔

خفت سے گلزار کا چہرہ سرخ پڑا۔

بے چینی سے پہلو بدلا۔

"میں آپ سے نہیں ڈرتا۔" کہتے ہوئے وہ ذرا توقف کو رکا۔ "بس آپ کے والد محترم سے ڈرتا ہوں

۔"

کہتے ہوئے آواز مدھم ہوئی اور نور کی ہنسی بلند۔

"تمہیں لگتا ہے کہ ابی تمہیں ڈانٹیں گے اگر تم مجھ سے بات کرو گے تو؟"

ہنسی روک کر اسے دیکھا۔

"آپ نے سنا نہیں نور بی بی دوستی اور دشمنی اپنی حیثیت کے لوگوں میں ہی اچھی ہوتی ہے۔"

وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔

"اچھا ایسا ہوتا ہے کیا۔ تم سے پہلی بار سنا۔"

اس نے ہاتھ سے جیسے مکھی اڑائی۔

"اور ویسے بھی میرے ابی کو تم مجھ سے بہتر لگتے ہو۔"

کہتے ہوئے اسکی تیوری چڑھی۔

CamScanner

"ایسا ہے کیا؟"

گلزار کو خوش گوار سی حیرت ہوئی۔

وہ لوگ اپنی کالونی میں داخل ہو چکے تھے۔

"زیادہ خوش مت ہوا نہیں یہ صرف غلط فہمی ہے۔ ورنہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں۔ اب ہوا میں مت اڑنے لگنا آج جتنی تیز ہوا چل رہی ہے تمہاری صحت کے لئے اچھا نہیں ہے کہیں اڑ وڑ کر دور جا گرے تو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے تمہیں۔"

گلزار ابھی ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پایا تھا۔

اور نور نے اسکے خوشی کے غبارے سے ساری ہوا نکال دی تھی۔ باقی تو چلو ٹھیک ہے لیکن اسکے دبلے پن پر کیا جانے والا طنز بہت ذاتی نوعیت کا تھا۔

اسکے دل پر جا لگی۔

ایک بھرپور گھوری سے اسے نوازتے اسکے قدموں کی رفتار تھمی۔ وہ رکا تو آگے بڑھتی نور نے گردن گھما کر حیرت سے اسے دیکھا۔

وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا اب؟"

وہ ناسمجھی سے اسکے تنے ہوئے نقوش والے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ بہت کٹھور تھا۔"

CamScanner

"کیا چیز؟"

"میں آپ کو موٹی بلاؤں تو آپ کو اچھا لگے گا۔"

وہ بگڑ کر بولا۔

نور کا منہ صدمے سے کھل گیا۔

"میں موٹی نہیں ہوں بس تھوڑی ہیلتھی ہوں۔"

وہ ذرا چیخ کر بولی، دانت پیسے اور ماتھے پر گرے بالوں کو انگلی کی لکیر سی کھینچتے چھوا۔

"ارے جائیں آپ امیروں کا اپنا ہی کرائی ٹیریا ہوتا ہے۔"

سر جھٹک کر وہ منہ پھلائے آگے بڑھ گیا۔

اور وہ حیرت سے منہ کھولے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

ایسی بھی کیا نازک مزاجی؟

وہ اتنی سی بات دل پر لے گیا تھا۔

"ارے گلزار میری بات تو سنتے جاؤ جو مجھے تم سے کہنی تھی۔"

اس نے پیچھے سے ہانک لگائی، لیکن وہ سر جھٹکتا بنا رکے، بنا پیچھے مڑے اور بنا کچھ کہے آگے بڑھتا گیا۔

....

جس وقت وہ سٹور سے باہر نکلی تھی باہر تیز بارش برس رہی تھی۔ اس نے کوفت سے آسمان کی جانب دیکھا، اور پھر سامنے پانی میں تر ہوئی سڑک کو۔ وہیں شیڈ کے نیچے ایک طرف ہوتی وہ کھڑی ہو گئی، پانی میں اسکے سارے جوتے بھیگ جانے تھے اور آج تو وہ پہن کر بھی کپڑے کے پپسی شوز آئی تھی۔ اسکا عبایا الگ بھیگتا اور بارش میں بھیگنا اسے کبھی پسند نہیں رہا تھا۔ کاش وہ صبح گھر سے چھتری ہی لے آتی تو وین اسٹاپ تک جانا آسان ہو جاتا۔ لیکن صبح موسم بارش والا تھا ہی کب؟ جو وہ یہ سدباب کرتی۔

کچھ دیر وہیں کھڑے ہو کر بارش تھمنے کا انتظار کرتی وہ نظریں باہر برستی بارش کی تیز بوندوں پر جمائے ہوئے تھی۔

اسے بارشیں کبھی پسند نہیں رہی تھیں، جب بھی تیز بارش ہوتی گلی کا پانی صحن میں داخل ہو جاتا اور پھر بارش رکنے کے بعد اسے صحن دھونا پڑتا۔ بس تبھی سے بارشوں سے اسکی خاص بنتی نہیں تھی۔ ہلکی پھلکی بوندا باندی تک تو بات ٹھیک تھی لیکن یہ موسلادھار بارشیں، اس نے ایک جھرجھری سی لی ۔روڈ پر اچھا خاصا پانی جمع ہو چکا تھا ہر گزرتی گاڑی کے ٹائروں کے ساتھ پانی کے چھینٹے اڑتے اور دور تک سفر کرتے۔

وہ سامنے والے منظر میں اس قدر محو تھی کہ اسے آس پاس کی کوئی خبر تک نہیں تھی۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسکے چہرے کی بے زاری بڑھتی جا رہی تھی۔

اور کوئی تھا جو اسکے چہرے کے ایک ایک تاثر کو بڑی گہرائی سے جانچ رہا تھا۔

CamScanner

کوئی تھا جو اسکے چہرے پر چھائے، اکتاہٹ، کوفت، بے زاری اور ناگواری کے سبھی رنگ بہت باریک بینی سے ملاحظہ کر رہا تھا، درمیان کا فاصلہ، بارش کی تیز برستی بوندیں بھی اسکے تسلسل کو توڑ نہ سکیں۔یہ بالکل بے ساختہ تھا، بس نظر اٹھی اور ٹھہر گئی۔

ہاشم آفریدی کی نگاہ ایسی تو نہیں تھی کہ اٹھتی تو یوں ٹھٹھک کر ٹھہر جاتی۔اسے تو سرسری سا دیکھنے کی عادت تھی، یہ محویت، یہ ہنوز پن، یہ ارتکاز یہ سب نیا تھا۔

پارکنگ سے اسکی گاڑی نکال کر ایک ورکر اسٹور کے سامنے لایا تھا۔وہ سیاہ چھتری لیے بنا ادھر ادھر دیکھے اسٹور سے نکلا۔

گاڑی کے پاس پہنچا، بارش کے چند چھینٹے چھتری کے باوجود اسکی ڈریس پینٹ کو بھگو گئے تھے۔

اسکے قریب پہنچنے پر وہ لڑکا ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے اترا، اور اتنی سی دیر میں اسکے کپڑے بھیگ گئے تھے۔

چھتری ترچھی کیے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور ساتھ ہی ہاتھ لمبا کر کے وہ چھتری اس لڑکے کو دی۔

"تم پہلے ہی بھیگ چکے ہو مزید بھیگ جاؤ گے۔"

اسکا انداز سرسری سا تھا۔وہ لڑکا کھسیانا سا ہنسا۔

"کوئی بات نہیں سر۔میں ٹھیک ہوں ایسے ہی۔ڈیوٹی ٹائم ختم ہو گیا ہے گھر ہی جانا ہے اب۔"

ہاشم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ بھیگ کر خوش لگتا تھا

حب ناولز

گرمیوں کی بارشیں بھیگنے کے لیئے ہی تو ہوتی ہیں منچلوں کو وہ ناگوار کیسے گزر سکتی ہیں۔

اس نے سر کو ذرا سا خم دیا۔

"اچھا اسے بند کر دو۔"

چھتری کی طرف اشارہ کیا تو اویس جی سر کہتا جلدی سے اسکے ہاتھ سے لینے لگا۔

نظریں گھما کر دروازہ بند کرنا چاہا اور تبھی اسکی نظر شیڈ کے نیچے کھڑی ماہین پر بالکل اچانک سے پڑی تھی۔

ہاشم نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا، اویس کو چھتری بند کرنے میں دقت آرہی تھی، پتہ نہیں وہ بند کیوں نہیں ہو رہی تھی، وہ اسکے ساتھ الجھا کھڑا تھا۔ اور ہاشم کی نگاہیں غیر ارادی طور پر کہیں اور جا الجھیں۔

"یہ لیں سر ہو گئی۔"

اویس کی آواز پر وہ کچھ چونک کر اسکی طرف گردن گھما گیا۔ پھر کچھ سوچ کر چھتری کو دیکھا۔

"یہ تم مس ماہین کو دے دو۔ تمہیں ضرورت نہیں ہے لیکن مجھے لگتا ہے انہیں ہو گی۔"

اپنی بے اختیاری پر کچھ بے آرام سا تاثر چہرے پر لیے وہ ہاتھ کے اشارے سے ماہین کی طرف اسکی توجہ دلاتے، نارمل سے انداز میں کہتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔

"جی سر۔"

اویس کہہ کر تیز تیز دوڑنے کے انداز میں چلتا ماہین کی طرف بڑھا۔

ہاشم گاڑی سٹارٹ کیے وہیں کھڑا رہا، اسے چلے تو جانا چاہیے تھا، لیکن وہ کھڑا رہا، یونہی بے وجہ۔

CamScanner

"ماہین یہ آپ کے لئے۔"

وہ بالکل اچانک اپنے قریب اپنے نام کی پکار پر چونکے بنا نہ رہ سکی۔

اب نا سمجھی سے اویس اور اسکے ہاتھ میں پکڑی چھتری کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاشم سر نے بھیجی ہے۔ آپ کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔" کہتے ہوئے اسکی آواز میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا مگر ماہین پھر بھی پہلو بدل گئی۔ اویس نے سر گھما کر ہاشم کی گاڑی کی طرف دیکھا تھا اور تبھی ماہین نے بھی اسکی نظروں کا تعاقب کیا تھا۔ ان سے کچھ فاصلے پر روڈ پر اسکی گاڑی کھڑی تھی شیشہ تھوڑا سا نیچے تھا اور وہ اسے دیکھ سکتی تھی۔

وہ بھی اسی جانب متوجہ تھا۔ برستی بارش کی تیز بوندوں کے اس پار بھی ان بھوری آنکھوں کی تپش اس نے محسوس کی تھی۔ ایک پل کے لیے وہ بالکل گنگ رہ گئی تھی۔ ان دونوں کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ گاڑی کا شیشہ اوپر کرتے گاڑی آگے بڑھا گیا۔

"نہیں میں چلی جاؤں گی، اسکی ضرورت نہیں ہے۔"

اسکی گاڑی کے آگے بڑھتے ہی اسکے حواس جیسے بحال ہوئے تو رسانیت سے انکار کرنا چاہا۔

"ارے لے لیں، کل واپس کر دیجئے گا۔ آپ بھی تو کافی دیر سے کھڑی ہیں۔ بارش تو رکنے والی لگتی نہیں۔"

وہ عجلت سے بول رہا تھا۔ اسے بھی تو گھر جانا تھا۔ ماہین نے الجھن کے باوجود چھتری اسکے ہاتھ سے لے لی۔

وہ واپس چلا گیا۔ اور ماہین کچھ دیر وہیں گم صم سی کھڑی اس چھتری کو دیکھتی رہی۔

CamScanner

کیا اسے یہ لینی چاہیے تھی؟

کیا وہ اسے کافی دیر سے یہاں کھڑا دیکھ رہا تھا جو یہ بھیجی؟

وہ اتنی بے خبر کیوں کھڑی تھی کہ اسے احساس تک نہ ہوا کوئی اسے آبزرو کر رہا ہے؟

ذہن میں آج اسکی پلائی جھاڑ تازہ ہوئی تو چہرے پر خفگی در آئی۔

"اگر وہ خود دینے آتا تو میں اسے صاف صاف منع کر دیتی، مجھے کسی کا احسان لینے کی کوئی ضرورت نہیں

۔"

سوچتے ہوئے نخوت سے سر جھٹکا۔

پھر باہر برستی بارش کو دیکھا اور ہر خیال ذہن سے جھٹک کر دیا۔

"میں نے کون سا مانگی تھی خود دے کر گیا ہے، اور میں نے کون سا ساری زندگی کے لئے رکھ لینی ہے صبح واپس کر دوں گی ساتھ ساتھ ایک شکریہ بھی منہ پر مار دوں گی۔"

چھتری کھول کر اسکے نیچے ہوتی وہ باہر نکل آئی۔

بارش برس رہی تھی لیکن اب پہلے جتنی بری نہیں لگ رہی تھی۔ وہ بھیگ جو نہیں رہی تھی۔ چہرے پر اک مسکراہٹ نمودار ہوئی، اسکے پمپی شوز بھیگنے لگے تھے، گیلا پن پاؤں محسوس کر رہے تھے، عبائے پر پانی کی چھینٹے پڑ رہے تھے لیکن وہ پوری کی پوری بھیگنے سے بچ گئی تھی فی الحال یہی باعث اطمینان تھا۔

تیز برستی بارش میں وہ سست روی سے چلتی آہستہ آہستہ نگاہوں سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

CamScanner

ہم سب کے پاس ایک ایسی چھتری ضرور ہونی چاہیے جو ہمیں زمانے کے سرد و گرم سے بچا سکے، اسکی تلاش میں خود کو خوار مت کریں، لیکن میسر آجائے تو کفران نعمت بھی مت کریں، شکر واجب ہو جائے تو ادا کرنا خود پر فرض کر لیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

....

دن کی روشنی کو رات کے اندھیرے پوری طرح ڈھانپ چکے تھے، سٹریٹ پولز کی لائٹس روشن ہو چکی تھیں اور ساتھ ہی گھروں کے اندر بتیاں بھی۔ دن میں ہونے والی بارش کے بعد موسم صاف ہو چکا تھا آسمان پہلے سے زیادہ شفاف اور تارے زیادہ چمکدار معلوم ہوتے تھے۔ فضا میں ہلکی ہلکی نمی گھلی ہوئی تھی اور موسم خوشگوار ہو چکا تھا۔

ایسے میں حیات منزل کی روشنیاں بھی جل رہی تھیں، نیچے والے پورشن میں خاموشی جبکہ اوپر والے پورشن میں باوجود خاموشی کے کچھ ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ وہاں آج کل خاموشیاں بھی سرگوشیاں کرتی تھیں۔

اور یہ ہلچل تو پچھلے چار دن سے جاری تھی۔

آج بریانی ڈے سیلیبریٹ کیا جا رہا تھا۔ ڈائنگ ٹیبل پر صرف دو نفوس موجود تھے۔ التمش بڑے انہماک سے بریانی کھا رہا تھا۔ لالی ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اسے بار بار کن اکھیوں سے دیکھ رہی تھیں اور

وہ جان کر بھی انجان بنا کھانے سے لطف اندوز ہو رہا تھا جیسے اس سے زیادہ ضروری تو کچھ تھا ہی نہیں ۔فضا میں صرف پلیٹ سے چمچ ٹکرانے کی آواز گونج رہی تھی۔

لالی نے بے دلی سے پلیٹ پیچھے کھسکائی۔ وہ اس بار جان کر انجان نہ بن سکا۔

"آپ کھانا نہیں کھا رہیں؟"

براہ راست بہن کی طرف دیکھا۔

"میری نیند، بھوک، چین سب اڑ گیا ہے۔"

ایک ٹھنڈی آہ بھر کر نومیہ نے اسکی طرف دیکھا۔ وہ آدھی آستینوں والی سفید پولو شرٹ پہنے ہوئے تھا، پیچھے کی جانب اچھے سے جمائے بال گیلے لگتے تھے جیسے کچھ دیر پہلے ہی شاور لیا ہو اور چہرہ بالکل تر و تازہ۔

آخری نوالہ منہ میں رکھتے اس نے گلہ کھنگارا۔

چمچ پلیٹ میں واپس رکھی۔ اور نیپکن ہاتھ میں لیتے براہ راست نظریں نومیہ پر جمائے پوچھا۔

"خیریت؟"

"تم نے میرے سر پر جو بم گرایا اسکے بعد یہ سوال بنتا ہے کیا؟"

نومیہ نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ نیپکن سے ہونٹ تھپتھپا کر واپس رکھتے وہ مسکرایا۔

"ویل۔۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں نے آپ کے سوال کا ایک سیدھا سیدھا جواب دیا تھا بس ۔"

CamScanner

کندھے اچکا کر پر سکوں انداز میں کہتے، دونوں بازو ٹیبل پر دراز کرتے اس نے انگلی قینچی بنائی۔ اور تھوڑا آگے کو ہو کر بیٹھا۔

"جلیبی کے جتنا سیدھا۔"

نومیہ کے منہ کے زاویے بگڑے، خفگی سے سر جھٹکا۔

وہ زیر لب اپنی ہنسی روک گیا۔ جلتی پر تیل چھڑکنا مہنگا بھی پڑ سکتا تھا۔

"سچ سچ بتاؤ کیا تم سنجیدہ تھے؟"

اسکی طرف جھکتے نومیہ نے جب یہ سوال پوچھا تو کہیں اک موہوم سی آس تھی۔ اور اس آس میں لپٹی شدید خواہش کہ شاید وہ اپنی اس دن کہی بات خود ہی رد کر دے۔

التمش نے اسکی طرف دیکھتے سکون سے ہاں میں سر ہلایا تو وہ منہ بنا کر پیچھے ہوئی۔ ایک گہری سانس اندر کھینچی جس سے اسکے نہ کی آس کا جلتا بجھتا دیا ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ نومیہ کو سوچنا چاہیے تھا، اسکے سامنے بیٹھا اسکا چھوٹا بھائی دوسروں کی توقعات روندنے کا ماہر تھا۔

"میری تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا۔ تم نے پتہ نہیں کیا دیکھا ہے اس لڑکی میں؟ تمہارا اور اسکا کوئی میچ ہی نہیں ہے التمش۔"

نومیہ چار دن سے یہی سوچ رہی تھی اب کھلے بال دونوں ہاتھوں سے کان کے پیچھے کرتے پریشانی سے بولی۔

وہ خاموش رہا، گہری نظریں اسکی پریشانی کے ناپ تول میں مصروف تھیں۔

"وہ تمہارے ساتھ چل ہی نہیں پائے گی۔"

وہ بے چین سی لگتی تھی۔ جیسے سمجھ نہیں پا رہی ہو اسے کیسے سمجھائے۔ ساتھ ہی اپنے دائیں شانے پر رکھا دوپٹہ سیٹ کیا جو شانے سے گر کر بازو پر آ ٹھہرا تھا۔

"صرف وہی ہے جو میرے ساتھ چل پائے گی۔"

جواب کی بے ساختگی قابل ستائش تھی، اسکے پر یقین انداز میں کہنے پر نومیہ ٹھٹھکی۔

"آپ اطمینان رکھیں لالی۔ میں جذبات میں بہہ کر فیصلہ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ مشال ہی وہ لڑکی ہے جو میرے ساتھ گزارہ کر لے گی۔"

وہ بہت سکون سے کہہ رہا تھا۔ نومیہ نے اس بار بھی اسے اتنے ہی اچنبھے سے دیکھا جتنے چار دن پہلے اسکا نام لینے پر دیکھا تھا۔

"تو پھر مجھے قائل کرو التمش حیات۔ کیسے؟ تم لوگوں کی عمروں میں جو فرق ہے اسے کچھ دیر کے لئے سائیڈ لائن کر بھی دیا جائے تو وہ لڑکی جس نے ابھی صرف بی ایس سی کر رکھا ہے وہ نہ تعلیم میں تمہارے ہم پلا ہے اور نہ ہی پرسنلٹی گرومنگ میں۔ جسے بات کرنے کے لئے پہلے اپنی بڑی بہن کی طرف دیکھنا ہوتا ہے، اور چھپنے کے لئے وادی کا کندھا درکار۔ وہ ایک کم اعتماد کی کم گو سی لڑکی ہے، وہ تمہارے سرکل میں موو کیسے کر پائے گی؟"

وہ پر زور انداز میں اپنے سارے خدشات اسکے سامنے رکھ رہی تھی۔ مگر دوسری طرف التمش کا اطمینان اپنی جگہ جوں کا توں برقرار تھا۔

"آپ کیوں اتنا سوچ رہی ہیں لالی، وہ میرے لیے پرفیکٹ میچ ہو گی۔ بلیو می۔"

CamScanner

وہ دھیرے سے ہنسا۔

"یہ یہ تمہیں پرفیکٹ میچ لگ رہا ہے؟"

وہ دھیمی آواز میں صدمے سے چیخی۔

"کل کو تم اسے اپنے ساتھ کسی گیٹ ٹوگیدر میں لے کر چلے گئے تو کتنی سبکی ہو گی اندازہ ہے تمہیں؟"

نومیہ نے اپنا دکھتا سر تھاما۔

"مجھے بیوی چاہیے، شوپیس نہیں۔"

وہ سپاٹ سی آواز میں بولا تو نومیہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ اپنے خول میں سمٹنے لگا تھا۔

"بات شوپیس کی نہیں ہے لیکن۔۔۔ میں اب تمہیں کیسے سمجھاؤں؟" اس نے دونوں ہاتھ بے بسی سے اوپر اٹھائے۔ پھر محتاط سے انداز میں اسے دیکھا۔

"دیکھو التمش۔ ہو سکتا ہے کل کو تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہو۔ اس لئے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ پھر ہی میں بات آگے بڑھاؤں گی۔"

اسکے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ کر تھپکا۔ التمش نے ہونٹ او کے انداز میں سکیڑے۔ چند لمحے سوچنے کے لئے لیے۔ اور پھر بولا۔

"آپ کو پتہ ہے نا میں نے شیریں سے اپنی انگیجمنٹ کیوں ختم کر دی تھی۔"

وہ بولا تو بے حد سنجیدہ لگتا تھا۔ نومیہ نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولنے چاہے لیکن انکی طرف دیکھتے اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

CamScanner

"شیریں آپ سب کو بے حد پسند تھی، میری بھی اسکے ساتھ اچھی انڈرسٹینڈنگ تھی، ہم سب کو ایک پرفیکٹ میچ لگتے تھے، لیکن پھر کیا ہوا، ہم ایک ساتھ نہیں چل سکے، بہت سی باتیں تھیں جنہیں میں قبول نہیں کر پایا اور کچھ باتیں تھیں جو اسے مجھ میں اچھی نہیں لگتی تھیں۔"

"کچھ نہیں، صرف ایک بات تھی التمش۔ تم نہیں چاہتے تھے وہ فیشن ڈیزائننگ میں پروفیشنلی آئے۔"

نومیہ نے اسکی بات کاٹی۔ وہ سر ہلا گیا۔

"ہاں ایسا ہی تھا۔ مجھے ورکنگ لیڈی سے شادی نہیں کرنی تھی۔ اسے مجھ میں سے اور اپنے پروفیشن میں سے کسی ایک کو چننا تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی اور پھر میں نے اسکی یہ مشکل خود ہی آسان کر دی۔"

کہتے ہوئے اس نے کندھے اچکائے۔

نومیہ نے اسے تاسف سے دیکھا۔ اس فیصلے پر اسے خاندان بھر کی لعن طعن کا سامنا کرنا پڑا تھا پر مجال تھی جو اس نے کوئی اثر لیا۔ وہ اپنی بات پر ڈٹا رہا یہاں تک کہ باقی سب کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اسے اسکے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

"وہ تمہاری بیوقوفی تھی اور کچھ نہیں۔"

نومیہ نے صاف گوئی سے کام لیا۔

التمش دھیرے سے ہنسا۔

"میرے لئے وہ میری عاقبت اندیشی تھی آپ کے لئے بیوقوفی سہی۔"

CamScanner

اس نے مجھے فرق نہیں پڑتا والے انداز میں کندھے اچکائے۔

"ورکنگ وومن سے تمہیں پرابلم کیا ہے آخر؟ کبھی کبھی تمہیں دیکھ کر لگتا ہے اتنے ویل آف، ایجوکیٹڈ، اتنی اچھی پوسٹ اور اتنی شاندار پرسنلٹی کے باوجود تمہاری سوچ وہی قنوطیت پسند پرانے خیالات کے مالک مردوں کی سی ہی رہ گئی ہے جنہیں عورت اپنے شانہ بشانہ چلتی برداشت ہی نہیں ہوتی۔"

پہلی بار نومیہ نے اسے اتنی تلخی سے آئینہ دکھایا تھا۔ التمش کچھ دیر خاموش نظروں سے انہیں دیکھتا رہا پھر سر جھٹک کر ہنسا۔ جیسے انکی بات کو بہت انجوائے کیا ہو۔

"مجھے کسی دوسرے کی ورکنگ وومن سے کوئی پرابلم نہیں ہے۔ مجھے بس اپنی لائف میں ورکنگ وومن نہیں چاہیے۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر دوٹوک انداز میں کہا۔ نومیہ اسکی عجیب سی منطق پر تاسف سے اسے دیکھتی رہی۔

"وجہ؟"

نومیہ نے پوچھا تو وہ سرد سی سانس بھر کر رہ گیا۔

"عورت کی پہلی ذمہ داری کیا ہے لالی؟"

وہ جواب کے بجائے سوال کرنے لگا۔

"آپ کے لئے آپ کی اولین ترجیح کیا ہے؟"

"ظاہری بات ہے میرا گھر اور میرے بچے۔"

CamScanner

حب ناولز

نومیہ نے بنا سوچے سمجھے کہا۔ التمش نے انگشت شہادت سے اسکی طرف اشارہ کیا اور مسکرایا۔

"یہی۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ کسی بھی عورت کی اولین ترجیح اسکا گھر اور اسکے بچوں کی تربیت ہے۔ ماں کی گود کو بچے کی پہلی درس گاہ اسی لئے کہا گیا ہے۔ ہماری کچھ بنیادی ذمہ داریاں ہیں جنہیں ہم نے ماڈرن ازم کے نام پر تبدیل کر دیا ہے۔ گھر چلانا، کما کر لانا مرد کے ذمے ہے، یہ قدرت کا قانون ہے۔ عورت کا کام گھر سنبھالنا اور بچوں کی تربیت کا ہے۔ یہ بھی قدرت کا طے شدہ اصول ہے۔ پہلے یہ بنیادی کام اگر مرد و عورت ٹھیک طرح سے کرتے ہیں تو میری بلا سے عورت چاند پر کمند ڈالے، اور مرد گھر داری اور بچے سنبھالے مجھے کوئی اعتراض نہیں بلکہ میں تو appreciate کروں گا۔"

"تمہیں نہیں لگتا تم عورتوں کو ڈی گریڈ کر رہے ہو۔ کیا گھر داری اور بچوں کے علاوہ انکی کوئی زندگی نہیں؟"

نومیہ نے سوال اٹھایا۔ وہ اپنا دایاں آبرو اچکا کر انکی طرف ہنوز دیکھتا رہا۔

"آپ کو لگتا ہے یہ ڈی گریڈ کرنے جیسا ہے؟ جب جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، مرد کا آدھا ایمان نکاح کے بعد اسکی بیوی مکمل کر دیتی ہو، بیٹی کو رحمت کہا جائے اور بہن کے لئے ہم لوگ بیٹھے سے اٹھ کھڑے ہو جائیں تب تو ڈی گریڈ کرنے جیسا نہیں لگتا۔ لیکن جہاں کوئی ایسی بات کر دی جائے جس میں عورت کے فرائض کا ذکر ہو تو ڈی گریڈیشن لگنے لگ جاتی ہے۔ آپ مجھے بتائیں۔ ایک مرد جو اچھا خاصا کماتا ہو وہ کمانا چھوڑ کر گھر میں بیٹھ جائے یہ کہہ کر کہ وہ اپنی بیوی کی گھر داری میں مدد کرنا چاہتا ہے، وہ کما کر نہ لائے لیکن وہ گھر کے سارے کام کرے بچوں کو سنبھالے تو کیا اسکی بیوی کو یہ منظور ہو گا؟"

CS CamScanner

حب ناولز

"ارے وہ کما کر نہیں لائے گا تو بیوی بچے کھائیں گے کیا؟ ایسی گھر داری میں مدد کا کیا فائدہ؟ کوئی بیوی کیوں چاہے گی ایسا؟"

نومیہ نے جھٹ سے بولا۔ التمش یوں مسکرایا جیسے وہ یہی سننے کا متمنی ہو۔

"مجھے بھی یہی مسئلہ ہے مرد کے لئے پہلے کما کر لانا ضروری ہے پھر گھر داری میں حصہ لینا۔ اسی طرح عورت کے لئے پہلے گھر بار پھر پروفیشن۔ لیکن ہمیں ناکریز چڑھا ہوا ہے سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کرنے کا۔ ایک جملا بولا جاتا ہے اور پتہ نہیں کس نے یہ اس قوم کے بھتے چڑھا دیا ہے عورت کا مرد کے شانہ بشانہ ہو کر کام کرنا۔ ہم بحیثیت قوم پتہ نہیں کس کمپلیکس کا شکار ہیں کہ ہمیں لازمی شانہ بشانہ ہی ہو کر چلنا ہے۔ گاڑی کے پہیے ہوتے ہیں دو آگے ہیں دو پیچھے ہیں تو اس سے کیا پیچھے والوں کی آگے والوں سے اہمیت کم ہو جائے گی کیا؟"

"تو مجھے بتاؤ ہم عورتوں کو اس کمپلیکس میں مبتلا کرنے والے کون ہیں؟"

نومیہ کو بھی پتہ نہیں کیوں لیکن اس سے تکرار کرنا کوفت زدہ نہیں کر رہا تھا۔

وہ بات سے بات نکالتی جا رہی تھی۔

"بد قسمتی سے یہ بدترین کام ہم مردوں نے خود کیا ہے۔ اور نہایت احسن طریقے سے کیا ہے۔"

سامنے سے کھلے دل سے اعتراف ہوا۔ اس جیسے خود پسند مرد کے منہ سے یہ سننا جہاں حیران کن تھا وہیں خوش گوار بھی۔

نومیہ مسکرائی۔ وہ پوری سادگی اور سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

CamScanner

"ہمیں موت پڑتی ہے عورت کو کریڈٹ دینے میں یا اسکے کام کو سراہنے میں۔ پورا دن گھر اور بچوں کو سنبھالنے کے بعد شام کو مرد گھر آکر جب عورت سے یہ کہہ دے تم پورا دن کرتی ہی کیا ہو تو پھر یہ اسکے منہ پر تھپڑ مارنے سے بھی بدتر ہے۔ ہمیں سکھایا ہی نہیں گیا کہ ایک دوسرے کو حقیر جانے بغیر ایک دوسرے کے کام اور مقام کی قدر اور عزت کیسے کرنی ہے۔"

"تو پھر تم اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹو گے۔"

لالی نے ایک سرد آہ بھرتے ہار مانی۔ وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلا گیا۔

"سوچ لو کسی کی بیٹی کی زندگی کا سوال ہے۔ کل کو تم نے کوئی گلہ کیا تو پھر میں تمہاری سائیڈ کھڑی نہیں ہوں گی۔"

انہوں نے تنبیہ کی۔

"میں اپنے فیصلے اون کرتا ہوں لالی۔ آپ کو شکایت نہیں ہو گی۔"

وہ ہنوز اپنی بات پر قائم تھا تو مجبوراً نومیہ کو ہاتھ کھڑے کرنے پڑے۔

"ٹھیک ہے زندگی جب تم نے گزارنی ہے تو میں کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی۔"

ہر فکر سے ذہن آزاد کرتے وہ کھلے دل سے مسکرا دی۔ التمش نے سر کو ذرا بھر خم دیا اسکی آنکھوں کی چمک میں کہیں گنا زیادہ اضافہ ہوا تھا۔

اگلے دن نومیہ نے بھائی بھابیوں سے اس بابت بات کی تھی۔ نیچے مدثر کے پورشن میں سب جمع تھے ۔عطیہ بھی موجود تھی۔اور مبشر اور ارم بھی آئے ہوئے تھے۔

نومیہ نے نپے تلے الفاظ میں انہیں رشتہ لے جانے کے بارے میں بتادیا تھا۔البتہ وہ یہ بات گول کر گئی تھی کہ یہ رشتہ التمش کی اپنی پسند ہے۔ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا کہیں عطیہ کو برا نہ لگے شیریں اسکی بھانجی تھی۔

"دیکھ لو نومیہ۔اس سے اچھی طرح پوچھ لو کہیں ایسا نہ ہو پچھلی بار کی طرح اس بار بھی بعد میں وہ رشتہ توڑ دے۔"

عطیہ نے کچھ تلخی سے کہا۔باقی سب خاموش رہے گویا اس بات سے متفق تھے۔جس وقت التمش نے شیریں سے اپنی منگنی ختم کی تھی،عطیہ اور اسکی بھرپور جھڑپ ہوئی تھی،تلخ کلامی کا سلسلہ کہیں دنوں تک جاری رہا اور اسکے بعد سرد مہری کا دور شروع ہو گیا۔عطیہ کو رہ رہ کر دکھ تھا،شیریں اور التمش کی منگنی پر وہ بہت خوش تھی،التمش کے مزاج تھوڑے الگ تھے،وہ سب سے تھوڑا کھچا کھچا رہتا تھا مگر اسکا فیوچر برائٹ تھا۔منگنی توڑے جانے پر انکے بھائی نے ان سے ناراضگی کا جو اظہار کیا اور پھر ناراضی کے اسی دور میں وہ وفات پا گئے۔عطیہ کے دل سے یہ بات کبھی نکل نہیں سکی۔انکے درمیان بات نہ ہونے کے برابر تھی،التمش نے بھی کبھی اس رنجش کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔

"نہیں بھابھی ایسا نہیں ہو گا۔اتنے سال گزر گئے ہیں۔ہمیں آگے بڑھنا چاہیے اب۔"

نومیہ نے مسکرا کر رسان سے کہا۔

"نومیہ ٹھیک کہہ رہی ہے اب پچھلی باتوں کو دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہاں جا کر التمش کی منگنی کا ذکر کرنا مناسب رہے گا۔"

مدثر نے کہا تو نومیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تو کل آوٹ آف سٹی جا رہا ہوں تو میں تو ساتھ نہیں آپاؤں گا۔ ارم ساتھ چلی جائے گی۔"

مبشر نے صاف پہلو بچایا تھا۔ ارم بے دلی سے مسکرائی، شوہر کو کن اکھیوں سے دیکھا بھی لیکن وہ نظر انداز کر گئے۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں نومیہ، عطیہ اور ارم چلے جائیں گے۔ تم اپنا کام دیکھو وہ بھی تو ضروری ہے۔ کیوں نومیہ؟"

مدثر نے بات جلدی سے سنبھالی۔ مبشر کا شروع سے التمش کے معاملات سے دوری برقرار رکھنا اب بھی جوں کا توں تھا۔

"میں نے منظر بھائی کو کال کر کے اشاروں کناروں میں بتا دیا ہے ہم اس مقصد کے لئے آنا چاہتے ہیں۔ انشاءاللہ بات بن جائے گی۔"

نومیہ پر امید سی کہہ رہی تھی۔ مدثر نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ باقی نفوس کو اس بات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ بات بنتی ہے یا نہیں۔

....

"مشال سنو۔"

نوال بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی تھی۔ سانس پھولی ہوئی اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ مشال جو نوٹس پھیلائے بیڈ پر پالتی مارے گردن جھکائے پڑھ رہی تھی۔ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ جواب سینے پر ہاتھ رکھے سانس بحال کر رہی تھی۔

"کیا ہوا آپی؟ کیا پڑوس والوں کے ہاں پھر سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

وہ سادگی سے پوچھ رہی تھی۔ نوال کو ارد گرد کی خبریں دینے کا کریز تھا۔

"ارے نہیں اس سے بھی بڑی دھماکے دار نیوز ہے۔ ابھی ابھی لان میں بیٹھے بابا اور دادی کی خفیہ میٹنگ کی بریفنگ لے کر آئی ہوں۔"

وہ اسکے قریب بیڈ پر دھپ کر کے بیٹھی تھی۔ چہرے پر اب خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات تھے
۔

ایک ہاتھ میں پین لئے مشال اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔ جب نوال نے اسکے سر پر دوپٹہ اوڑھاتے آنکھوں میں شریر سی چمک لئے کہا۔

"میری بہن کے لئے رشتہ آیا ہے۔"

مشال کی آنکھیں پوری کی پوری کھلی تھیں، دماغ بھک سے اڑا تھا وہ سرعت سے سر پر سے دوپٹہ اتارتی چیخی تھی۔

"کیا؟"

نوال نے ہاتھ کے اشارے سے اسے آواز آہستہ رکھنے کو کہا۔

"کیا کر رہی ہو؟ آہستہ بولو۔ بات ابھی خفیہ ہے کیوں مجھے جھاڑ پلوانے لگی ہو۔"

باہر جھانکتے نوال نے دانت پیسے۔

"میرا رشتہ کیسے آسکتا ہے؟"

وہ شاک میں گھری آہستگی سے بولی۔

"ہیں؟ پاگل ہو گئی ہو کیوں نہیں آسکتا۔"

نوال نے اسکے ماتھے کو اپنے ہاتھ سے ذرا پیچھے کی جانب دھکیلا۔

"لیکن مجھے تو یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا ہے نا۔"

وہ روہانسی ہونے لگی۔

"دھیرج میری بہن دھیرج۔ صرف رشتہ آیا ہے۔ باہر گیٹ پر بارات نہیں آکھڑی ہوئی جو تم رونے لگ گئی ہو۔"

نوال نے اسے گھرکا۔ وہ بے چینی سے لب کاٹنے لگی۔

"اب یہ پوچھو رشتہ کس کا آیا ہے؟"

نوال پرجوش سی ذرا ابھرا اسکی طرف جھکتے اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارتے بولی۔ مشال نے اسکی ایکسائٹمنٹ کو متوحش نظروں سے دیکھا۔ وہ پریشان تھی اور اسکی بہن کی خوشی پھولے نہیں سما رہی تھی۔ اسے افسوس ہونے لگا۔

حب ناولز

"ظاہر ہے کسی لڑکے کا ہی آیا ہو گا۔"

اس نے اداسی سے مٹھی بند کرتے اپنے دائیں گال کے نیچے رکھی۔

"ہاؤ سمارٹ مشال۔ تمہیں کیسے پتہ چلا۔"

اسکا ٹھس سا جواب سن کر نوال کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھا۔ وہ شدید بدمزہ ہوئی۔

"آپی یار میں پہلے ہی شدید ٹینشن میں ہوں۔ تم مزید سسپنس مت پھیلاؤ۔"

"بڑی کوئی ناشکری لڑکی ہو تم۔ لڑکیوں کو ٹینشن ہوتی ہے وقت پر اچھے رشتے نہ آنے کی اور تمہیں آنے پر ہو رہی ہے۔"

نوال نے اسے کھری کھری سنائی تھی۔

"مجھے اس وقت صرف اپنے ایڈمیشن سے کنسرن ہے۔"

اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

نوال نے ایک ٹھنڈا طویل سانس بھرا۔ پھر آنکھوں میں دوبارہ سے چمک عود آئی۔

"ویسے تو تمہیں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے لیکن میں پھر بھی بتا دیتی ہوں۔ اس دن ہمارے گھر وہ جو آنٹی آئی تھیں نا اپنے ہینڈسم سے بھائی کے ساتھ۔ اسی کا رشتہ آیا ہے۔"

"کیا؟"

اور اس بار اسکا حیران و پریشان "کیا" پہلے سے بھی زیادہ اونچا تھا۔

نوال نے گڑبڑا کر جلدی سے اسکے منہ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

CS CamScanner

"تم پکا مجھے مرواؤ گی۔"

وہ جھنجھلائی تھی۔ایک بار پھر ذرا اچک کر گردن لمبی کی اور ترچھی ہوتی باہر دیکھنے لگی۔کوئی نہیں تھا ۔سانس میں سانس واپس آئی۔

پھر چہرہ واپس مشال کی طرف گھمایا۔ نظر اسکے فق ہوئے چہرے پر ڈالی۔اور ہاتھ اسکے منہ سے ہٹادیا۔

"ٹیک اٹ ایزی مشال۔تمہارا رشتہ آیا ہے موت کا فرشتہ نہیں جو تم اس طرح سے ری ایکٹ کر رہی ہو۔"

وہ بظاہر مسکرائی، لیکن آواز میں غراہٹ تھی۔اور آنکھوں میں خفگی۔سامنے بیٹھی مشال حسب توقع مرعوب ہوئی۔

"یہ موت کے فرشتے جیسا ہی ہے آپی۔تم نہیں سمجھو گی۔"

اسکا چہرہ بجھ سا گیا اور آواز حلق میں پھنسی پھنسی بر آمد ہوئی۔

نوال نے اسکی بات سن کر بھی ان سنی کر دی۔وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی، چہرے پر دبا دبا جوش تھا اور آنکھوں میں خوشی۔

"کتنا اچھا ہو جائے اگر یہاں تمہاری بات پکی ہو جائے مشال۔دادی اس دن بتا رہی تھیں التمش فارن آفس میں بیس گریڈ کا آفیسر ہے۔وہ پاکستان کا سب سے کم عمر بیس گریڈ کا آفیسر ہے اور اسکی فیملی بھی ساری کی ساری ویل آف ہے۔اپنا الگ پورشن ہے بہن کینیڈا میں ہوتی ہے اور دو بڑے بھائی ہیں جو اس سے عمر میں بھی کافی بڑے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ الگ رہتے ہیں۔یہ ہر لحاظ سے ایک

CamScanner

آئیڈیل رشتہ ہے، اچھی شکل وصورت، پڑھا لکھا، اچھی جاب اپنا گھر نہ سسرال کا لمبا چوڑا جھنجھٹ۔ تمہاری تو موجیں لگ جائیں گی۔"

مشال کی طرف دیکھتے اس نے تمام خوبیاں انگلیوں کے پوروں پر گن ڈالیں۔ لیکن اسے تاثرات میں رتی برابر فرق نہیں پڑا۔ وہی مژدگی اور مایوسی۔

"میرے ایڈمیشن کا کیا ہو گا؟"

نوال نے غصیلی شکل بنا کر اسے دیکھا۔

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ میں تمہاری پوری زندگی سنورنے کی بات کر رہی ہوں اور تم وہیں ایڈمیشن میں اٹکی ہوئی ہو۔ تم پاگل ہو مشال۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابھی کل وہ لوگ رشتہ لے کر آ رہے ہیں۔ دادی کو ان آنٹی کی کال آئی تھی۔ یہ رشتے طے ہونا پھر منگنی شادی یہ سب لمبا چلتا ہے ایسا نہیں ہوتا ادھر بات ہوئی ادھر بارات لے کر کوئی آجائے۔ اب میرے اور شہریار کے نکاح کو دو سال ہونے والے ہیں اور شادی ابھی بھی شہریار کے جاب لگنے کے بعد ہونی ہے۔ دوسری بات فرض کرو جلدی شادی ہو بھی جائے تو سوچو وہ خود اتنا پڑھا لکھا ہے، اسکی ساری فیملی اتنی ویل ایجوکیٹڈ ہے کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی بینکر اور کوئی اپنا بوتیک چلا رہا ہے ایسے میں کیا وہ تمہیں مزید پڑھنے سے روکے گا؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی۔ مشال نے کچھ نہیں کہا، بس خاموشی سے لب کاٹتی گردن جھکا کر اسکی باتیں سنتی رہی۔

حب ناولز

نوال کچھ دیر اور وہاں بیٹھی اسے سمجھاتی رہی پھر اٹھ کر چلی گئی۔

اور وہ وہیں بیٹھی سوچتی رہی۔بے دلی سے سامنے رکھے نوٹس بند کیے۔

اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا، اپنے خواب کے اتنے نزدیک آکر اب وہ کچھ بھی ایسا نہیں چاہتی تھی جس کی وجہ سے اسے پیچھے ہٹنا پڑے۔پہلے بھی وہ دو بار یہ قربانی دے چکی تھی ایک بار دادی کی ٹانگ ٹوٹنے پر اور دوسری بار منظر حسین کے فنانشلی حالات کچھ اچھے نہ ہونے پر وہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔تب وہ نوال کی فیس بھی دے رہے تھے۔ارحم کا کیڈٹ سکول میں داخلہ بھی ہو گیا تھا ایسے میں یا تو اسکی یونیورسٹی کا ایڈمیشن ہو سکتا تھا یا پھر ارحم کا داخلہ تو اس نے منظر سے کہا وہ ارحم کا داخلہ کروالیں۔اب نوال کا آخری سمسٹر تھا اور اسکا ایڈمیشن ہو جانا تھا ایسے میں یہ رشتے کی آمد اسے بری طرح کھٹک رہی تھی۔اتنے سال وہ گھر بیٹھی رہی تب تو کوئی رشتہ نہیں آیا اس رشتے نے بھی کیا ابھی ٹپکنا تھا۔

....

آج دوسرا دن تھا لیکن بارش اب بھی وقفے وقفے سے ہو رہی تھی۔کبھی مطلع صاف ہو جاتا تو کبھی کالی گھٹائیں برسنے کو تیار ہو جاتیں۔آج ہاشم سٹور نہیں گیا تھا اسے ایک دوست سے ملنے جانا تھا۔دوپہر کے بعد کا وقت تھا جب وہ واپس آیا تو کافی تیز بارش ہو رہی تھی۔اسکی گاڑی جوں ہی مین گیٹ سے اندر آئی اس نے نور کو لان میں دیکھ لیا تھا۔گاڑی پورچ میں آکر رکی تو وہ دوڑتی ہوئی اسکی طرف بڑھی تھی۔ہاشم باہر نکلا تو اسے دیکھ کر مسکراہٹ روکی، چہرے پر سنجیدگی طاری کی۔

حب ناولز

وہ آنکھوں میں بچوں کی سی چمک اور بھیگے چہرے پر بے پناہ خوشی لئے اسکے سامنے آکھڑی ہوئی تھی ۔اس نے سیاہ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے گلے میں سکارف جھول رہا تھا، اور بھیگے بال چہرے اور گردن کے گرد لپٹے ہوئے تھے۔

"اچھے وقت پر آئیں ہیں۔ بوا چائے کے ساتھ پکوڑے بنا رہی ہیں۔ مل کر کھائیں گے۔"

"میں کب پکوڑے کھاتا ہوں نور العین۔"

"ہاں جی پکوڑے کھانے سے آپ کی فٹنس پر آنچ آسکتی ہے۔"

وہ جل کر بولی۔ ہاشم نے کان نہیں دھرے۔

"تم کب سے بارش میں بھیگ رہی ہو تمہارے ہونٹوں کا رنگ جامنی پڑنے لگا ہے۔"

نور نے جلدی سے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ پورا چہرہ رگڑا۔

"تھوڑی دیر ہی ہوئی ہے۔ جانتے تو ہیں اپی، بارش دیکھ کر مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ آپ بھی آئیں بڑا مزہ آتا ہے۔"

اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ بچوں کے سے اشتیاق سے کہتی اسے لان کی طرف کھینچنا چاہ رہی تھی وہ الگ بات کہ ہاشم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا۔

"مجھے معاف ہی رکھو بیٹا۔ یہ پاگل پن تمہیں مبارک۔ بلکہ تمہارا بھی بہت ہو گیا۔ اب اندر چلو۔"

اسکے ہاتھ سے اپنا بازو آہستگی سے چھڑایا اور لہجے میں ذرا سختی سموئی۔ نور دل مسوس کر رہ گئی۔

"گرمی کی بارشیں تو ہوتی ہی بھیگنے کے لئے ہیں ابی۔ آپ بھی ناں۔ آپ کو پتہ ہے مجھے لگتا ہے بارش جب ہوتی ہے تو اسکی بوندیں مجھے خود خوش آمدید کہتی ہیں بھیگنے کے لئے۔"

وہ اسے وہیں چھوڑ کر باہیں کھول کر ایک بار پھر سے باہر لان میں نکل آئی تھی، چہرہ آسمان کی طرف اٹھائے گول گول چکر کاٹتی وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

اور اسے یوں خوش دیکھ کر ہاشم کو کسی کا کوفت زدہ چہرہ یاد آیا تھا۔ بارشیں سب کے لئے ایک سی نہیں ہوتیں، یہ ہر ایک کو خوش آمدید بھی نہیں کہتیں۔

وہ وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، ذہن میں سوچوں کی پرواز کہیں کی کہیں پہنچ چکی تھی۔

"ہاشم صاحب آپ آگئے۔ نور تم بھی آجاؤ چائے تیار ہے بس۔"

گھر کی انٹرنس پر کھڑیں رحمت بوا کی پکار پر وہ چونکا۔ سر جھٹک کر انکی جانب بڑھا۔ وہ فربہ جسامت کی مالک ساٹھ سے اوپر کی خاتون تھیں۔ ایک عرصے سے انکے ہاں ملازمت کر رہی تھیں اب تو گھر کے بڑے فرد کی سی حیثیت رکھتی تھیں۔

"بس آئی بوا دو منٹ۔"

نور کا ابھی بھی من نہیں بھرا تھا۔

"تم آرہی ہو یا میں دروازہ بند کر دوں پھر کل صبح تک تم یہی لان میں رہ سکتی ہو۔"

وہ جاتے جاتے مڑا اور اسے نرم سے لہجے میں تنبیہ کی۔

"نہیں میں تو آرہی تھی ابی۔ آپ بھی نا بڑے جلدی سیریس ہو جاتے ہیں۔"

CamScanner

وہ سرپٹ بھاگتے اس تک آئی اور مسکرا کر کہا۔ ایسا کرتے اسے گلزار یاد آیا تھا۔

"جاؤ شاور لو اور چینج کر کے جلدی آؤ۔"

"ابھی آئی پانچ منٹ میں۔"

وہ چٹکی بجا کر اندر کی جانب بھاگی۔

بوا نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ پچھلے آدھے گھنٹے سے انکے چار بار بلانے پر بھی ہر بار وہ بس تھوڑی دیر اور کہہ دیتی تھی۔

"آپ بھی اسے کچھ نہیں کہتیں بوا، بیمار پڑ جائے گی۔"

وہ بوا کے ساتھ اب آگے بڑھ رہا تھا۔

"ارے میری وہ سنے تب نا۔ بارش کو دیکھ کر کیسی باؤلی ہو جاتی ہے جانتے تو ہیں آپ۔"

بوا کہتے ہوئے ہنسی تھیں۔ انکی آوازیں دور ہوتیں مدھم ہوتی جا رہی تھیں۔ باہر بارش کی بوندیں ابھی تک ٹپ ٹپ برستی تھیں۔

....

دیساں دا راجہ میرے بابل دا پیارا

امبڑی دے دل دا سہارا

نی ویر میرا گھوڑی چڑھیا

گھوڑی چڑھیانی سیئو گھوڑی چڑھیا

سونے دیاں تاراں دا سہرا جدلایا

ویر میرے داہویاروپ سوایا

جھلیانہ جائے لشکارا

نی ویر میرا گھوڑی چڑھیا

گھوڑی چڑھیانی سیئو گھوڑی چڑھیا

امبڑی دے دل دا سہارا

دیساں دا راجہ میرے بابل دا پیارا

حیات منزل کے اوپری پورشن کے لیونگ ایریا میں ایک عجیب سی خوشی کا تاثر رچا بسا تھا سنٹرل ٹیبل پر دو بڑی بڑی گفٹ باسکٹس رکھی تھیں جن پر پنک کلر کا باریک نیٹ سجا ہوا تھا اور انکے اندر کچھ گفٹس پہلے سے رکھے ہوئے تھے اور کچھ ابھی یہاں وہاں بکھرے پڑے تھے، نومیہ مسکراتے ہوئے محظوظ ہو کر گفٹس کے اوپر ریپر چڑھا رہی تھیں جو انہیں شام کو مشال کے لیے لے کر جانے تھے۔ وہ آج باقاعدہ رشتہ لے کر جا رہے تھے، وہیں گلزار ٹیبل بجا کر اپنی سریلی آواز کا جادو جگانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا۔ خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ بالآخر اس نے رک کر نومیہ کو دیکھا۔

"میں بہت زیادہ خوش ہوں لالی۔ فائنلی وہ دن آ گیا ہے۔ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلوں گا۔"

"کیوں؟ کس خوشی میں؟"

ان دونوں نے ایک ساتھ سر اٹھا کر دیکھا تھا، کوٹ اتارتا تمش انہیں کی جانب آ رہا تھا۔ گلزار بدمزہ سا ہوتا اٹھ کر اس کے لیے پانی لینے چل پڑا۔ وہ آ گیا تھا مطلب اسکے جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"تم آج جلدی واپس آ گئے۔"

CamScanner

نومیہ کو خوش گوار سی حیرت ہوئی۔

وہ ایک طائرانہ نگاہ سب پھیلاوے پر ڈالتا صوفے پرسے چوڑیاں سائیڈ پر کرتا بیٹھا تھا۔ ساتھ ہی گلے سے ٹائی کھینچ کر نکالتے صوفے پر ڈالتے شرٹ کا اوپری بٹن کھولا۔

"آپ تو یوں کہہ رہی ہیں جیسے پہلی بار آیا ہوں۔"

انکی بات کو دوسرے تناظر میں لیتے اس نے کچھ جتایا تھا۔ نومیہ نے ہنسی دبا کر سر نفی میں ہلایا۔ وہ کیسے بھول گئی تھی اسکا بھائی یہ بات کبھی نہیں مانے گا کہ وہ آج کے دن کی مناسبت کی وجہ سے جلدی آیا ہے

۔

"نہیں۔ اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا۔"

گلزار پانی کا گلاس ٹرے میں رکھے واپس آچکا تھا۔ پانی پیتے گلاس واپس اسکے حوالے کرتے وہ تھوڑا پیچھے کی طرف ہو کر، ٹانگیں پھیلاتے ریلیکس سے انداز میں بیٹھا تھا۔ گردن ترچھی کیے نومیہ کے ہاتھوں کی مہارت کو دیکھا جو بڑی دلجمعی سے ایک برانڈ ڈلون کے جوڑے کو ریپ کر رہی تھی۔

"آپ چائے پیئے گے لالا؟" کچن کی طرف جاتے گلزار نے ہانک لگائی۔

"ضرور۔"

"چلو التمش یہ پکڑو اسکاچ ٹیپ ہی اتار کر دیتے جاؤں تا کہ جلدی ہو جائے۔ عزیر بھائی اور عطیہ بھابھی آتے ہی ہوں گے۔"

نومیہ نے عجلت میں ٹیپ اسکی طرف بڑھائی تو وہ اسی پوزیشن میں نیم دراز اسکے ہاتھ سے لیتا بنا چوں چراں کیے اسکے کہے پر عمل کرنے لگا کیوں کہ ذہن کہیں اور الجھا ہوا تھا۔

CamScanner

حب ناولز

"وہ لوگ کیوں ساتھ جا رہے ہیں؟"

اسکے ماتھے پر بلوں کو جگہ بناتے دیکھ نومیہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"التمش۔" ہاتھ روک کر بھائی کو دیکھا تو نظروں میں ہی نہیں آواز میں بھی اک تادیب تھی۔

"ہم رشتہ لے کر جا رہے ہیں۔" ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کچھ باور کروانا چاہا۔

"وہی تو میں کہہ رہا ہوں رشتہ لے کر جا رہی ہیں بارات نہیں۔"

ٹیپ کا تھوڑا سا حصہ کاٹ کر انکے حوالے کرتے اسکے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"عزت دار گھروں میں رشتے ایسے ہی لے کر جائے جاتے ہیں۔ اور فکر مت کرو بارات جائے گی تو تمہیں ساتھ لے کر جائیں گے۔"

نومیہ نے اسکے ہاتھ سے ٹیپ جھپٹتے اسی کے سے مطمئین انداز میں جواب دیا تو وہ بے فکری سے کندھے اچکا گیا۔ نومیہ نے مزید کوئی بات کر کے اپنا جی جلانے سے بہتر چپ رہنا سمجھا۔

کچھ دیر وہ اچھے بچے کی طرح انکی مدد کرتا رہا پھر ایک دم کچھ یاد آنے پر گلہ کھنگار کر بولا۔

"لالی۔ آپ انہیں وہ بات پہلے سے ہی کلیئر کر دیجئے گا تاکہ بعد میں کوئی مس انڈراسٹینڈنگ نہ ہو اور وہ جو بھی فیصلہ کریں سوچ سمجھ کر کریں۔"

اس بار وہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔ سارا سامان سلیقے سے باسکٹ میں رکھتے نومیہ نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا۔ جیسے وہ اسکی بات کا پس منظر پراسیس کرنے کے عمل سے گزر رہی ہوں۔

CamScanner

حب ناولز

"وہی آگے اسٹڈیز یا جاب آل دیٹ۔۔۔"

اسکے وضاحت کرنے پر نومیہ کو بھی جیسے یاد آیا تھا۔

"یہ سب باتیں بعد میں کی جاتی ہیں التمش۔ آج ہی شرائط رکھ دوں گی تو بات آگے کیسے بڑھے گی؟"

نومیہ نے اسے سبھاؤ سے کچھ باریکیاں سمجھانے کی سعی کی۔ اب وہ ایک آخری نگاہ اپنی ساری تیاریوں پر ڈالتے پر سکون سی اسکی طرف مڑیں۔

"کیوں؟ اس میں برائی کیا ہے؟ ہم ایک تعلق جوڑ رہے ہیں تو انکی بنیاد سچائی پر ہونی چاہیے نا۔ بجائے اسکے کہ پہلے وہ ہاں کریں پھر بعد میں ہم یہ بات کر کے انہیں مشکل میں ڈالیں تو بہتر نہیں سب پہلے ہی بتا دیا جائے تاکہ انکے لیے آسانی رہے۔"

وہ اپنے مؤقف میں بالکل واضح تھا۔

"اور اگر انہوں نے انکار کر دیا تو۔"

نومیہ کے اندر اسکی اس درجہ سنجیدگی پر کچھ تجسس سا جاگا۔ جو بھی تھا آج سے پہلے التمش کو اس نے اپنی شادی کے موضوع کو لے کر اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔

"آئی ڈونٹ تھنک سو۔"

اس دوران وہ پہلی بار مسکرایا تھا۔ اسکی آنکھوں میں یقین کی چمک تھی جو نومیہ کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔

"پھر بھی۔۔۔ ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

CamScanner

وہ اسکا اگلا لائحہ عمل جاننا چاہتی تھی۔

"تو پھر یہ انکی بد قسمتی ہو گی۔ میرے جیسا پرفیکٹ بندہ اور کہاں ملنا ہے انکی بیٹی کو۔"

کندھے اچکا کر جس لاپرواہی سے کہا گیا تھا نومیہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ کچھ چیزیں کبھی نہیں بدل سکتیں اور ان میں سے ایک التمش کی خود کے لیے obsession تھی۔

"خود پسندی کی انتہا ہے ویسے۔"

انہوں نے محظوظ ہوتے اب سارا پھیلاوا سمیٹنا شروع کیا تھا۔ انکے ارد گرد کافی کچھ بکھرا پڑا تھا

"یہ آپ کی رائے ہے۔ ورنہ جو ہے سو ہے۔"

اپنا کوٹ اور ٹائی اٹھاتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"گلزار چائے آج کی تاریخ میں ہی مل جائے گی کیا؟"

اپنے کمرے کی طرف جاتے وہ اونچی آواز میں کہنا بھولا نہیں تھا۔

....

شام کے چار بج رہے تھے۔ اسکے ورکنگ آورز ختم ہوئے تو وہ دوسری شفٹ کے لیے آئی لڑکی کے حوالے کاؤنٹر کرتے خود اپنا بیگ اٹھائے نکلنے کی تیاری میں تھی۔ ایسے میں کوئی تھا جو اسے دیکھتا اسکی جانب بڑھا۔

CamScanner

"ماہین۔" وہ اپنے نام کی پکار پر پلٹی اور پھر پتھر کی ہو گئی۔ اس ساعتوں نے اسکے پلٹنے پر ترحم سے اسے دیکھا۔ خوف، بے بسی، اذیت کیا تھا جو اس نے اس لمحے محسوس نہ کیا۔

اسکے چہرے کی رنگت ایک لمحے میں فق ہوئی تھی۔ وہ دنیا کا آخری شخص بھی ہوتا تو بھی وہ اسکا سامنا نہیں چاہتی تھی۔ اسکی زندگی کے سات سال اس آدمی نے کسی دیمک کی طرح کھائے تھے۔ سامنے سمیر تھا اسکا سابقہ شوہر۔

دوسری طرف اسے دیکھ کر پہلے بے یقینی اور پھر انجانی سی خوشی اسکے چہرے پر جھلکی تھی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا یہ تم میرے سامنے کھڑی ہو؟"

وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے کوئی بچھڑے دوست اچانک کہیں ٹکرا جائیں۔ اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو مارے ندامت کے دوبارہ کبھی اسکا سامنا کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ مگر وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔ کچھ لوگ کبھی نہیں بدلتے کیوں کہ وہ بدلنا ہی نہیں چاہتے۔

ماہین اسکی آواز پر حال کی دنیا میں واپس لوٹی، ارد گرد نگاہ دوڑائی، سب نارمل تھا کوئی اسے دیکھ نہیں رہا تھا، پھر اسے کیوں لگا جیسے اسکی چوری پکڑی گئی ہو، ساری دنیا اسے ہی دیکھ رہی ہو۔

ہونٹ بھینچ کر خود کو مضبوط کرتے وہ اسے نظر انداز کرتی کترا کے اسکے پاس سے گزر گئی۔

سمیر نے ایک نظر اطراف میں دوڑائی اور پھر سرعت سے اسکے پیچھے لپکا۔ باہر نکل کر اسکے قدموں کی رفتار کچھ اور تیز ہوئی، وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ بس اسکے گلے میں کچھ اٹک کر اسے تکلیف دے رہا تھا ۔وہ سر جھکائے، ایک ہاتھ سے کندھے پر جھولتا بیگ دبوچے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

"ماہین رکو! میری بات تو سنو یار۔"

حب ناولز

اسکے قدم رکے، مگر اسکی آواز پر نہیں۔ سامنے سے آتے شخص کے سیاہ چمکتے بوٹ دیکھ کر، اب بھی نہ رکتے تو سامنے والے فریق سے اسکی ٹکر ناگزیر تھی۔ بیک وقت اس نے اور اسکے سامنے کھڑے ہاشم نے ہاتھ میں پکڑے موبائل سے نظر اٹھا کر دیکھا، نظر سے نظر ملی، اور کانوں کو سنائی آواز کے تعاقب میں گئی۔ ماہین نے دم سادھ لیا۔ وقت گواہ تھا اسکا جب جب اس سے سامنا ہوا تھا ہمیشہ غلط وقت پر ہوا تھا۔ یہ بھی ایسا ہی ایک وقت تھا اور یقیناً اس نے اسکے پیچھے سے آتی آواز سنی ہو گی۔ سمیر چلتا ہوا ماہین کے پہلو میں آ کھڑا ہوا اور وہ جان نہیں سکی۔ وہ ہاشم پر سے اپنی نظر ہٹا نہیں سکی۔ جس کی نگاہیں سمیر پر ٹھہری تھیں، اور پھر اس سے ہو تیں اسکے ساتھ کھڑی ماہین تک آئی، اسکی بھوری آنکھوں کا تاثر بدلا، وہ سرد سی ہو گئیں لیکن یہ صرف اتنا ہی نہیں تھا ہاں کچھ اور بھی تھا اور بس یہی وہ لمحہ تھا جس نے ماہین کے قدموں کے نیچے سے پتھریلی زمین گیلی ریت میں تحلیل ہو گئی، اسکا وجود نیچے دھنستا چلا گیا۔ عرصہ ہوا تھا اس نے لوگوں کی لفظوں، لہجوں، نگاہوں اور رویوں سے مرعوب ہونا چھوڑ دیا تھا۔ پھر اسکی بدلتی آنکھیں کیوں اسکے اندر کہیں بہت دور تک کھبی تھیں۔ وہ خاموشی سے ایک کٹیلی نگاہ اس پر ڈالتا اسکے سامنے سے کنی کترا کر آگے بڑھ گیا، تب ماہین کے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی تھی وہ کالر سے جکڑ کر اسے روکے، واپس اپنے سامنے کھڑا کرے اور چلا کر کہے اپنی نظروں کا وہ ملامتی مشکوک سا تاثر ٹھیک کرو، وہ ایسی نہیں تھی جیسا وہ ابھی اسے سمجھ کر گیا تھا۔ وہ بجلی کی سی لپک سے پیچھے مڑی تب تک وہ گلاس ڈور کے پیچھے گم ہو چکا تھا۔ اسکے اندر غصے کی ایک شدید لہر جاگی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم جانتی ہو اس آدمی کو؟"

سمیر اسکا ٹھٹکنا بھانپ گیا تھا۔ اور یہاں اسکے اندر پنپتے لاوے کو باہر نکلنے کا راستہ مل گیا۔ وہ اسکی طرف گھومی اور اپنی بے خوف غصے سے بھری آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

حب ناولز

"میں نہ تو اسے جانتی ہوں اور نہ ہی تمہیں جانتی ہوں۔ میرا پیچھا مت کرنا۔"

اسکے لہجے کی قطعیت اسے دنگ کر گئی۔ ہونٹ سختی سے بھینچے اسے دیکھتے اسکی آنکھوں میں جو شعلے لپک رہے تھے انہوں نے سمیر کی ساری تیزی طراری نگل لی۔ وہ بت بناوہیں کھڑا اسے تیز قدموں سے دور جاتا دیکھتا رہا، خود کی پہنچ سے بہت دور۔

....

"شکر ہے سب خیر وعافیت سے ہو گیا۔"

رات کے وقت زہرہ بی کے کمرے میں مخصوص بیٹھک لگی ہوئی تھی جس میں صرف زہرہ اور منظر شامل تھے۔ اور آج کیوں کہ ایک خاص موضوع زیر بحث تھا تو تینوں بچوں میں سے وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ شام میں نومیہ، عزیر، عطیہ اور ارم باقاعدہ طور پر مشال کا رشتہ لے کر آئے تھے، ان لوگوں نے بھی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اور جاتے جاتے نومیہ نے بھابھیوں سے نظر بچا کر زہرہ بی کو سائیڈ پر کرتے التمش کی بات بھی دبے لفظوں میں ان تک پہنچا دی تھی۔

"ماں جی! رشتہ تو ہر لحاظ سے بہترین ہے۔ پھر کون سا وہ کوئی غیر ہیں جو تحقیق کرانے کی ضرورت پڑے گی۔ مجھے بس مشال کی تھوڑی پریشانی ہے۔ میری بیٹی کا خواب تھا Mbbs کرنا، ان لوگوں کی باتوں سے جہاں تک اندازہ ہوتا ہے وہ شادی جلد کرنا چاہتے ہیں اس طرح تو مشال کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔"

منظر جہاں اتنا اچھے رشتے پر خوش نظر آرہے تھے وہی مشال کو لے کر تھوڑا الجھن کا شکار بھی تھے۔

زہرہ بی نے جانچتی نظروں سے بیٹے کا چہرہ پڑھا وہ زیرک خاتون تھیں، جانتی تھیں کب اور کہاں کیا بات کرنی ہے اور کس طرح کرنی ہے۔ تبھی محتاط سی گویا ہوئیں۔

"بیٹا۔ زندگی میں ملنے والی ہر شے نعمت ہے، اور جو نعمت جس وقت مل رہی ہو اسے خوش دلی سے لے لینا چاہیے۔ یہ تو سارے نصیب کے فیصلے ہیں ورنہ اس وقت اگر تمہاری جیب اجازت دیتی تو مشال کا دوسرا سال چل رہا ہوتا۔ تمہاری نوکری کو بھی چند سال باقی ہیں تم پر بھی بڑی ذمہ داریاں ہیں بیٹا، اور پھر تم پریشان بھی کتنے رہتے ہو مشال کے ڈاکٹری پڑھنے کے خرچے کو لے کر، اتنی مہنگی پڑھائی ہے اسکی، کیا پتہ تمہارے وسائل تمہیں اجازت دیں نہ دیں۔ تو جس چیز میں پہلے ہو اگر مگر ہے اسکے لیے ایک گھر آئی خوشی کو نہ کرنا بھی تو کفران نعمت ہے، اور پھر آج کل اچھے رشتے اتنی آسانی سے کہاں میسر آتے ہیں۔"

وہ جان بوجھ کر فی الحال نومیہ کی کہی

بات بیٹے سے چھپا گئی تھیں۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے ماں جی لیکن۔۔۔۔"

وہ متفق ہو کر کچھ متذبذب سے تھے۔

"ایسا کرو استخارہ کرلو۔"

زہرہ بی نے جیسے انکی مشکل آسان کی۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

اس بار وہ پر سکون نظر آئے تھے۔

جس وقت بڑے ان باتوں میں مصروف تھے، ساتھ والے کمرے میں مشال اپنے بیڈ پر دونوں پاؤں اوپر رکھے گھٹنے سینے سے لگائے، انکے گرد بازو لپیٹے تھوڑی گھٹنوں پر ٹکائے بیڈ شیٹ کے ڈیزائن کو غائب دماغی سے دیکھ رہی تھی۔

اس نے پستہ رنگ کی پرنٹڈ شلوار قمیض پہن رکھی تھی جس کا دوپٹہ اس وقت لاپرواہی سے شانے پر جھول رہا تھا اور بقول نوال کے آج وہ معمول سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

"تمہاری نند تو سامان ایسے لائی ہیں جیسے رشتہ طے ہونے کے بعد تمہاری پہلی عیدی آئی ہو۔"

اسکے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر اپنے بیڈ پر بیٹھی نوال اسکے لیے آیا سامان کھول کر ستائشی انداز میں نہ صرف دیکھ رہی تھی بلکہ بھرپور تبصرہ بھی کر رہی تھی جس میں مشال کی عدم دلچسپی پر اس نے ایک دو بار بہن کو گھورا مگر اثر ندارد۔

وہ سب چھوڑ چھاڑ کر اٹھتی اسکے سامنے آ کر بیٹھی۔

"کیوں منہ لٹکا رکھا ہے مشی؟"

اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے نرمی سے استفار کیا۔ مشال نے اس بار تھوڑی اٹھا کر اسکی طرف پر شکایت نظروں سے دیکھا۔ آج کل وہ یوں ہی خفا خفا سی لگتی تھی، نوال کا سمجھانا بھی خاطر خواہ اثر نہیں دکھاتا تھا۔

"آپ نہیں جانتی؟"

الٹا سوال کیا تو نوال نے ایک گہرا سانس لیتے خود کو جیسے تیار کیا ایک طویل بحث کے لیے۔

حب ناولز

"تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ صرف یہی ناکہ تمہاری پڑھائی مکمل نہیں ہو پائے گی؟" اسکا لہجہ استفہامیہ تھا مگر مشال نے پھر بھی جواب نہیں دیا۔

"ارے پاگل۔ پہلی بات کہ کون سا تمہاری کل ہی شادی ہونے والی ہے اور فرض کرو ہو بھی گئی تو اسکے خاندان میں ہر کوئی پڑھا لکھا ہے، خود وہ اتنی اعلیٰ پوسٹ پر ہے۔ کیا وہ تمہیں مزید پڑھنے سے منع کرے گا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اچھا ہے ناں وہ فنانشلی سٹرونگ ہے تمہیں اچھا بیک اپ مل جائے گا، یہاں تو پھر اگر مگر کی سچوئشن ہے، تم ابو کے حالات کو بھی تو دیکھ رہی ہو ناں انکی تنخواہ میں اتنا سب مینج ہونا آسان نہیں ہے وہ لان لینے کا سوچ رہے تھے۔ اس کے باوجود مشی پانچ سال کم وقت تو نہیں ہے ناں وہ کتنا کچھ کر پائیں گے، پھر ابھی ارحم بھی تو ہے اسکی پڑھائی، ابو کتنا کچھ کر لیں گے تمہیں تھوڑا ریشنلی چیزوں کو دیکھنا ہو گا۔ میں اگر تمہاری جگہ ہوتی تو اپنی قسمت پر رشک کرتی، اتنا اچھا کمپلیٹ پیکج مل رہا ہے تمہیں یار۔ لکس، سٹیٹس، فنانشلی سٹرونگ ویل سیٹل، اچھی پوسٹ اور کیا چاہیے تمہیں لڑکی۔ اور ایک ہم جیسے ہوتے ہیں جن کے بے چارے پچھلے ایک سال سے ڈگری ہاتھ میں لیے جگہ جگہ کی خاک چھان رہے ہیں اسکے بعد اللہ اللہ کر کے کہیں جاب ملے گی پھر سیٹل ہونے میں پتہ نہیں کتنے سال لگیں گے۔"

نوال نے اسکے دل و دماغ پر چھائے جمود کو توڑنا چاہا تاکہ وہ درست زاویے سے دیکھ پرکھ سکے۔ مشال جو اسکی بات نا چاہتے ہوئے بھی پوری توجہ سے سن رہی تھی اسکے چہرے کے تناؤ میں ہر گزرتے پل کے ساتھ غیر شعوری طور پر کمی آتی جا رہی تھی۔ منظر حسین کے حالات سے وہ اچھے سے واقف تھی ۔نوال کی کاؤنسلنگ نے اسکی مژدگی پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ وہ صحیح کہتی تھی اسے عقل مندی کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت تھی، منظر حسین کے مالی حالات بنا کسی لمبے چوڑے لان کے اسکے Mbbs کے

اخراجات اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے تھے، وہ ابھی تک صرف اپنے خواب کے بارے میں سوچ رہی تھی اب باپ کی پریشانی نظر آئی تھی اور وہ تو شروع سے کمپرومائزنگ نیچر کی تھی، ایک بار پہلے بھی اس نے نوال اور ارحم کے لیے یہ قربانی دی تھی۔ اور اب تو اسکے پاس ایک اچھا آپشن موجود تھا، وہ باپ کو بنا کسی مشکل میں ڈالے اپنا خواب پورا کر سکتی تھی لیکن۔۔۔۔

"شادی کے بعد Mbbs کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا آپی۔"

اس نے ایک نیا مدعا اٹھایا تھا۔

"اتنا مشکل بھی نہیں ہو گا۔ بس سپورٹ سسٹم تگڑا ہونا چاہیے۔"

مسکرا کر دوبدو جواب آیا۔ وہ نوال تھی اسے ہر مشکل میں سے آسانی نکالنے کی عادت تھی۔ اور اسکے اس انداز پر مشال اتنے دنوں میں پہلی بار دل سے مسکرائی تھی۔

"شکر ہے ہمیں بھی یہ مسکراہٹ تمہارے چہرے پر دیکھنی نصیب ہوئی ورنہ مجھے تو لگا تھا اب تم ایک ہی بار شادی کے بعد مسکراؤ گی۔"

نوال نے تناؤ کے بادل چھٹتے دیکھ شکر کا سانس لیا تو ساتھ ہی اس پر ہلکی سی چوٹ بھی کی۔

"کیا ہے آپی۔ تنگ مت کریں مجھے۔"

اپنی جھینپ مٹانے کو اس نے خفگی کا اظہار کیا تھا۔۔ اپنے صدمے سے نکلتے ہی جس پہلے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا وہ شرم کا تھا۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی جس نے بھلے ابھی پڑھائی کے سوا کبھی شادی کے خواب نہیں دیکھے تھے، لیکن وہ جس معاشرے کی پیداوار تھی وہاں آج بھی اس لفظ "شادی" سے لڑکیوں کی لاج جڑی تھی۔

"اچھا چھوڑو سب۔ یہ اپنے گفٹس تو دیکھ لو یار۔"

نوال ہلکے دل کے ساتھ اسکے سامنے سے اٹھی اور تیزی سے اپنے بیڈ پر بکھیرا سارا سامان اٹھا کر اسکے سامنے رکھنے لگی۔ غیر ارادی طور پر مشال نے پاؤں پیچھے کرتے اسکے لیے جگہ بنائی تھی۔

"تمہاری نند کی چوائس تو باکمال ہے اور کیا معلوم یہ التمش بھائی کی ہی پسند ہوں۔" وہ دوسری بار مڑ کر باقی چیزیں اٹھانے کو پلٹتے ہوئے ساتھ بول بھی رہی تھی، کہتے ہوئے التمش بھائی پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔

اور یہ پہلی بار تھا جب مشال کے دل کی بیٹ اسکے نام پر مس ہوئی تھی۔

آنکھوں میں وہ منظر بہت اچانک سے آن وارد ہوا تھا جب اس نے پہلی بار اسے اپنے گھر کے باغیچے میں فون پر بات کرتے ہوئے ٹہلتے دیکھا تھا۔ دل کی دھڑکن یک دم تیز ہوئی تھی یوں کہ اسے اپنے کانوں میں سنائی دیتی یہ خدشہ سونپ گئی کہ کہیں نوال بھی اس سے آشنا نہ ہو جائے۔ مگر صد شکر وہ اپنی ہی دھن میں مگن اسکے سامنے بیٹھی اب ایک ایک چیز اسے کھول کھول کر دکھا رہی تھی۔ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اپنے حواس پر قابو رکھنے کی تگ و دو کرتے وہ اس بار پوری طرف متوجہ ہو کر سب دیکھ رہی تھی اور ایسا کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان بھی محو رقص تھی۔

اگلے دن منظر حسین نے اس سے اسکی رائے طلب کی تو اس نے "جو آپ کو بہتر لگے" کہہ کر اپنا دامن بچا لیا مگر اسکے چہرے پر سجے تاثر کو اسکے بوڑھے ہوتے باپ نے بڑی آسانی سے پڑھ لیا تھا جہاں اب کسی اعتراض کا ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا۔

http://Novelshub.pk

CamScanner

....

رات وہ اپنے بستر پر لیٹی تھی، کروٹ کے بل، آنکھیں سختی سے بھینچے مگر نیند تھی کہ روٹھی بیٹھی تھی۔ سامنے والے بستر پر صابرہ گہری نیند سو رہی تھیں۔ ماہین نے گھر میں سمیر کے بارے میں کسی سے ذکر نہیں کیا تھا، امی سے بھی نہیں۔ وہ پہلے ہی اسے لے کر پریشان رہتی تھیں یہ بتا کر انہیں نئی فکریں نہیں سونپ سکتی تھی۔

بے چینی سے کروٹ بدل کر وہ سیدھے ہو کر کمر کے بل لیٹتے نگاہیں تیز چلتے چھت کے پنکھے پر ٹکی تھیں اور دماغ ماضی کے دریچوں کے اس پار سے آتی یادوں کی پکار میں الجھا تھا۔

آج سمیر کو دیکھ کر پرانے زخم پھر سے ہرے ہوئے تھے۔ وہ ایک بار پھر اپنے سود و زیاں کا ملال لیے سوگ منانے کو تیار تھی۔ اسے رات اسی لیے تو پسند تھی، یہ انسان کو خود سے ملنے کا موقع دیتی ہے اس خوف سے دور کہ کوئی انہیں دیکھ لے گا، ہر غم منایا جا سکتا ہے، ہر آنسو بہایا جا سکتا ہے، کیوں کہ رات ملامت نہیں کرتی، خاموشی سنتی ہے اور سارے راز اپنے اندھیرے میں ڈھانپ کر صبح کی روشنی سے آنکھ بچا کر دبے پاؤں نکل جاتی ہے، رات رازوں کی محافظ ہوتی ہے۔

جیسے وہ آج پھر اسکے سرہانے بیٹھ کر اسکی خامشی میں گٹھری کی مانند بندھی اسکی کہیں بار سنی داستان سننے والی تھی، پوری توجہ کے ساتھ، بنا ٹوکے، بنا تھکے، بنا اکتائے۔

اسکی کہانی کا پہلا پنا تھا۔ سمیر اکرام، خوب صورت تھا اور اس سے بڑھ کر اس سے محبت کا دعوے دار، اسکے سگے چچا کا بیٹا۔ چاچی کو وہ کچھ خاص اچھی نہیں لگتی تھی مگر بیٹے کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالتے اسے بیاہ لے گئیں۔ ماہین نے آنکھ بند کر کے سمیر کی محبت پر یقین کیا اور یہی یقین اسے لے ڈوبا۔ سات سال کی رفاقت کبھی دھوپ تو کبھی سایہ مگر اس سائے میں بھی بے اعتباری کے کافور کی خوش بو پھیلی

ہوتی، وہ اس سے محبت کرتا تھا بس اعتبار نہیں کرتا تھا، اور بے اعتباری سے بڑا کوئی سانپ نہیں جو رشتوں کو سالم نگل سکے۔

اس کی شخصیت جو دور سے دیکھتے مکمل لگتی تھی کہیں کج رویوں کی شکار تھی۔

وہ کوئی بھی کام مستقل مزاجی سے نہیں کرتا تھا، جو بھی جاب ملتی، چند ماہ کرتا، پھر اکتا جاتا، لڑائی جھگڑے اور آخر میں جاب سے نکال دیا جاتا۔ اگلے کہیں ماہ بے روزگاری کا فیز چلتا اور اس دوران اسکی ساری فرسٹریشن ماہین پر نکلتی۔ اور یہ سائیکل یوں ہی چلتا رہتا، نئی جاب، نیا عزم، کہیں سارے عہد، بدلنے کی یقین دہانی، پھر وہی اکتاہٹ و بے زاری، لڑائیاں اور جاب لیس ہونے کی فرسٹریشن۔ وہ جوں جوں اپنی کمیاں دیکھتا ماہین پر شک کرنے لگتا، خاندان میں، محلے میں ہر وہ مرد جو اچھا کماتا اسکے ساتھ اسکا نام جوڑ کر اسکے کردار پر اپنی گندی سوچ کا کیچڑ اچھالتا۔ اس نے پہلی بار جب اس پر ہاتھ اٹھایا تھا تو وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ اسکے ساتھ ہوا کیا ہے، اسکے چہرے پر نیل پڑ گیا تھا، دائیں آنکھ کے نیچے گال پر۔ وہ پورا دن اپنا چہرہ چھپائے پھرتی رہی، چاچی نے انکے معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا تھا وہ سب دیکھ سن کر بھی ان دیکھا ان سنا کر دیتی تھیں۔

سمیر نے اگلے دن اس سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی، وہ نادم تھا، اسے خود کو مارنے کی پیشکش کر رہا تھا ماہین کا دل پگھل گیا وہ جاب لیس تھا غصے و پریشانی کا شکار تھا، غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے، اس نے معاف کرتے دل صاف کر لیا، لیکن وہ آغاز تھا اس کے بعد اس نے کب کب اسے مارا اور کتنی دفعہ معافی مانگی وہ حساب رکھنا بھول گئی۔

سات سال اس نے اس امید پر سب جھیلا کہ ایک دن وہ بدل جائے گا۔ لیکن نہ وہ بدلا اور نہ اسکا وقت۔ اسکے تین مس کیرج ہوئے اور آخری بار وہ آدھی موت مر کر آئی تھی، وہ پورا ایک مہینہ ہسپتال

میں رہی، سمیر پھر سے پشیمان تھا مگر اس بار اس کے خود کا دل مردہ ہو گیا۔ اور مردے معاف نہیں کیا کرتے۔

اسکے بعد اس نے اپنی آنکھیں اور کان لپیٹ لیے، کسی کی معافی تلافی، یقین دہانی، منت سماجت کچھ کام نہیں آئی اور اس نے خلع لے لی۔ اس میں صرف اسکی ماں نے اسے سپورٹ کیا تھا۔ آذر ابھی بھی تذبذب کا شکار تھا۔ سمیر اسے چھوڑنے کو تیار نہیں تھا لیکن عدالت کے فیصلے کے آگے اسے گھٹنے ٹیکنے پڑے، اور پھر سننے میں آیا کہ اسکی ماں نے زبردستی اسے کسی عرب ملک بھیج دیا تھا۔ اور اب وہ پھر سے واپس آ گیا۔ اسکی زندگی کی سطح پر سمیر کی آمد سے ایک بار پھر ایسے ہی دائرے بننے لگے جیسے ساکت کھڑے پانی میں پتھر مار دیا گیا ہو۔ اس کے لیے وہ ذہنی و جذباتی طور پر تیار نہیں تھی۔ تین سال ہونے کو آئے تھے مگر وہ آج بھی کبھی ان لمحوں کو سوچتی تھی تو اتنا ہی درد محسوس کرتی تھی جن میں اس نے ماریں کھائی تھیں، گالیاں سنی تھیں اور اسکی بے اعتباری سہی تھی۔ بے آواز سے آنسو اسکے تکیے کو بھگو رہے تھے، اور اسے دلاسا دینے کو ہلکان ہوتی رات خود بھی قطرہ قطرہ پگھلتی جا رہی تھی۔

....

وہ دونوں اکیڈمی سے واپس آ رہے تھے، ایک ساتھ چلتے ہوئے دونوں کے ایک ایک کندھے پر بیگ لٹک رہا تھا، نور کے دائیں ہاتھ میں چاکلیٹ تھی جسے وہ دست روی سے چلتے ہوئے ساتھ کھا بھی رہی تھی اور ساتھ ساتھ ذہن میں کچھ پراسیس کرنے کی سعی بھی رہی تھی۔ اسکے ساتھ چلتے دبلے پتلے جینزٹی

CamScanner

شرٹ میں ملبوس لڑکے نے دونوں ہاتھ جینز کی جیب میں اڑس رکھے تھے۔ وہ نظریں جھکائے چل رہا تھا مگر اسکے چہرے پر خوشی کا تاثر چھپائے نہ چھپتا تھا۔

"تو تم یہ کہہ رہے ہو کہ التمش چاچو کا رشتہ طے ہو گیا ہے اور عنقریب انکی شادی ہو رہی ہے۔"

بہت دیر بعد اس نے گلزار کا کہا جملا اپنے الفاظ میں ڈی کوڈ کرتے دوہرایا۔ جس پر اس نے پر زور انداز میں سر اثبات میں ہلایا۔ ساتھ ہی ایک آخری بار چاکلیٹ اسکی طرف بڑھائی جس کا اس نے رسان سے گردن نفی میں ہلا کر انکار کر دیا۔ نور نے "جیسے تمہاری مرضی" کے انداز میں کندھے اچکائے۔

"لالی شام کو مٹھائی کے ساتھ یہ گڈ نیوز دینے آئیں گی آپ کی طرف۔"

اس نے جیسے اطلاع دی تھی۔ نور نے گردن کو ہاں میں ہلایا اور بچی چاکلیٹ منہ میں رکھتے ریپر پاس سے گزرتے بن میں اچھالی۔

"اچھی بات ہے۔ مبارک ہو تمہیں، تمہاری تو گھر کی شادی ہے۔"

چاکلیٹ کھاتے ساتھ بولتے اسکی آواز تھوڑی عجیب سی ہو رہی تھی مگر پرواہ کسے تھی۔

گلزار نے مسکرا کر مبارکباد وصول کی۔

"میں خود آج کل رشتے کی تلاش میں ہوں۔ ویسے تمہاری نظر میں کوئی اچھا رشتہ ہے؟"

اسکے اتنے اچانک استفار پر گلزار کرنٹ کھا کر جیسے رکا تھا۔ بھینچی بھنویں لیے وہ اسے چہرہ گھمائے دیکھنے لگا تو نور نے نا سمجھی سے اسکی حرکات و سکنات کو نوٹس کیا۔

"آپ ابھی بہت چھوٹی ہیں اس سب کے لیے۔"

CamScanner

اس نے دبے دبے انداز میں سرزنش کرنی چاہی۔ چہرہ الگ سرخی مائل ہو رہا تھا۔

"اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں پانچ ماہ بعد اٹھارہ کی ہو جاؤں گی۔"

اس کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا جیسے وہ گلزار کے اس رد عمل کو سمجھ نہ پا رہی ہو۔

"پھر بھی۔ یہ آپ کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ آپ کے والد محترم کا ہے۔"

اسکی اپنی روایات سے محبت بہت غلط وقت پر جوش مار رہی تھی۔

"ابی سے مجھے کوئی امید نہیں ہے۔ وہ اگر کچھ کرنے والے ہوتے تو نوبت میرے کچھ کرنے تک کیوں پہنچتی۔"

متاسف لہجے میں کہتے ہاتھ ہلا کر اس نے ناک پر سے ان دیکھی مکھی ہٹائی۔ اور ساتھ ہی قدم آگے بڑھائے۔

"لیکن آپ کو اتنی جلدی کس بات کی ہے؟"

اسکے پیچھے لپکتے گلزار کا بس نہیں چل رہا تھا وہ یہ خیال اسکے ذہن پر سے کھرچ دے۔

"جلدی؟ اب تو اتمش چاچو کی بھی شادی ہو رہی ہے۔ اور ویسے بھی دو تین سال اور گزرے تو پھر کوئی اچھی لڑکی نہیں ملے گی۔"

وہ اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی۔

"کیا لڑکی؟" گلزار کی آواز بلند ہوتی چیخ میں بدلی۔

شاک کے مارے آنکھیں ابل کر باہر آنے کی کسر رہ گئی تھی بس۔

CamScanner

"چیخ کیوں رہے ہو؟"

جواباً اسکی آواز بھی اونچی ہوئی تھی۔

"توبہ استغفراللہ۔۔۔۔میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتا تھا نور بی بی۔"

چہرے پر کراہت کے تاثرات لیے وہ بدک کر دو قدم پیچھے ہوتا اس سے دور ہوا اور ناپسندیدگی سے اسے دیکھتے دونوں ہاتھ الٹے کیے کانوں کی لو چھو رہا تھا۔ اب کی بار نور کی تیوری چڑھی۔ آنکھوں میں غصہ لیے اسے گھورا۔

"کیوں توبہ۔۔۔۔اپنے لالے کے لیے تم لوگوں کو بیس سال کی لڑکی پسند آسکتی ہے تو مجھے ابی کے لیے کوئی تیس سال کی لڑکی نہیں مل سکتی۔ اتنے بھی کوئی بڑے نہیں ہیں وہ تمہارے لالے سے۔"

دونوں ہاتھ پہلوؤں پر رکھے وہ دانت پر دانت جمائے اسکی طرف دو قدم قدم بڑھ رہی تھی اور وہ اسکی بات سنتے پیچھے کی جانب کھسکتا جا رہا تھا۔ وہ انکی ہاؤسنگ سوسائٹی کی سڑک تھی دور دور تک کوئی گاڑی کوئی بندہ بشر نہ تھا۔

اسکی پوری بات سنتے اسے سمجھنے میں گلزار کو چند سیکنڈ لگے، قدم رکے اور اسکے بعد اس نے ایک پر سکون گہری سانس خارج کرتے دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اٹھا کر اسے مزید آگے بڑھنے سے روکا۔

چہرے کے تاثرات واپس نارمل ہوئے تو وہ پھیکا سا ہنسا۔ ساتھ ہی چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ آپ کے ابی کے لیے رشتہ۔۔۔۔وہ بھی لڑکی۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر جیسے خود کلامی کر رہا تھا۔ نظریں دوبارہ نور کے تپے ہوئے چہرے پر گئیں۔ اور انداز اپنے آپ محتاط ہوتا چلا گیا۔

CamScanner

"کیوں نہیں مل سکتی ضرور مل سکتی ہے۔ بلکہ آپ کو تو یہ کار خیر بہت پہلے کر لینا چاہئے تھا۔ معذرت نور بی بی تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی تھی۔" تھوک نگل کر گلہ تر کرتے بات مکمل کر تا وہ اسکے پہلو سے کترا کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

نور چند سیکنڈ وہاں نا سمجھی بھرے تاثر کے ساتھ کھڑی رہی، ذہن میں ساری گفتگو کو دوبارہ دہرایا اور چند لمحوں کے بعد وہ شرم و غصے سے گلابی ہوتے چہرے اور آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں لیے گھومی۔

"رکو۔ کیا سمجھا تھا تم نے؟"

وہ غرا کر کہتی اسکے پیچھے بھاگی۔ گلزار کے قدموں کی تیز رفتاری بھاگنے میں ڈھلی۔

"میں نے کہا رک جاؤ۔ بے غیرت انسان۔ تم نے ایسا الٹا سیدھا سوچا بھی کیسے؟"

وہ اسکے پیچھے پوری رفتار سے بھاگی تھی۔ گلزار کی سپیڈ کچھ اور بڑھی۔ ایک بات تو طے تھی اگر آج کی تاریخ میں وہ اسکے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسکی دبلی پتلی گردن مروڑنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

....

"مشال یہ پھیلاوا سمیٹ کر ٹائم سے تیار ہو جانا۔ نومیہ آنٹی ہمیں پک کرنے آ رہی ہیں، شاپنگ کے لیے۔"

نوال تیز تیز بولتے کمرے میں داخل ہوئی، اپنی وارڈروب سیٹ کرتی بری طرح چونکی۔ اسے تو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی اسکے سسرال والوں کو اتنی جلدی کس بات کی ہے۔ ابھی ایک ہفتہ پہلے تو منظر حسین نے انہیں رشتے کی ہامی بھری تھی۔ اور اسی شام نومیہ آکر اسکے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں ایک خوبصورت مگر نازک سی انگوٹھی پہنا گئی تھیں، اسکے بعد سے پچھلے تین دن میں اتنی پیش رفت ہو چکی تھی کہ بات شادی کی ڈیٹ فکس کرنے تک پہنچ گئی تھی۔ منظر حسین اور زہرہ بی آج کل سنجیدگی سے اس بابت سوچ رہے تھے اور قوی امکان تھا انکا یہ مطالبہ مان لیا جاتا بات صرف مناسب دن پر آکر رکی ہوئی تھی، مشال کو تو تب سے ہول اٹھ رہے تھے اور نوال کی خوشی پھولے نہیں سما رہی تھی، ایسی جھٹ منگنی پٹ بیاہ کی باتیں اس نے صرف سنی تھیں، آنکھوں دیکھے کا تو پہلا پہلا تجربہ تھا۔

"ان لوگوں کو اتنی جلدی کس بات کی ہے بھئی۔"

ہاتھ روکتے پیچھے مڑ کر بہن کو دیکھتے مشال کی جھنجھلاہٹ آواز سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"نومیہ آنٹی کو دو ہفتے بعد کینیڈا واپس جانا ہے اور وہ جانے سے پہلے چھوٹے بھیا کی نیا پار لگانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔"

اپنی بیڈ سائیڈ ٹیبل کی دراز کھنگالتے اس نے مصروف سے انداز میں اطلاع دی۔

"اس چکر میں وہ میری نیا ڈبو رہی ہیں۔"

بے ساختہ اسکے منہ سے نکلا۔ نوال ہاتھ میں الرجی کی ٹیبلٹ لیے سیدھی ہوئی۔

اب پھر سے تمہیں اگر قنوطیت کا دورہ پڑنے لگا ہے تو پلیز یہ پروگرام فی الحال ملتوی کر دینا۔ اور اللہ کا واسطہ ہے مشی اپنی ہونے والی نند کے سامنے کوئی بونگی مت مرنا۔" وہ اکتائی ہوئی لگتی تھی، اس وقت مشال کو تسلی دینے جیسے کسی امر کی متمنی نہیں تھی وہ۔

"ارحم کو پھر سے الرجی ہو گئی ہے کیا؟"

اسے واپس باہر کی طرف جاتے دیکھ کر پوچھا۔ نوال سر ہلاتے کمرے سے باہر نکل گئی۔ جاتے ہوئے ایک آخری نگاہ مشال پر ڈالی جو نارمل سا تاثر چہرے پر لیے جلدی جلدی کپڑے تہہ کرنے لگی تھی ۔نوال مسکرادی، وہ جانتی تھی مشال کو ٹریک پر رکھنے کے لیے کون سا طریقہ کب کار آمد ثابت ہوتا ہے۔ اس وقت اگر وہ ذرا سا بھی اسے نرمی دکھاتی تو اس نے پورا دن منہ بنائے رکھنا تھا۔

دو گھنٹے بعد نومیہ انکے ڈرائنگ روم میں موجود تھی، وہ کچھ بھی کھانے پینے کو تیار نہیں تھی لیکن زہرہ بی کے اصرار پر فقط جوس پیا تھا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ نوال اور مشال کو لیے وہاں سے نکل آئی تھی۔

آج موسم اچھا خاصا گرم تھا لیکن گاڑی میں ایئر کنڈیشنر سسٹم کے باعث ماحول میں خنکی سی رچ گئی تھی ۔نومیہ ڈرائیور کے ساتھ آئی تھیں اور اس وقت وہ تینوں پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پورا راستہ وہ ان دونوں سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی گئیں پہلے پہل تو مشال کو تھوڑی جھجک محسوس ہوئی مگر پھر آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو گئی۔ حالاں کہ وہ زیادہ بول نہیں رہی تھی گاڑی میں چلتے میوزک کے ساتھ نوال اور نومیہ کی باتوں کی ہلکی سی آواز ہی سنائی دیتی تھی۔ وہ صرف تب بولتی جب ان دونوں میں سے کوئی اسے مخاطب کرتی۔ باتوں کے دوران ہی پتہ چلا تھا کہ التمش تین دن کے سرکاری دورے پر ملائشیا گیا ہوا ہے۔

CamScanner

ڈیڑھ گھنٹے کا سفر خوش گوار ماحول میں کب کٹا پتہ ہی نہیں چلا۔ گاڑی اسلام آباد کے ایک مشہور شاپنگ مال کے سامنے رکی۔ اسکے بعد جو انکا شاپنگ کا سلسلہ شروع ہوا تو کب دن شام میں ڈھلا اور شام کے بڑھتے سائے رات کی دہلیز کو چھونے لگے اندازہ ہی نہیں ہوا۔ ان تینوں نے بھی تو شہر کے مالز سے لے کر ہر چھوٹی بڑی مارکیٹ چھان ماری تھی، نومیہ اور نوال کی اتنی اچھی جم گئی تھی جیسے وہ صدیوں سے ساتھ گھومتی پھرتی ہوں اور مشال وہ چاروناچار انکے ساتھ خود کو گھسیٹ رہی تھی حالاں کہ تھکاوٹ حد سے سوا تھی۔ نومیہ نے بھی موقعے کا خوب فائدہ اٹھایا تھا جو گھر سے ہی ایک پوری لسٹ بنا کر نکلی تھی اور برائیڈل ڈریس تک خرید کر دم لیا تھا، وقت کم تھا اور روز روز مشال کا جہلم سے یہاں صرف شاپنگ کے لیے آنا بھی مناسب نہیں لگتا تھا ابھی بھی منظر حسین کا دوبار فون آچکا تھا ۔عشاء کی اذان کی آوازیں بلند ہوئیں تو انہیں واپسی کا ہوش آیا۔

ان لوگوں کے لنچ دیر سے کیا تھا۔ نومیہ نے راستے میں ہی ایک ریسٹورنٹ سے رات کے لیے کھانا پیک کروایا تھا۔ اور اسکے بعد وہ انہیں لے کر حیات منزل پہنچی تھیں۔ رات کافی ہو گئی تھی وہ اتنی بہادر نہیں تھی کہ صرف ڈرائیور کے ساتھ ان دونوں کو جہلم چھوڑ کر پھر خود واپس بھی آئیں جبکہ التمش بھی نہیں تھا اور گلزار بھی کل ہی ایبٹ آباد گیا تھا اس لیے طے یہ ہوا تھا کہ وہ پہلے حیات منزل جائیں گے اور وہاں سے عزیر بھائی کو ساتھ لے کر پھر واپسی کے لیے نکلیں گے۔

انہیں لے کر وہ سیدھا اوپر التمش والے پورشن میں گئیں۔ لیونگ ایریا کی لائٹس وغیرہ آن کیں تو نوال اشتیاق سے ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی جبکہ مشال کو گہری ہوتی رات کی خنکی نے ایسا کچھ دیکھنے بلکہ سوچنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

حب ناولز

وہ تینوں شاپنگ بیگز سے لدی ہوئیں اندر آئیں اور سارا سامان وہیں لیونگ ایریا کے صوفوں پر منتقل کیا

۔

"تم لوگ پریشان مت ہو۔ منظر بھائی سے تو بات ہو گئی ہے ناں۔ بس تھوڑی دیر میں ہم نکلتے ہیں۔ تب تک تم لوگ واش روم جا کر فریش ہو لو سامنے دونوں بیڈ رومز ہیں۔ میں تب تک کھانا لگاتی ہوں۔"

نومیہ کے کہنے پر مشال نے سب سے پہلے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نہیں آنٹی پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے تو کھانا رہنے دیں۔ ویسے بھی لنچ اتنا لیٹ کیا تھا کہ اب کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

نوال رسان سے انکار کر گئی۔

"آر یو شیور؟"

دونوں نے ایک ساتھ تائید میں سر ہلائے تو نومیہ نے ہار مانتے جیسے کندھے اچکائے۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن پانی تو کم از کم پی لو۔ میں آتی ہوں تب تک فریش ہو لو پھر میں عزیر بھائی کو بلا لیتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر کچن میں چلی گئیں تو منال نے اپنا رخ پریشان حال مشال کی طرف کیا۔

"تم کیوں اتنی ٹینس ہو رہی ہو۔ شادی کی شاپنگ میں اتنی دیر تو ہو ہی جاتی ہے نا۔ چلو واش روم سے ہو آتے ہیں پھر آگے بھی ابھی اتنا لمبا سفر باقی ہے۔"

CamScanner

حب ناولز

اسکا ہاتھ پکڑ کر وہ نومیہ کے بتائے رومز کی طرف بڑھنے لگیں۔ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے آمنے سامنے دو بیڈ رومز تھے۔

"ایسا کرتے ہیں میں اس روم میں چلی جاتی ہوں تم دوسرے والے میں چلی جاؤ۔ ٹائم بچ جائے گا ۔جلدی کرو پھر گھر کے لیے نکلنا بھی ہے۔"

نوال نے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ چھوڑا اور خود ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ وہ کچھ دیر متذبذب سی کھڑی رہی پھر دوسرے کمرے کے دروازے کی ناپ گھما کر اندر داخل ہوئی، اور اپنے پیچھے دروازہ کھلا رہنے دیا۔ کمرے کی لائٹس پہلے سے روشن تھیں، اور اے سی کی خنکی شاید نومیہ آف کرنا بھول گئی تھیں۔ ایک اچٹتی سی نگاہ اس نے اطراف میں ڈالی۔ سفید اور نیوی بلیو کا امتزاج لیے وہ ایک سادہ مگر شاندار بیڈ روم تھا بہت بھرا بھرا نہیں تھا مگر اسکا انٹیریئر پر ستائش تھا۔ بستر پر سفید بیڈ شیٹ پر نیوی بلیو کمبل کھلا پڑا تھا جیسے صبح کسی نے بستر درست نہ کیا ہو۔ اپنا گھر ہوتا تو سب سے پہلے کمرے میں داخل ہوتے اس نے بستر ٹھیک کرنا تھا مگر یہاں اس نے بڑی مشکل سے سر جھٹکتے خود کو ایسا کرنے سے روکا تھا۔ پھر اسے اچانک سے یاد آیا وہ اس وقت وہاں کیوں تھی۔

ایک متلاشی نگاہ واش روم کے دروازے کے لیے دوڑائی تو وہ ایک کونے میں اسے دکھائی پڑا۔

کچھ سوچتے چادر اتار کر اس نے وہیں بیڈ پر رکھی، اس نے ہلکے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض زیب تن کر رکھی تھی جس کی قمیض کے گلے اور کھلے بازوؤں پر ملٹی کلر دھاگے کا کام تھا، پاؤں میں کھلی کولہ پوری چپل تھی کمر تک آتے بالوں کو صبح ہی دادی نے چوٹی میں قید کیا تھا اور چہرہ کسی بھی آرائش سے عاری دن بھر کی تھکن کی داستان سناتا اس وقت بھی خوب صورت لگ رہا تھا۔

CamScanner

دونوں ہاتھ عادتاً دوپٹہ یا چادر اتارنے کے بعد اپنے سر پر پھیرتے اس نے بال ٹھیک کیے اور قدم واش روم کے دروازے کی جانب بڑھائے، وہ چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ معاواش روم کا دروازہ کھلا، اپنی دھن میں تولیے سے گیلے بال رگڑتے، واش روم سے باہر آتے التمش نے نظر اٹھا کر دیکھا وہ اسکے عین سامنے آنکھوں میں ہراس و بے یقینی لیے کھڑی تھی، چہرے پر سے ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں، ایک لمحے کے لیے اسے وہاں دیکھ کر ہاتھوں کی جنبش رکی، گردن کے گرد لپٹے تولیے کا ایک سرا ہاتھ سے چھوٹا، اسکی آنکھوں میں تحیر بھری بے یقینی جاگی، اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی تھا جو ان سنہری آنکھوں میں معمول سے ہٹ کر تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سچوئشن کو سمجھ پاتا کمرے میں اسکی تیز قدرے بلند نسوانی چیخ گونجی، التمش نے ناسمجھی و بے آرامی کے ملے جلے تاثر کے ساتھ اسے دیکھا اور پھر اسکے عقب میں کھلے دروازے کو۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ بجلی کی سی تیزی سے اسکے قریب پہنچا اور غیر ارادی طور پر اپنا ہاتھ اسکے ہونٹوں پر زور سے رکھتے اسکی چیخ کا گلہ گھونٹا۔

آنکھوں میں ابھرتے ناگواری بھرا تاثر لیے اسکی نگاہوں نے اسکے سپید پڑتے چہرے سے پیچھے کھلے دروازے تک کا سفر کیا۔

"یو سلی گرل۔" اکتائے ہوئے چہرے کے ساتھ کہتے آواز میں برہمی در آئی۔

مشال اپنی جگہ بت بنی کھڑی تھی، التمش کا ہاتھ ابھی بھی اسکے ہونٹوں پر سختی سے دھرا تھا، اسکی آنکھوں میں پنپتی وحشت و بےبسی ایک آنسو کی صورت دائیں آنکھ کے کونے سے بہتی اسکے گال سے لڑھک کر التمش کی انگلی کے پور پر آن ٹھہری۔ ایک لمحے کا منظر تھا مگر اتنا مکمل و مبہوت تھا کہ اس جیسے روکھے پھیکے بندے کو بھی چند ساعتوں کے لیے باندھ گیا تھا۔

باہر سے آتی آہٹوں پر وہ بری طرح چونکا، اپنا ہاتھ پیچھے کرتے سرعت سے آگے بڑھا، بیڈ پر سے اسکی چادر اٹھا کر اسکے سر پر ڈالی اور تیزی سے چند قدم اس سے دور ہوا۔

ایسا کرنے میں اس نے بمشکل تین سے چار سیکنڈ صرف کیے تھے، تب تک پریشان سی نومیہ اندر داخل ہوئیں، اور سامنے التمش کو دیکھ کر ٹھیک سے حیران بھی نہیں ہو پائیں۔

"کیا ہوا مشال؟ تم ٹھیک ہو؟"

التمش کو نظر انداز کرتے وہ مشال کی جانب بڑھیں جو کسی ٹرانس کی سی کیفیت سے نکلتی لرزتے ہاتھوں سے اپنی چادر ٹھیک کر رہی تھی۔ نومیہ کی طرف اسکی پشت تھی جب تک وہ اسکے قریب پہنچی اس نے اپنے حلیے اور چہرے کے تاثر دونوں پر قابو پالیا تھا۔

وہ اب اسکے سامنے کھڑی، اسکا شانہ تھامے تشویش سے اسے دیکھ رہی تھی۔

مشال نے بمشکل اپنے آنسوؤں پر بند باندھتے شرمندگی سے سر نفی میں ہلایا۔

تب تک نوال بھی وہاں آگئی تھی اور اب ناسمجھی سے سب کو دیکھ رہی تھی، ساتھ والے کمرے کا دروازہ بند تھا اور ساؤنڈ پروف ہونے کے باعث وہ مشال کی چیخ سن نہیں پائی تھی۔

التمش کو وہاں دیکھ کر اسے بھی حیرت ہوئی تھی، التمش کی نظر اس پر پڑی اور اسے فوراً نظر چراتے دیکھ کر اس سارے میں اپنی آکورڈ سچویشن کی طرف اسکا دھیان پہلی بار گیا تھا، وہ گرے ٹراؤزر کے اوپر سیاہ بنیان پہنے ہوئے تھے اور گلے میں تولیا جھول رہا تھا۔ خود کو کوستے اس نے تولیا پھیلا کر ہی اپنے شانے کور کیے تھے۔

"شاید التمش کو اچانک دیکھ کر شاک ہوئی ہے۔میں نے ہی بتایا تھا تم ملائشیا گئے ہوئے ہو اب اچانک سے سامنے آجاؤ گے تو شاک تو لگے گا ہی۔"

نومیہ نے مسکرا کر کہتے کمرے میں پھیلے تناؤ کی کیفیت کو کم کرنا چاہا۔

منظر بدلا، وہ لیونگ ایریا میں بیٹھی ہوئی تھیں۔مشال کے لیے مزید ایک سیکنڈ بھی وہاں رکنا محال تھا۔مگر مجبوری تھی۔وہ نوال کے ساتھ چپک کر بیٹھی ہوئی تھی۔چہرے کے خدوخال اب نارمل لگتے تھے مگر دل ابھی بھی کچھ دیر پہلے کے منظر میں قید تھا۔

تبھی وہ بھی وہیں چلا آیا، ٹراوزر کے اوپر راؤنڈ نیک بلیک ٹی شرٹ کا اضافہ ہو چکا تھا اور بال برش کیے وہ فریش لگ رہا تھا۔نوال کے دائیں طرف والے صوفے پر جگہ بناتے وہ بیٹھا اب اس سے حال احوال پوچھ رہا تھا۔جس کا وہ خوش دلی سے جواب دے رہی تھی جب کہ مشال پوری طرح اسکے پیچھے چھپنے کی تگ و دو میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی، ایک بار پھر ذہن کچھ ساعتیں پیچھے بھٹکا، اور شرم ساری کا ایک نیا ریلا اسکے احساسات وجذبات میں بھونچال کا باعث بنا۔اسکے برعکس التمش بالکل کمپوزڈ لگتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"تم کب آئے؟"

انکی طرف آتی کچن سے برآمد ہوتی نومیہ کے ہاتھ میں ایک باؤل تھا۔التمش نے گردن گھما کر انہیں دیکھا۔

"شام چار بجے۔"

مختصر سا جواب آیا۔

حب ناولز

"مشال گھر میں اور تو میٹھے میں کچھ بھی نہیں ہے یہ آئس کریم سے ہی کام چلانا پڑے گا۔ تم پہلی بار گھر آئی ہو تو میٹھا کھانا اچھا شگن مانا جاتا ہے۔"

نومیہ اب بھی بڑے بزرگوں کی کہیں روایات کی من و عن پیروی کرتی تھی۔

مشال نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی انکے آئس کریم والی چمچ آگے کرنے پر منہ کھول کر آرام سے کھالی تھی۔ وہ ایک دم سے سب کی مرکز نگاہ بن گئی تھی۔ التمش کو تو صرف اسکے گود میں رکھے ہاتھ نظر آ رہے تھے۔

"چلو التمش اب تم منہ کھولو۔"

نومیہ کو نہ جانے کیا سوجھی تھی جواب گھوم کر التمش کے آگے آ کھڑی ہوئیں۔

"لیکن میں تو پہلی بار گھر نہیں آیا۔"

اس نے سنجیدگی سے نقطہ اٹھایا۔ نوال نے اسکے انداز پر بمشکل ہنسی روکی۔ اور مشال کے لیے تو وہ سرے سے وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

"تمہیں ویسے ہی مٹھاس اور ٹھنڈک دونوں کی اشد ضرورت ہے۔"

نومیہ نے زیر لب مسکراہٹ روک کر اس پر چوٹ کی، خلاف توقع آگے سے کوئی جواب نہیں آیا تھا بلکہ اس نے کمال تابعداری سے انکی بات مان لی تھی۔

اور وہ جو کسی کے جھوٹے گلاس میں پانی تک نہیں پیتا تھا مشال کی جھوٹی چمچ سے آئس کریم کھا چکا تھا ۔ نومیہ کو خوش گوار سی حیرت نے آن گھیرا۔

CamScanner

"چلو اب اٹھو، مثال اور نوال کو واپس چھوڑنا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چاروں جہلم کے لیے نکل رہے تھے۔

التمش نے ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھالی تھی۔ نومیہ اسکے ساتھ فرنٹ سیٹ پر موجود تھی۔ راستے میں ایک بیکری کے آگے رکتے اس نے چند چیزیں پیک کروائی تھیں، نومیہ نے اسکے واپس گاڑی میں بیٹھنے پر ستائش بھری نظروں سے دیکھا۔ وہ دیکھنے میں بالکل لاپرواہ سا لگتا تھا مگر اسکا رکھ رکھاؤ کبھی کبھار اسکی بڑی بہن کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

....

وہ تین دن سے اسکا پیچھا کر رہا تھا، ماہین کے اعصاب چٹخنے لگے تھے۔ وہ اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا لیکن اسکی اپنے ارد گرد موجودگی اسے جلتے انگاروں پر لوٹنے کا سا احساس تکلیف دیتی تھی۔ مگر وہ بے بس تھی، کچھ کر نہیں سکتی تھی وہ ایک پبلک پلیس تھی جہاں کوئی بھی آ جا سکتا تھا، وہ کسی پر قدغن نہیں لگا سکتی تھی، وہ ہر روز آتا تھا بے مقصد سٹور میں ادھر ادھر گھومتا، اسکو نگاہوں کے حصار میں رکھتا، اور کافی دیر بعد کوئی ایک آدھ چیز خرید کر نکل جاتا زیادہ تر وہ کوئی اسنیکس وغیرہ ہی ہوتا۔ پھر بے مقصد باہر گھومتا رہتا اور اسکے کام ختم کر کے گھر جانے پر اسٹاپ تک ایک مناسب فاصلہ رکھ کر اسکا پیچھا کرتا۔ یہ سب ماہین کو ہراساں کرنے کے لیے کافی تھا، اس شخص سے کچھ بعید نہیں تھا وہ

CamScanner

کسی دن سٹور میں ہی کوئی واویلا کھڑا کر دیتا، ماہین کا دل ان دنوں ایسے ہی ہر آہٹ پر سوکھے زرد پتے کی مانند لرزتا تھا۔

وہ اپنے کاؤنٹر پر کھڑی ایک کسٹمر سے کیش کلئیرنس کے بعد پروفیشنل مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے سر کو تھوڑا خم دیے شکریہ بھرے کلمات کا تبادلا کر رہی تھی جب اس کسٹمر کے مڑنے پر سر اٹھاتے نظر سامنے پڑی۔ہاشم سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا، اسے دیکھتے ہوئے اسے صرف اسکی اس دن کی آنکھیں یاد آئی تھیں۔اور ہونٹ آپ ہی آپ بھینچتے چلے گئے۔بلیک شرٹ پینٹ میں اسکی ہائیٹ کچھ اور دراز لگتی تھی، آج خلاف معمول اس کے بال تھوڑے بکھرے سے لگتے تھے جنہیں وہ ایک ہاتھ کی مدد سے سیٹ کرتے پیچھے کر رہا تھا۔لاپرواہی کا سا انداز لیے وہ نیچے اترا، اردگرد نگاہ دوڑاتے نظر اس تک گئی جو بے دھیانی میں ابھی بھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھی اسکے دیکھنے پر ٹپٹا کر نگاہوں کا مرکز بدلا جس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے بھی نگاہیں پھیر لی گئیں، کچھ دیر بعد اس نے بے آرامی سے پہلو بدلا۔کن اکھیوں سے دوبارہ نگاہ اٹھائی وہ مین کاؤنٹر پر کھڑا کچھ کہہ رہا تھا اپنی بات مکمل کر کے آگے بڑھا، پاس سے گزرتے ورکرز کے سلام کے جواب میں سر کو ذرا سا خم دیتا وہ باہر نکل گیا، اسکے نظروں سے اوجھل ہونے پر ماہین نے ایک گہرا تھکن زدہ سانس ہوا کے سپرد کیا۔کاش وہ اپنی ساری پریشانیاں ،ساری الجھنیں بھی ایسے ہی کسی کے سپرد کر دیتی اور اسکے اندر پنپتے گھٹن کا ہر احساس اپنی موت آپ مر جاتا۔

اپنے ورکنگ آورز ختم ہونے پر وہ باہر نکلی، کچھ فاصلے پر موبائل کان سے لگائے سمیر کھڑا تھا اسکی ماہین کی جانب پشت تھی، لیکن وہ اسے پہچان گئی تھی۔اس نے کچھ سوچا اور پھر مخالف سمت چلتے راستہ بدل

لیا، اس طرح کرنے سے اسے اپنے اسٹاپ تک پہنچتے پندرہ منٹ زیادہ لگنے والے تھے مگر اس شخص سے بچنے کے لیے اسے یہ طویل مسافت بھی منظور تھی۔

....

شام کا وقت تھا، وہ ست روی سے چلتی ہوئی اکیڈمی سے واپس آ رہی تھی۔ گلزار ساتھ نہیں تھا، وہ ایک قدرے کم مصروف سڑک کے کنارے اکیلے ہی چلتی ہوئی جا رہی تھی، بیچ میں تھوڑی دیر بعد ایک آدھ گاڑی تیز رفتاری سے پاس سے گزرتی تو کچھ شور پیدا ہوتا اور پھر دوبارہ وہی خاموشی۔ وہ گلزار کو بری طرح سے مس کر رہی تھی وہ دو سال سے ساتھ تھے، ایک ساتھ کالج و اکیڈمی جاتے اور واپس آتے، پہلے پہل وہ اس سے دور دور بھاگتا تھا، انکے درمیان یہ جو بے نام سا ربط تھا اس کے جڑے ہونے میں اگر کسی کا ہاتھ تھا تو وہ سو فیصد نور کی کوششوں کا تھا۔ وہ جتنا اس سے دور بھاگتا یہ اتنا اسکا پیچھا کرتی، جس میں نرمی، دھمکی، دھونس اور کبھی کبھی تو ایک آدھ پنچ بھی شامل ہو جاتا۔ اسکی مستقل مزاجی کہیں یا ہٹ دھرمی جس سے عاجز آ کر بالآخر گلزار کو ہی ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اسکے بعد سے ان دونوں کے درمیان ایک عجیب سا تعلق تھا جسے وہ دوستی کا نام کبھی نہیں دیتے تھے، وہ ساتھ چلتے تھے، پڑھتے تھے، لڑتے تھے اور مارکس کی رسہ کشی ہمیشہ انکے درمیان رہتی تھی۔ مگر وہ دوست نہیں تھے۔ اور اب نور کو اسکی اتنی عادت ہو چلی تھی کہ کبھی وہ اپنے گھر جاتا تھا تو اسکی کمی محسوس کرنا ایک فطری سا امر تھا، وہ اپنی ہی دھن میں چلی جا رہی تھی، آگے اس نے بائیں جانب جاتی شاہراہ پر ٹرن لینا تھا جب اچانک اسکے قریب ایک بائیک آ کر کھڑی ہوئی، اپنے دھیان میں چلتی ہوئی وہ چونک کر رکی۔ بائیک پر دو لڑکے سوار تھے۔ جنہوں نے سکارف سے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے اور سروں پر پی کیپ تھی

۔ پیچھے بیٹھا لڑکا سرعت سے نیچے اترا، اسکے نزدیک آتے پینٹ میں اڑسا پسٹل نکال کر اسکی پسلی کے قریب تانا۔

"موبائل نکالو۔"

دوسری طرف نور تھی جو پہلے انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھی پھر اسکے چہرے پر بے زاری نے اپنی جگہ بنالی۔

"ناٹ اگین۔" وہ اکتائی سی بولی۔ اور ایک گہری سانس خارج کی۔

لڑکے نے اچنبھے سے اسے دیکھا جو بنا کسی خوف کے آنکھیں چھوٹی کیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو تمہیں جس شخص نے بھیجا ہے نا وہ لگتا بھلے نہیں ہے مگر وہ میرا باپ ہے۔ اور یہ پہلی بار نہیں ہو رہا نہیں ہر تین چار ماہ کے بعد مجھے ٹرائل کرنا پسند ہے بقول انکے سیفٹی میر منٹ۔ وہ صرف یہ چیک رکھنا چاہتے ہیں کہ ایسی کسی سچوئشن میں پھنس کر میں اپنا ڈیفنس کر پاؤں گی یا نہیں۔ حالاں کہ انہیں یقین ہونا چاہیے میں نے تین سال مارشل آرٹس سیکھا ہے یہ ہاتھ پاؤں توڑنا تو میرے بائیں ہاتھ کا کمال ہے۔"

وہ جس رازداری اور بہادری سے وہاں کھڑی ان دونوں کو باری باری دیکھتی یہ قصہ سنا رہی تھی، وہ تعجب سے اسے نہ دیکھتے تو کیا کرتے، ایسا کیس تو انہیں پہلی بار ٹکرایا تھا۔ پاس سے ایک گاڑی گزری تھی مگر کسی کو ذرا بھر بھی شک نہیں ہوا تھا کہ یہاں کیا چل رہا ہے۔

حب ناولز

"لیکن میں سچ بتاؤں میں اب اس سب میں بالکل انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ پچھلی بار بھی اس لڑکے کی بازو فریکچر ہو گئی تھی۔ ٹھیک ہے میرا باپ اس کام کے لیے تم لوگوں کو پے کرتا ہے لیکن پھر بھی کسی کو تکلیف پہنچانا مجھے کچھ خاص پسند نہیں۔ تو بہتر ہو گا یہ کھیل یہیں ختم کر دیا جائے۔"

اپنی بات مکمل کرتی وہ آخر میں مسکرائی۔ اور اسکے ساتھ ہی ان دونوں لڑکے نے ایک دوسرے کی طرف بے یقینی سے دیکھا اور قہقہہ لگایا۔

"لگتا ہے پاگل ہے بے چاری۔"

بائیک پر بیٹھے لڑکے نے تمسخر اڑاتے کہا تو پہلی بار نور کی بھنویں سکڑیں۔

"مائنڈ یور لینگویج۔ بدتمیزی کے لیے نور العین ہاشم معاف نہیں کیا کرتی۔"

اس نے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی۔

"موبائل نکالو لڑکی، ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

اس بار اس لڑکے نے درشتی سے کہا تھا۔ نور نے پھونک مار کر ماتھے پر بکھرے بالوں کو جنبش دی اور اگلے ہی لمحے پھرتی سے وار کرتی وہ اس لڑکے کا پسٹل والا ہاتھ کلائی سے پکڑ کر مروڑتے ہوئے پیچھے کمر تک لے گئی تھی۔

اس اچانک پڑی افتاد کے لیے وہ دونوں لڑکے تیار نہیں تھے، اسکے ہاتھ سے گن چھوٹی جسے نور نے اپنے دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ دوسرا لڑکا اس صورت حال کو دیکھ کر تن فن کرتا تیزی سے بائیک سے اترا۔ اور تبھی موڑ کے دوسرے طرف سے ایک عبائے میں ملبوس لڑکی منظر پر ظاہر ہوئی، سامنے

http://Novelshub.pk
CamScanner

کی صورت حال دیکھتے اسے بس چند لمحے لگے تھے سمجھنے اور اسکے بعد اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بھاگ کر انکے قریب جاتی اپنے پرس سے, بائیک سے اتر کر جارحانہ انداز میں اس لڑکی کی طرف بڑھتے لڑکے پر حملہ کر دیا۔ نور نے چونک کر اس نئے کردار کی انٹری دیکھی۔ جس نے اس آدمی کو پورا زور لگا کر دھکا دیا وہ جو پہلے ہی اسکی غیر متوقع آمد اور حملے سے نہیں سنبھلا تھا پیٹھ کے بل اپنی بائیک پر گرا اور بائیک پیچھے کی جانب الٹ گئی اور اس کے اوپر وہ شخص گرا۔ نور نے دلچسپی سے یہ سارا نظارہ دیکھا۔ اس لڑکی کی بڑی بڑی آنکھوں میں خوف وہراس کے باوجود انداز میں مضبوطی تھی، اس نے اب نور کی گرفت میں جکڑے لڑکے کو بھی اسی انداز میں دھکا دیا تھا جو اپنے ساتھی کے اوپر ہی اوندھے منہ گرا تھا۔ بنا وقت ضائع کئے اس نے نور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑا اور اسی جانب دوڑ لگا دی جس طرف سے ابھی ابھی وہ آئی تھی۔

حیرت زدہ سی نور اسے منع کرنا چاہ رہی تھی مگر اس نے کوئی موقع ہی نہیں دیا اور اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے سرپٹ بھاگے جا رہی تھی۔

"ارے رک جائیے۔ میری بات تو سنیئے۔"

وہ اسے پکارتی رہی۔ مگر وہ ان سنی کرتے بھاگتی ہوئی ایک قدرے تنگ سی سڑک پر ہو لی جو کسی کالونی کی طرف جاتی تھی۔ کچھ آگے جا کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنی پھولی ہوئی سانس کو ذرا رک کر بحال کرنا چاہا، بھاگنے کے باعث پسینے سے تر چہرہ سرخی مائل ہو رہا تھا، اسکی نسبت نور بالکل ٹھیک لگ رہی تھی ہاشم کی دی ٹف ٹریننگ کے بعد اتنی سی بھاگ دوڑ اسکا سانسیں بے ترتیب کرنے سے قاصر تھی۔ نور نے دلچسپ نظروں سے اسے خود کو کمپوز کرتے دیکھا جو اب اسکا ہاتھ چھوڑے دونوں ہاتھ اپنے پہلو پر جمائے جھک کر کھڑی تھی۔

CamScanner

"تم بہت بہادر ہو مگر یہ بے وقوفی تھی۔"

سیدھے ہوتے اس لڑکی نے الجھے سانس کے درمیان اپنا جملہ مکمل کیا۔

نور ہنس دی۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں وہ اصلی ڈاکو تھوڑی نا تھے۔ وہ تو بس ایک پلانٹڈ فلاپ شو تھا۔ ٹھہریں ذرا۔"

اسکی بات وہ سمجھنے سے قاصر تھی اور نور اسے سمجھانے سے۔ ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ لیے وہ اپنا موبائل ٹراؤزر کی جیب سے برآمد کرتی فنگر پرنٹ سے سکرین ان لاک کی۔ اور ڈائل لسٹ میں موجود پہلے نام پر پریس کیا۔ موبائل کان سے لگایا۔ وہ دوسری لڑکی اب بھی ڈری ہوئی لگتی تھی اور بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی۔ جیسے اسے خدشہ ہو وہ لوگ انکے تعاقب میں ہوں گے

"ہیلو۔" دوسری طرف ہاشم کی آواز تھی۔ اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ ریڈنگ گلاسز پہنے نظریں سامنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر جمی تھیں۔

"آئی ایم ریئلی ڈس اپاؤنٹڈ ابی۔ اس بار کا ٹرائل شو سب سے زیادہ تھکا ہوا تھا۔"

اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟"

دوسری طرف اسکی بات سمجھنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ کی بورڈ پر انگلیاں تیزی سے چل رہی تھیں۔

"زیادہ بنیے مت۔ آپ نے جو کرائے کے نام نہاد ڈاکو بھیجے تھے نا، کچھ خاص امپریس نہیں ہوئی میں ان سے۔ ان سے تو اداکاری ڈھنگ سے نہیں ہو۔۔۔۔۔"

CamScanner

وہ طنزیہ لہجے میں بول رہی تھی۔ ہاشم کی انگلیاں ساکت ہوئیں، تیزی سے گلاسز آنکھوں سے کھینچنے کے سے انداز میں اتاریں اور بیٹھے سے اٹھتے اس نے سرعت سے اسکی بات کاٹی۔

"میں نے کسی کو نہیں بھیجا نور۔۔۔ تم کہاں ہو اس وقت۔"

بنا اپنا کوٹ لیے وہ بھاگتا ہوا اپنے آفس سے نکل رہا تھا۔

اس بار ٹھٹکنے کی باری نور کی تھی۔ اس سارے میں پہلی بار اسکے الفاظ اور حواس دونوں گم ہوئے تھے ۔اگلے چند پل کے لیے وہ کچھ بول ہی نہیں پائی۔

"نور؟ تم سن رہی ہو؟ کہاں ہو اس وقت؟"

اس کی آواز میں تشویش تھی، عام حالات میں وہ سیڑھیوں کا زیادہ استعمال کرتا تھا، لفٹ کا ڈور کھولے وہ اندر داخل ہوا اور تیزی سے بٹن دبایا، نور نے پلکیں جھپکی۔ اور اپنے بائیں ہاتھ کی جانب دیکھا، جس میں وہ پسٹل ابھی تک موجود تھی اور جسے وہ ابھی تک نقلی کھلونا سمجھ رہی تھی۔ اس سارے میں پہلی بار اسے وہ آلہ کافی وزنی لگا۔ اسکا ہاتھ ذرا بھر لرزہ۔

"وہ ڈاکو اصلی تھے تو پھر یہ پسٹل بھی اصلی ہو گی۔"

خود کلامی کے انداز میں اسکی مری مری سی آواز حلق سے بر آمد ہوئی، وہ لڑکی ابھی تک نا سمجھی بھری حیرت سے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی جہاں اب وہ پہلے والا اطمینان مفقود تھا۔

"پسٹل؟ تم کہاں ہو اس وقت؟ تم ٹھیک ہو؟۔" اسکے ایک ایک لفظ کو بغور سنتے اس نے گلے میں جھولتی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی، ارد گرد گھٹن کا احساس بڑھتا چلا گیا۔ تھری، ٹو، ون لفٹ کا دروازہ کھلا اور

حب ناولز

وہ بھاگتا ہوا باہر نکلا، اسکے ورکرز نے حیرت بھرے اچنبھے سے اسے دیکھا مگر وہ پتھریلے سے تاثرات کے ساتھ اتنی جلدی میں تھا کہ کوئی اس سے کچھ پوچھنے کی جرات نہیں کر سکا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

نور نے اردگرد نظر دوڑائی اور اسے جگہ بتائی۔

"میں آرہا ہوں۔"

اس نے ماتھے پر آئے پسینے کی بوندوں کے ساتھ گاڑی ان لاک کی تھی۔

"کیا ہوا؟"

اسکی متغیر رنگت والا چہرہ دیکھتے اس لڑکی نے سوال کیا تو نور نے جواب میں اسے غائب دماغی سے دیکھا ۔اسکے حواس دوبارہ ایکٹیویٹ ہونا شروع ہوئے۔ہاتھ میں پکڑی پلاسٹک بیگ میں پھینکنے کے سے انداز میں ڈالی اور اسکی طرف مڑی۔

"بھاگیں۔۔۔۔وہ اصلی ڈاکو تھے۔"

اور اس بار نور اسکا ہاتھ پکڑ کر سرپٹ بھاگی تھی۔اسکے ساتھ بھاگتے اچانک وہ کراہ کر رکی۔نور کے قدم تھمے، گردن گھما کر اسے دیکھا، جو قدرے جھک کر کھڑی اپنا عبایا تھوڑا اوپر کیے اپنا پاؤں دیکھ رہی تھی ۔اسکی چپل ٹوٹ گئی تھی، پنجے کے اوپر والی سٹریپ اکھڑ کر باہر نکل آئی تھی۔نور اسکی طرف گھومتی نیچے بیٹھ کر جائزہ لینے لگی۔

"آپکا جوتا تو ٹوٹ گیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں، میں چل سکتی ہوں۔ ویسے بھی اگلے موڑ پر میرا اسٹاپ آجائے گا۔"

نیچے جھکی وہ اسٹریپ کو واپس اندر اڑسنے کی کوشش کرتے ساتھ اسے تسلی دیتے ہوئے سیدھی ہوئی۔

وہ لوگ کافی آگے نکل آئے تھے۔ نور نے ایک محتاط نظر ارد گرد دوڑائی اور اب وہ دونوں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں کیوں کہ ٹوٹے جوتے کے ساتھ وہ پاؤں گھسیٹ کر آگے بڑھ رہی تھی۔ اگلا موڑ کاٹتے ہی سامنے ایک مصروف شاہراہ تھی اور کچھ اور آگے اسکا اسٹاپ تھا۔

"آپ تھوڑی دیر رک جائیں۔ میرے فادر آرہے ہیں۔ ہم آپ کو گھر ڈراپ کر سکتے ہیں اس طرح ٹوٹے جوتے کے ساتھ لوکل سفر کرنا مشکل ہو گا آپ کے لیے۔"

نور نے دوستانہ آفر کی۔ خطرہ ٹلا تو اب وہ پہلے سے بہتر محسوس کرتی تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جس نے بنا اپنی جان کی پرواہ کئے اسکی مدد کی تھی۔

"نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔ میں مینج کر لوں گی۔ اور تم اگلی بار خیال رکھنا، ایسی صورت حال میں تھوڑا سنبھل کر رہتے ہیں صرف گمان کے بھروسے نہیں رہتے اور سب سے پہلے اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔"

وہ بے ضرر سی مسکراہٹ لیے اسے نرمی سے سمجھا رہی تھی۔ نور نے مسکرا کر گردن ہاں میں ہلائی، اسکے بعد اسکی وین آگئی تو وہ اس میں بیٹھتی چلی گئی۔ نور وہیں کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

کچھ ہی پل گزرے تھے جب ہاشم کی کار اسکے عین سامنے آکر کھڑی ہوئی تھی وہ اسے موبائل سے ٹریس کرتا اس تک پہنچا تھا۔ جس وقت وہ گاڑی سے باہر نکلا، نور کے چہرے کا سکون قابل دید تھا

۔اسے یوں لگا جیسے اس کے گرد حفاظت کا ایک مضبوط حصار باندھ دیا گیا ہو اور اب ہر مشکل، ہر پریشانی اسے چھونے کی سکت سے محروم ہو گئی ہو۔

ہاشم نے قریب آتے اسکے شانے کے گرد حصار کرتے اسکا سر چوما۔ ارد گرد لوگ متوجہ ہو رہے تھے ۔مگر اسے نور کے علاوہ کوئی دکھائی دے نہیں رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہونا؟" ایک نظر اسے پورے سراپے پر ڈالتے وہ جاننا چاہتا تھا اسے کوئی چوٹ تو نہیں آئی ،نور اس کے سامنے صحیح سلامت کھڑی تھی مگر وہ اب بھی مطمئین نظر نہیں آتا تھا۔ نور نے اسکے بازو کے گرد اپنے ہاتھ لپیٹتے ہوئے مسکرا کر اسکی تشفی کرانی چاہی۔

وہ گاڑی کی طرف بڑھے، ہاشم نے پہلے اسکی طرف کا ڈور کھول کر اسے بٹھایا، پھر گھوم کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

کچھ دیر بعد وہ ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ اسے پوری بات بتا رہی تھی جس کے بعد ہاشم نے گاڑی کا رخ پولیس سٹیشن کی طرف موڑا، اسے رپورٹ درج کرانی تھی اور اس پلسٹل کا بھی سدباب کرنا تھا جو ابھی بھی نور کے بیگ میں تھا۔

....

وہ کام سے واپس آکر عصر کی نماز پڑھ کر یہی سوچ کر لیٹی تھی کہ آدھا گھنٹے کی ریسٹ لے گی، اور ایسی نیند آئی تھی کہ اب باہر آہستہ آہستہ گہرے ہوتے تاریکی کے سائے دیکھتے مغرب کی ساعتیں گزرنے کے باعث امی نے اسے خود اٹھایا تھا۔

"ماہین۔ اٹھ جاؤ بیٹا، نماز قضا ہو جائے گی۔"

انکی نرم آواز پر وہ مندی مندی آنکھیں کھولتی اٹھ بیٹھی۔ کمرے میں روشنی جل رہی تھی اور کھلے دروازے سے برآمدے میں لگی سیاہ جالی دار گرل سے باہر اترتے اندھیرے کو دیکھتے چونکی۔

"میں اتنی دیر سوتی رہی امی۔۔۔۔۔ مجھے جگا دیا ہوتا۔"

سونے کے باعث آواز معمول سے تھوڑی بھاری تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ تم اچھی نیند سو رہی تھی۔ چلو دیر مت کرو اب اٹھو اور پہلے جلدی سے نماز پڑھ لو۔"

وہ اسکے اوپر اوڑھی چادر تہہ کرنے لگیں تو ماہین بھی سرعت سے اپنی جگہ چھوڑتی اٹھ کھڑی ہوئی، سرہانے کے پاس رکھا دوپٹہ اٹھا کر کندھے پر پھیلایا اور کمرے سے نکل کر برآمدے کے آخری کونے میں موجود چھت کو جاتی سیڑھی کے نیچے واحد واش روم کی جانب بڑھی۔ انکا گھر راولپنڈی کی ایک پرانی کالونی میں واقع تھا، بالکل سیدھے قطار میں تین درمیانے سائز کے کمرے اور انکے سامنے برآمدہ جس کے ایک طرف لمبائی کے رخ چوڑائی میں کم مستطیل شکل کی بیٹھک تھی جو برآمدے کی حدود سے تھوڑا باہر تک جاتی تھی اور اسکے ساتھ ہی برآمدے سے باہر چھوٹا سا کچن۔ برآمدے میں ایک چارپائی، ایک لکڑی کا صوفہ اور چھ کرسیوں پر مشتمل امی کا پرانا ڈائننگ ٹیبل اور فریج رکھا ہوا تھا، آذر کی شادی کے وقت سامنے سے برآمدہ گرل لگا کر بند کر دیا گیا تھا۔ سامنے چھوٹا سا صحن تھا اور صحن کا تھوڑا حصہ برآمدے کے بائیں جانب بھی تھا جہاں کچھ آگے جا کر کمرے کے دروازے جتنا ہی لوہے کا مین گیٹ تھا۔

نماز سے فارغ ہو کر چہرے کے گرد لپٹا دوپٹہ تھوڑا ڈھیلا کرتی وہ برآمدے سے باہر نکلتی کچن میں آ گئی ،جہاں صابرہ ہانڈی کی بھنائی کر رہی تھیں۔ آذر اور شرمین بچوں کے ساتھ شرمین کے میکے گئے ہوئے تھے آج رات انہوں نے وہی رہنا تھا۔

"امی مجھے جگا دیتیں میں بنا لیتی۔"

اسے ایک بار پھر اپنے دیر تک سونے پر افسوس ہوا۔انکے قریب آ کر رکی۔

"اچھا ہٹیں اب۔ باقی کام میں کرتی ہوں۔"

امی نے بنا اسکی طرف دیکھے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

اس نے کچن میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ کرنے لائق کوئی کام نہیں تھا۔

"میں روٹیاں بنا لیتی ہوں۔"

فریج سے آٹا نکال کر لاتے اس نے توا رکھ کر دوسرا چولہا جلایا تھا، اور خود پیڑے بنانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں برآمدے میں رکھے ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھیں کھانا کھا رہی تھیں۔

"شرمین اور بچے نہ ہوں تو گھر کتنا بے رونق سا لگنے لگتا ہے۔"

امی کی بات پر ماہین مسکرائی۔ انکے سامنے آج کل وہ زیادہ محتاط رہتی تھی۔ سمیر کی وجہ سے ہو رہی پریشانی کی انہیں بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔

"آپ کو شرمین بھابھی کی ہر وقت کی چک چک اور بڑبڑاہٹ سننے کی عادت ہو گئی ہے امی۔"

اس کا لہجہ شرارتی تھا۔صابرہ نے جان بوجھ کر نہیں ٹوکا۔مدت ہوئی وہ بہت کم یوں کسی شرارت پر آمادہ ہوتی تھی۔

"اسکا گھر ہے بیٹا۔وہ نہیں ہوگی تو کمی تو محسوس ہوگی ناں۔"

ماہین نے گردن تائید میں ہلائی۔

"سو تو ہے۔"

چھوٹی موٹی باتوں میں کھانا ہو گیا تو ماہین نے برتن سمیٹے اور واپس اپنی چھوڑی جگہ پر آ بیٹھی۔صابرہ نے بغور بیٹی کا چہرہ دیکھا۔پھر اسکا گال چھوا اور ہاتھ بالوں تک گئے۔

"اپنا خیال رکھا کرو۔دیکھو تو ذرا چہرے کا رنگ کتنا پھیکا سا لگ رہا ہے اور یہ بالوں کا کیا ناس مارا ہوا ہے ۔تیل کی شیشی لاؤ ذرا، سر میں تیل ڈالوں تمہارے۔"

بنا کسی اعتراض کے وہ اٹھ گئی تیل لا کر انکے حوالے کیا تو وہ کرسی کا رخ تبدیل کر کے اسکی طرف گھومیں جو خود کشن نیچے رکھے اس پر آلتی پالتی مارے بیٹھ چکی تھی۔

بالوں میں چلتی انکی انگلیوں کا لمس کس قدر سکون آمیز تھا۔کچھ دیر کے لیے زندگی کی ہر الجھن، ہر پریشانی اپنی جگہ ہو کر بھی عنقا ہونے لگی۔

"خود سے اتنی لاپرواہی بھی اچھی نہیں ہوتی۔تم نے تو اپنا آپ بالکل ہی رول دیا ہے ماہین۔"

وہ ساتھ ساتھ دکھے دل سے سرزنش بھی کر رہی تھیں۔ماہین کے پر سکون انداز اور ہونٹوں کی مسکراہٹ ہنوز برقرار تھے۔

"تم بھائی کے رویے پر نالاں مت ہونا بیٹا۔"

کچھ دیر بعد انکی آواز پر ماہین نے آنکھیں کھولیں۔ ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ پھیکی پڑی۔

"میں نے انسانی رویوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے امی۔ آپ پریشان مت ہوا کریں۔"

اس نے انکی تسلی کرانی چاہی۔

کچھ دن پہلے گھر کے خرچ کو لے کر ہوئی آدھی ادھوری بات کے بعد سے آذر کا رویہ اس سے کھچا کھچا سا تھا۔ اس نے محسوس کر کے بھی ان دیکھا کر دیا تھا مگر امی نہیں کر پا رہی تھیں، وہ اندر ہی اندر کڑھتی رہتی تھیں۔

"ماہین۔ تم شادی کر لو بیٹا۔"

اتنے اچانک ہوئے حملے پر وہ سنبھل نہیں سکی، چہرے کا سکون رخصت ہوا، وہ پہلے ہی ایک محاذ پر تنہا کھڑی تھی انکی بات نے اسے ایک اور عالم برزخ میں لا پٹخا تھا۔ ہونٹوں کی مسکان اذیت میں بدلی تو آنکھوں میں تکلیف بھری بے یقینی ہلکورے کھانے لگی، یہ وہ آخری بات تھی جو وہ انکے منہ سے سننے کا تصور بھی نہیں رکھتی تھی۔ چہرے کی سپیدی دیکھ کر گمان ہوتا تھا جیسے صحرا کی سنہری دھوپ میں یک لخت برف سی گرنے لگی ہو، سفید برف۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ کچھ بول نہ سکی۔

"مجھے تمہارا ڈر لگا رہتا ہے بیٹا۔ آج مجھے کچھ ہو گیا تو تمہارا کیا ہو گا؟ آذر سے میری کوئی خاص امید نہیں جڑی۔ تمہارے لیے یہ گھر پہلے ہی خوشیوں کا گروندہ نہیں ہے پھر تو نہ جانے یہ لوگ تمہارے ساتھ کیا سلوک روا رکھیں گے۔"

انکی آواز میں مستقبل کو لے کر کہیں اندیشے کسی اژدھے کی مانند پھن پھیلائے ہوئے تھے۔ لیکن وہ سن ہی کہاں رہی تھی۔ اسکا وجود تو پہلے جملے کے زہر نے ہی نیل و نیل کر دیا تھا۔

"تمہیں اب آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے بیٹا۔ میں اپنی زندگی میں تمہیں خوش و خرم دیکھنا چاہتی ہوں بس۔"

انکی انگلیاں ہنوز اسکے بالوں میں چل رہی تھیں، مگر اب انکی ٹھنڈک وہ محسوس کرسکنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی۔ وہ آگے کیسے بڑھ سکتی تھی جبکہ اسکے ماضی کے بھیانک سائے آج بھی اسکے قدموں سے لپٹے پڑے تھے۔

"میں پہلے ہی زخم زخم وجود لیے پھر رہی ہوں امی اور آپ مجھے ایک بار پھر سے میدان جنگ میں دھکیل رہی ہیں۔"

وہ بولی تو اسکی آواز اسکے اندر ہو رہی توڑ پھوڑ کے بالکل برعکس تھی۔ سرد اور بے حس سی۔

"اللہ نہ کرے بیٹا۔ اللہ سے ہمیشہ اچھے کی امید رکھتے ہیں۔ وہ تمہارے لیے صرف ایک آزمائش تھی جو اب ختم ہو چکی ہے۔ اب تو مجھے اللہ سے صلے کی پوری پوری امید ہے۔"

انکی انگلیوں کی حرکت جامد ہوئی، آواز کو بڑی مشکل سے متوازن رکھتے کہا ورنہ آنکھیں تو کب کی بار مانتیں نم ہو چکی تھیں۔ ماہین نے ایک ٹھنڈی آہ بھری، کون جانتا تھا اسکی آزمائش ابھی بھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ دونوں گھٹنے سیدھے کرتے جوڑ کر سینے سے لگائے اور بازو انکے گرد باندھے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے اسکی آنکھوں میں بنجر صحراؤں سی ویرانی تھی، ماضی کے تپتے صحرا میں ننگے پیر بھاگتے اذیت بھری کہیں یادوں کی بہت ساری ریت اڑ کر آنکھوں میں چبھتی ان میں جلن کا احساس ہر

CamScanner

گزرتے لمحے بڑھائے جا رہی تھی، مگر اس نے پلکوں کو جھپکنے تک کی اجازت نہیں دی۔ اور نہ ہی آنکھوں میں نمی کو تیرنے کی، وہ بنجر تھیں اور انہیں بنجر ہی رہنا تھا۔

"پتہ نہیں امی! مجھے لگتا ہے میری آزمائش ابھی ختم نہیں ہوئی اور مجھے اسکے ختم ہونے کی کوئی خاص امید بھی ہے۔ میں ہر روز ٹوٹتی ہوں اور پھر نئے سرے سے خود کو جوڑتی ہوں اور اس توڑ جوڑ کی گرداب میں پھنسی میری زندگی میں کسی نئے تعلق یا رشتے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں یہاں، اور جو میں جھیل کر آئی ہوں اسکے آگے یہ خالی خولی سرد رویے کوئی زیادہ تکلیف نہیں دیتے مجھے۔ میں انکے ساتھ بخوشی اپنی باقی ماندہ زندگی گزار سکتی ہوں۔"

اپنی بات مکمل کرتے اس نے گردن گھما کر انکا مغموم چہرہ دیکھا، پھر تسلی آمیز انداز میں مسکرا کر انکا گھٹنہ تھپتھپایا۔ وہ اب بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید کر رہی تھی۔ راحت تمام ہوئی، ماضی اور حال کے درمیان کی تلخی اس لمحے کی چھوٹی سی خوشی کو نگل گئی۔

"زندگی گزارنے اور جینے میں بہت فرق ہے۔"

امی نے نمی چھلکاتی آنکھوں کے ساتھ باریک نکتہ اٹھایا۔

"جانتی ہوں۔۔۔۔ لیکن زندگی خود کو جینے کا موقع بہت کم خوش نصیبوں کو دیتی ہے جو کہ میں نہیں ہوں۔ زیادہ تر لوگ تو اسے گزار دیتے ہیں مجھے لگتا ہے میرا شمار بھی دوسری کیٹگری میں ہوتا ہے۔"

اٹھ کر قمیض کی سلوٹیں درست کرتی وہ ٹیبل کو سطح پر رکھی تیل کی شیشی اٹھائے کمرے کے دروازے کے پیچھے کہیں گم ہو گئی۔

CamScanner

صابرہ کی غمزدہ آنکھوں نے اسے دور جاتے اور پھر منظر سے ہٹتے دیکھا۔ دل کی تکلیف اس نشست کے بعد کچھ اور بڑھ گئی۔ باہر قطرہ قطرہ پگھلتی رات کے تاریک سائے روشنی کی آخری رمق کو بھی جیسے نگل گئے۔

....

حیات منزل کو برقی قمقموں سے سجایا جا چکا تھا، نیچے لان میں گلزار کھڑا تھا جو اس لڑکے کو کوئی مشورہ دے رہا تھا جو اب لان میں لگے پھول پودوں پر قمقموں کا جال بچھا رہا تھا۔

التمش گاڑی سے نیچے اترا تو ایک نظر اس نے سارے میں دوڑائی۔ گلزار اسکی گاڑی آتے دیکھ پہلے ہی اسکی جانب قدم بڑھا چکا تھا۔

"السلام علیکم۔"

اسکی مسکراہٹ میں انسیت تھی جو اسے خاص طور پر سامنے کھڑے شخص سے تھی۔ کہنے کو وہ اسکا کوئی نہیں تھا، کوئی خونی رشتہ نہیں تھا اس کے ساتھ، مگر وہ اسکی زندگی کا ایک خاص اور خوب صورت حصہ تھا، وہ اسکا رہبر تھا۔ گھپ اندھیرے میں راہ دکھانے والا۔

"وعلیکم السلام۔ تم کب آئے؟" سرسری سا سوال ہوا۔

"کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"اور یہ سب کیا چل رہا ہے؟"اس نے بایاں ابرو اچکا کر اشارہ کیا۔

"آپ کی شادی کی تیاریاں۔"

گلزار پرجوش سا بولا تو التمش نے سر ہلایا۔

"حیرت ہے۔شادی میری ہو رہی ہے اور ایکسائٹمنٹ تم لوگوں کے دل و دماغ کو چڑھی ہوئی ہے۔"

وہ اکتایا سا کہتا سیڑھیاں چڑھنے لگا تو گلزار نے لاپرواہی سے شانے اچکے اور واپس اس لڑکے کی طرف بڑھ گیا۔تبھی نیچے والے پورشن کا انٹرنس ڈور کھلا،وہ حماد تھا جو تیزی سے باہر نکلا تھا مگر نگاہ التمش پر پڑی تو قدموں کی رفتار خود بخود دھیمی پڑ گئی۔وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا تبھی چوتھے زینے پر رک گیا۔

"کیسے ہو؟"

اسکے پاس آنے اور آہستگی سے سلام کرنے پر اس نے پوچھا تو خلاف معمول آواز میں نرمی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔"

حماد نے نظریں چرائیں۔اسے تین سال پہلے کا وہ واقعہ آج بھی من و عن ازبر تھا۔اور اسکے بعد سے وہ کبھی خود میں اتنی ہمت نہیں جتا پایا کہ التمش سے نظر ملا سکے۔

وہ سر ہلاتا ایک زینہ اور چڑھا جب اسکی آواز پر اسے دوبارہ رکنا پڑا۔

"آپ شادی کر رہے ہیں؟"

وہ اسکی طرف دیکھنے سے اجتناب برت رہا تھا۔

"ہوں۔"جواب میں اسے گہری نظروں سے دیکھتے اس نے صرف ہنکارا بھرا۔

CamScanner

حب ناولز

"کانگریچولیشنز۔"حماد ہلکا سا مسکرایا۔ مگر اسکے جاذب چہرے پر یہ مسکراہٹ کچھ اجنبی سی لگی تھی ۔التمش کو کچھ کھٹکا۔

"حماد؟"

"اس بار اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"کوئی پرابلم ہے؟" وہ سنجیدگی لیے پوچھ رہا تھا۔ حماد نے سر نفی میں ہلایا۔

وہ چند پل اسے دیکھتا رہا پھر اوپر چلا گیا۔ حماد کی نظروں نے اسکا تب تک تعاقب کیا تھا جب تک وہ اوپر والے پورشن کے دروازے کے پیچھے گم نہیں ہو گیا۔

اوپر آتے ہی وہ اپنے کمرے میں جاتے ہوئے رکا، نومیہ کے روم کا دروازہ کھلا تھا اور وہ بیڈ پر دونوں پاؤں اوپر کیے بیٹھیں، نظر کی عینک لگائے سامنے شادی کے کارڈز اور ناموں کی لسٹ لیے بیٹھی تھیں۔

"نیچے سب کیا چل رہا ہے لالی؟"نومیہ کے روبرو کھڑے ہو کر اس نے نیچے گلزار سے کیا اپنا سوال دوہرایا۔ اور جواباً انہوں نے کارڈز پر نام لکھتے بنا سر اٹھائے مصروف سے انداز میں کہا۔

"اب کیا ہو گیا؟"

"" اتنا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شادی پہلے ہی ذمہ داریوں کا ایک بوجھ ساتھ لے کر آتی ہے ۔اوپر سے اتنا سارا خرچہ کر کے آپ میرے بینک بیلنس پر اضافی بوجھ کیوں ڈال رہی ہیں۔ "

وہ کچھ جھنجھلاہٹ کا شکار لگتا تھا۔ اسکا اے ٹی ایم آج کل نومیہ کی تحویل میں تھا اور ہر بڑھتا خرچ اسکی طبیعت پر گراں گزر رہا تھا۔ انہوں نے اس عینک کے پیچھے سے نظر اٹھا کر اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

"شادی کون سا روز روز ہوتی ہے التمش۔ اتنا کس کے لیے کما رہے ہو؟"

"حرام کا بھی نہیں کمار ہا جو ایسے لٹاتا پھروں۔"

وہ خفا خفا لگتا تھا۔

"تمہیں تکلیف کیا ہے آخر؟"

"میں نے کہا تھا مجھے سمپل شادی چاہیے۔"

وہ اپنی بات پر قائم تھا۔

"تو ہم نے کون سا پورے پاکستان میں تمہاری شادی کے کارڈز بانٹ دیے ہیں۔ اور باہر لوگ چرس پی کے بھنگڑے ڈال رہے ہیں۔"

وہ ہائپر ہوئیں پھر ایک گہرا سانس بھرا۔ پھر ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔ جی دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے کھڑا تھا۔

"دیکھو التمش۔ ہم پہلے ہی تمہاری ضرورت سے زیادہ مان چکے ہیں۔ تمہیں زیادہ لوگ نہیں چاہیے، تمہیں سب سادگی سے کرنا ہے، بارات کے ساتھ صرف فیملی کے افراد جائیں گے، ریسیپشن کے علاوہ کوئی فنکشن نہیں ہو گا۔ ہم نے سب مانا؟" وہ اسکی تائید چاہنے کو لحظہ بھر رکیں، مگر اسے لب کھولتے دیکھ کر اسکے آگے عاجز ہو کر اپنے ہاتھ جوڑے۔

"اب تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔ کچھ تم ہماری بھی مان لو۔ ہماری بھی کچھ آرزوئیں ہیں تم ہم بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہو اور تمہاری شادی ہم سب کے لیے ایک یادگار موقع ہونے والی ہے۔ اس لیے

CamScanner

حب ناولز

اب جو تھوڑا بہت ہو رہا ہے اسے منہ بند کر کے برداشت کرو۔ تم پر ہوتا تو تم نے تو ہمیں بھی اپنی شادی میں نہیں بلانا تھا۔"

انہوں نے اپنی ساری بھڑاس ایک ساتھ نکالی، ایک تو اتنا کام پڑا تھا اوپر سے اسکی بے وقت کی چک چک۔

" صحیح کہہ رہی ہیں مجھ پر ہوتا تو میں کورٹ میرج کرتا۔"

انکی اتنی لمبی چوڑی بات کے آخر میں وہ بولا بھی تو کیا۔ نومیہ نے اپنا بی پی شوٹ کرتے نیچے جھکتے چپل اٹھائی اور اسکی طرف پھینکی مگر تب تک وہ منظر سے غائب ہو چکا تھا۔ اور چپل اڑتی ہوئی کمرے سے باہر گری تھی۔

....

وہ پچھلے دو دن سے وہاں آ رہی تھی اس امید کے ساتھ کہ وہ اسے کہیں دکھائی دے جائے گی۔ مگر وہ نہیں ملی تو تیسرے دن وہ کچھ جلدی وہاں آ کر کھڑی ہو گئی، گلزار واپس آ کر بھی شادی کی تیاریوں میں بزی تھا تو آج کل وہ اکیلی ہی آ رہی تھی۔ اور پھر وہ اسے آتی دکھائی دی۔ نور کی آنکھوں کی چمک کہیں گنا بڑھی۔

دوسری طرف بھی اسے پہچان لیا گیا تھا۔ وہ ہلکا سا مسکراتی اسکی جانب بڑھی۔

"السلام علیکم۔ کیسی ہیں آپ؟" اسکے چہرے پر بچوں سی خوشی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ الحمدللہ۔۔۔ تم کیسی ہو؟"

CamScanner

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ اوہ۔۔۔ یہ آپ کے لیے۔" اس نے اچانک سے اپنے ہاتھ میں تھاما چھوٹا سا گلابی اور سفید گلاب کے پھولوں کا بکے اسکی طرف بڑھایا تو وہ دھیرے سے ہنسی۔

"اسکی ضرورت نہیں تھی بچے۔۔۔"

جھینپ کر وہ اسکے ہاتھ سے بکے لیتی بولی۔

"نور العین۔"

نور نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

"ماہین۔" دوسری طرف بھی اسی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ آگے بڑھاتے خیر مقدم کیا گیا تھا۔

شام کا وقت تھا، دھوپ کی شدت پہلے سی نہیں تھی مگر گرمی کا تاثر ابھی بھی برقرار تھا

"اس دن میں آپ سے آپکا نام تک پوچھنا بھول گئی۔ وہ تو ابی نے بعد میں مجھے ڈانٹا کہ مجھے کم از کم آپکا شکریہ تو ادا کرنا چاہیے تھا۔"

وہ اب ہنس کر نادم سی ہوتی بتا رہی تھی۔

"شکریہ کی ضرورت نہیں تھی نور العین۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا۔"

نور جواب میں مسکرائی۔ وہ اب پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ جاب کرتی ہیں؟"

اسکے اچانک سوال کرنے پر ماہین نے سر اٹھایا اور پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"میں اکیڈمی جاتی ہوں، اس وقت مجھے چھٹی ہوتی ہے۔"

کندھے پر جھولتے اپنے بیگ کی اسٹریپ پر ہاتھ رکھتے وہ بلا مقصد اسے بتاتے تھوڑی آکورڈفیل کرنے لگی۔وہ ایسی تو بالکل نہیں تھی بس وہ ماہین سے متاثر نظر آتی تھی شاید اس لیے تھوڑی نروس ہو رہی تھی۔

"اندازہ ہو گیا تھا مجھے۔"

ماہین نے اسے مسکرا کر دیکھتے اسکی خفت کو رفع کرنا چاہا۔بلاشبہ وہ بہت پیاری تھی۔اور ماتھے پر گرے بھورے بال اسے اور بھی خوب صورت بنا رہے تھے۔

تبھی اسکی وین آگئی تو وہ اسے الوداعی کلمات کہتی آگے بڑھ گئی۔

نور نے پہلے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا پھر کندھے جھٹک کر وہ بھی اپنی راہ ہولی۔اس وقت اپنی اپنی راہ لیتے وہ دونوں نہیں جانتی تھیں یہ وقت آغاز تھا ایک خوب صورت داستان کا۔دور کہیں آسمانوں میں کچھ فیصلے طے شدہ تھے اب بس اسباب کی تیاری کا وقت تھا۔

....

وہ جہلم کا ایک قدرے چھوٹا مگر صاف ستھرا ہوٹل تھا جہاں اس وقت التمش کی چار گاڑیوں پر مشتمل بارات اتری تھی۔گھر کے افراد کے علاوہ صرف ہاشم اور نور مدعو تھے۔اس نے آج کے دن بھی روایتی دولہا نظر آنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔بلیک تھری پیس سوٹ جس کے ساتھ وائٹ شرٹ

تھی اور بلیک ہم رنگ ٹائی، پاؤں سیاہ چمکتے بوٹوں میں مقید تھے اور کلائی پر ہمیشہ کی طرح گھڑی کس کر بندھی ہوئی تھی۔ بس اتنی سی تیاری کی تھی اس نے جس پر نومیہ نے کلس کر کہا تھا۔

"یہ شادی کر کے ہماری اگلی پچھلی سات پشتوں پر احسان کر رہا ہے۔"

اور اس تبصرے پر وہ ڈھٹائی سے مسکراتا رہا۔

عزیر اور مبشر نے آف وائٹ کاٹن کا کرتا شلوار پہن رکھا تھا، گلزار بھی بھورے سے رنگ کے کرتے میں ملبوس اچھا لگ رہا تھا۔ جبکہ ہاشم گرے اور حماد نیوی بلیو تھری پیس میں ملبوس تھے۔ نومیہ البتہ جی جاں سے تیار ہوئی تھی لائٹ سا میک اپ کھلے بال، لان کا پرپل ڈیزائنر ایمبرائیڈڈ سوٹ اور چہرے پر حقیقی خوشی کے رنگ لیے وہ پیاری لگ رہی تھیں، عطیہ اور ارم کی تیاری بھی مکمل تھی مگر انداز میں کچھ خاص گرم جوشی نہیں تھی۔

جس وقت وہ لوگ گاڑیوں سے اترے بارات دیکھنے باہر نکلی کچھ عورتوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں کہ ان میں سے دولہا کون سا ہے۔ تب استقبال کے لیے انٹرنس کے باہر کھڑی زہرہ بی نے جھک کر ملتے التمش کے گلے میں تازہ سرخ گلاب اور سفید موتیے کا ہار ڈالتے یہ مشکل بھی آسان کر دی، التمش مارے مروت کے کچھ کہہ بھی نہیں سکا۔ اور حتی الامکان اس نے نومیہ کی طرف دیکھنے سے اجتناب کیا تھا۔ جس کے دل کو زہرہ بی کے اس عمل سے جیسے ٹھنڈک نصیب ہوئی تھی۔

لیکن یہ تو صرف شروعات تھی۔ اندر جا کر اسٹیج پر بیٹھنے کے بعد زہرہ بی اسکے پاس بیٹھی تھیں جب منظر حسین کی رشتے دار عورتیں اس سے ملنے اسٹیج پر آئیں، زہرہ بی ان سب کا تعارف کراتی گئیں وہ مسکرا کر سب کو سلام کرتا گیا اور پھر جو سلسلہ شروع ہوا تو کسی نے اسکے گلے میں دس کے تو کسی نے بیس کے اور ایک فربہی مائل آنٹی نے سو کے نوٹ کے بڑا سا ہار ڈالا تھا، اس نے بمشکل چہرے پر مسکراہٹ

حب ناولز

رکھتے مدد طلب نظروں سے نومیہ کو تلاشا جو اسٹیج کے بالکل پاس کھڑی اپنے موبائل پر اسکی ویڈیو بنا رہی تھی۔ یہ موقع انہیں پھر کہاں ملنا تھا اس لیے وہ بھرپور فائدہ اٹھا رہی تھیں۔

وہ صبر و مروت کے جتنے بڑے گھونٹ پی سکتا تھا، پیتے زبردستی کی مسکراہٹ کے پیچھے کوفت چھپائے بیٹھا رہا، دور سے دیکھنے پر اسکا صرف چہرہ نظر آتا تھا باقی وہ پورا ان ہاروں کے جھرمٹ میں کہیں چھپ سا گیا تھا۔ اس پر مستزاد اوکے ساتھ چمکتی ہوئی گفٹ ریپنگ میٹریل والی شیٹ کی پتلی پتلی تاریں جو اسکے گلے پر چبھ رہی تھیں کچھ ہی دیر میں اسے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہونے لگا، ماتھے پر الگ پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ وہ اس طرح کی گیدرنگ کا عادی نہیں تھا، اور جن آفیشل گیدرنگز میں وہ جاتا تھا وہاں کا ماحول یکسر مختلف ہوتا تھا، شادی بیاہ، پارٹیز، فیملی کے فنکشن اسے شروع سے پسند نہیں تھے، وہ کہیں جاتا ہی نہیں تھا اور اگر کہیں جانا ناگزیر ہوتا تو وہ اپنے لیے سب سے خاموش کونے کی تلاش میں رہتا تھا۔

بلا آخر نومیہ کو اس پر ترس آیا تو اس نے اسٹیج پر آتے اسے اس جھنجھٹ سے آزاد کراتے وہ سارے ہار گلزار کو بلا کر اسکے حوالے کیے تھے۔

....

وہ التمش کی حالت زار پر زیر لب مسکراتا گاڑی کی ڈگی کھول کر وہ ہار رکھتے مڑا تو اپنے بالکل پیچھے کھڑی نور کو دیکھ کر بری طرح چونکا۔

CamScanner

"آپ نے مجھے ڈرا ہی دیا۔"

اسکے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ نور اسے خشمگیں نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس نے ہلکے گلابی رنگ کی میکسی پہن رکھی تھی جس پر سلور ستون جگمگا رہے تھے، ماتھے پر بکھرے بال اور باقی بال کرل کیے کھلے چھوڑ رکھے تھے میک اپ کے نام پر اس نے صرف پنک لپ گلوس اور بھوری آنکھوں میں کاجل کی پتلی سی لکیر کھینچی تھی۔ یہ ذرا سی تیاری جہاں اسے خوب صورت بنا رہی تھی وہیں اس پر اجنبی سی بھی لگ رہی تھی۔

"کسی لڑکی کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے؟"

ابرو اچکائے استفار کیا گیا۔ گلزار کے ٹپٹا کر اسے دیکھا۔

"توبہ استغفر اللہ، میں ایسا نظر آتا ہوں آپ کو۔"

اسکے کانوں کی لو سرخ پڑی، نور نے تولتی نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ پھر سر کو ہلایا۔

"کوشش بھی مت کرنا۔ میری نظریں تم پر ہی ہیں۔"

اس نے دو انگلیوں سے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے پھر وہ انگلیاں اسکی طرف گھمائیں

۔"ہمارے ساتھ آئے ہوئے ہو خبردار جو کسی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو۔ ہماری عزت کا سوال ہے۔" اس کی دھمکی پر گلزار نے بدمزگی سے کندھے جھٹکے۔ وہ اسکی ایسی غنڈہ گردی کا عادی تھا۔

"مجھے چھوڑیں! اپنے والد صاحب کا خیال رکھیں۔ آتے جاتے خواتین انہیں ٹھنڈی آہیں بھر کر دیکھ رہی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو واپسی پر ہم تو دولہن لے کر ہی جائیں آپ بھی ایک عدد ماں بونس میں لے کر جائیں۔"

CamScanner

حب ناولز

اس نے جیسے اسکی توجہ دلانا چاہی۔ نور نے تاسف سے سر ہلایا۔

"کوئی فائدہ نہیں۔ انہیں دیکھ کر آہیں بھرنے والیاں تو بہت ہیں۔ مزہ تو تب ہے جب وہ کسی کو دیکھ کر آہیں بھریں۔"

اپنی بات کے آخر میں اسکی آنکھیں چمکیں۔ گلزار اس دوہرے معیار پر دانت پیس کر رہ گیا۔

اس پر حد بندی تھی اور باپ کے لیے کھلی چھوٹ، کیا یہ کھلا تضاد نہیں تھا؟

"آپ یہاں پارکنگ میں کیا کر رہی ہیں؟"

اسے ایک دم سے خیال آیا۔

"گاڑی میں موبائل رہ گیا تھا۔ وہی لینے آئی تھی۔"

وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے اندر کی جانب بڑھنے لگے۔ نور نے دونوں ہاتھوں سے میکسی کے فلیئر ذرا اوپر اٹھائے ہوئے تھے اور اسکے نیچے اسکے وائٹ سنیکر جھانک رہے تھے۔ اسکے ہم قدم چلتے گلزار نے چہرہ نیچے کرتے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"ویسے مجھے نہیں پتہ تھا آپ ایسے کپڑے بھی پہنتی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اسکی آواز میں ستائش کم اور حیرانگی زیادہ تھا۔

"کیوں؟ میں نہیں پہن سکتی؟ اور ایسے کپڑوں سے کیا مراد ہے تمہاری؟" وہ گردن ترچھی کیے، بینگز کے پیچھے ماتھے پر بل لیے حسب عادت اسے تیکھی نظروں کے ریڈار پر رکھ چکی تھی۔

"یہ میں نے کب ایسا کچھ کہا نور بی بی؟ آپ کی تعریف کرنا بھی نا آبیل مجھے مار کے مترادف ہے۔"

CamScanner

حب ناولز

وہ جز بز سا کچھ خفا ہوتا قدموں کی رفتار تیز کرتے اس سے آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے رہتی اسکی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

"ایبٹ آباد کے سفید میمنے نے میری تعریف کی ہی کب ہے؟"

وہ خود کلامی کے انداز میں بولی، پھر سر جھٹک کر اسکے پیچھے دوڑی۔

کچھ ہی دیر بعد نکاح کا شور اٹھا تھا، نکاح کے کاغذات لے کر منظر حسین، انکے چچازاد بھائی اور ارحم برائیڈل روم میں گئے، جہاں نوال اور اسکی ایک کزن پہلے سے موجود تھیں۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھے سٹول پر وہ فریش ریڈ کامدار لہنگے میں دولہناپے کے تمام لوازمات سے سجی بیٹھی تھی، درمیان سے مانگ نکالتے بالوں کو جوڑے کی شکل دی گئی تھی جس پر دوپٹہ سیٹ کیا گیا تھا گلوبند جڑاؤ ہار اور بڑے بڑے جھمکے، ایک کلائی میں سونے کے کنگن اور دوسری میں سرخ کانچ کی چوڑیاں سجی تھیں، میک اس کے تیکھے نقش کو دیکھتے لائٹ رکھا گیا۔ نیٹ کی سرخ چنری سے گھونگھٹ نکالا گیا تھا جس کے سامنے گولڈن تار سے جلی حروف میں "آتش کی دولہن" لکھا ہوا تھا۔ خوب صورت وہ ویسے بھی تھی اتنی تیاری نے مزید چار چاند لگا دیے تھے، آتش کے برعکس اسکی تیاری میں نومیہ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ ایجاب وقبول کے چند کلمات اور دستخط، اتنی سی بات ہوتی ہے اور پوری کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔

منظر حسین نے بھاری ہوتے دل کے ساتھ اسکا سر چوما تو نوال کے لاکھ آنکھیں نکالنے اور تاکید کے باوجود اسکی آنکھیں چھلک گئیں، اس سے گلے ملتے ارحم رو دینے کو تھا اور نوال نے دیوار کی جانب رخ کر کے اپنی آنکھوں کے نم گوشے دبائے، بہنیں بھی عجیب ہوتی ہیں، عمر کا ایک طویل حصہ ساتھ اٹھتے بیٹھتے، ایک دوسرے سے باتوں سے لے کر ہر چیز شئیر کرتے لڑتے مناتے گزار دیتی ہیں اور پھر اپنی

حب ناولز

اپنی شادیوں کے بعد یوں پرائی ہو جاتی ہیں کہ کبھی کبھی سالوں گزر جاتے ہیں ساتھ مل کر بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔

اسٹیج پر نکاح خواں، منظر حسین، ارحم کے علاوہ عزیر، مبشر اور ہاشم موجود تھے۔ ماتھے پر سے پسینے کی بوندیں ٹشو پیپر سے صاف کرتے اس نے دھڑا دھڑ دستخط کیے تھے۔

اسکے بعد مبارک کا شور اٹھا وہ اب باری باری سب سے گلے مل رہا تھا۔

"تمہارے کیوں اتنے پسینے چھوٹ رہے ہیں بھئی؟"

اس سے گلے ملتے ہاشم نے ہنس کر آہستگی سے اسکی حالت پر چوٹ کی تو وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہیں سکا۔

"آپ نہیں جانتے تھوڑی دیر پہلے جو میرے ساتھ ہوا ہے میں ابھی تک اسی ٹراما میں ہوں۔"

اس نے بے چارگی سے کہا تو ہاشم نے بمشکل امڈتا قہقہہ روکا۔

نکاح کے بعد کھانا کھلا تو ساتھ ہی دولہن کی انٹری کا وقت بھی ہو چلا۔

گلزار، نور، حماد، حبا، اور مبشر کے لڑکپن کو چھوتے بیٹے سیف اور کیف اسٹیج کے دائیں طرف اور مشال کے سب کزنز بائیں طرف کھڑے تھے۔

جس وقت نوال اور نومیہ کے درمیان چلتی مشال کو اسٹیج پر لایا گیا وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

اسکے اسٹیج کے پاس آنے پر نومیہ کے آنکھ کے اشارے پر وہ بادل نخواستہ دو قدم لیتا آگے ہوا اور ہاتھ اسٹیج سے نیچے کھڑی مشال کی طرف بڑھایا، منچلوں نے اس عمل کو اسکا رومانوی انداز تصور کرتے

CamScanner

حب ناولز

ہوٹنگ کی تو اسکے ہونٹوں کے کناروں میں بھی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اب یہ تو فقط التمش اور نومیہ ہی جانتے تھے کہ اس طرح کی باریکیوں کے لیے نومیہ نے اسکا کس قدر سر کھایا اور اپنا کھپایا تھا تب جا کر اتنے پرفیکٹ رزلٹ مل رہے تھے۔

نیٹ کی چنری کے اس پار وہ مسکراتا ہوا منتظر کھڑا تھا مشال نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیا تو وہ پسینے سے بھیگا ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے التمش کے چہرے کے تاثر میں تغیر آیا اگلے پل وہ سنبھل چکا تھا۔

وہ اسٹیج پر بیٹھی تو اسکا ہاتھ چھوڑتے وہ اسکے پہلو میں بیٹھا۔

"چلو التمش گھونگھٹ اٹھاؤ۔" نومیہ کے کہنے پر ایک بار پھر ہوٹنگ ہوئی تھی۔

التمش نے ہدایت پر فوری عمل کرتے اسکی طرف رخ کیا، اور آہستگی سے گھونگھٹ پلٹا، اسکی آنکھوں میں ستائش کا تاثر جاگا جسکے چہرے کے خدوخال میں گھلنے سے پہلے ہی وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اسکے بعد سلامیوں کا دور شروع ہوا اسٹیج کے اردگرد ایک جھمگٹھا سا لگ گیا۔ فوٹو گرافر اپنا کام کرنے میں مگن تھا مگر ہر گزرتے لمحے التمش کے چہرے کی رنگت بدل رہی تھی۔

"دولہا بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی؟"

مشال کی کسی کزن نے فقرہ کسا تو ماتھے سے پسینہ صاف کرتے التمش کی طرف سب ایک ساتھ متوجہ ہوئے، اور تو اور ایک لمحے کے لیے مشال نے بھی غیر ارادی طور پر گردن گھما کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے بوکھلا سا گیا۔

"ارے بچے کے اردگرد اتنا میلا لگا رکھا ہے اسے سانس تو آنے دو۔"

تبھی ایک قدرے بڑی عمر کی خاتون نے صورت حال کو صحیح بھانپتے ہوئے ان سب کو ڈانٹا تو سب وہاں سے تتر بتر ہوئے۔

"بڑے نازک مزاج ہیں دولہا بھائی تو۔"

جاتے جاتے کسی ایک لڑکی نے فقرہ کسا اور اسکے ساتھ ہی سب کی دبی دبی ہنسی گونجی، التمش نے بے آرام ہوتے ذرا بھر پہلو بدلا۔

مہمانوں کا رش تھوڑا کم ہوا تو التمش نے اسٹیج کے پاس کھڑیں نومیہ کو آنکھ کا اشارہ کیا۔

وہ ساتھ کھڑی والی خاتون سے معذرت کرتے اسکے پاس آئیں۔

"اور کتنی دیر ہے؟"

وہ اتنی دیر سے بیٹھا اب اکتانے لگا تھا۔

"صبر کر جاؤ تھوڑی دیر۔"

مشال کی طرف مسکرا کر دیکھتے نومیہ نے دانت پیس کر کہا ساتھ ہی ایک تادیبی نگاہ بھی اس پر ڈالی۔

"لالی! قسم سے میری بس ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر اور بیٹھا تو یہیں وومٹ کر دوں گا۔"

وہ بے چارگی سے بولا۔

اس بار نومیہ نے بغور اسکا چہرہ دیکھا، مشال کی نظروں نے بھی اسکے چہرے تک کا سفر کیا۔ اسکی رنگت زردی پڑنے لگی تھی۔ نومیہ متوحش سی اسکا ماتھا چھو رہی تھیں جو کہ پسینے میں بھیگا ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔

"جا کر واش روم فریش ہو آؤ۔ میں عزیر بھائی سے کہتی ہوں وہ منظر بھائی سے رخصتی کی بات کرتے ہیں
۔"

تھوڑی دیر بعد رخصتی کا شور اٹھا، بھاری دل اور گیلی آنکھوں کے ساتھ مشال رخصت ہوئی تھی، اسکی عجیب سی ہو رہی کیفیت کے تحت اسکے ارد گرد کیا ہو رہا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی بس فلیش کارڈ سے دھندلی نگاہوں کے سامنے چل رہے تھے، دادی اسے پیار کر رہی تھیں، نوال آنسو روکتے نم پلکوں سے اسکے کان میں کچھ سرگوشی کر رہی تھی۔ ارحم کے بہتے آنسو مشال نے خود صاف کیے تھے اور منظر حسین نے اسکا ماتھا چوم کر اسے گاڑی میں بٹھایا تھا۔ بارات واپس جا رہی تھی، بھیگی آنکھوں، مسکراتے لبوں اور بھاری دلوں کے ساتھ لڑکی والے کھڑے گاڑیاں جاتے دیکھ رہے تھے. یہاں سے زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔

....

نومیہ اسے بیڈ روم میں چھوڑ گئی تھی۔ کمرے میں کولنگ سسٹم آن تھا ہلکی سی خنکی میں ڈریسنگ پر سجے تازہ پھولوں اور ائیر فریشنر کی خوشبو سارے میں پھیلی طبیعت پر اچھا اثر ڈال رہی تھی۔ بیڈ پر لہنگا پھیلائے بیٹھی مشال نے چہرہ گھما کر اطراف کا جائزہ لیا۔ کمرے میں سجاوٹ کے نام پر صرف ڈریسنگ ٹیبل پر دو بکے رکھے گئے تھے، اسکے علاوہ وہ کمرہ ویسا ہی تھا جیسا اس دن اسکے آنے پر تھا، اور اس واقعہ کو یاد کرتے وہ ہر بار ایک نئے سرے سے خفت کا شکار ہوتی تھی۔ جیسے اس وقت بھی اسکے چہرے کے

حب ناولز

تاثر میں تغیر رونما ہوا تھا۔ اور اسکے ساتھ کسی کا ناگوار لہجہ بھی کانوں میں گونجا تھا۔ وہ نئی زندگی کے آغاز پر یہ سب نہیں سوچنا چاہتی تھی مگر وہاں بیٹھے اس وقت اسے صرف یہی یاد آ رہا تھا۔

کھٹکے کی آواز پر اس نے چہرہ جھکا لیا۔ واش روم کا دروازہ کھلا تھا اور وہ باہر نکلا تھا، وائٹ ٹی شرٹ اور ٹراؤزر اور گیلے بال۔ پہلے کی نسبت اس وقت وہ بہتر لگ رہا تھا۔ چہرے کی رنگت بحال تھی۔

"تم ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہو؟"

آواز میں حیرت تھی۔ مشال نے جھٹ سے چہرہ اٹھائے اسکی سمت دیکھا۔ وہ اب شیشے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی وہ اس بات کا کیا جواب دے۔ روایتی طور پر دولہنیں ایسے ہی بیٹھ کر دولہے کا انتظار کرتی ہیں۔

بال بنا کر شیشے میں اپنا عکس دیکھ کر تسلی کی۔ پھر خود پر کلون چھڑکا۔ پرفیکٹ۔ وہ مطمئن نظر آتا تھا۔

"تمہیں چینج نہیں کرنا؟ اتنے ہیوی ڈریس میں کتنی دیر سے بیٹھی ہو تھکی نہیں ہو ابھی؟"

بیڈ کے قریب آتے وہ عام سے انداز میں بات کر رہا تھا مگر مشال کو لگا وہ طنز کر رہا ہے۔ اسکا دل بھرنے لگا۔ نوال نے تو کہا تھا اسے اس کے آنے سے پہلے چینج نہیں کرنا تھا۔ اور ایسے بٹھا کر تو خود اسکی بہن اسے گئی تھی پھر وہ اسے کیوں ایسے سنا رہا تھا؟

ٹی وی ڈراموں میں بھی تو ایسے ہی ہوتا ہے، دولہن ایسے ہی لہنگا پھیلا کر انتظار کرتی ہے۔

"کیا ہوا؟ لگتا ہے تمہیں یہ ویڈنگ ڈریس زیادہ ہی پسند آگیا ہے۔ لیکن ۔۔۔۔"

وہ کچھ اور بھی کہتا اگر اسکے آنسو آنکھ سے ٹوٹ کر گال پر نہ گرتے۔

CamScanner

"رو کیوں رہی ہو؟" وہ سامنے بیٹھا تھوڑا جھک کر اسکے جھکے چہرے کو دیکھنے کی سعی کرتا، نا سمجھی سے پوچھنے لگا۔ وہ جواب میں بولی تو نہیں البتہ آنسوؤں میں روانی ضرور آگئی تھی۔ وہ مفاہمت پر اتر آیا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں چینج کرنا تو۔۔۔"

"آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔"

التمش نے بمشکل اسکی آواز سنی۔ حیرت سے اسکے ہونٹ نیم وا ہوئے۔ اس نے کب اسے ڈانٹا تھا؟

"آپ نے اس دن بھی مجھے ڈانٹا تھا۔"

بنا اسکی طرف دیکھتے وہ اب اسے اس دن کا حوالہ دے رہی تھی۔ التمش کی حیرت کی جگہ دھیمی سی مسکراہٹ نے لے لی۔

"ڈانٹ نہیں رہا، صرف چینج کرنے کو کہہ رہا ہوں۔ تم تھکی ہوئی ہو گی، آج گرمی بھی کتنی زیادہ تھی، اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گی۔"

اس بار وہ بولا تو آواز میں نرمی تھی۔ وہ ذرا ابھر رکا۔

بہتی آنکھوں کی روانی بس دو جملوں پر تھمی۔ وہ اس کا خیال کر رہا تھا، اس سوچ کے آتے ہی دل کی زمین گداز ہونے لگی۔

"اور اس دن تمہیں واقعی ہی ڈانٹ پڑی تھی۔ وہ ایک بیوقوفی تھی جو تم نے کی تھی۔" کہتے ہوئے وہ ہلکا سا ہنسا۔ الفاظ کے برعکس چمکتی آنکھیں اسکے چہرے کے خدوخال میں کہیں الجھی ہوئی تھیں، وہ پہلی بار اسے اتنی فرصت سے دیکھ رہا تھا، وہ اتنی خوب صورت تھی یا صرف اسے لگ رہی تھی مگر دل نے ہامی بھری تھی وہ پہروں اسے دیکھ سکتا تھا، بنا تھکے بنا اکتائے۔

حب ناولز

مشال جو انہماک سے اسے سن رہی تھی، دل میں اسکے لیے ایک اور شکایت درج کرنے لگی۔ وہ اسے اب بیوقوف کہہ رہا تھا، شادی کی پہلی رات ایسا کون کرتا تھا؟ وہ ابھی سامنے بیٹھے شخص سے واقف نہیں تھی ورنہ ایسی بدگمانی کبھی نہ پالتی۔ وہ التمش تھا اور اس سے کسی بھی بات کی توقع کی جاسکتی تھی۔

"تمہیں سوچنا چاہیے تھا۔ وہ ہماری رشتہ طے ہونے کے بعد پہلی ملاقات تھی، ٹھیک ہے غیر متوقع تھی اور کچھ آکورڈ بھی ہوگئی تھی مگر پھر بھی، میں انسان ہی تھا تم نے کون سا کسی اور سیارے کی مخلوق دیکھ لی تھی جو اتنا زور سے چیخنا شروع کردیا۔"

وہ ایک لوجیکل بات انتہائی غلط وقت پر کر رہا تھا، نومیہ اگر سن لیتی تو پہلے اپنا سر پیٹتی اور پھر چپل اتارتی ۔ اسکے اتنا سمجھانے کا بھی کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا التمش نے۔

مشال کا چہرہ اس سارے منظر کو یاد کرتے ایک بار پھر خجالت سے سرخ پڑنے لگا۔ اس نے نظریں جھکا لیں، التمش کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ان آنکھوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا اس بار۔ اسکا انتخاب درست تھا۔ اسے اپنے فیصلے کی صداقت کا یقین سا ہونے لگا۔

گہری ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ اسکی گود میں دھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"تمہارے ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ یہ ہال میں بھی ٹھنڈے تھے۔"

وہ کچھ بے آرام سا ہو کر کہتا اسکا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں تھام چکا تھا، نظریں اسکے ہاتھوں پر جمی تھیں جنہیں وہ اپنے گرم ہاتھوں کی حرارت دینے کی کوشش کر رہا تھا، گرمی کے موسم میں اسکا یہ عمل سمجھ سے باہر تھا جس کی اگلے پل اس نے خود ہی توجیح پیش کردی تھی۔

"مجھے ٹھنڈے ہاتھوں سے الجھن ہوتی ہے۔" اس نے بے بسی کا اظہار کیا تھا جیسے۔

http://Novelshub.pk

CS CamScanner

مشال کے ہونٹوں پر کھلتی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

وہ اب وہاں بیٹھا برا نہیں لگ رہا تھا، اور نہ اسکی یہ عجیب سی باتیں۔

وہ اب اسکے الٹے ہاتھوں پر سجی مہندی دیکھ رہا تھا، خوش کن سے نقش و نگار اور بنا نیل پینٹ کے تراشیدہ ناخن۔ وہ بے اختیار ہلکا سا ہنسا مگر اس ہنسی کے پیچھے کی وجہ نہیں بتائی، سارا کچھ آج ہی بتانا ضروری تھا کیا؟

"تمہارے ہاتھ بہت پیارے ہیں۔" اس نے سادگی سے کہا، نہ آواز بھاری ہوئی نہ لہجہ گھمبیر، جیسے معمول کی کوئی بات بتا رہا ہو۔ مشال نے زیر لب ہنسی روکی۔ وہ اب اسکے ہاتھ پلٹ کر اسکی ہتھیلیاں دیکھ رہا تھا، اسکی دونوں ہتھیلیوں پر بنے بیل بوٹوں کے درمیان میں دو چھوٹے سے دل بنے تھے۔ جن میں سے ایک میں اردو میں "مشال" اور دوسرے میں "التمش" لکھا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے جھک کر اس اشتیاق سے دیکھ رہا تھا کہ مشال کو اب اچنبھا ہونے لگا نجانے وہ کس جزیرے کی تلاش میں تھا، کچھ پل اور گزرے وہ دھیرے سے ہنسا جیسے کسی بات پر محظوظ ہوا ہو۔ چہرہ اٹھا کر مشال کو دیکھا تو گھور سیاہ آنکھوں کے دیپک پہلے سے کہیں گنا زیادہ روشن تھے۔

"میرے نزدیک یہ سراسر بیوقوفی ہے اور تھوڑا چیزی بھی لگے گا لیکن آج کے دن کی مناسبت سے یہ ایک بیوقوفی تو میں کر ہی سکتا ہوں۔" کہتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا، آنکھوں میں شرارت تھی۔ سر کو ملامتی انداز میں ہلاتے جیسے وہ خود کو کچھ کہنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

مشال ناسمجھی بھرے تاثرات چہرے پر لیے پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

حب ناولز

"یہ دیکھو۔" اسکے سامنے ذرا اوپر کرتے اپنے دونوں ہاتھوں میں مقید اسکے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔

"تم نے ہمارے ناموں پر غور کیا ہے؟" اسکے منہ سے نکلا ہمارے کا صیغہ، مشال کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ وہ اس کے کہنے کے مطابق پلکوں کی جھلمل گراتے اپنی ہتھیلیاں دیکھنے لگی۔

"میرے نام کو غور سے دیکھو اب اس کے آخری دو حروف لو اور انہیں پہلے دو حروف سے جوڑو۔" وہ اسے ہدایات دے رہا تھا، مشال نے ذرا غور کیا اور پھر زیر لب آہستگی سے کہا۔

"مشال۔" وہ بے یقینی بھرے تحیر سے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی جو پہلے ہی اسکا چہرہ دیکھتے اسکے تاثرات سے محظوظ ہو رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں ملیں اور کمرے میں ایک مشترکہ ہنسی گونجی۔ نم پلکوں کے ساتھ دھیما سا ہنستی وہ التمش کی آنکھوں کے بدلتے رنگ دیکھ نہیں پائی۔

"تو ثابت ہوا مسز مشال التمش آپ صرف میری ٹیڑھی پسلی سے ہی نہیں، نام سے بھی نکلی ہیں۔" مخمور سے لہجے میں کہتے، جھک کر اسکی ہتھیلی پر اسکے نام کے اوپر اپنا پہلا لمس بخشا، مشال کی ہنسی تھمی اور گالوں پر حیا کے کہیں رنگوں نے آکر اپنے گلال کا تھال گرایا۔ وہ لمحہ اتنا کامل تھا کہ کھڑکی کے پار پردوں کی اوٹ سے جھانکتے ماہ کامل نے بھی خفگی سے اپنا رخ موڑ لیا۔

....

صبح کے آٹھ بج رہے تھے، ہاشم نک سک سا تیار، ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔ اپنے کمرے سے نکل کر سوئی جاگی سی نور اسکے قریب آکر چیئر کھینچتے بیٹھی تھی، وہ ابھی بھی نائٹ سوٹ میں تھی

CamScanner

حب ناولز

,کھلے بال سو کر اٹھنے کے باعث الجھے سے لگتے تھے، چہرہ گیلا تھا اور مٹے مٹے سے کاجل والی بھوری آنکھیں ابھی بھی ٹھیک سے کھلنے سے انکاری تھیں۔

ہاشم نے آملیٹ کا بائٹ کانٹے کی مدد سے منہ میں رکھتے دیکھا، صاف لگ رہا تھا وہ صرف اسے ناشتے کی میز پر جوائن کرنے آئی تھی اور اسکے اسٹور کے لیے نکلتے ہی اس نے دوبارہ سو جانا تھا۔

"آملیٹ؟"

وہ اس سے پوچھ رہا تھا جس پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"صرف جوس پیوں گی۔ پھر میں نے دوبارہ سونا ہے۔" کہہ کر ہونٹ بھینچتے جمائی روکی۔

ہاشم نے سر کو ہلکا سا خم دیا اور کانٹا چھری رکھتے اسکے لیے جگ سے گلاس میں جوس انڈیلنے لگا۔

"شادیوں پر بندہ کتنا تھک جاتا ہے نا ہاں۔" اپنی گردن دائیں بائیں کرتے اس نے مسلز کو ریلیکس کرنا چاہا۔

"وہ تو ہے۔ لیکن تم نے کافی انجوائے کیا۔"

گلاس اسکے آگے رکھتے وہ دوبارہ اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ مزہ تو بہت آیا۔" سپ لیتے مسکرا کر تائید کی۔ پھر کچھ یاد آنے پر اسکی آنکھیں پوری کھلیں۔

"آپ کو پتہ ہے پرسوں مجھے وہ لڑکی ملی تھیں جنھوں نے اس دن میری ہیلپ کی تھی۔"

"پھر تم نے تھینک یو کیا؟" چائے کا کپ اٹھاتے لبوں سے لگائے مصروف سا بولا۔

CamScanner

"اب اتنا تو مجھے پتہ ہے۔ میں نے انہیں کہے بھی دیا۔ پتہ ہے ابی وہ اتنی پیاری تھیں اور اتنی اچھی ۔۔۔۔"

دونوں ہاتھ کی انگلیاں باہم ملائے، ہاتھوں کی پشت پر اپنی ٹھوڑی رکھے وہ ایک فین گرل کا مومنٹ ابھی بھی انجوائے کر رہی تھی۔ ہاشم نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"تم اکیڈمی جاؤ گی کیا؟"

کچھ یاد آنے پر ہاشم نے پوچھا تو نور نے سر اثبات میں ہلایا۔

"کیئر فل رہنا۔ گلزار تو کچھ دن اور شاید نہ جائے۔"

اس نے سرسری سا لہجہ رکھتے تاکید کی۔ پس پردہ وہ اس دن کے واقعہ کے بعد کچھ خدشات کا شکار تھا جنکا اظہار کر کے وہ نور کو کمزور بنانا نہیں چاہتا تھا۔

"میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں ابی۔"

وہ کچھ خائف ہوتی جتا گئی۔ اتنی دیر تک جوس کا گلاس خالی ہو چکا تھا۔ ہاشم بھی نیپکن سے ہونٹ صاف کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بالکل۔ تم اپنا خیال رکھ سکتی ہو۔" وہ تیقن بھرے لہجے میں کہتا مسکرایا اور اٹھ کر اسکی چیئر کے پیچھے کھڑا ہوا۔ مسکراہٹ غائب ہوئی اور آنکھوں میں تاسف ابھرا۔

"بس اپنے بکھرے بال سمیٹنا تمہارے بس کی بات نہیں۔" اسکے سر پر ایک چپت رسید کرتے وہ اب اپنی پینٹ کی جیبوں میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔

CamScanner

حب ناولز

نور بنا برا منائے ہنس دی۔وہ اسکے اگلے عمل کو جانتی تھی۔اپنی پینٹ کی بائیں جیب سے اس نے ایک سیاہ رنگ کی قدرے چھوٹے سائز کی پونی نکال،اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی پر چڑھائی اور اب وہ گردن نیچے جھکائے اسکے بال سمیٹ رہا تھا۔یہ کام وہ پچھلے سولہ سال سے کر رہا تھا،نور کو ہمیشہ اپنی پونیاں گم کرنے کی عادت رہی تھی،اور وہ ایسی ہر صورت حال کے لیے تیار رہتا تھا،اسکی جیب میں ایک ایکسٹرا پونی ہمیشہ رہتی تھی۔

آنکھیں بند کیے نور کے چہرے پر تفاخر تھا۔وہ ایک شہزادی تھی اور اسکا باپ یہ جانتا تھا۔

وہ اب نرمی بھری مہارت سے اسکے بکھرے بال سمیٹتا انہیں پونی ٹیل کی شکل دے رہا تھا،یہ نور کا سگنیچر ہیئر سٹائل تھا کیوں کہ ہاشم کو سب سے اچھا یہی کرنا آتا تھا۔اسکی پونی کو بل دیتے اپنے کام سے فارغ ہوتا وہ جھکا اور اسکے بالوں کو چومتا سیدھا ہوا۔

"میں جا رہا ہوں۔اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔"وہ مسکرا کر اسے جاتا دیکھتی رہی پھر خود بھی اٹھ کر برتن کچن میں رکھنے لگی۔اسکی ٹیل پونی اسکے چلنے پر ساتھ ساتھ لہراتی تھی۔

....

شام گہری ہوتی رات میں مدغم ہوئی تو ہر طرف مصنوعی روشنیوں نے سماں باندھ دیا،ایسے میں بینکوئیٹ میں تقریب ولیمہ دھیمے سروں کے ساتھ اپنے عروج پر تھی،ہر کوئی مگن تھا،مثال نے سلور

CamScanner

میکسی زیب تن کرر کھی تھی گلے اور کانوں میں نازک سی سبز نگینوں والی جیولری سجی تھی، وہ خوب صورت لگ رہی تھی اور اس سے کہیں زیادہ مطمئین۔ ہونٹوں پر ہلکی سی دھیمی مسکراہٹ لیے وہ اسٹیج پر بیٹھی بہت سی نظروں کا مرکز تھی۔ اسکے میکے سے چند لوگ ہی آئے تھے، نوال کے ساتھ دادی جب اس سے ملنے اسٹیج پر آئیں تو التمش نے خود اٹھ کر انہیں ہاتھ سے تھام کر اوپر چڑھنے میں مدد کی تھی، اسکا یہ چھوٹا سا عمل مشال کے دل میں بڑا سا گھر کر گیا تھا۔ لڑکیاں ایسی ہی تو ہوتی ہیں، اپنے شریک حیات سے اپنے اور اپنے میکے کے لیے عزت کی طلبگار۔ منظر اور ارحم بھی آئے تھے مگر مل کر اسٹیج سے اتر گئے۔ دادی اور مشال اسکے ساتھ کچھ دیر بیٹھی تھیں۔ وہ مسکرا رہی تھی، باتیں کر رہی تھی اور درمیان میں اس نے ایک دوبار التمش کو بھی شریک گفتگو کیا تھا۔ وہ دونوں اسکی طرف سے مطمئین ہو گئی تھیں۔ التمش ابھی ابھی اٹھ کر گیا تھا اسکے آفس سے کولیگز آئے تھے۔ کچھ دیر بعد نوال دادی کے ساتھ اسٹیج پر سے اتر گئی۔

تبھی نومیہ کے ساتھ ایک عورت اسٹیج کی طرف بڑھیں، وہ انکے سسرالی رشتے داروں میں تھیں۔ نومیہ تعارف کروانے لگیں۔ وہ مسکرا کر ان سے دعا لیتی، انکے اسٹیج سے ہٹنے پر سیدھی ہو کر بیٹھی تھی، جب التمش سامنے سفید پھولوں کے درمیان گلاس کی بنائی راہداری پر چلتا، آف وائٹ تھری پیس پہنے آتا دکھائی دیا۔ اسکے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کی کسی بات پر وہ مسکرایا تھا۔ مشال یوں ہی دیکھتی رہی اور یہ سچ تھا کہ وہ مبہوت سی دیکھتی متاثر ہوئی تھی۔ وہ لڑکی دراز قد، سمارٹ سی تھی، اسکی ہائیٹ التمش کے قد کے ساتھ پرفیکٹ میچ لگتی تھی، ڈارک براؤن بال کھلے تھے اور نفاست سے کیا گیا میک اپ۔ اس نے سیاہ سلک کی پوری آستینوں والی چمدار ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی جس کا گلہ آگے سے گلوبند تھا کانوں میں چکور نوک دار سیاہ موتی نما ٹوپس ڈالے گئے تھے۔ سرخ و سپید، نیل آرٹ سے

مزین پاؤں سیاہ ہیل میں جکڑے تھے اور ہاتھ میں خوبصورت سا سیاہ کلچ جس کے اوپر ایک ذرا بڑے سائز کا سلور نگینہ ٹنگا ہوا تھا۔ صرف مشال ہی نہیں، ہال میں موجود کہیں گردنوں نے گھوم کر انہیں ساتھ آتے دیکھا تھا، سیاہ اور سفید، ایک ساتھ، کوئی غیر شناسا اچانک سے انہیں دیکھتا تو وہ اسے کسی رومانوی کہانی کے دو کردار لگتے۔ ارد گرد کہیں دبی دبی سی سرگوشیوں نے جنم لیا تھا۔ اسٹیج کے قریب پہنچ کر اس لڑکی نے کمال نزاکت سے ایک ہاتھ سے ساڑھی کا فال اور دوسرے سے التمش کا بازو کہنی کے قریب سے پکڑ کر اسٹیج کے اوپر چڑھنے میں التمش کی مدد لی تھی۔ مشال کے ہونٹوں کی مسکرہٹ غیر محسوس انداز میں دھیمی پڑی، وہ کچھ غلط سوچنا نہیں چاہتی تھی، وہ جس سوسائٹی میں موو کرتا تھا، وہاں ایسے جسچر کرٹسی کے زمرے میں آتے تھے مگر پھر بھی اسکے اندر نئے نئے پنپتے بیویوں والے جذبات بری طرح مجروح ہوئے تھے۔

وہ اسکے قریب آتے پہلو میں کھڑا ہوا، مشال تھوڑی اٹھائے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور پھر نگاہ نے تھوڑا آگے کا سفر کیا وہ اب التمش سے ذرا فاصلے پر کھڑی تھی۔ وہ دور سے جتنی خوب صورت لگتی تھی، قریب آنے پر اس سے کہیں گنا بڑھ کر حسین تھی۔

"یہ ہیں مسز مشال التمش۔ اور مشال یہ میری بہت اچھی دوست میڈم شیریں کمال۔"

التمش مسکرا کر تعارف کروا رہا تھا۔ وہ دونوں ہنوز کھڑے تھے۔

"شی از سو پریٹی التمش۔"

شیریں نے ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ مشال نے بمشکل اپنے چہرے پر مسکراہٹ بحال رکھی۔ یہ آج کے دن کی پہلی تعریف تھی جو اسے بری لگی تھی۔

"آف کورس! میری بیوی ہے۔ خوب صورت ہونا تو اسکا حق بنتا ہے۔"

اسکے اندر ہورہے تصادم سے بے خبر، اسکے چہرے پر نرم سی نگاہ جمائے وہ کچھ شوخ سا بولا۔ اسکی بات پر شیریں نے گردن پیچھے گرا کر ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا، ساتھ ہی ایک چپت التمش کے شانے پر رسید کی ،دور کہیں مشال کے دل پر بھی کہیں وار ہوا تھا۔ وہ چاہ کر بھی یہ سب نظر انداز نہیں کر پارہی تھی۔

"تمہیں بس گھما پھرا کر ہر تعریف کا رخ اپنی طرف موڑنا ہوتا ہے۔"

التمش نے اس چوٹ پر بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"اینی ویز! نائیس ٹو میٹ یو مسز التمش۔"

وہ بے ضرر سی مسکراہٹ لیے تھوڑا جھک کر مشال کے گود میں رکھے اسکے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھتی بولی

۔

"شیریں؟"

تبھی عطیہ کہیں سے اچانک اسٹیج کے قریب نمودار ہوئیں، انکی پکار پر وہ پلٹی تھی اور ایکسیوز کرتی اسٹیج سے نیچے اتر گئی۔

عطیہ سے گلے ملتی وہ انکی طرف تھوڑی سی گردن ترچھی کیے چلتی، انکی کوئی بات سن رہی تھی، مشال کی نگاہوں نے بہت دور تک اسکا پیچھا کیا، اور اتنے انہماک سے کیا کہ پاس کھڑے التمش کا اپنے پہلو میں بیٹھنا بھی جان نہیں کر سکی۔

"تم ٹھیک ہو؟"

CamScanner

اسکی آواز پر قدرے چونک کر ہونق نظروں سے اسے دیکھا۔ اسکے چہرے پر کچھ تو ایسا تھا جو التمش نے یہ سوال کیا تھا۔ اپنی بے دھیانی میں وہ اسکی آواز سن کر بھی اسکا سوال جیسے سمجھ نہیں پائی تھی۔

"طبیعت ٹھیک ہے ناں؟ تمہارے چہرے کا رنگ پیل ہو رہا ہے۔"

التمش نے اسکی غائب دماغی بھانپ لی تھی شاید۔

وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلا گئی۔ اسکے انداز التمش کی تشفی کرانے سے قاصر تھے، چہرہ گھمائے وہ کچھ سیکنڈ اسکا چہرے پر نظریں جمائے بیٹھا رہا، پھر نگاہ اسکی گود تک گئی، اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی گود میں رکھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ درجہ حرارت ٹھیک تھا، اسکے ہاتھ ٹھنڈے نہیں تھے۔ واپس نظروں نے سفر اسکے چہرے تک طے کیا اور مسکرا کر اسکا ہاتھ دھیرے سے دبایا، کمفرٹ کرنے کا ایک چھوٹا سا انداز۔ اسکے بعد اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔ مثال کے ہونٹوں پر اترتی مسکراہٹ اس لمحے بہت خوب صورت تھی، کہیں رنگ اسکے چہرے کے خدوخال میں گھلتے چلے گئے جن میں سب سے نمایاں سکون کا تھا۔ بات صرف جگہ تھی، التمش کی جگہ کی، وہ اپنی جگہ واپس آ گیا تھا تو باقی ساری چیزیں بھی اپنے مدار پر واپس آ گئیں، فضا میں پھیلا گھٹن کا احساس زائل ہوا تو سب کچھ پھر سے اچھا لگنے لگا۔

اسکی مسکراہٹ میں شرمگیں سا تاثر جھلملایا، وہ نظریں جھکا گئی۔

اسٹیج سے نیچے اتر کر دیکھیں تو کھانا کھل چکا تھا،

نور اپنے لیے پلیٹ میں کھانا نکال رہی تھی جب اسکے پیچھے والی ٹیبل پر بیٹھیں خواتین کی باتوں پر اسکے کان کھڑے ہوئے۔

"شامین! وہ دیکھو ذرا عطیہ کے ساتھ وہ ہاشم کھڑا ہے ناں؟"

وہ بنا مڑے زیر لب ہنسی روک گئی۔ تھوڑی سی بریانی پلیٹ میں ڈالی، ساری توجہ ابھی بھی پیچھے کی سمت ہی تھی۔

"ہاں وہی ہے۔"

ایک اور نسوانی آواز آئی۔

"میں نے اسے کوئی دس بارہ سال پہلے دیکھا تھا، مجال ہے جو اس بندے میں کوئی ذرا سا بھی بدلاؤ آیا ہو۔ اسکی تو عمر جیسے رک سی گئی ہے۔"

اپنی بات کے آخر میں وہ ہنسی تھی۔

"اسکی تو ایک بیٹی بھی تھی ناں۔" یاد آنے پر جیسے پوچھا گیا تھا۔

"ہاں یہیں کہیں ہے، سامنے آئی تو دکھاؤں گی۔ ماشاءاللہ جوان ہو گئی ہے۔"

"ہاشم بے چارے ک ساتھ بھی بڑی ٹریجڈی ہوئی تھی، تمہاری تو شادی بعد میں ہوئی تم نے اسکی بیوی نہیں دیکھی ہو گی۔ بہت پیاری تھی، ہاشم کی کزن تھی، کہتے ہیں چار سال بڑی تھی اس سے، تبھی ہاشم کی شادی بہت جلدی ہو گئی تھی، بہت اچھا کپل تھا انکا شاید کسی کی نظر لگ گئی ہو گی۔ شادی کے ڈیڑھ سال بعد ہی بیٹی کی پیدائش پر زندگی ہار گئی بے چاری۔"

وہ عورت یقیناً پہلے اسی سیکٹر کی رہائشی رہی ہوں گی تبھی اتنی تفصیل سے سب جانتی تھیں۔ نور کا دل غیر محسوس انداز میں اداس سا ہونے لگا۔ سالن ڈالتے ہاتھ ذرا بھر کانپا۔

"مجھے تو ہاشم پر رشک آتا ہے۔ اس نے اتنی چھوٹی عمر میں بیوی کے مرنے کے بعد بھی بیٹی کے لیے شادی نہیں کی۔ اور آپ نور کو دیکھیے گا، اسے دیکھ کر ذرا جو شبہ ہوتا ہو کہ اس نے ماں کی آغوش کی گرمی تک محسوس نہ کی ہو۔ اتنی اچھی، سلجھی ہوئی تربیت کی ہے باپ نے اسکی۔ کہاں ہوتے ہیں ایسے مرد؟ ہم نے تو ایسے ہی مرد دیکھے ہیں بھئی جو اتنے بے صبرے ہوتے ہیں کہ یہاں بیوی مرتی ہے وہاں دوسری کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔"

وہ گرویدہ ہوئی بولے جا رہی تھی، نور کے ہونٹوں کو ایک اداس سی مسکراہٹ نے چھوا۔ وہ اب بے مقصد سی وہاں کھڑی تھی، اسکے آس پاس ہلچل موجود تھی، خواتین اپنے لیے آ کر کھانا نکال رہی تھیں۔ مگر اسکی سماعتیں اور دل دونوں ان آوازوں نے جکڑ رکھے تھے۔

"بات تو سچ کہی تم نے۔ مگر دوسرے زاویے سے دیکھو تو اسے اپنے بارے میں بھی سوچنا چاہیے تھا۔ اسکی بیٹی کی کل کو شادی ہو جائے گی، اور چاہے جو مرضی کہو میرا تعلق آج بھی اسی اسکول آف تھوٹ سے ہے جہاں مانا جاتا ہے کہ مرد کو ڈھلتی عمر میں سب سے زیادہ جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسکی بیوی ہوتی ہے۔ اور بڑھاپے میں میاں بیوی ہی تو ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں، اولاد تو اپنی اپنی زندگی کی نئی دوڑ میں لگ جاتی ہے۔ خیر ابھی بھی دیر نہیں ہوئی میرے خیال میں اسے اپنے بارے میں سوچنا چاہیے۔" کچھ دیر کے لیے وہ رکیں۔

"اور تم سناؤ، وجاہت بھائی واپس نہیں آئے کراچی سے ابھی تک؟"

اس کے بعد ان کا موضوع گفتگو بدل گیا۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ وہاں سے ہٹتی چلی گئی، ہاتھ میں پلیٹ تھام رکھی تھی، کچھ دیر پہلے اسے شدید بھوک لگی تھی۔ مگر اب کھانے سے جی اچاٹ ہو گیا تھا۔

چلتے ہوئے آگے بڑھتے اسکی نگاہ اٹھی، کچھ فاصلے پر ہاشم کھڑا تھا، نومیہ ہاتھ کے اشارے سے اسے کچھ دکھاتے ہوئے بات کر رہی تھیں، پوری بات سن کر اس نے ہاں میں سر ہلایا، اور مڑا۔ آگے بڑھتے نگاہ نور پر پڑی، ابرو کے اشارے سے "کیا ہوا؟" پوچھا گیا تو وہ مسکرا دی۔

....

رات کی سیاہی نے باہر ہر شے کو ڈھانپ لیا تو دن بھر کی دوڑتی بھاگتی زندگی میں زیادہ نہیں لیکن تھوڑا سکوت در آیا، ایسے میں آفریدی ولا کے ٹی وی لاؤنج میں ہاشم صوفے پر آرام دہ سا بیٹھا نظریں ٹی وی سکرین پر جمائے نیوز ٹاک شو میں مگن تھا، ڈھیلی سی لانگ لائٹ پرپل ٹی شرٹ اور بلیک ٹراوزر، گلے میں مخصوص انداز میں لیا گیا سکارف اور پونی ٹیل کے ساتھ ماتھے پر بکھرے بال۔ وہ نورالعین تھی جو بوریت کا شکار ہوتی اپنے کمرے سے نکلی تھی اور ہاشم کو دیکھ کر اسکی طرف آگئی۔

اسکے قریب بیٹھتے منہ پھلا کر باپ کو دیکھا جو بس ایک نگاہ اس پر ڈال کر دوبارہ ٹی وی سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ نور نے آہستگی سے اپنا سر ہاشم کے کندھے پر ٹکایا اور آنکھیں موند لیں۔

ہاشم نے چہرہ گھما کر اسکا بھورے بالوں والا سر دیکھا، صوفے پر پاس رکھے ریموٹ سے ٹی وی کا والیوم کم کرتے ریموٹ واپس رکھا۔ وہ صرف دیکھنے میں ہی نہیں عادتوں میں بھی ٹام بوائے تھی، بہت کم باپ سے اس طرح کے لاڈ دکھانے والی، اور جب ایسا ہوتا تھا تو ہاشم کو لگتا تھا وہ ٹھیک نہیں ہے۔

اب بھی اس نے نور کے سر پر محبت سے بوسہ دیتے، اپنا بازو اسکے شانے پر دراز کیا۔

"خیریت؟"

اسکا کندھا تھپتھپاتے نرمی سے پوچھا۔

"آپ تھکتے نہیں ہیں ابی؟"

جواباً اسکے سوال پر ہاشم مسکرایا۔

"نہیں۔۔۔۔ میری ساری تھکاوٹ تو میری گڑیا کو دیکھتے ہی اتر جاتی ہے۔"

وہ ہنوز آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ اسکے لہجے کی حلاوت پر نور کے دل کو جہاں اطمینان ملا وہیں اداسی نے بھی اپنا حصار باندھا۔

"پھر بھی ابی۔ آپ کا دل نہیں کرتا کوئی ایسا ہو جو صرف آپ کے لیے ہو، آپ کو سنے، آپ کے لیے ہر وقت موجود ہو۔"

اسکی آواز بہت دھیمی ہو رہی تھی اور اتنا دھیما پن ہاشم کو اس پر کھٹک رہا تھا۔ وہ اداس تھی مگر کیوں؟

"تو کیا تم نہیں ہو؟"

اس بار نور نے آنکھیں کھول کر چہرہ اوپر اٹھائے اسکی جانب دیکھا۔

"میں تو بیٹی ہوں نا آپ کی۔ لائف پارٹنر کی تو اپنی جگہ ہوتی ہے ابی۔"

اسکے اتنے کھلے انداز میں بات کرنے پر چند لمحوں کے لیے تو ہاشم شاکڈ ہوا، وہ پوری طرح سنجیدہ تھی اور اس سے بڑھ کر مضمحل۔

نوجوانی کی آدھی ادھوری سمجھ بوجھ کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی وہ اکثر ہنسی مذاق میں اسے دوسری شادی کرنے کا نایاب مشورہ دیتی رہتی تھی جس پر ہاشم کو کبھی کوئی الجھن نہیں ہوئی تھی کیوں کہ وہ ایسی ہی

تھی بنا لگی لپٹی رکھے اسے سب کہہ دینے والی۔ اس نے نور کے لیے خود کو ماں، باپ، بہن، بھائی ہر رشتے میں ڈھالا تھا اور یہ اسکا دیا اعتماد، محبت اور توجہ ہی تھی کہ پیدا ہوتے ہی ماں کے چلے جانے کے بعد بھی اسکی شخصیت میں کہیں کوئی خانہ خالی نہیں تھا، کو

ئی کجی نہیں تھی، وہ ہر لحاظ سے مکمل تھی اور اسے مکمل کرنے میں ہاشم نے اپنا آپ ادھورا کر لیا تھا۔

"آپ شادی کر لیں ابی۔" اسے خاموش دیکھ کر نور نے منت بھرے انداز میں سرگوشی کی تھی۔

وہ بمشکل سن سکا اور سنتے ہی بے یقینی، اضطراب یا بے سکونی جیسے کسی بھی جذبے سے ملغوب ہوئے بنا جلد ہی سنبھل گیا، اسکی چھٹی حس اشارہ دے رہی تھی اس وقت نور کو سنبھالنا اس کے لیے مشکل ہونے والا تھا۔ گلہ کھنگار کر اپنے لب و لہجے کو نارمل رکھا اور اس سے بڑھ کر چہرے کو سپاٹ۔ وہاں اسکے لبوں پر صرف ایک ایسی مسکراہٹ تھی جو کسی ناداں بچے کی لا معنی سی خواہش پر امڈ آتی ہے۔

"یہ خیال کہاں سے آگیا تمہارے ذہن میں؟ کچھ سالوں کی بات ہے پھر تمہاری شادی کرنے کا ٹائم آ جائے گا، میں اب شادی کرتا اچھا تھوڑی لگوں گا۔"

اس نے بات کو مزاح میں ٹالنا چاہا۔

"ہاں تو جب میری شادی ہو جائے گی پھر تو آپ بالکل اکیلے ہو جائیں گے ناں۔"

نور نے جھنجھلا کر کہا تھا جیسے وہ اسکے نا سمجھ پنے سے عاجز ہو رہی ہو۔

"اکیلا کیوں ہوں گا۔ تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ تمہارا شوہر رخصت ہو کر یہاں آئے گا۔"

وہ اپنے تئیں آگے کی پلاننگ کیے بیٹھا تھا۔ نور کے اداس چہرے پر مسکراہٹ بکھر سی گئی۔

CamScanner

"آپ کو لگتا ہے میں اپنے اکلوتے سگے شوہر سے سوتیلوں والا سلوک کروں گی اور اسے آپ کے اس عقوبت خانے میں حبس بے جا رکھوں گی؟"

اسکے ٹھنڈے ٹھار سے لہجے میں کیے سوال پر ہاشم کو صدمہ سا لگا۔ نیم وا ہونٹوں سے وہ اسکے ارشادات سن رہا تھا۔ وہ غمزدہ تھی، اداس تھی مگر وہ نور العین ہاشم آفریدی تھی، بنا لگی لپٹی رکھنے والی۔ اسکا باپ یہ کیسے بھول گیا تھا۔

"عقوبت خانہ؟ حبس بے جا؟" وہ بے یقینی بھرے شاکی لہجے میں صرف یہی دوہرا سکا۔

"اور نہیں تو کیا؟ اس گھر میں رہنے کے لیے سارے اصول تو آپ کے ماننے پڑتے ہیں۔ صبح جلدی اٹھو، رات کو جلدی سو جاؤ، بہت سارا پڑھو، اپنے سارے کام خود کرو، گھر کا کھانا نو ہوٹلنگ نہ پیزا برگر پارٹی، اسکول کالج ٹرپ پر نہیں جا سکتے، اور تو اور بارش میں بھیگ بھی نہیں سکتے۔"

اس نے انگلیوں کے پوروں پر پورے شدومد سے اسکے اصول و ضوابط گننے شروع کر دیے تو ہاشم نے تاسف بھری نظروں سے اپنی اولاد کو گھورا۔ اسکے شانے پر رکھا ہاتھ سرتک گیا اور اسے ایک ہلکے ہاتھ کی چپت رسید کی۔ وہ الگ بات کہ بقول نور اسکا ہلکا ہاتھ بھی خاصا بھاری واقع ہوتا تھا۔

"آہ۔" وہ درد سے کراہی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تم پر کوئی ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہوں؟"

اسکے پیچھے دراز بازو ہٹا کر اپنی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کرتے وہ ہنوز اسے گھورے جا رہا تھا۔

CamScanner

"اور نہیں تو کیا۔۔۔۔ کبھی کبھی مجھے گمان ہوتا ہے میں کسی فیری ٹیل کا کردار ہوں جسے اسکے ظالم سگے باپ نے ایک اونچی دیواروں والے محل میں قید کرر کھا ہے۔اور میری بد قسمتی کہ میرے بال بھی لمبے نہیں ہیں کوئی شہزادہ اندر آ بھی نہیں سکتا۔"

وہ آنکھیں چھوٹی کیے خود کو راپنزل سمجھنے کی ناکام سعی کرتی ایک اچھی من گھڑت کہانی سنا رہی تھی ۔بولتے بولتے ہاشم کا چہرہ دیکھا جہاں اب ہنسی ضبط کرنے کی تگ ودو میں وہ اپنے ہونٹوں پر ہاتھ کی مٹھی بنائے رکھے ہوئے تھا۔

"لیکن ایک دن آئے گا جب میرے بال بڑے ہو جائیں گے اور کوئی شہزادہ آکر مجھے اس قید سے نکال کرلے جائے گا، پھر میں اپنی مرضی سے اپنی زندگی جیئوں گی، دیر تک سوؤں گی، ہوٹلنگ کروں گی ،دنیا گھوموں گی اور آپ۔۔۔۔۔۔"

اپنی دھن میں کہتے کہتے وہ رکی، آنکھوں میں نمی سی چمکی اور باوجود کوشش کے بھی آواز رندھنے لگی ۔ہاشم کے چہرے پر سے مسکراہٹ لمحے کے ہزارویں حصے میں عنقا ہوئی۔

"آپ اکیلے رہ جائیں گے ابی، ایک بار پھر میں آپ کو اکیلا کردوں گی۔آپ ہمیشہ میری وجہ سے اکیلے کیوں رہ جاتے ہیں؟ میرا یہ گلٹ مجھے کبھی خوش نہیں رہنے دے گا۔"

وہ دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھے رو رہی تھی، وہ اتنی آسانی سے رونے والوں میں سے نہیں تھی۔ہاشم کے خدوخال میں تکلیف ابھری، دل جیسے کسی نے کند چھری سے چیر کے رکھ دیا ہو۔وہ یک دم اسکی طرف جھکتے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے متوحش نظروں سے اسکا چہرہ کھوج رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نور؟ کوئی تکلیف ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔"

حب ناولز

اسکی آواز میں بے چینی محسوس کرتے آنکھیں سختی سے بند کیے گردن نفی میں زور سے ہلاتی نور کے رونے کی شدت میں اضافہ ہوا۔

"تمہیں کچھ چاہیے؟ آئس کریم کھانے لے کر چلوں یا کسی فاسٹ فوڈ کارنر جو تم کہو بچے۔"

نرم دھیمی پڑتی آواز میں فکر مندی لیے وہ اپنے طور پر اسے چپ کرانے کو ہر وہ حل پیش کر رہا تھا جو عموی دنوں میں وہ بہت منت سماجت کے بعد مانتا تھا۔ اسکے ہاتھ اب بھی ہاشم کی مضبوط مگر نرم سی گرفت میں تھے جنہیں وہ ہولے سے دبائے اسکے اس ہیجانی سیلاب کی شدت روکنے کی کوشش کرتا خود بیک وقت کہیں کیفیات کے زیر اثر تھا۔

"I just want you to marry."

ہچکی آنکھوں کے دوران گلوگیر ہوتے لہجے میں اس نے بڑی مشکل سے کہا تھا۔

"فار گاڈ سیک نور۔ اس وقت تمہیں خوش کرنے کے لیے ایک عدد بیوی کہیں سے نہیں لا سکتا میں۔"

اسے سرزنش کرتے آواز اب بھی ملائم تھی مگر لہجہ بے چارگی و جھنجھلاہٹ کا عکاس تھا۔ اسکے اس انداز پر نور روتے روتے بھی ہنس پڑی، ایک بے ساختہ ہنسی، جس کے لیے کوئی کوشش نہ کرنی پڑے اور ہاشم کے لیے اس وقت یہ دنیا کا سب سے بڑا ریلیف تھا، اسکی جان میں جان واپس آئی۔

اسے آہستگی سے خود سے لگاتے اسکے سر کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے اس نے اپنی ٹھوڑی اسکے سر پر ٹکا دی۔

"تم میری سب سے اچھی رفیق ہو بچے۔ تمہارے ہوتے ہوئے میں کبھی اکیلا نہیں ہو سکتا۔ تم گلٹی ہو بھی کیسے سکتی ہو؟ تم جو میری زندگی کا نور ہو، تمہارے ابی کی پوری دنیا تمہارے گرد گھومتی ہے پاگل

حب ناولز

اور تم کہہ رہی ہو تم اس کے لیے گلٹی ہو؟ خبردار جو آئندہ کسی فضول سوچ کو ذہن میں بھٹکنے بھی دیا۔اب بس۔۔۔۔۔۔ریلیکس۔۔۔۔پانی پینا ہے؟"

اسے خود سے الگ کرتے اسکے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں سے صاف کرتے وہ جھک کر اسکی آنکھوں میں جھانکتا پوچھ رہا تھا۔وہ اب رو نہیں رہی تھی ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔اسکے سر اثبات میں ہلانے پر وہ ایک نظر اسے دیکھتا اٹھ کے پانی لینے چلا گیا۔

....

شادی کے ہنگامے تھمے تو زندگی اپنی روٹین پر واپس آنے لگی، اور نومیہ کو آج کل اپنی واپسی کی فکر لگی تھی۔اس وقت بھی شام کی چائے کے بعد وہ لوگ لیونگ ایریا میں موجود تھے، نومیہ موبائل پر اپنے شوہر سے بات کر رہی تھیں اور ساتھ ہی التمش بیٹھا ہوا تھا، ٹی وی سکرین پر کوئی ڈاکومنٹری چل رہی تھی اور آواز بالکل دھیمی تھی۔اسکی نگاہیں سکرین پر جمی تھیں۔مثال اسکے دائیں طرف سنگل صوفے پر بیٹھی بوریت سے سکرین کو گھور رہی تھی۔زنگ کلر کا لان کا ایمبرائیڈڈ سوٹ، بال کھلے ہوئے تھے اور شیفون کا دوپٹہ دونوں شانوں پر برابر سے جما ہوا تھا جسے وہ ہر کچھ دیر بعد ٹھیک کرتی البتہ چہرہ صاف ستھرا تھا، صرف ہونٹوں پر لائٹ سا لپ گلوس لگا رکھا تھا۔

"چلو بھئی۔میری سیٹ کنفرم کرواؤ اب۔میرے میاں کی بس ہو گئی ہے۔"

وہ موبائل بند ہوتے ساتھ ہی بولیں۔ انکے چھوٹے بیٹے کا پاس پورڈری نیو ہونا تھا جس کی وجہ سے انکی فیملی شادی میں شرکت کے لیے بھی نہیں آپائی تھی۔ جس کا سب کو بہت دکھ تھا۔

"کچھ دن اور رک جائیں۔"

التمش نے بنا سکرین سے نظر ہٹائے کہا۔ نومیہ کی آنکھوں میں ملامت جاگی۔

"چھ چھ۔۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔" انہوں نے سر کو جنبش دی، مشال نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔ کچھ دنوں میں ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا ان دونوں کی نوک جھونک یوں ہی چلتی رہتی ہے۔

"دو ماہ ہو گئے ہیں مجھے یہاں آئے ہوئے۔ میرے بچے اور میاں وہاں رل گئے ہیں اور تم ابھی بھی یہ کہہ رہے ہو۔"

التمش نے انکی لتاڑ کا تو کوئی خاص اثر نہیں لیا، مگر اپنی مسکراہٹ چھپانے کی تگ و دو میں مصروف مشال کی جانب اس نے ضرور کنکھیوں سے دیکھا تھا۔

"آپ نے اسد بھائی کو اچھا ٹرین کیا ہوا ہے، آپ کی غیر موجودگی میں وہ گھر اور بچے اچھے سے سنبھال لیتے ہیں تو دقت کیا ہے آپ کو؟"

وہی لاپرواہ سا انداز۔ جس پر نومیہ کلس کر رہ جاتی تھیں۔

"اب اگر وہ بھلا انسان راضی خوشی سب کر لیتا ہے تو کیا چاہتے ہو تم میں چھ چھ ماہ یہیں پڑی رہا کروں۔ جو بھی ہو عورت گھر پر نہ ہو سارا نظام الٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں تب ہو گا جب کبھی مشال کچھ دن کے لیے کہیں گئی تو۔"

حب ناولز

انہوں نے آخر میں مشال کی طرف دیکھتے مسکرا کر کہا تھا۔ مشال یک دم موضوع گفتگو بننے پر الرٹ سی ہوئی اور نومیہ کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔ التمش نے گردن گھما کر اچنبھے سے نومیہ کی طرف دیکھا۔

"مشال کیوں جائے گی کہیں؟ یہ ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو پر جہلم ہے۔ آپ کی طرح اتنی دور تھوڑی شادی ہوئی ہے اسکی۔"

وہ ایک دم سے سنجیدہ ہوا تھا۔ اور کچھ بے آرام بھی۔ اس جیسے انسان کا اتنا جلدی کسی سے اس درجے اٹیچمنٹ نومیہ کے لیے بھی حیران کن تھا اور اس سے بڑھ کر خوش آئند۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ روکی اور مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"تمہارے آگے بس ہے میری التمش۔ اب اس بات پر کم از کم میں بحث نہیں کر سکتی تم سے۔ بس تم میری سیٹ کراؤ جلدی سے۔"

انہوں نے جس عاجز لہجے میں کہا تھا بس ہاتھ جوڑنے کی کسر رہ گئی تھی۔

"کروا دوں گا کچھ دن تک۔"

اسکی نظریں واپس سکرین پر ٹک چکی تھیں۔ نومیہ نے اسکی ڈھٹائی پر ایک گہرا سانس لیا اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"مشال! بیٹا آؤ نیچے عطیہ بھابھی کی طرف سے ہو آئیں۔"

اپنا دوپٹہ شانے پر درست کرتے انہوں نے مصروف سے انداز میں کہا تو مشال جھٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ التمش نے سرعت سے سر اٹھا کر نومیہ کی جانب دیکھا، وہ متوجہ نہیں تھیں، پھر مشال کی طرف دیکھا وہ نومیہ کے پیچھے چل پڑی۔ اسکی سیاہ آنکھوں میں کچھ برہمی آئی مگر وہ بولا نہیں۔

البتہ رات کو جب وہ اور نومیہ اکیلے تھے تب اس نے نومیہ سے کہہ دیا۔

"لالی! آپ مشال کو نیچے مت لے کر جایا کریں۔"

اور جواب میں نومیہ نے اسے یوں دیکھا تھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔ غصہ تو آیا مگر خود کو ٹھنڈا کیا۔

"وہ بہت اچھی بچی ہے التمش! خوش مزاج، عزت کرنے والی۔ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے اسے اپنی طرح آدم بیزار مت کرنا۔"

انکی آواز دھیمی تھی مگر اس میں ایک تادیب تھی۔

التمش نے کچھ کہنا چاہا جب وہ ہاتھ اٹھا کر اسے منع کر گئیں۔

"میں اسے کسی غیر کے گھر نہیں لے کر جاتی۔ تمہارے سگے بھائی کا گھر ہے وہ۔ مشال ہم میں نئی آئی ہے، تمہارا اپنے رشتے داروں کے ساتھ رویہ دیکھ کر وہ تعین کرے گی کہ آگے جا کر اس نے کسے کتنی اہمیت دینی ہے۔ اس لیے اپنے طور طریقے بھی تھوڑے بہتر کرو، سب سے گھلا ملا کرو۔ نہ تم نے کسی کا قتل کیا ہے اور نہ تمہارے بھائی بھابھیوں نے۔ اتنی قطع تعلقی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ آج بھی عزیر بھائی گلہ کر رہے تھے کہ تم نے انکی ڈنر کی دعوت پر بھی معذرت کر لی ہے، میں پوچھ سکتی ہوں التمش حیات صاحب، آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

CamScanner

"میری زندگی میں سکون بنا رہنے کے لیے ضروری ہے مشال ان لوگوں سے دور رہے۔"

اسکی اپنی منطق تھی۔ جو کم از کم نومیہ کی سمجھ سے باہر تھی۔ التمش کی بات نے انہیں گہرے رنج میں مبتلا کیا تھا، اسکی شادی کے بعد ایک موہوم سی امید ہو چلی تھی کہ شاید اب یہ سرد مہری کی دیوار پگھل جائے لیکن اب اسکی باتیں سن کر لگا تھا یہ صرف انکی خام خیالی تھی۔

"تم تھکتے نہیں ہو خود کو یوں سب سے دور کرتے کرتے؟"

نومیہ بولی تو آواز میں دکھ کے ساتھ ساتھ افسوس بھی در آیا۔

"نہیں! میں ایسے خوش رہتا ہوں۔"

اس نے سکون سے کندھے اچکائے اور مسکرا کر کہا۔ نومیہ گنگ سی اسے دیکھے گئی۔ اسکی اس اسٹیٹ منٹ کے بعد کچھ بھی کہنا عبث تھا۔

"اچھا چھوڑیں یہ سب۔ بتائیں کب کی سیٹ بک کروانی ہے؟"

اس نے عام سے انداز میں بات بدل دی۔

"کل کی ہی کروا لو۔ ویسے بھی تم بہن بھائیوں سے دور زیادہ خوش رہتے ہو۔" بنا اسکی طرف دیکھے جلے انداز میں کہتے خفگی کے اظہار کیا گیا تھا۔ التمش بے ساختہ گردن پیچھے کی جانب گراتے ہنسا۔

"ٹھیک ہے پھر۔ ایک ماہ بعد کی کروا دیتا ہوں۔" ہنسی روکتے گردن کو تائیدی انداز میں ہلاتے جب اس نے کہا تو نومیہ کا ہاتھ بے اختیار اپنے جوتے کی طرف گیا۔ جس کے اتارے جانے سے پہلے ہی وہ ہنستے ہوئے وہاں سے الٹے پاؤں باہر بھاگا تھا۔

CamScanner

....

آفریدی سپر اسٹور کے انٹرنس ریسیپشن کے پیچھے والی دیوار پر لگی گھڑی کی سوئیاں ساڑھے تین کا ہندسہ عبور کر چکی تھیں۔وہ اپنے کاؤنٹر پر موجود تھی، ایک پیمنٹ کلئیر کرتی کمر سیدھی کی، جب متین صاحب کو اپنے کاؤنٹر کی جانب آتا دیکھا۔وہ یک دم الرٹ سی ہوئی تھی۔

"مس ماہین! ہاشم صاحب نے آپ کو آفس میں بلایا ہے۔"

بنا کوئی تمہید باندھے کہہ کر وہ واپس چلے گئے۔

ماہین نے اچنبھے سے جاتے انکی پشت کو دیکھا۔ذہن پر زور ڈالا، کوئی نئی غلطی، کوتاہی؟ کچھ بھی یاد نہیں آیا۔پھر اس پیشی کا جواز؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔اسی سوچ کے زیر اثر وہ اپنے کاؤنٹر سے ہٹی، آگے جا کر اپنے کام میں مصروف صوفیہ کو اپنا کاؤنٹر خالی ہونے سے آگاہ کیا، چلتے ہوئے قریب آکر سیڑھیوں کو دیکھا، پھر لفٹ پر نگاہ دوڑائی۔پورے دن کی ڈیوٹی کے بعد اس وقت اتنی سیڑھیاں چڑھنے کی سکت نہیں تھی۔

مطلوبہ فلور پر لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلی دائیں جانب مڑی، چند قدم اور بڑھائے اور اسکے آفس کے دروازے کے سامنے رک کر ہلکا سا ناک کیا۔پھر اندر داخل ہوئی۔

سامنے وہ اپنی چئیر پر بیٹھا تھا، آنکھوں پر ریڈنگ گلاسز تھے اور دونوں بازو ٹیبل پر پھیلائے، سامنے رکھی فائل پر جھکا وہ پیپر پلٹ رہا تھا۔

"آپ نے بلایا سر؟"

CamScanner

حب ناولز

اسکی آمد پر بھی جب اس نے کوئی جنبش نہیں کی تو بلا آخر ماہین کو خود ہی مخاطب ہونا پڑا۔

"میں نے ایک بار پہلے آپ سے کہا تھا، اپنے پرسنل ایشوز کو اس اسٹور کی انٹرنس سے باہر چھوڑ کر آیا کریں۔ لگتا ہے آپ نے میری بات کو کچھ زیادہ سیریسلی لے لیا ہے۔"

بنا سر اٹھائے، اپنی پہلے والی پوزیشن میں ہی اس نے کہا تو آواز میں سنجیدگی کا تاثر حد سوا تھا۔

غیر محسوس انداز میں ماہین کے ماتھے پر شکنیں سی بنیں، وہ اسکا مدعا سمجھ نہیں پائی تھی۔

"جی؟"

اسکی مدھم سی جی میں جو نا سمجھی کا تاثر تھا اس پر ہاشم نے سیاہی مائل بھورے بالوں والا سر جھٹکا۔

"آپ کو نہیں لگتا آپ کو ان صاحب کے ساتھ اپنے ایشوز سورٹ آوٹ کر لینے چاہیے۔"

اسکی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی تھی جب لمحے کے ہزاریں حصے میں ماہین کے ذہن میں ہو رہی جمع تفریق نے اسے بتایا، وہ کس کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ اسکا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

"آپ میرے کریکٹر کو جج کر رہے ہیں؟

اندر اٹھتے ابال کے زیر اثر اسکی آواز میں سختی سی آگئی۔ پیپر پلٹتے ہاشم کے ہاتھ کی جنبش رکی۔

"آپ نے اس دن بھی یہی کیا تھا۔"

اس بار کہتے ہوئے اسکی آواز غصے کی زیادتی سے آخر میں کانپ سی گئی۔ ذہن میں اسکی اس دن کی مشکوک، ملامت آمیز آنکھیں ابھی تک چبھن کا باعث بنی ہوئی تھیں۔

CamScanner

بنا سر اٹھائے ہاشم نے اپنی بھوری آنکھیں اٹھا کر دیکھا تھا۔ ریڈنگ گلاسز کے پار ان آنکھوں کا تاثر سرد سا تھا، اجنبی سا۔

وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، چہرے کی رنگت سرخی مائل ہونے لگی تھی، اور بہت سارے ضبط کے باعث آنکھوں میں سختی کے ساتھ ساتھ گلابی پن بھی در آیا۔

"میں آپ کو جج نہیں کر رہا۔"

اس نے ٹھنڈے سے انداز میں اسکی نفی کی۔ ساتھ ہی گلاسز اتار کر چمکدار شیشے کے میز کی سطح پر رکھیں۔

"آپ کر رہے ہیں، آپ کی آنکھیں صاف صاف بتا رہی ہیں۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا میرے کردار پر اس طرح کا کوئی بھی سوال اٹھانے کا۔"

آنکھوں میں در آنے کو بے تاب نمی کو اس نے بڑی مشکل سے پیچھے دھکیلا، جو ساری کی ساری اسکے گلے میں جا گھلی، الفاظ حلق میں اٹکنے لگے تھے، وہ بہت زور لگا کر بول رہی تھی۔

ہاشم سیدھا ہو کر بیٹھا، اور پیچھے سیٹ کی بیک سے ٹیک لگائی۔

"میری آنکھیں کیا کہتی ہیں یہ پڑھنے کی ضرورت آپ کو نہیں ہے مس ماہین۔ اور نہ ہی آپ کو میرے اپنے کردار کو لے کر کسی سوچ پر اعتراض ہونا چاہیے۔ میں آپ کے لیے "کوئی نہیں" ہوں۔ اس لیے ان سب خرافات میں مت الجھیں۔"

تحمل سے کہتے ہوئے وہ چند پل کے لیے رکا۔

حب ناولز

ضبط کی آخری حد کو چھوتی ماہین کو جتاتی نظروں سے دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی چیئر کے پیچھے بلائنڈز ہٹی شیشے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ نگاہ جھکائے وہاں سے نیچے جھانکا۔ روڈ کے کنارے، اسٹور کے مین انٹرنس سے کچھ ہی فاصلے پر سامنے سمیر کھڑا نظر آرہا تھا۔

ماہین اپنی جگہ بالکل ساکت ہوگئی۔ دل کسی گہری کھائی میں جا گرا۔ وہ اتنے دنوں سے خاموشی سے سب آبزروو کر رہا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟، مین انٹرنس پر کھڑے سیکیورٹی گارڈ، آتے جاتے آپ کے کولیگز، ہر زوران صاحب کی یہاں موجودگی پر آپ کے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے؟ آپ کس کس کی سوچ اور آنکھوں کے تاثر پر اس طرح سے ہلکان ہوتی رہیں گی۔"

وہ بول رہا تھا تو اسکی آواز بالکل روکھی تھی، ہر احساس سے عاری، فارمل سی۔

"آپ کچھ نہیں جانتے، کوئی کچھ نہیں جانتا۔ ایسے مت کہیں۔"

باوجود کوشش کے آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، وہ سر کو زور سے نفی میں ہلاتے، تیزی سے بولی۔

ہاشم جو ہنوز کھڑکی کے پار دیکھ رہا تھا، اس نے گردن گھمائی، نظروں کا رخ بدلا۔ وہ اب اسکا شدت ضبط سے تنے نقوش لیے چہرہ دیکھ سکتا تھا۔

"ایسے مت کہوں؟" دو قدم آگے لیتے وہ اپنی چیئر کے پیچھے آن رکا، تھوڑا سا جھک کر دونوں بازو چیئر کی بیک پر لمبے کیے، اور ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائیں۔ اور سر کو ہلکے سے جنبش دی۔

"جب آپ اپنے پرسنل افیئرز کو ورک افیئرز کے ساتھ مکس اپ کریں گی تو مجبوراً مجھے ایسا کہنا پڑے گا۔"

CamScanner

حب ناولز

وہ اسی نپے تلے انداز میں بول رہا تھا۔ وہ عام سے انداز میں بات کر رہا تھا مگر پھر بھی اسکی افیئر کی اصطلاح ماہین کو کسی کوڑے کی طرح لگی تھی، وہ تلملائے بنا رہ نہیں سکی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میرا افیئر چل رہا ہے اسکے ساتھ؟"

شدید غصے واہانت کے ملے جلے جذبات کے زیر اثر وہ

بولی تو آواز میں درشتگی تھی۔ اس لمحے وہ بھول گئی سامنے کھڑا شخص اسکا باس ہے اور وہ اسکے ماتحت۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا؟ اور نہ ہی مجھے آپکا ریلیشن شپ سٹیٹس جاننا ہے۔ میرا مسئلہ صرف اس آدمی کا یہاں ہونا ہے، اسکی وجہ سے میرا کاروباری ماحول خراب ہو رہا ہے۔"

اسکے تند و تیز لب و لہجے کے برعکس وہ کافی کمپوزنگ رہا تھا۔ مگر وہ دھیمے انداز میں بھی آگ لگانا خوب جانتا تھا۔ اور یہاں ماہین کی نہ چاہتے ہوئے بھی بس ہوگئی تھی۔ گلابی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہوتا کسی بھی لمحے چھلکنے کو تیار تھا۔ چند پل لگے اسے اپنے آنسوؤں کو آنکھوں کے اندر ہی جذب کرنے میں۔ ہر گزرتے لمحے یہ مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ مگر جب وہ بولی تو اس گلابی نمی کے برعکس پہلے سے کہیں گنا زیادہ مضبوط نظر آئی۔

"آپ کو پتہ ہے سر! آپ ایک بد دماغ انسان ہیں، جو صرف اپنے دماغ اور زبان کا استعمال کرتا ہے یہ جانے بغیر کہ ہر تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہوتا ہے۔ لیکن آپ وہ کیوں دیکھیں گے؟ آپ نے تو خود ایک اچھی کہانی گھڑ لی ہے۔ تو سوچیے جو آپ نے سوچنا ہے، اور اگر اس آدمی سے آپ کو اتنی ہی تکلیف ہے تو اسے پولیس کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے آپ؟"

CamScanner

وہ جس بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے غصے سے ہانپتی آواز میں کہہ رہی تھی، ہاشم چونکا تھا۔ وہ ہق دق سا اسے دیکھے گیا، بنا نگاہیں ہٹائے۔

"اور اگر آپ کو مجھ سے کوئی تکلیف ہے تو بصد شوق آپ مجھے بھی جاب سے نکال سکتے ہیں۔ لیکن آئندہ آپ مجھے اس طرح سے اپنے آفس بلا کر کنفرٹ نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی میرے کردار پر کسی قسم کی انگلی اٹھائیں گے۔"

اپنی بات پر زور دیتے وہ ایک آخری سلگتی نگاہ اس پر ڈالتی تیز رفتاری سے دروازہ کھولتی باہر نکل گئی، ہاشم کی نظروں نے اسکے اوجھل ہو جانے کے بعد واپسی کا سفر طے کیا، کچھ دیر وہیں گنگ سا کھڑا رہا، پھر کھڑکی کے پاس آیا۔ نیچے کھڑے اس شخص کو دیکھتے وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ جب کچھ دیر بعد اس نے ماہین کو نکلتے دیکھا تھا اور اسکے ساتھ ہی اس آدمی کو ماہین کے پیچھے لپک کر جاتے۔ وہ تیز رفتاری سے چل رہی تھی اور وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر۔ ہاشم کی نظروں نے تب تک انکا پیچھا کیا جب تک وہ منظر سے ہٹ نہیں گئے۔ وہ سر جھٹکتا جگہ چھوڑتا خود بھی وہاں سے ہٹ گیا۔

....

"تم یہیں رک کر میرا انتظار کرنا۔ میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں اور خبردار جو میرے بغیر گئے یہاں سے۔"

حب ناولز

نور نے دھمکی آمیز انداز میں کہا تو گلزار ضبط سے ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ وہ اسکی اس دھمکی کا کچھ خاص اثر نہ لیتا اگر ہاشم نے خود اسے اس دن کے واقعے کے بعد نور کے ساتھ آنے جانے کا نہ کہا ہوتا۔

"کن چکروں میں ہیں آج کل آپ؟"

ابرو اچکا کر مشکوک لہجے میں پوچھتا وہ جھنجھلایا ہوا لگتا تھا۔

یہ تیسری بار ہو رہا تھا جب وہ اسے یوں بیچ راستے کھڑا کر کے غائب ہو جاتی تھی اور ساتھ میں یہ پابندی بھی عائد کی جاتی تھی کہ وہ وہیں کھڑا اسکا انتظار کرے۔

"تم سے مطلب؟"

اس نے اسے تیز نظروں سے گھورا تو وہ جزبز ہوتا اطراف میں دیکھنے لگا۔

"اچھا صرف یہی بتا دیں جا کہاں رہی ہیں؟"

اس نے سوال بدلا تو مڑتے مڑتے نور نے رک کر اسے دیکھا۔ پھر طنزیہ مسکرائی۔

"تم نہ تو میرے باپ لگتے ہو، نہ بھائی اور نہ شوہر جو تمہیں بتا کر جاؤں۔ چپ چاپ کھڑے رہو ایبٹ آباد کے میسنے ورنہ تمہارے یہ سرخ ہوتے کان کاٹ دوں گی۔"

اس نے غصے و شرم کے باعث اسکے سرخ ہوتے کانوں کی طرف اشارہ کیا تو گلزار نے تیزی سے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے۔

"جائیں بھئی۔ مت بتائیں مجھے۔ جس دن آپ کے والد محترم کو پتہ چلا وہ خود پوچھ لیں گے آپ سے۔"

CamScanner

اس نے ہنوز کانوں پر ہاتھ رکھے، خفگی سے کہا تو نور نے لاپرواہی سے کندھے اچکے۔

"انہیں بتائے گا کون؟"

وہ مسکرا کر بولی پھر آنکھیں چھوٹی کیے گلزار کو دیکھا جس کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔

"کیا تم میری شکایت لگاؤ گے؟"

سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے وہ دانت پیس کر بولی تو گلزار نے سرعت سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

وہ دونوں اس وقت روڈ کے کنارے ایک درخت کی چھاؤں میں کھڑے تھے۔ ہوا بند ہونے کے باعث گرمی آج معمول سے زیادہ تھی۔ نور نے اپنے کرتے کی آستین سے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔

"گڈ۔ میں چلتی ہوں۔"

جاتے جاتے وہ مڑی۔ اور اس بار چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

گلزار الرٹ سا ہوا، اسکے لڑنے مرنے والے انداز سے زیادہ وہ اسکی مسکراہٹ سے خائف رہتا تھا۔

"میرا بیگ پکڑ لوگے پلیز۔"

نرمی بھرے لہجے میں کہتی وہ شانوں پر سے بیگ کی سٹریپ ہٹانے لگی۔ کانوں پر سے ہاتھ ہٹاتے گلزار قدرے اسکی طرف جھکا۔ تو ہونٹوں پر اسی کے جیسے مسکراہٹ تھی

"نہ تو میں آپکا باپ ہوں، نہ بھائی، اور نہ ہی شوہر۔ تو اپنا بوجھ خود اٹھایئے نور العین آفریدی۔"

اپنی بات مکمل کرتے آخر میں مسکراہٹ غائب ہوئی، سر کو جھٹکا اور اسے گھور کے اسکی طرف پشت کیے کھڑا ہوا۔ نور کی گرفت بیگ کی اسٹریپ پر ڈھیلی پڑی، اسکی پشت پر ایک تیز نگاہ ڈالی، پھر کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔

"تمہیں تو میں آکر فکس کرتی ہوں۔" کہتی وہ سرعت سے بھاگتی اگلا موڑ مڑ گئی۔ گلزار بے زاری سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا وہ کس سے ملنے جاتی ہے، پہلی بار جب وہ اسے یوں کھڑا کر کے گئی تھی تو اس نے اسکی حفاظت کے پیش نظر ایک محتاط فاصلہ رکھ کر اسکا پیچھا کیا تھا۔ اس لیے اب وہ قدرے بیزار مگر مطمئین سا وہاں کھڑا اسکی واپسی کا منتظر تھا۔

جس وقت وہ اپنے وین اسٹاپ پر پہنچی، نور اس سے پہلے کی موجود تھی۔ ماہین نے سرخ ہوتی آنکھوں سے پیچھے مڑ کر دیکھا، ہمیشہ کی طرح وہ اسٹاپ سے کچھ فاصلے پر اپنا راستہ بدل گیا تھا۔ اس کے قدموں میں سست روی سی آ گئی، نور اسے قریب آتا دیکھ کر مسکرائی تو جواب میں وہ مسکرا بھی نہیں پائی۔ اپنی ذہنی وجذباتی خلشار کے باعث، آج کے دن وہ اس سے سامنے نہیں جاہتی تھی۔

اسکے قریب آنے پر نور جو مسکرا کر کچھ کہنے والی تھی، تھمی اور بغور اسکا سپاٹ، ستا ہوا چہرہ دیکھا۔ گلابی نمی لیے آنکھوں کی تو زبان ہی الگ تھی۔ وہ پریشان سی چند قدم آگے ہوئی، اور اسکے قریب پہنچی۔

"آر یو اوکے؟"

تھوڑا سا جھک کر اسکا چہرے دیکھنے کی سعی کرتے، اسکی اپنی آنکھوں میں تشویش تھی۔

ماہین یوں ہی کھڑی رہی نہ تائید، نہ نفی۔

CamScanner

وہ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتی ارد گرد دیکھنے لگی، زیادہ رش نہیں تھا۔ اکا دکا لوگ کھڑے تھے اور کوئی بھی انکی طرف متوجہ نہیں تھا۔

نور نے آہستگی سے اپنے دونوں بازو اسکے شانوں کے گرد پھیلائے، اپنی ٹھوڑی ماہین کے شانے پر رکھی اور اسکی پشت تھپتھپائی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ماہی۔"

نرم سی آواز میں دی جانے والی تسلی۔ اسکے مسائل سے بے خبر ہو کر بھی اسکے لمس میں اس کے لیے کتنی مہربانی تھی، فکر تھی۔ ماہین کے ہونٹوں سے ایک ٹوٹی ہوئی سسکی بر آمد ہوئی، آنسو بھل بھل آنکھوں کی بھاڑ توڑتے چلے گئے۔ اس سے زیادہ ضبط کرتی تو شاید سانس رک جاتی۔ نور اس سے الگ ہوئی، اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اسے لیے وہاں سے چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی، اسٹاپ پیچھے رہ گیا تھا ،اسکی وین آگئی تھی، پھر بھی وہ بے جاں سی نور کے ساتھ چلتی گئی۔ سات منٹ کی واک کے بعد وہ دونوں ایک پارک کے قدرے پر سکون کونے میں بینچ پر بیٹھی تھیں۔

نور اسکے سامنے بیٹھی، اسکا ہاتھ ابھی بھی اسکی گرفت میں تھا۔

"اب مجھے بتائیں کیا ہوا ہے آپ کو؟ کوئی تنگ کر رہا ہے آپ کو؟ ایک بار بتائیں مجھے پھر دیکھیے میں کیسے اسے فکس کرتی ہوں۔"

وہ فکر مندی سے پوچھتی آخر میں اپنی ٹون میں واپس آگئی تھی۔ ماہین بہتی آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی ۔

"میرے بہت مسئلے ہیں نور۔ تم کیا کیا فکس کرو گی بچے۔"

حب ناولز

وہ بولی تو آواز رندھی ہوئی تھی۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر اندر ہو رہی توڑ پھوڑ پر نور کا ملا جذباتی سہارا اسے رولانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تو آپ مجھے باری باری بتاتی جائیں، میں ایک ایک کر کے فکس کر لوں گی۔"

وہ اسی سادہ گوئی سے بولی تو ماہین اس بار ہنسی۔ اس ہنسی میں بھی کرب کی ایک پوری تحریر رقم تھی۔

"اس وقت آپ کو سب سے زیادہ کون سی بات تکلیف دے رہی ہے ماہی؟"

نور کا بس نہیں چل رہا تھا وہ پلک جھپکتے اسکی ہر تکلیف کا تدارک کر دے۔

"پتہ ہے نور میں اتنے سالوں سے پریکٹس کر رہی ہوں اور اب میری ٹریننگ اتنی اچھی ہو گئی ہے کہ بڑی سے بڑی بات ہو جائے مجھے کسی کے سامنے رونا نہیں آتا۔ لیکن آج آ رہا ہے، اور اتنا آ رہا ہے کہ تمہارے سامنے نہ روتی تو گھر جا کر امی کے سامنے رو دیتی۔" بولتے ہوئے وہ ذرا ابھر رکی، ایک گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی۔ آنکھوں سے مسلسل گرتے آنسوؤں کے برعکس جب وہ بول رہی تھی تو آواز نم ہونے کے باوجود بالکل ہموار تھی۔

"اور پھر امی پریشان ہو جاتیں، اور انکی پھر سے وہی تکرار شادی کر لو شروع ہو جاتی۔ ہماری ماؤں کو اب بھی لگتا ہے اولاد کے ہر مسئلے کا حل بس شادی ہے۔ اور میرا تو کیس ہی سب سے الگ ہے۔"

اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسوؤں سے تر گال صاف کیے، نور خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، بنا کچھ کہے۔ اور ماہین سامنے کسی غیر مرئی نقطے پر اپنی دھندلی نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

"مجھے لگتا تھا میں نے خود کو اتنا مضبوط کر لیا ہے کہ اب کم از کم کوئی مجھے اپنے چند تلخ جملوں کی مار سے توڑ نہیں سکتا۔ لیکن میں غلط تھی، ہم لڑکیاں کتنی بھی کوشش کر لیں اپنے دل کو مضبوط کرنے کی، لوگ تب تک اپنے لفظوں کے پتھر مارتے رہتے ہیں جب تک ہمارے دل زخم زخم نہ ہو جائیں۔"

اسکی آنکھوں میں غم و بے بسی کے ساتھ ساتھ غصہ امڈنے لگا۔ وہ لمحہ بھر رکی، ناک سکوڑ کر گیلی سانس کھینچی۔

"یہ جو ہمارے باس ہوتے ہیں نا انہیں تو لگتا ہے جیسے تنخواہ کے بدلے ہم نے اپنی عزت نفس انکے حوالے کر دی ہے جسے یہ جب چاہیں روند دیں۔"

نور کی آنکھوں میں ہمدردی، ترحم، افسوس کیا کچھ نہ تھا اس وقت۔

"اور میرے باس کی تو بات ہی کچھ اور ہے، ایک نمبر کا بدلحاظ، بدتمیز، کم ظرف، اور منحوس ترین انسان ہے۔ جس دن بھی میرا اس سے سامنا ہوتا ہے وہ دن میرے لئے کبھی خیر لے کر نہیں آتا۔

"آپ کے باس نے کچھ کہا آپ کو؟"

اسکے دھیرے سے پوچھنے پر ٹشو سے ناک رگڑتے ماہین نے زور سے سر ہاں میں ہلایا۔

"آج بہت باتیں سنائیں مجھے، اور وہ بھی بنا میری کسی غلطی کے۔ وہ اتنا کوئی منتقم مزاج، کھڑوس اور شکی بندہ ہے نا کہ اس نے میری ایک نہیں سنی۔ لوگ ایسے کیوں ہوتے ہیں نور؟ انہیں کیوں بس اپنی ججمنٹ دینی ہوتی ہے بنا سچائی جانے، بنا پرکھے کسی کی بھی کردار کشی کر دینا۔ اتنا ہی آسان ہے کیا؟ ٹھیک ہے وہ میرا باس ہے لیکن اسے یہ حق کس نے دیا کہ وہ میرے بارے میں کچھ بھی ایسا ویسا سوچے ، بولے۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

اسے ایک بار پھر سے شدت سے رونا آیا۔ آنسوؤں کی روانی تیز ہوئی۔ نور جو اسکی بات ابھی تک ترحم و افسوس لیے سن رہی تھی، اسکا دماغ بھک سے اڑا۔

"اور آپ نے چپ چاپ سن لی اس کی ساری بکواس؟ میں آپ کی جگہ ہوتی تو منہ توڑ کر آتی اس آدمی کا؟" وہ غصے اور شاک سے چلائی۔

"نہیں چپ چاپ تو نہیں سنی تھیں، تھوڑی بہت سنائی بھی تھی۔"

اپنے آنسو صاف کرتے وہ روتے روتے ہنسی۔ نور کو کچھ سکون ہوا۔

"اچھی بات ہے۔ دو چار گالیاں بھی نکالنی تھیں۔" وہ تائیدی انداز میں سر ہلاتے بولی۔ ماہین ایک بار پھر سے ہنسی تھی۔

"اب یہ مت کہیے گا آپ کو گالیاں نہیں آتیں۔" کہتے ہوئے اس نے قدرے مہذب سی تین چار گالیاں اسے گنوائیں۔

"اتنی تو پاکستان میں بچے بچے کو آتی ہیں۔"

وہ خفگی سے سر جھٹک کر کہہ رہی تھی۔

ماہین نے اپنا چہرہ صاف کیا، آنسو رک چکے تھے، وہ اب بہتر لگ رہی تھی۔

"آتی تو مجھے بھی ہیں لیکن دے نہیں سکتی تھی۔ کچھ بھی ہے وہ میرا باس ہے یار۔"

اس نے ہلکے دل سے کہتے بے چارگی کا اظہار کیا۔

"ارے چھوڑیں! زیادہ سے زیادہ کیا ہونا تھا، جاب سے نکال دیتا وہ بدتمیز آدمی آپ کو۔ لیکن کوئی بات نہیں تھی آپ کو اور جاب مل جاتی۔"

نور نے بے فکری سے کہتے شانے اچکائے تو ماہین نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہی تو مسئلہ ہے نور۔ مجھے اس جیسی اچھی جاب فی الحال ملنے کی کوئی دور دور تک امید نہیں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے جتنی میں اس کم ظرف انسان کو سنا کر آئی ہوں اگر اس میں ذرا بھی شرم ہوئی نا آئندہ وہ میرے میں ایسی بات نہیں کرے گا۔"

ایک گہرا سانس اندر کھینچتے ماہین نے اپنے تنے اعصاب ڈھیلے چھوڑے۔ رونے سے دل کا غبار اور بولنے سے بھڑاس نکلی تو وہ اب کافی ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

"آپ نہیں جانتیں ماہی! یہ ایسے لوگوں میں شرم کا مادہ تھوڑا کم ہی پایا جاتا ہے۔"

اور اس بار ماہین نے پہلی بار اسکے طرز تخاطب پر غور کیا تھا۔ نور نے بھی جیسے بھانپ لیا۔

"ماہی۔۔۔۔ اچھا نک نیم ہے ناں۔ آپ کو گھر میں پیار سے سب یہی بلاتے ہوں گے۔" وہ شریر سی مسکراہٹ لیے بولی۔

ماہین نے زیر لب مسکراہٹ روکتے سر کو نفی میں ہلایا۔

"اوکے، کوئی بات نہیں۔ میں بلا لیا کروں گی۔ اب پلیز یہ مت کہیے گا آپی یا ایسا کچھ۔۔۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔ میں تو اپی کو بھی بڑی مشکل سے اپی بلاتی ہوں۔ میرا بس چلے تو انہیں بھی نام سے بلایا کروں۔"

چمکتی آنکھوں سے کہتے نور نے اسکا ہاتھ چھوڑا۔ماہین نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔بس مسکراتی رہی ،ساری الجھنوں، پریشانیوں اور سمیر کے ہوتے ہوئے بھی اس وقت مسکرانا اچھا لگ رہا تھا۔نور نے اپنا بیگ پیچھے سے اتارا، گود میں رکھ کر اسکی تلاشی لی اور پھر دو چاکلیٹ بر آمد کیں۔

"چاکلیٹ کھائیں۔ میرا ذاتی تجربہ کہتا ہے رونے کے بعد یہ زیادہ ٹیسٹی لگنے لگتی ہے۔"

ماہین نے بنا کچھ کہے اسکے ہاتھ سے چاکلیٹ لی، ریپر کھول کر ایک بائٹ۔منہ میں ہلکی سی کڑواہٹ لیے مٹھاس گھلتی گئی۔

"ویسے آپ کہیں تو میں ابی سے آپ کی جاب کے لیے بات کروں؟ آئی ایم شیور آپ کو اس سے بہت بہتر جاب مل جائے گی۔"

منہ میں رکھی چاکلیٹ چباتے نور نے ایک نئی تجویز پیش کی، ماہین نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں نور۔تم خواہ مخواہ اپنے فادر کو میرے لئے پریشان مت کرنا۔اچھا نہیں لگتا۔"

مسکرا کر رسان سے انکار کیا۔

"ارے نہیں ماہی۔پریشانی والی تو کوئی بات نہیں ہے۔آپ نہیں جانتیں ابی کا اپنا بزنس ہے، اتنا بڑا اسٹو

-----"

ماہین کے موبائل کی بیپ بجی تو نور کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

"جی امی؟جی میں بس آرہی ہوں۔اللہ حافظ۔" دوسری طرف کی بات سنتے مختصر جواب دیتی ماہین نے کال بند ہوتے ہی نور کی طرف عجلت سے دیکھا۔

"امی کی کال تھی، میں لیٹ ہو گئی ہوں تو فکر مند ہو رہیں تھیں۔" اور تبھی ایک جھماکے سے نور کو بھی یاد آیا وہ بھی تو کسی کو منتظر چھوڑ آئی تھی۔ ماہین نے اٹھتے اٹھتے رک کر نور کو گلے لگایا۔

"شکریہ نور۔ مجھے سننے کے لیے، سمجھنے کے لیے، میرا موڈ اچھا کرنے کے لیے اور ہاں اس چاکلیٹ کے لیے۔ یہ واقعی ہی بہت ٹیسٹی تھی۔"

اس سے الگ ہوتے وہ ممنونیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ نور نے ذرا بھر ہنستے ہوئے کندھے اچکائے۔

"اینی ٹائم ماہی۔"

وہ دونوں ایک ساتھ واپسی کے لیے روانہ ہوئی تھیں، نور اب بھی کچھ کہہ رہی تھی اور ماہین اس کی بات پر سر نفی میں ہلاتی ہنس رہی تھی۔

شام کے سائے آہستہ آہستہ بڑھتے جا رہے تھے۔

....

رات کے دس بجنے کو تھے، وہ اپنے بیڈروم میں رکھے صوفے پر ٹانگیں لمبی کیے نیم دراز سا بیٹھا تھا، گود میں لیپ ٹاپ رکھا تھا اور وہ انہماک سے ای میلز چیک کر رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کھانے کی میز پر اس نے بتایا تھا وہ کل سے آفس جوائن کر رہا ہے، جس پر نومیہ کے خفگی و ناراضگی کا اظہار کیا تھا، اسکا خیال تھا التمش کو کچھ اور چھٹیاں لے کر مشال کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے کا پلان بنانا چاہیے تھا۔ لیکن اگلے ہفتے آنے والے ایک اہم فارن ڈیلیگیشن کے باعث فی الحال ایسا ممکن نہیں تھا۔

"آپ کی چائے۔"

CamScanner

حب ناولز

آواز پر ذرا بھر چونکتے سر اٹھایا۔ وہ اپنے کام میں اس قدر منہمک تھا کہ مشال کی کمرے میں آمد سے بھی بے خبر رہا تھا۔ مسکرا کر اسکے ہاتھ سے چائے کا مگ لیا۔

"تھینک یو۔"

نرم سی آواز میں اسکا تھینک یو کہنا، مشال کو ہر بار اتنا ہی اچھا لگتا تھا جتنا اس نے شادی کے اگلے دن اسے پانی کا گلاس دینے پر پہلی بار کہا تھا۔ وہ دن میں کوئی بیسیوں بار تھینک یو بولتا تھا۔ شروع شروع میں اسے لگا، یہ اسکا تکلف یا مروت ہے لیکن اب اتنے دن اسکے ساتھ رہنے کے بعد اسے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا وہ تکلفات جیسی چیزوں میں پڑنے والا انسان نہیں ہے، یہ مشال کے لیے مختص اسکا خاص انداز تھا، کیوں تھا یہ وہ نہیں جانتی تھی مگر جو بھی تھا اسے اچھا لگتا تھا۔

وہ اپنے کام میں مصروف تھا ساتھ چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھی لیتا جا رہا تھا۔ مشال بیڈ پر اسی کے رخ پاؤں نیچے کیے بیٹھ گئی، وہ ابھی کام کر رہا تھا، وہ سونے لیٹ جاتی تو تھوڑا عجیب لگتا، یہ اسکے لیے نئی نئی شادی کا وہ فیز تھا جس میں بہت سی بے معنی باتوں کے لیے بھی کانشیس ہونا ایک عام سی بات تھی۔

بے مقصد بیٹھے وہ یوں ہی اسے دیکھنے لگی، وہ ایک آئیڈیل مرد تھا، وجیہہ، اعلیٰ خاندان، سٹیٹس اور اچھی جاب۔ اسے کوئی بھی اپنے ہم پلہ لڑکی مل سکتی تھی، پھر اس نے مشال سے شادی کیوں کی؟ یہ وہ سوال تھا جو اکثر بن بلائے مہمان کی طرف اچانک ذہن میں وارد ہوتے اسے بے چین کر دیا کرتا تھا۔ وہ خوابوں میں رہنے والی لڑکی کبھی نہیں رہی تھی، جو یہ مان لیتی کہ التمش کو اچانک سے اسے دیکھ کر محبت ہو گئی ہو گی، ٹھیک ہے وہ خوب صورت تھی مگر صرف خوب صورتی ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی اسکے ارد گرد یقیناً اس سے زیادہ خوب صورت اور کم عمر لڑکیاں موجود تھیں، جس کی عینی شاہد وہ خود

CamScanner

تھی۔ شیریں کمال یہ نام اور وہ لڑکی دونوں ہی اسکے ذہن سے محو ہونے کو تیار نہیں تھے۔ وہ ایک لاحاصل سے تقابل کی گرداب میں پھنسی تھی اور مشکل یہ تھی کہ وہ التمش کی پر اثر شخصیت سے اتنی متاثر تھی کہ اسکی اپنی شخصیت اسکے آگے بالکل دب سی جاتی تھی۔

حالاں کہ التمش کا رویہ اسکے ساتھ بہت نرمی لیے دوستانہ سا ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان اتنی فرینک نیس تھی کہ وہ اپنے ذہن و دل میں پنپتے خدشات و سوالات اسکے سامنے رکھ پاتی۔

"کیا سوچا جا رہا ہے؟"

وہ سکرین سے نظر اٹھائے اسکے پس منظر میں نظر آتے اسکے چہرے کو دیکھتا بولا۔ جو بظاہر اسے دیکھتی خیالوں کی کھوج میں نجانے کہاں پہنچی ہوئی تھی۔

اچانک کیے جانے والے سوال پر وہ لحظہ بھر چونکی، پھر مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"وہاں کیوں بیٹھی ہو؟ یہاں آؤ۔" اپنے پہلو میں صوفے پر ہاتھ رکھتے وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

"آپ کام کر رہے تھے، ڈسٹرب ہوتے۔" وہ اٹھ کر اسکے پاس بیٹھتے کہہ رہی تھی۔

"تم ڈسٹرب کر سکتی ہو۔"

چائے کا آخری گھونٹ حلق میں انڈیلتے وہ آگے کو جھکا، مگ میز پر رکھا اور گردن گھما کر فرصت سے مشال کو دیکھا۔ وہ دھیما سا ہنسی تھی۔

التمش نے لیپ ٹاپ بند کرتے سائیڈ پر رکھا، اپنی پہلے والی پوزیشن میں واپس نیم دراز ہوتے سر صوفے کی پشت پر ڈالا اور نرمی سے مشال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

مشال نے زیر لب ہنسی روکی۔ اسکے ہاتھوں کے ساتھ التمش کا کوئی ناقابل بیان سا ربط تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اسکے ہاتھوں کی تعریف کے ساتھ ساتھ تحقیق بھی کرتا پایا جاتا تھا۔

"تمہارے ہاتھ واقعی ہی اتنے چھوٹے ہیں یا میرے ہاتھوں میں آکر زیادہ چھوٹے لگنے لگتے ہیں؟"

وہ اسکے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھے، اسکا ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے ہوئے تھے۔ مٹھی بند کرتے پھر کھولتے ہوئے پوچھ رہا تھا، اس طرح کہ اسکے مٹھی بند کرنے پر اسکا ہاتھ بالکل چھپ جاتا۔

اب وہ اسے کیا بتاتی اسکے سامنے اسکی پوری شخصیت کہیں چھپ جاتی تھی اور وہ صرف ہاتھ کی بات کر رہا تھا۔

"کہیں تم بھی لالی کی طرح میرے جلدی آفس جوائن کرنے پر خفا تو نہیں ہو؟"

اچانک سے یاد آنے پر وہ نظریں اٹھائے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔"

اس نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔ آج نہیں تو کل اسکی چھٹیاں ختم تو ہونی ہی تھیں۔

"تو پھر تم خوش ہو میری جوائننگ پر، دن کے ایک بڑے حصے کے لیے تمہاری جان چھوٹ جائے گی مجھ سے؟"

وہ اتنی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا کہ مشال کو اندازہ کرنا مشکل ہوا وہ مذاق کر رہا ہے یا کہ گلہ کر رہا ہے۔

"نہیں۔ اب ایسا بھی نہیں ہے۔"

CamScanner

حب ناولز

بنا جھنجھلائے وہ اسی متانت سے بولی تو التمش کے لیے مزید سنجیدگی خود پر طاری رکھنا مشکل امر ہونے لگا۔

"تو پھر کیسا ہے؟ تمہیں میری بدگمانی دور کرنی چاہیے مسز التمش۔"

بنا گڑبڑائے مشال گردن گھمائے نیم رخ چہرہ لیے اسے دیکھتی رہی، پھر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"آپ مجھے بتادیں التمش۔ آپ کیا سننے کے خواہاں ہیں؟ میں وہ کہہ دیتی ہوں۔"

اسکی آنکھوں میں دیکھتے اعتماد سے کہتی وہ اسے لاجواب کر گئی تھی۔ وہ جو اسے چھڑانے کا ارادہ رکھتا تھا اسکے اتنے صفائی سے دامن بچا جانے پر ہنستا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"میرے ساتھ رہتے رہتے عقل مند ہوتی جارہی ہیں آپ۔"

سر ہلا کر سراہتے وہ اسکے کندھے سے اپنا کندھا ٹکراتا محظوظ ہوا تھا۔

اس بار مشال نے اپنا حق جواب محفوظ رکھا تھا۔

....

وہ کچن میں داخل ہوئی تو گلزار وہاں پہلے سے ہی سوئی جاگی کیفیت لیے موجود تھا۔ وہ چائے کے لیے پانی چڑھا رہا تھا اسے دیکھ کر مسکرایا اور جھینپ کر سلام کیا۔ مشال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ اسکے سلام کا جواب دیتی وہ فریج کی جانب بڑھی۔

CamScanner

حب ناولز

اپنی مطلوبہ چیزیں نکال کر واپس مڑی۔

"آپ کو کچھ چاہیے آپی؟"

اور وہ جب بھی اسے آپی کہتا تھا مشال کو ارحم کی یاد آتی تھی۔

"آج ناشتہ میں بناؤں گی۔" اس نے جیسے اطلاع دی تھی۔

گلزار شش و پنج میں مبتلا کھڑا تھا۔

"وہ اسکے برابر میں آ کھڑی ہوئی تو وہ اپنی جگہ چھوڑ تا پیچھے ہو گیا۔

"التمش کیا خوش ہو کر لیتے ہیں ناشتے میں؟"

پانی میں چائے کی پتی ڈالتے پوچھا۔

"جو مل جائے۔"

پیچھے کھڑے گلزار نے شانے اچکا کر کہا تو مشال اچنبھے سے پیچھے مڑی۔

"مجھے دو سال سے زیادہ ہو گیا ہے یہاں۔ آج تک لالے نے کبھی فرمائش کر کے کچھ نہیں بنوایا۔ میں جو کچا پکا بناتا ہوں چپ چاپ کھا لیتے تھے۔"

اس نے جس بے چارگی سے کہا مشال نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

"آپ کو کھانا بنانا نہیں آتا؟"

گلزار نے معصومیت سے سر نفی میں ہلایا۔

CamScanner

"یہاں آنے سے پہلے کبھی کھانا خود بنانے کی نوبت ہی نہیں آئی، مورے کا اکلوتا بیٹا ہوں، گھر میں خود سے اٹھ کر پانی بھی نہیں پینے دیتیں تھیں۔" کہتے ہوئے وہ مسکرایا۔ "اس لیے کھانا بنانا نہیں آتا، یہاں آکر بھی یوٹیوب کو اسسٹ کرتے جو بھی بنایا لالے نے بنا چوں چاں کیے کھالیا۔ ہاں چائے بہت اچھی بنالیتا ہوں میں۔ آغا جان کا اپنا چائے کا ڈھابہ ہے اسکول کی چھٹیوں میں انکے ساتھ کام پر جاتا تھا تو چائے اچھی بنانی آگئی تھی۔"

گلزار نے گردن اکڑائی۔

مشال مسکراتے ہوئے بغور اسے سن رہی تھی، اس گھر میں گلزار کی حیثیت ایک فرد کی سی تھی یہ تو وہ جان چکی تھی۔

نومیہ ناشتے میں آملیٹ لیتی تھی، وہ ٹوکری سے پیاز نکالنے لگی۔

"یہ مجھے دیں آپی میں کاٹ دیتا ہوں۔"

گلزار کی پیشکش پر اس نے پیاز اسے تھمائی، وہ چاپنگ بورڈ اور چھری لیے کچن میں موجود میز کے گرد کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ پڑھتے ہیں گلزار؟"

پراٹھے بنانے کے لیے چولہا جلاتے اس پر توا رکھا اور خود پیڑے بناتے مشال نے سرسری سا پوچھا۔

"ایف ایس سی کے رزلٹ کا انتظار کر رہا ہوں۔ اسکے بعد انشاءاللہ یونیورسٹی داخلہ لوں گا۔"

پیاز کی بیرونی پرت ہٹاتے وہ مصروف سا گویا ہوا۔

CamScanner

"آپ کو پتہ ہے میٹرک کے بعد آغا جان نے کہہ دیا تھا انکے حالات مزید میرے تعلیمی اخراجات اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے۔ تب اللہ نے لالے کو فرشتہ بنا کر بھیجا تھا میرے لیے۔ ورنہ میرے لیے آگے پڑھائی جاری رکھنا نا ممکن تھا۔"

وہ اب پیاز کو باریک باریک چوپ کر رہا تھا۔ کچن کا منظر ایبٹ آباد کے سڑک کے کنارے اس ڈھابے میں گھلتا چلا گیا۔

وہ ایک چھوٹا سا چائے کا ڈھابہ تھا جہاں زیادہ تر ٹرک کے ڈرائیور چائے پینے کو رکتے تھے۔ سوتی نوار کی چار چارپائیاں بچھی تھیں اور درمیان میں میز رکھے تھے۔ وہ میز پر سے چائے کے خالی کپ اٹھائے کپڑے سے میز صاف کر رہا تھا جب دور سے بھاگتا ہوا اسکا دوست فرید آیا تھا۔

"گلزار آج داخلے کے پیپر جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی، تم نے کرائے کیا؟"

وہ پھولے ہوئے سانس کے درمیان بولا تو گلزار نے ایک نظر پیچھے چائے بناتے باپ کو دیکھا پھر اسے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر شش کا اشارہ کیا۔

فرید کو فوری اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے نیم سرگوشی میں دوبارہ اپنا سوال دوہرایا۔

"آغا جان نہیں مانے یار۔"

گلزار نے مایوسی سے پست ہوتی آواز میں کہا۔ فرید کے چہرے پر بھی افسوس در آیا۔

"تمہارے تو نمبر بھی اتنے اچھے آئے ہیں گلزار، سرکاری وظیفہ بھی مل جائے گا، تم کاکا سے بات تو کرو یار، ہو سکتا ہے وہ مان جائیں۔"

حب ناولز

"کہہ چکا ہوں۔ لیکن وہ اپنی بات پر بضد ہیں، کہتے ہیں پہلی بات کہ کوئی گارنٹی نہیں وظیفہ ملے ہی ملے۔اور بالفرض مل بھی گیا تو حکومت جو وظیفہ دے گی اسکے لیے چھ ماہ انتظار کرنا پڑے گا اور تب تک میرے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے، پھر وظیفہ بھی کون سا بہت زیادہ دے رہی حکومت۔اس میں سارے اخراجات تو پھر بھی پورے نہیں ہوں گے۔"

اس نے میز صاف کرتے رومال کندھے پر ڈالا۔اور بے چارگی سے سر جھٹکا۔

"تیرے بغیر کالج جاتے مزہ نہیں آئے گا گلزار۔"

فرید غمگین سا کہتا وہاں سے چلا گیا۔گلزار نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر اسے جاتے دیکھا۔

"کون سی کلاس کا رزلٹ آیا ہے تمہارا؟"

وہ مڑنے لگا تھا جب اسکی طرف پشت کیے چارپائی کے دوسرے رخ بیٹھے، اس سوٹڈ بوٹڈ شخص کی آواز پر چونکے بنا نہ رہ سکا۔گردن گھما کر دیکھا وہ چائے کا گھونٹ بھرتے بنا اسکی طرف نظر ڈالے پوچھ رہا تھا۔اور یہ گلزار کی التمش سے پہلی ملاقات تھی۔اسکے بعد اس نے گلزار کے بابا کو گلزار کے لیے ایک نوکری کی پیشکش کی تھی۔جس میں وہ اپنی فیملی کو سپورٹ بھی کرے گا اور تعلیم بھی جاری رکھے گا۔اسکے بابا التمش کی پوسٹ سے مرغوب ہوئے تھے، بیٹا پڑھ جائے گا اور ساتھ انکو تھوڑی مالی مدد بھی ہو جائے گی، وہ اتنا بڑا افسر تھا کیا معلوم بیٹے کو کسی سرکاری ادارے میں کوئی چھوٹی موٹی نوکری بھی دلا دے، انہیں اور کیا چاہیے تھا۔

پیاز کی کڑواہٹ آنکھوں میں چبھی تو وہ ماضی سے حال میں واپس کھچا چلا آیا۔

CS CamScanner

پراٹھے کی سائیڈ پلٹتے مشال کی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر آسودہ سی مسکراہٹ تھی، جیسے ایک نئی امید ملی ہو۔جی شخص ایک انجان لڑکے کی پڑھائی جاری رکھنے کے لیے اتنا کچھ کر سکتا ہے وہ اپنی بیوی کو بھلا مزید پڑھائی کے لیے کیسے سپورٹ نہیں کرے گا۔یک گونہ ڈھیر سارا سکون اسکے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔اب بس اسے موقع دیکھ کر اتمش سے بات کرنی تھی۔

"یہ لیں آپی۔ یہ ہو گیا ہے۔" پیاز کے ساتھ ساتھ ٹماٹر اور ہرے مصالحے بھی چاپ کیے وہ اسکے آگے شیلف پر رکھتا بولا۔

تبھی نومیہ بھی وہیں چلی آئی۔

"ارے مشال! میں آرہی تھی ناشتہ بنانے۔"

انہیں مشال کو وہاں پہلے سے دیکھ کر حیرت بھی ہوئی تھی اور خوشی بھی۔

"نہیں لالی۔ میں نے اور گلزار نے بنالیا ہے۔ آپ کل جانے والی ہیں اب ایک دن کی ریسٹ تو حق بنتا ہے آپکا۔"

اس نے خوش دلی سے مسکرا کر کہا تو نومیہ نے اسے محبت سے ساتھ لگایا۔ایک نظر اطراف میں گھمائی

۔

"پراٹھے تو بہت اچھے بنے ہیں۔"

ساتھ ہی تعریف کی۔مشال اب آملیٹ بنا رہی تھی، گلزار جو سر کے ساتھ زور آزمائی کرنے میں لگا تھا۔

"لالی! میں آپ کو بہت مس کروں گا۔"

CamScanner

حب ناولز

"مجھے یا میرے بنائے کھانوں کو؟" تومیہ نے زیر لب مسکراہٹ روکتے اسکی طرف گردن گھمائے دیکھا

۔

اس نے کچھ دیر سوچنے کو وقت لیا۔ اس کے بعد معصومیت سے اپنا جواب دیا

"دونوں کو۔"

کچن میں ہنسی گونجی تھی ان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے وہ دونوں جلدی جلدی ہاتھ بھی چلا رہے تھے

۔

....

"پھر کیا سوچا آپ نے ابی؟"

ناشتے کی میز پر نور کی جانب سے اچانک کیے جانے والے سوال پر اس نے منہ میں نوالا رکھتے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"شادی کے بارے میں۔"

جوس کا گلاس خالی کرتے نور نے جس سکون سے کہا تھا۔ ہاشم کو نوالا گلے میں اٹکتے اٹکتے بچا۔

گلہ کھنگار کر اس نے نور کی طرف قدرے سختی بھری ملامتی نظروں سے دیکھا۔

"یہ اب کچھ زیادہ ہو رہا ہے نور العین آفریدی۔ مت بھولیے کہ میں آپ کا باپ ہوں۔ آپ زیادہ میری اماں بننے کی کوشش مت کریں۔"

CamScanner

سنجیدہ ہوتے طرز تخاطب بدلا۔ جس کا دوسری جانب خلاف معمول مطلق اثر نہیں لیا گیا۔

"میں سیریس ہوں ابی۔ آپ خود کوئی فیصلہ کر لیں تو اچھا ہے۔ ورنہ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ لڑکی میں آپ کے لیے پسند کر چکی ہوں۔ کسی دن بوا کے ساتھ جا کر آپکے رشتہ کی بات کر آؤں گی۔"

جواب میں اسکا لب و لہجہ بھی اٹل تھا۔ جیسے وہ ٹھان کر بیٹھی تھی آر یا پار۔ ہاشم ٹھٹکا، وہ مسکرا کر یوں کہہ رہی تھی جیسے کوئی عام سی بات ہو۔

ہاشم کی چھٹی حس نے اسے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ معاملا تھوڑا گھمبیر تھا جسے اب تک وہ نور کا بچپنا سمجھ رہا تھا۔

ناشتے کی آدھی ادھوری پلیٹ پیچھے کرتے وہ اس بار

مکمل سنجیدگی اور کچھ متوحش سا اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب تمہارے سوچنے کی باتیں نہیں ہیں نور۔ تمہیں اپنی اسٹڈیز پر فوکس کرنا چاہیے۔ ہوں۔"

متانت بھرے انداز میں کہتے اس نے تائید چاہی۔ نور نے سر نفی میں ہلایا۔

"یہ میرے سوچنے کی ہی باتیں ہیں ابی، آپ تو عرصہ ہوا اپنے بارے میں سوچنا چھوڑ چکے ہیں۔ میں بھی نہیں سوچوں گی تو کون سوچے گا۔"

مسکراتی آنکھوں سے کہتے اس نے کندھے اچکائے۔ ہاشم اسے دیکھتا رہ گیا۔ اسکی چھوٹی سی نور اتنی بڑی کب ہو گئی اسے پتہ بھی نہیں چلا۔ اسے چپ دیکھ کر نور کی ڈھارس بڑھی۔ اس بار وہ بولی تو آواز میں نرمی بھری التجا تھی۔

حب ناولز

"آپ کو پریکٹیکل ہو کر سوچنے کی ضرورت ہے ابی۔ ٹھیک ہے آپ نے پہلے اپنے بارے میں نہیں سوچا، کیوں کہ میں بہت چھوٹی تھی اور آپ نہیں چاہتے تھے آپ کی بیوی میرے لئے ٹپیکل سوتیلی ماں ثابت ہو۔ یہاں تک تو چلیں مجھے بھی سمجھ لگتی ہے مگر اب۔۔۔" وہ سانس لینے کو رکی۔ "اب تو ایسا نہیں ہے نا ابی۔ میں بڑی ہو گئی ہوں، کچھ ماہ کی بات ہے اٹھارہ کی ہوتے ہی حکومت پاکستان بھی مجھے آئی ڈی کارڈ کی صورت میں بالغ ہونے کا سرٹیفیکیٹ ایشو کر دے گی۔ اپنا خیال میں خود رکھ سکتی ہوں، اپنا بھلا برا سمجھتی ہوں، اب تو آپ کے سارے خدشات بھی بے معنی ہو گئے ہیں۔"

وہ اپنی پوری تیاری کے ساتھ آئی تھی، ایک پل کے لیے ہاشم بھی لاجواب ہوا تھا۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی اسکے پاس کوئی منطق باقی نہیں رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں سوچوں گا۔"

اس نے سرسری سے انداز میں کہتے جان چھڑانی چاہی۔ چائے کا کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا، وہ بھی ٹھنڈی ہوتی بدمزہ ہو گئی تھی۔

نور نے زیر لب مسکراہٹ روکتے دونوں بازو میز پر رکھے، اور تھوڑا اسکی طرف جھکی۔

"ایک بات تو بتائیں ابی؟" اسکی آنکھوں کی چمک بڑھی۔

ہاشم نے مشکوک انداز میں بایاں ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"اتنے سالوں میں کوئی تو اچھی لگی ہو گی؟ کوئی چھوٹا موٹا کرش؟ آہ کم آن! ڈی آر بڈیز یو کین شئیر ود می۔" اسکی آنکھوں میں ملامت اور چہرے پر سختی دیکھ کر نور نے آنکھیں میچ کر احتجاج کیا۔

اور ایسا بہت کم ہوتا تھا جب ہاشم کو لگتا تھا اس نے نور کے ساتھ اتنا فرینک ہو کر غلطی کی تھی، یہ بھی ویسا ہی ایک نایاب موقع تھا۔ اسکی بیٹی واقعی ہی بڑی ہو گئی تھی، اسے مستقبل قریب کی تیاری کرنے کی ضرورت تھی۔

بنا کچھ کہے ایک آخری تنبیہہ نظر اس پر ڈالتے وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ نور گردن اچکا کر اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"اب اسے میں ہاں سمجھوں یا نہ؟"

پیچھے سے اسکی آتی آواز نے جاتے ہوئے ہاشم کے کانوں کی سرخی میں اضافہ کیا تھا۔

....

وہ سنک میں رکھے برتن جلدی جلدی دھو رہی تھی، تبھی جمائی روکتے، آنکھیں ملتی شہرین کچن میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر ساری سستی اڑنچھو ہوئی۔ وہ سرعت سے ماہین کے پاس آئی تھی۔

"ماہین تم رہنے دو، میں کرلوں گی یہ۔ تم جاؤ کام سے دیر ہو رہی ہو گی۔"

مٹھاس بھرے لہجے میں کہتے ہوئے نرمی سے اسے دونوں شانوں سے تھام کر سائیڈ پر کیا اور خود اسکی جگہ کھڑی ہوتی اسکے ہاتھ سے جھاگ سے بھرا اسپنج لیا۔ ماہین دنگ سی شش و پنج میں مبتلا کھڑی کی کھڑی رہ گئی، اس بار میکے سے آئی شہرین کا اتنا اپنائیت بھرا رویہ سمجھ سے بالاتر تھا۔ ماہین حیرت بھری

http://Novelshub.pk
CamScanner

بے یقینی سے خوشی خوشی برتن دھوتے شہرین کو دیکھ رہی تھی یہ وہی شہرین تھی جو کبھی وہ تاخیر ہونے پر کوئی ایک آدھ کام بھی ادھورا چھوڑ جایا کرتی تو کتنے کتنے دن اسکا موڈ بحال نہیں ہوتا تھا۔

"اب کھڑی کیوں ہو جاؤ بھی۔"

اسے یوں ہی بت بنا دیکھ کر شہرین نے اسے یاد دہانی کرائی تو وہ دوپٹے سے ہی ہاتھ پونچھتے باہر نکل آئی ،کمرے میں آکر تیز تیز اپنی تیاری کی ،صابرہ اپنے پلنگ پر بیٹھیں آنکھیں بند کیے صبح کی تسبیحات میں محو تھیں۔

"میں جا رہی ہوں امی۔" وہ جاتے جاتے رکی۔ اپنے پلنگ کے سرہانے کے نیچے سے اپنی گھڑی نکال کر کلائی پر باندھنے لگی۔

"ویسے امی شہرین بھابھی کو کیا ہو گیا ہے ؟جب سے واپس آئی ہیں اتنا اچھا برتاؤ کر رہی ہیں۔" وہ حیرت سے کہے بنا نہیں رہ سکی۔ صابرہ نے آنکھیں کھولیں اور کچھ بے چینی سے پہلو بدلا۔ماہین انکی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"خیر جو بھی ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے۔ اللہ حافظ امی۔"

بے ضرر سی مسکان کے ساتھ کہتے وہ برق رفتاری سے باہر نکل گئی۔

گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے محتاط نظریں چاروں اطراف دوڑائیں۔گھر کی دہلیز پار کرتے ہی ایک انجانے سے خوف نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔وہ اتنے دنوں سے سمیر کو اگنور کر رہی تھی اس امید کے ساتھ کہ وہ خود ہی تھک کر راستہ بدل لے گا ،اسکی غیر مستقل مزاجی کا اس سے بڑھ کر کون شاہد تھا۔لیکن اسکی یہ خاموشی اسکی کمزوری بن گئی تھی شاید۔ تبھی تو کل اس نے اسکا پیچھے گھر کے پاس

والے اسٹاپ تک گیا تھا، وہ جس وین پر بیٹھ کر آتی تھی وہ بھی اسی میں سوار ہوا تھا اور گھر کے پاس اسکے اترنے پر وہ اسی وین میں بیٹھا آگے نکل گیا تھا۔ اسکی ہمت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی، وہ کل سے بار بار یہ نوکری چھوڑنے کا سوچ رہی تھی، اس سے پہلے کہ بات بڑھ جاتی اسے کوئی نئی نوکری تلاش کر لینی چاہیے تھی۔ اپنے تئیں وہ فرار چاہ رہی تھی۔ پورے راستے وہ یہی جوڑ توڑ کرتی آئی تھی۔

اسٹور کے اندر داخل ہوتے ہی اسکا پہلے سے بوجھل دل کچھ اور بھاری ہونے لگا۔ اس دن ہاشم سے ہوئی جھڑپ کے بعد وہ اسے دوبارہ کہیں نظر نہیں آیا تھا، مگر اب یہاں اسکا کام کرنے کا دل بھی نہیں کرتا تھا۔ اوپر سے سمیر نام کی تلوار اسکے سر پر لٹکتی اسے مزید ہراساں کرنے کا سبب تھی۔ تو بہتری اسی میں تھی کہ بجائے اسکے ہاشم اسے جاب سے نکالتا وہ خود جاب چھوڑ دیتی۔ کم از کم اسکا کچھ بھرم تو قائم رہتا۔

پورا دن وہ دھڑکے کے ساتھ اپنے کام میں لگی رہی تھی، مگر آج سمیر کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ بالآخر جب اسکے ڈیوٹی آورز ختم ہوئے تو اسے اطمینان کے ساتھ قدرے خوشی بھی ہوئی تھی، ان سارے دنوں میں یہ پہلا دن تھا جب سمیر نے اسکا پیچھا چھوڑا تھا۔

وہ باہر نکلی، اطراف میں نگاہ ڈالی، دور دور تک اسکا نام و نشان نہیں تھا۔ سکون کا ایک گہرا سانس لیتے وہ آگے بڑھی جب سامنے سے اپنی گاڑی سے نکلتے ہاشم پر نگاہ ٹھہری، کڑواہٹ کا احساس گلے میں گھلتا چلا گیا وہ پہلے بھی اس سے نالاں ہی رہتی تھی اور آخری ملاقات کے بعد تو وہ اسکی ریڈ لسٹ میں انٹری لے چکا تھا۔ سفید پینٹ کوٹ میں وہ اپنی گاڑی کی چابی جیب میں رکھتا آگے بڑھا، اس نے بھی ماہین کو دیکھ لیا تھا، اور شاید اسکی آنکھوں سے چھلکتی ناگواریت بھی۔ ماہین اگر سیدھے راستے سے جاتی تو اسے

CamScanner

ہاشم کے پاس سے گزر کر جانا پڑتا جو اسے منظور نہیں تھا، وہیں سے دائیں طرف پلٹتے اس نے دوسرا راستہ لیا اور قدموں کی رفتار تیز کر دی۔

اور وہ جو اتنے دنوں سے اس سے اپنے اس دن کے استعمال کیے جانے والے سخت الفاظ کے لیے ایکسکیوز کرنا چاہ رہا تھا، بے ارادہ ہی اس کے پیچھے چل پڑا، آفس میں سب کے سامنے وہ اسکے کاؤنٹر پر جا کر معافی نہیں مانگ سکتا تھا جو بھی تھا وہ اسکی ماتحت ایک عام سی ورکر تھی، اسے اتنی فیور دیتے اگر کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو کہیں افسانے بن جاتے۔ اور اپنے آفس بھی روز روز اسے بلانا معیوب لگتا تھا۔ تو سب سے بہتر آپشن یہی تھا کہ وہ اسٹور سے کچھ آگے، فاصلے پر ہو کر دو گھڑی رکتے معذرت کر لیتا۔

اس سے ایک مناسب فاصلے پر چلتے، ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سامنے اسے وہی آدمی روڈ کی طرف رخ کیے کھڑا نظر آیا، وہ اسکی طرف متوجہ نہیں تھا بلکہ اپنے سامنے سڑک پر وقفے وقفے سے بھاگتی دوڑتی گاڑیاں دیکھ رہا تھا، جہاں ماہین رکی تھی وہیں ہاشم کے قدم تھمے، دل پھر سے کہیں شکوک لیے اچاٹ ہونے لگا، وہ بے وجہ شرمندہ ہو رہا تھا جب کہ یہاں تو اب حفظ ماتقدم ملاقات کی جگہ تبدیل کر لی گئی تھی۔

وہ سمیر کے اس کی جانب چہرہ گھمانے سے پہلے ہی ساتھ والے درخت کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دل ہی دل خود کو کوستے وہ وہاں کھڑا انکے آگے بڑھنے کا انتظار کرنے لگا، ان دونوں میں سے کوئی بھی اسے وہاں دیکھتا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔

"کیوں پیچھا کر رہو میرا؟"

ماہین کی دبی دبی آواز بمشکل اسکے کانوں میں پڑی تھی، یہ ایک غیر اخلاقی حرکت تھی مگر نہ چاہتے ہوئے بھی اسکا رواں رواں آلہ سماعت بن گیا تھا۔

"نہیں کروں گا۔ تم بس مجھ سے بھاگنا ترک کر دو۔"

وہ بے چینی سے تیز تیز بول رہا تھا جیسے اسے ڈر ہو وہ بنا اسکی سنے چلی جائے گی۔

"میں نہ تم سے بھاگ رہی ہوں اور نہ ڈر رہی ہوں سمیر۔ کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔"

خود کو مضبوط ظاہر کرتے اس نے سمیر سے زیادہ اپنے زور زور سے دھڑکتے دل کو تسلی دی تھی۔ اسے آج سامنا کرنا ہی تھا، یہ آنکھ مچولی اب ختم ہو جانی چاہیے تھی۔ اس سے پہلے کہ اسکے گھر یا جاننے والوں میں سے کسی کو اسکی خبر ہو۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز ہو گئی۔

"تم بس ایک بار میری بات سن لو ماہین۔ اللہ کی قسم میں بدل گیا ہوں، میں بہت شرمندہ ہوں اپنے کیے پر۔ اتنے سال خود اذیتی میں گزارے ہیں میں نے، تم بس ایک بار مجھے معاف کر دو۔" وہ بھاری آواز اور رقت آمیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ماہین نے ہاتھوں کی کپکپاہٹ ختم کرنے کے لیے مٹھیاں زور سے بھینچ ڈالیں۔ درخت کی اوٹ میں چھپے ہاشم کے ہونٹوں پر تمسخرانہ سی مسکراہٹ امڈی تھی۔ صاف شفاف آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی سی دوڑنے لگی تھی۔

"تمہاری ان باتوں کے بھروسے سات سال گزارے ہیں میں نے سمیر۔ میں ہر آخری حد تک گئی ہوں اپنی شادی بچانے کے لیے۔ اور پھر ان سات سالوں کی ہر تکلیف، ہر گالی، ہر مار کو اپنا مذاق اڑاتے بھی دیکھا ہے جو ہنستے تھے میری کم عقلی پر۔ جس نے نہیں بدلنا ہو تا وہ سات سال تو کیا سات جنم لے کے بھی سامنے آجائے وہ نہیں بدلتا۔ اب اگر آسمان سے کوئی فرشتہ بھی تمہارے بدل جانے کی گواہی لے کر اتر آئے ناں سمیر۔ میں یقین نہیں کروں گی۔"

وہ سر کو نفی میں جھٹکتے ہوئے اتنی درشتگی سے بولی تھی کہ ہاشم کا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا ۔چند لمحے لگے تھے اسے سارا پس منظر جوڑ کر کہانی بننے میں۔ دانتوں پر دانت سختی سے جمائے اس نے ندامت سے آنکھیں میچیں۔ وہ کیا سمجھا تھا؟ اور حقیقت کیا نکلی تھی؟

"تم سمجھ کیوں نہیں رہی یار؟ میں پاگل ہو جاؤں گا، ایسے مت کرو میرے ساتھ۔"

وہ غصے بھری بے بسی سے سر پر ہاتھ باندھے کوئی نیم پاگل ہی لگتا تھا۔ بس بال نوچنے کی نوبت رہ گئی تھی، قابل ترس اور قابل رحم۔ اسے خالی نظروں سے دیکھتی ماہین کے بجھے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ نہیں جاگ سکا، ترحم کا بھی نہیں۔

"تم جانتی ہو۔ میں کتنی محبت کرتا ہوں تم سے۔"

وہ گڑگڑا رہا تھا اور لفظ محبت ماہین کے وجود پر کسی چابک کی طرح برسا تھا۔

"مت تکلیف دو خود کو سمیر، اس دھوکے سے نکل آؤ اب۔ میں بھی بڑی دیر سے نکلی تھی، لیکن ایک بار کوشش کر کے نکل آؤ گے تو ہی آگے بڑھ پاؤ گے۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں بول رہی تھی، سر پہ دونوں ہاتھ باندھے ہانپتے ہوئے سمیر آنکھوں میں وحشت لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ محبت نہیں تھی، محبت ایسی نہیں ہوتی، محبت اتنا ذلیل نہیں کرتی، اپنی ہی بیوی کے کردار کی دھجیاں نہیں اڑاتی، محبت اتنی بے رحمی سے نہیں مارتی کہ کہیں ہفتوں تک نشان مندمل نہ ہو سکیں ،محبت تین بار۔۔۔۔ تین بار اپنے ہی بچوں سے ماں کی کوکھ میں ہی سانسیں نہیں چھینتی۔"

وہ تند و تیز لہجے میں کہتی گئی، بس آخری جملے کی ادائیگی میں اسکی زبان لڑکھڑائی تھی۔

ہاشم نے شدت ضبط سے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں اتنے زور سے بھینچیں تھیں کہ اسکے ہاتھوں کی پشت پر سبز رگیں تن گئیں۔

"میں اپنی سب غلطیاں مان تو رہا ہوں، بتاؤ اور کیا کروں میں کہ تمہیں یقین آجائے؟ تم بس ایک موقع دو مجھے ماہین، اس بار کوئی غلطی نہیں کروں گا، تمہیں رانی بنا کر رکھوں گا، ہم۔۔۔۔ ہم سعودی عرب چلے جائیں گے وہاں اپنی نئی زندگی شروع کریں گے، میں نے مفتی صاحب سے پوچھا ہے خلع کے بعد ہم دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں ایک نئی زندگی شروع کرسکتے ہیں۔"

وہ گیلی آنکھوں میں امید لیے مسکراتے ہوئے یوں کہہ رہا تھا جیسے اسے نوید صبح سنا رہا ہو۔

ماہین کی ٹانگیں نیم جان ہوتیں اسکا بوجھ اٹھانے سے انکاری ہونے لگی تھیں، اسکے چہرے پر تاریک سایہ آکر ٹھہر سا گیا تھا۔ وہ شل سی، ساکت کھڑی کی کھڑی رہ گئی، جیسے دماغ ماؤف ہو گیا ہو، سوچنے سمجھنے کی قوت سے محروم۔

تو وہ اس آس پر واپس آیا تھا۔

آنکھوں میں درشتگی اور ماتھے پر شکنوں کا جال لیے، ہاشم کے لیے مزید سننا محال ہونے لگا تھا، اسے اپنے دم غصے بھری گھٹن سے گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن کہیں نہ کہیں دل کے آخری کونے میں دبک کے بیٹھی ایک خواہش نے بے صبری سے سر اٹھایا تھا، وہ ماہین کا جواب سننا چاہتا تھا۔

"مجھے پتہ تھا تم انکار نہیں کر پاؤ گی، میں جانتا ہوں تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو، جن سے ایک بار محبت ہو جائے پھر ختم کہاں ہوتی ہے۔"

سمیر سر سے ہاتھ ہٹائے، ہنستا ہوا کہہ رہا تھا۔

CamScanner

اسکی خاموشی کو جس رنگ میں لیا گیا تھا وہ انتہائی بد نما تھا۔ اسکا سکتہ اک چھناکے سے ٹوٹا تھا جیسے کوئی کانچ۔

"لعنت بھیجتی ہوں میں ایسی محبت پر جو مجھے ایک بار پھر سے اسی جہنم میں لا پھینکے، جس میں میں نے اتنے سال اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا جھیلی ہے، اب ایک بار پھر اس محبت کے نام پر اپنے وجود کو اس جہنم کا ایندھن نہیں بنا سکتی میں۔"

اسکی آواز کی کاٹ نے جہاں سمیر کی امید کے پر کاٹے تھے وہیں ہاشم کے خدشوں کو بھی پارہ پارہ کر کے رکھ دیا تھا، وہ نہیں جانتا تھا اتنا سکون اس نے اپنی رگ و جان میں اترتا کیوں محسوس کیا تھا۔

بس بہت ہوا۔ ایک گہرا سانس خارج کرتے وہ درخت کے پیچھے سے نکلا تھا۔

"تم۔۔۔۔ تم اب بھی ویسی کی ویسی ہو، محبت کی زبان تمہیں نہ تب سمجھ آتی تھی اور نہ اب۔" غم و غصے سے پاگل ہوتے سمیر نے ماہین کو پوری قوت صرف کر کے دھکا دیا تھا، وہ اس کی طرف سے کسی ایسی جارحیت کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی تھی سڑک سے اونچے بنے فٹ پاتھ پر سے اسکا پاؤں پھسلا تھا اور وہ پیچھے کے بل سڑک پر گری تھی، اپنے بچاؤ کے لیے اس نے دائیں کہنی ٹیکی تھی، درد کی ایک شدید لہر تھی جو بیک وقت اسکے دائیں پیر اور کہنی سے نکلتی اسکے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی۔

ہاشم جو اس اچانک پڑی افتاد پر ششدر رہ گیا تھا، وہ گرتی ہوئی ماہین کی نیم چیخ بنا کر اپنے کی آواز پر سمیر کو بھلائے اسکی طرف بڑھا تھا۔ اسکے سامنے ایک گھٹنہ موڑے پنجوں کے بل بیٹھا وہ جھک کر اسکے پاؤں کو دیکھنے کی سعی میں تھا جس پر ماہین نے سختی سے ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

اسکے اچانک منظر عام پر آنے سے سمیر پہلے چونکا پھر اسکی آنکھوں میں غصے کی آگ بھڑکنے لگی۔

"آپ ٹھیک ہیں ماہین؟"

وہ جو آنکھیں میچے درد کی شدت ضبط کرنے کی تگ و دو میں تھی، اس آواز پر اسکی سانس تک ساکت ہوئی تھی، اس آواز کو وہ پہچانتی تھی، درد سے لبریز دل نے شدت سے دعا کی تھی وہ آنکھ کھولے تو یہ اسکا وہم ہو۔ اس وقت نہیں۔۔۔۔کم از کم اس وقت وہ اس شخص کا سامنا بالکل نہیں چاہتی تھی، مگر وہ ماہین تھی اور اسے اپنے بارے میں یقین تھا وہ اتنی خوش قسمت نہیں تھی کہ اسکی دعائیں مستجاب ٹھہرائی جاتیں۔

اس نے آس و یاس کے درمیاں جھولتے آنکھیں کھولی تھیں۔ اور سامنے جو متوحش چہرہ نظر آیا تھا اس نے ماہین سے ہر احساس چھین لیا تھا، کہنی سے اٹھتی درد کی ٹھیسیں، پاؤں کی ناقابل برداشت تکلیف سب کہیں گم سا ہو تا فنا ہو گیا تھا، صرف ایک احساس بچا تھا اور وہ تھا بکی کا۔

کیا وہ سب سن چکا ہو گا؟ اس کے آگے دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔

"تو یہ تھا وہ جس کے لیے تم نے مجھے چھوڑا تھا، یہی تھا اس دن بھی اسی کو دیکھ کر تمہاری آنکھوں کا رنگ بدلا تھا ناں۔ سب سمجھ آگیا ہے مجھے۔ اسی کی دی شے پر اپنا گھر برباد کیا تھا نا تم نے، بے حیا، بدکردار عورت۔"

کچھ دیر پہلے محبت کے دعویدار نے کراہت سے پتھریلے فٹ پاتھ پر تھوکا تھا۔

ماہین کے پاؤں پر سے ہاشم کی نظر اٹھتی چہرے تک گئی تھی، جہاں شرمندگی و بے بسی بھری اہانت کی ایک سپید دبیز تہہ جمی تھی، جیسے اسکے وجود میں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔

ایک لمحے کا کھیل تھا وہ سرعت سے اٹھا تھا، برق رفتاری سے فٹ پاتھ پر چڑھتے سمیر کے سامنے کھڑے ہوتے اسکا اگلا عمل لاشعوری تھا۔ اس نے پوری شدت سے ایک مکا سمیر کی ناک پر دے مارا تھا۔ جس نے نہ صرف سمیر کی آنکھوں کے سامنے تارے نچا دیے تھے، وہیں ماہین بھی ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے گنگ سی دیکھتی رہ گئی تھی۔ اسے ہاشم سے اس درجے جذباتیت کی امید نہیں تھی۔

"یہ ماہین کے لیے تھا۔" وہ اسکے سامنے کھڑا اسے کٹیلی نظروں سے گھورتے سرد آواز میں کہہ رہا تھا۔ آنکھیں جھپک کر ناک سے نکلتے گرم سیال مادے کو انگلیوں سے چھوتے سامنے کیا، اسکی انگلیوں کے پور سرخ رنگ میں رنگے تھے۔ پتھریلی روش پر خون کے قطرے تیزی سے گرتے چلے گئے۔ ابھی وہ پہلے وار سے ہی نہیں سنبھلا تھا جب ہاشم نے اسکے پیٹ میں کھینچ کر لات ماری تھی، وہ کراہ کر مزید دوہرا ہوا تھا۔ ماہین نے بمشکل اپنی چیخ کا گلہ گھونٹا۔

"اور یہ مجھے اس سب میں انوالو کرنے کے لیے۔"

وہ اسے تکلیف میں دیکھ کر اب خود قدرے بہتر محسوس کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا، اور اس سے کم کرنے پر وہ آمادہ نہیں تھا۔

پاس سے گزرتا ایک موٹر سائیکل رکا تھا، کچھ فاصلے پر اسی طرف آتے دو آدمیوں کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی تھی، سمیر بمشکل سیدھا ہوا، لوگوں کو متوجہ دیکھ کر گالیاں بکتا وہاں سے تیزی سے نکلتا روڈ کراس کرتا دوسری جانب بڑھتا چلا گیا۔ ہاشم کی تند و تیز نظروں نے دور تک اسکا تعاقب کیا تھا۔ پھر بائیک والے سے کچھ کہا تو وہ آگے بڑھ گیا۔ وہ دو آدمی بھی پاس سے گزرتے کچھ عجیب نظروں سے ماہین کو دیکھتے، آپس میں سرگوشی کرتے گزر گئے تھے۔

ہاشم واپس ماہین تک گیا تھا۔

CamScanner

"ہاتھ ہٹائیں ماہین، مجھے دیکھنے دیں۔"

وہ اسکے پاس پہلے والی پوزیشن میں بیٹھتا فکر مندی بھرے دھیمے لہجے میں بولا۔

"کیا ضرورت تھی آپ کو اسے مارنے کی؟"

بنا پاؤں پر سے ہاتھ ہٹائے، جواب میں اسکے کٹیلے لہجے میں کیے سوال پر ہاشم کے ابرو تنے۔ رسی جل گئی تھی مگر بل نہیں گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ ہنوز قائم تھا۔

"اسے مار کھاتے دیکھ کچھ زیادہ ہی تکلیف ہوئی ہے آپ کو۔"

اسی کے انداز میں جواب دیا گیا تھا۔ بات ایک بار پھر سے غلط رخ اختیار کرنے لگی تھی۔ ماہین کے چہرے کی سپیدی پر جیسے کسی نے گلال چھڑک دیا تھا۔

"بھاڑ میں جائے وہ بھی اور آپ بھی، میری بلا سے ایک دوسرے کے گلے کاٹیں آپ لوگ، مگر مجھے یوں سر راہ تماشہ بنانے کا کوئی حق نہیں ہے آپ کو۔ آپ دونوں مرد ہیں یہاں اکیلے میں لڑ مر بھی جائیں گے تو کوئی سوال نہیں کرے گا مگر میری یہاں موجودگی پر ہر کوئی مزے لے لے کر دیکھے گا اور سو کہانیاں گھڑے گا، لیکن عنوان ایک ہی ہو گا ایک عورت کے چکر میں لڑتے دو مرد۔"

اپنی تکلیف بھلائے وہ سر راہ اس سے باز پرس کر سکتی تھی مگر اپنی مدد کے لیے شکریہ نہیں کہہ سکتی تھی۔

ہاشم نے تاسف و ملامت سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک کر زبردستی اسکا ہاتھ پاؤں پر سے ہٹایا، ایسا نہ کرتا تو اس انا کی دیوی کی کبھی ہاتھ ہٹانا نہیں تھا۔

حب ناولز

اگلے ہی پل نرمی سے اسکا ہاتھ چھوڑے، وہ اب بغور اسکا پاؤں دیکھ رہا تھا، کھلے چپل میں سے ٹخنے کے قریب پاؤں کی سوجن واضح نظر آتی تھی۔

"اچھی خاصی چوٹ لگی ہے۔" یہ خود کلامی تھی یا اسے باخبر کیا گیا تھا، وہ سمجھ نہیں پائی۔

ایک ہاتھ فٹ پاتھ پر رکھتے، اس پر زور ڈالے وہ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب ہاشم نے اسے روکا۔

"مت اٹھیں ایسے، پاؤں پر زور پڑا تو تکلیف اور بڑھے گی۔ آپ یہیں رکیں میں گاڑی لے کر آتا ہوں۔"

متانت بھری تنبیہ کرتے وہ اسکے پاس سے اٹھا۔

"نو تھینکس۔ میں رکشہ یا ٹیکسی کر لوں گی۔"

بنا اسکی طرف دیکھے روکھے پن سے کہتی وہ بمشکل نیچے سے اٹھتی فٹ پاتھ پر بیٹھی تھی۔ اتنی سی مشقت نے ہی تکلیف سے اسکے پسینے چھڑا دیے تھے۔

ہاشم کے جبڑے تن گئے، بہت سارا ضبط کرتے جب وہ بولا تو آواز میں تادیب کے ساتھ ساتھ گذارش نمایاں تھی۔

"سوری لیکن میں رسک نہیں لے سکتا۔ آپ کو چاہے برا لگے، گھر تو آپ کو میں ہی چھوڑ رہا ہوں۔ وہ شخص پھر سے آپکا پیچھے کر سکتا ہے، آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"آپ نے میرا ٹھیکا نہیں اٹھا رکھا۔"

درد کو نظر انداز کرتے اس بار براہ راست اسکی طرف دیکھتے تندہی سے کہا گیا تھا۔ہاشم اسے دیکھ کر رہ گیا۔ایک گہری سانس بھری،بہت سارا ضبط کیا،اور سر کو فیصلہ کن انداز میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے یوں ہی سہی۔آپ یہی سمجھیئے مس ماہین کہ اس وقت آپکا ٹھیکا میں نے زبردستی اٹھالیا ہے۔اور آپ فکرمت کریں آپ کی انا کا پرچم سربلند ہی رہے گا کیوں کہ اس وقت آپ کی جگہ کوئی ایکس وائے زی بھی ہوتا تو میں نے یہی کرنا تھا۔"

اپنے تئیں اس نے اسے آمادہ کرنے کی آخری کوشش کی تھی۔

"لیکن۔۔۔"

"آپ کو زمی کی بات سمجھ نہیں آتی کیا؟حالت دیکھی ہے آپ نے اپنی؟اب بس آپ کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلے۔"

تختی سے اسکی بات کاٹتے وہ جس کٹھورپن کے ساتھ بولا تھا،ماہین کے الفاظ گلے میں ہی اٹک گئے تھے۔وہ پہلی بار اس سے ڈری تھی،سانس روکے اس کے غصیلے چہرے کو دیکھے گئی،جو سرخی چھلکا رہا تھا،ماتھے اور گردن کی رگیں الگ تن کر اسے بارعب بنا رہی تھیں۔

"میں گاڑی لے کر آرہا ہوں ہلیئیے گا مت یہاں سے۔"

انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے وہ منہ ہی منہ کچھ بڑبڑاتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

اسکے جاتے ہی کب سے رکے آنسوؤں کو بھل بھل بہنے کا راستہ مل گیا تھا جیسے۔ذہنی تھکن،جسمانی تکلیف اور جذباتی انتشار وہ بیک وقت کہیں کیفیات کا شکار تھی،کچھ ہی ساعتیں گزری تھیں جب اسکی

CamScanner

سیاہ کار ماہین کے سامنے آکر رکی تھی۔ اسے واپس آتا دیکھ کر ماہین نے تیزی سے گیلی آنکھیں اور تر چہرہ دونوں ہاتھوں سے رگڑ کر بہتے آنسوؤں کے نشان مٹائے۔

وہ کار سے باہر نکلتا اسکے پاس آیا، اسکی روئی روئی آنکھوں سے بمشکل قطع نظر کرتے اسکے سامنے رکا اور اسے اٹھنے میں مدد دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

ماہین نے پہلے نظر اپنے آگے پھیلے اسکے ہاتھ پر ڈالی اور پھر سفر کرتی اسکے چہرے پر گئی، وہ منتظر سا قدرے جھکا کھڑا تھا۔ اسکی پرنم آنکھوں میں برہمی جاگی تھی جسے پڑھ کر ہاشم کا جی چاہا وہ کسی دیوار سے اپنا سر دے مارے۔ اتنی تکلیف کے باوجود وہ اسے زچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہی تھی۔

"ماہین یہ کسی فلم کی شوٹنگ نہیں چل رہی، نہ میں یہاں رومینس بگھار رہا ہوں۔ میری اور اپنی جینڈر کو ایک طرف رکھ کر اسے انسانی مدد سمجھیے پلیز۔"

دانت پیس کر کہتے وہ ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا، اور اسکے "پلیز" میں دنیا جہاں کی کوفت آسمائی تھی۔ اسکے لب و لہجے سے پہلے ہی خائف ماہین اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ ہاشم نے اسکے سامنے پھیلائے ہاتھ کی مٹھی زور سے بند کی۔

"او کے ہاتھ مت پکڑیے، بازو پکڑ لیں۔" ایک نئی تجویز، اس نے جیسے کچھ آسانی کرنی چاہی مگر وہ ابھی بھی تذبذب کا شکار اسکے بند مٹھی والے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے یہ آخری وارننگ ہے، اس کے بعد میں جس طریقے سے آپ کو گاڑی میں بٹھاؤں گا آئی ایم ڈیم شیور وہ آپ کو ہرگز پسند نہیں آئے گا۔"

اب کی بار اسکے برفیلے لہجے میں چھپی دھمکی کا اثر اچھا ہوا تھا،وہ سرعت سے کہنی سے ذرا آگے سے اسکا بازو پکڑتے، چہرے کا رخ دوسری طرف موڑے بمشکل اٹھ کر کھڑی ہوئی، لنگڑا کر صرف دو قدم لیے

۔

"میں پیچھے بیٹھوں گی۔"

بے رخی سے کہا، حکم کی فوری تعمیل ہوئی تھی۔ہاشم نے پچھلا دروازہ کھولا تھا،ایک ہاتھ دروازے کے فریم کے اوپر رکھے، اسکے سر کو کسی ممکنہ چوٹ سے بچاتے وہ سیدھا کھڑا اسے جھک کر بیٹھتے دیکھ رہا تھا ۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی ماہین نے تیزی سے اسکا بازو چھوڑا تھا۔ اسکے آرام سے بیٹھ جانے کی تسلی کرتے اس نے دروازہ بند کرتے ایک سکون آمیز گہرا سانس خارج کیا جیسے کوئی محاذ سر کر لیا ہو۔

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی سٹارٹ کی۔

مجھے لگتا ہے پہلے کسی ڈاکٹر کو دکھا۔۔۔"

"نہیں! آپ مجھے بس گھر تک ڈراپ کر دیں۔"

اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ قطعی انداز میں کہتے وہ اسے چپ کرا گئی ،ہاشم نے "جیسے آپ کی مرضی" کے سے انداز میں کندھے اچکائے تھے،باقی کا سفر خاموشی سے اسکی بتائی ڈائریکشن میں گاڑی دوڑاتے کٹا تھا۔

....

CamScanner

ائیر پورٹ کے احاطے میں کھڑیں نومیہ ، التمش سے مل رہی تھی اور ساتھ ہی انکی نہ ختم ہونے والی نصیحتیں بھی جاری تھیں، التمش بظاہر پوری توجہ سے انکی بات سن رہا تھا مگر نومیہ پھر بھی دوبارا اسے "تم سن رہے ہو میری بات ؟" کہتے ہوئے مشکوک سے انداز میں گھور چکی تھیں۔ ایک بار پھر سے اسے گلے سے لگا کر اسکا ماتھا چوما، اسے چھوڑ کر جانا آج بھی اتنا ہی مشکل لگتا تھا جتنا شادی کے بعد پہلی بار وہ اسے چھوڑ کر گئیں تھیں۔ گیلی ہوتیں آنکھوں کو ٹشو سے صاف کرتے وہ اب گلزار سے مل رہیں تھیں ،وہ کسی بچے کی طرح انکے کندھے پر سر رکھے پلکیں جھپک رہا تھا اور نومیہ مسکرا کر اسے کچھ کہہ رہیں تھیں۔

آخر میں وہ مشال سے ملی تھیں۔

"اپنا اور التمش کا خیال رکھنا اور عزیر بھائی کی طرف آتی جاتی رہنا بیٹا۔"

آہستگی سے کہتے اس سے الگ ہوئیں تو مشال نے سر اثبات میں ہلایا تھا، انکے اندر چلے جانے کے بعد وہ لوگ ائیر پورٹ سے باہر آئے تھے، واپسی کا سفر کافی خاموشی سے کٹا تھا کیوں کہ گلزار ابھی اداسی کے فیز میں تھا، بیچ بیچ میں صرف التمش کی آواز سنائی دیتی، وہ ڈرائیو کرتے بلیوتوتھ ئیر پیس کان میں ڈالے کال پر مصروف تھا۔ اور بظاہر باہر روڈ پر دوڑتے بھاگتے منظر دیکھتی مشال کا سارا دھیان اسکے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ پر تھا، اسکے کسی کولیگ کی کال تھی وہ انگلش میں بات کر رہا تھا، مشال اسکی آواز کے سحر میں گرفتار تھی، اور وہ تو صرف سانس بھی لیتا تھا تب بھی مشال کو اچھا لگتا تھا۔

گھر کے گیٹ کے باہر گاڑی روکتے التمش نے بیک مرر سے گلزار کو دیکھتے مخاطب کیا تھا۔

"گھر کا دھیان رکھنا۔ ہم لوگ جہلم کے لیے نکل رہے ہیں۔"

CamScanner

وہ سر ہلاتا گاڑی سے اتر گیا، مشال نے حیرت بھری خوشی سے گردن گھما کر اسکی طرف دیکھا۔ اس نے اپنے کسی پلان کا ذکر نہیں کیا تھا۔

"تمہیں کچھ لینا ہے تو جا کر لے آؤ۔"

اسکا خوشی سے تمتماتا چہرہ دیکھتے وہ مسکرایا تھا یا صرف ایسا مشال کو لگا تھا۔

"میں ابھی آئی۔" کب، کیوں، کیسے، مجھے کیوں نہیں بتایا جیسے کسی بھی سوال میں الجھے بغیر وہ بچوں کی جیسی آنکھوں میں چمک لیے، سر پر لیا لیمن کلر کا دوپٹہ ٹھیک کرتے تیزی سے گاڑی سے اتری، پانچ منٹ بعد وہ قدرے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ واپس آئی تو ساتھ صرف پرس کا اضافہ ہوا تھا۔

"میں کال کر کے انفارم کر دوں؟" گاڑی ڈرائیو کرتے اس نے پوچھا تو مشال نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں رہنے دیں، سرپرائز دیں گے۔"

اسکے کہنے پر اس نے گردن کو ذرا خم دیا۔

سگنل پر گاڑی رکی، تو التمش کی سائیڈ پر ایک معمر سے آدمی نے جھک کر گلاب کی کلی خریدنے کی استدعا کی تھی، اس نے شیشہ نیچے کیا۔ مشال بھی متوجہ ہوئی۔

"کتنے کی ہے؟"

"پچاس کی ایک۔" التمش سر ہلاتے ہوئے ذرا ترچھا ہو تا پینٹ کی سائیڈ کی جیب سے والٹ نکالنے لگا۔ پھر ایک نظر انکے ہاتھ میں پکڑی کلیوں کو دیکھا۔

"ٹوٹل کتنی ہیں؟"

اس آدمی نے امید بھری مسکراہٹ کے ساتھ جلدی جلدی گنیں۔

"سات ہیں صاحب۔"

"ٹھیک ہے ساری دے دیں۔" اس نے پانچ سو کا نوٹ نکال کر انکے حوالے کیا اور انکے ہاتھ سے احتیاط سے سرخ گلاب کی ساری کلیاں لیں۔

"ہو گیا بس۔ رہنے دیں۔"

انہیں چینج کے لیے کرتے کی جیب ٹٹولتے دیکھ کر اس نے رسانیت سے منع کیا تھا۔ تشکر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ماتھے تک لے جاتے وہ آگے بڑھ گئے۔ شیشہ اوپر کرتے التمش نے گردن گھما کر ان کلیوں کا گلدستہ مشال کی جانب بڑھایا تھا۔

"ان پھولوں کو دیکھ کر مجھے یاد آیا میں نے کبھی تمہیں پھول نہیں دیئے۔"

آہستگی سے دونوں ہاتھوں سے، اسکے ہاتھ سے وہ کلیاں لیتے وہ مسکرائی تو پلکیں عارضوں پر جھک سی گئیں۔

"شکریہ۔" جھک کر انکی خوشبو سانسوں میں اتاری۔

"لیکن آپ ایک بھی لیتے تو بھی کافی تھا۔" دھیما سا ہنستے وہ اب بے ترتیب ہوئی کلیوں کو سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سگنل کھلنے پر التمش نے گاڑی آگے بڑھائی۔

"میں نے ایک تو کبھی بھی نہیں لیا۔ جب بھی لیتا ہوں سارے ہی لیتا ہوں۔" کندھے اچکا کر کہتا وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔

CamScanner

حب ناولز

مثال کی مسکراہٹ دھیمی ہوئی، ہاتھوں کی حرکت رکی۔

"تو آپ اکثر لیتے رہتے ہیں۔" اس نے سرسری سا انداز اپناتے پوچھا۔

"ہوں۔ مجھے روڈ پر بھیک مانگنے کے بجائے اس طرح سے بظاہر چھوٹی موٹی کوشش کر کے کمانے والے لوگ انسپائر کرتے ہیں، تو یہ میری طرف سے انکے لیے چھوٹا سا ٹریبیوٹ ہوتا ہے۔"

احتیاط سے یوٹرن لیتے وہ بول رہا تھا۔

"پہلے تو یہیں گاڑی میں ہی رکھے رکھے مرجھا جاتے تھے لیکن اب لگتا ہے انکا اچھا استعمال ہو جایا کرے گا۔"

آنکھوں میں شرارت لیے وہ اسکی طرف دیکھتا تائید چاہ رہا تھا، مثال ہاتھ ہونٹوں پر رکھ کر بے اختیار ہنستی سر کو ہاں میں ہلا گئی۔ اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو ساری کہانی سنا کر ایک رومینٹک لمحے کو یوں برباد نہ کرتا، مگر وہ نہ صرف یہ کر چکا تھا بلکہ اسکی تائید بھی چاہ رہا تھا۔

مگر پھر بھی اسے برا نہیں لگا تھا، اسکی سب سے اچھی بات یہی تھی وہ جو تھا وہی دکھتا تھا۔

"ہنستے ہوئے اچھی لگتی ہو۔"

ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالتے سامنے دیکھتے وہ بولا تھا۔ مثال نے بڑی مشکل سے ہنسی روکی، وہ تعریف بھی یوں کرتا تھا جیسے کوئی سرسری سی بات کر رہا ہو۔

CamScanner

....

"بس یہیں گاڑی روک دیں۔"

ہاشم نے بریک لگائی۔ پھر اطراف کا جائزہ لیا۔

"کون سا گھر ہے آپکا؟"

سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"یہاں نہیں ہے، اندر گلی میں ہے۔"

ماہین کے جواب پر اس نے گردن پیچھے گھما کر اسکا چہرہ دیکھا۔

"تو پھر یہاں کیوں گاڑی رکوائی آپ نے۔ گلی اچھی خاصی کھلی ہے، گاڑی آرام سے چلی جائے گی۔"

وہ اب گلی دیکھتا بریک پر سے پاؤں ہٹانے کو تھا۔

"نہیں۔"

اس نے سرعت سے ٹوکا، ہاشم ناسمجھی سے اسے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔

""آپ بس مجھے یہیں اتار دیں۔ میں آگے مینج کر لوں گی۔"

نظریں چرا کر کہتے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔

CamScanner

"کیسے مینج کریں گی آپ؟ چلا تو آپ سے جا نہیں رہا۔"

وہ جھنجھلاہٹ کا شکار گاڑی بند کرتا، اپنی طرف کا دروازہ کھول رہا تھا۔

"رکیے۔" اس بار ماہین کی پکار قدرے چیخ نما تھی۔ ہاشم نے زور سے نیم وا دروازہ بند کیا تھا، جس کی گونج پوری گاڑی میں سنائی دی تھی۔

"فرمایئے؟"

ماہین کے بے سروپے رویے سے اب وہ اکتایا ہوا لگتا تھا۔ بمشکل لہجے کو تلخی کی نذر ہونے سے بچایا۔

"آپ گاڑی سے باہر مت نکلیں۔ میں نہیں چاہتی آپ کو یہاں کوئی میرے ساتھ دیکھے۔"

دھیمی سی آواز میں کہیں اندیشے پنہاں تھے۔ ہاشم ٹھٹکا۔ پھر سمجھتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلایا۔

تبھی گاڑی کے پاس سے ایک بارہ تیرہ سال کا لڑکا گزرا تھا۔

"فرقان؟"

دروازہ کھولتے ماہین کی پکار پر وہ لڑکا رکا۔

"بیٹا مجھے گھر تک چھوڑ دیں گے پلیز۔"

نرمی سے درخواست کرتے یہ کوئی اور ہی ماہین تھی (مجھ سے تو ایک لفظ شکریہ تک نہیں بولا گیا محترمہ سے)، ہاشم نے ہونہہ کے انداز میں سر جھٹکا، غیر محسوس انداز میں اسکی بھنویں بھینچ گئیں۔

اس لڑکے کے بازو کا سہارا لیتی وہ اپنا بیگ لیے اتری، گاڑی کا دروازہ بند کیا اور چھوٹے چھوٹے لڑکھڑاتے قدم لیتی گلی میں آگے بڑھنے لگی۔ اس بات سے انجان کہ اتنی احتیاط کے باوجود وہ کسی کی نظروں میں آچکی تھی، آگے ایک اور بھونچال اسکا منتظر کھڑا تھا۔

وہ تب تک اسے دیکھتا رہا جب تک وہ گلی کے پانچویں گھر کے گیٹ کے اندر داخل نہیں ہوئی، کچھ ہی لمحوں کے بعد ایک آدمی تیزی سے چلتا ہوا اسی گھر میں داخل ہوا تھا۔ ہاشم نے ایک گہرا تھکن آمیز سانس لیتے تھوڑا پیچھے کو ہو کر جھکتے دروازہ بند کرنا چاہا جو ماہین سے ٹھیک سے بند نہیں ہوا تھا۔ کھول کر دروازہ دوبارہ بند کرتے وہ مڑنے لگا جب نگاہ سیٹ کے نیچے سے جھانکتے ہینڈ کیری پرس پر پڑی تھی، وہ کھلا پڑا تھا اندر ٹرانسپیرنٹ چھوٹے سے خانے میں سے ماہین کا شناختی کارڈ دکھائی دے رہا تھا، شاید گاڑی میں بیٹھتے ماہین کے بیگ سے گر گیا تھا، ہاتھ بڑھا کر پرس اٹھاتے سیدھا ہو کر بیٹھا، پھر اسکے گھر کی طرف نگاہ کی، وہ لڑکا اسکے گھر سے نکل کر مخالف سمت چلا گیا تھا۔ کچھ دیر ہاشم نے سوچا، اسکا آئی ڈی کارڈ تھا اندر، کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی تھی۔

حتمی فیصلہ کرتے وہ گاڑی سے باہر نکلا، اور قدم آگے بڑھائے، سنگل گیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر دستک دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر سے آتیں مبہم سی آوازوں پر اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے، وہ آج کے دن کی اسکی دوسری غیر اخلاقی حرکت تھی، پہلے ہی وہ ماہین اور سمیر کی باتیں چھپ کر سن چکا تھا، اندر سے اٹھتی ملامت کی آواز پر کان نہ دھرتے وہ محتاط سا چند قدم آگے بڑھا اور سیڑھیوں کے پاس والی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

یہاں سے اسے کوئی دکھائی تو نہیں دے رہا تھا مگر آواز بالکل واضح آ رہی تھی۔

حب ناولز

جس دیوار کے ساتھ وہ کھڑا تھا اسکے دوسری طرف بر آمدے کے اندر جھانکیں تو منظر کچھ یوں تھا کہ ماہین ڈائمنگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی کا رخ بدل کر بیٹھی تھی، چہرے پر تکلیف کے آثار تھے وہ نڈھال سی لگتی تھی، اسکے قریب بمشکل جھک کر بیٹھیں صابرہ اسکے پاؤں کو پریشانی سے دیکھتی جانچ رہی تھیں، آذر یہاں سے وہاں بگڑے تیوروں کے ساتھ چکر کاٹ رہا تھا اور اپنے کمرے کی چوکھٹ پر متجسس سی شہرین کھڑی تھی۔

"پوچھیں اس سے امی کس کے ساتھ آئی ہے یہ اتنی بڑی گاڑی میں ؟"

اس نے غصے بھری آواز میں الفاظ کا ردوبدل کرتے سوال دوہرایا۔

" آذر! بہن کی حالت دیکھو، کتنی تکلیف میں ہے۔ بجائے کسی ڈاکٹر کے پاس لے کر جانے کے تم یہ باتیں لے کر بیٹھے ہو۔"

بیٹی کی تکلیف، اوپر سے بیٹے کی بے حسی انہیں اور بھی دلبرداشتہ کر رہی تھی۔

"جب اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر گھر آسکتی ہے تو ڈاکٹر کے پاس بھی چلی جاتی۔" وہ کاٹ بھری نظروں سے ماہین کو دیکھتا طنز کر رہا تھا۔

"اسٹور کے مالک تھے وہ۔"

لہجے کو متناسب رکھتے وہ اس سارے میں پہلی بار بولی تھی، نظر اٹھا کر بالکل سپاٹ آواز میں۔ آذر نے استہزاء سے سر جھٹکا۔

"بڑے ہمدرد ہیں تمہارے اسٹور کے مالک، جو ایک معمولی سی ماتحت کو تکلیف میں دیکھ کر گھر چھوڑنے چلے آئے۔"

CamScanner

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں بھائی، صاف صاف کہیں؟"

وہ اس وقت اس قدر ذہنی وجسمانی تکان کا شکار تھی کہ اسکے سبھی احساسات منجمد سے ہو گئے تھے، یخ ٹھنڈے، شل، اور بجھے ہوئے۔

"میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے طور طریقے بدلو، پہلے ہی سمیر نے تم پر جو الزامات لگائیں تھے انکی بازگشت ابھی تک سنائی دیتی ہے مجھے، اب اتنی بڑی بڑی گاڑیوں میں آؤ گی تو لوگ سو طرح کی باتیں تو بنائیں گے۔"

وہ سخت بد ظن نظر آتا تھا۔

ماہین اسے دیکھتی رہ گئی، تاسف سے، ملامت سے۔ مگر اسکے سلے ہونٹوں سے اف تک نہیں نکلی۔

لوگ طنز میں ڈوبی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں، کیوں کہ وہ لوگ ہوتے ہیں ان کا تو کام ہی زخموں پر نمک چھڑکنا ہوتا ہے۔ لیکن اپنے ایسا کریں تب کیا؟ اپنوں کو تو خیال کرنا چاہیے نا۔

"پاگل ہو گئے ہو آذر۔ یہ کس انداز میں بہن سے بات کر رہے ہو، کچھ میرا ہی خیال کر لو، ابھی زندہ ہوں میں، میرے ہوتے بہن کے ساتھ یہ رویہ ہے تمہارا تو کل کو میرے مرنے کے بعد تم تو اسکا گلہ ہی گھونٹ دو گے۔"

وہیں زمین پر ڈھے جانے کے انداز میں بیٹھتے صابرہ کا صبر جواب دے گیا تھا وہ آواز کے ساتھ رو رہی تھیں۔

"امی یوں رو کر مجھے دباؤ میں مت لانے کی کوشش کریں آپ۔ اس بار میں نے فیصلہ کر لیا ہے، میں جلد از جلد ماہین کی شادی کر دوں گا۔ آپ بس شرمین کے ماموں صغیر کے رشتے کے لیے ہاں کر دیں۔"

CamScanner

اتنی دیر سے لاتعلق بنی بیٹھی ماہین نے جھٹکے سے سر اٹھا کر بھائی کی طرف دیکھا، پھر اسکے پیچھے مشکمین سی کھڑی شہرین کو، اور آخر میں امی کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہا، انکے نظریں چرانے پر وہ غم وغصے سے بھری آنکھیں آذر پر گاڑھ گئی۔

"یہ فیصلہ کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں؟ یہ میری زندگی ہے اور میں اپنی زندگی کے فیصلے خود کر سکتی ہوں۔"

اسکے لب ولہجے کی تلخی اور دوٹوک انداز نے آذر کو اور مشتعل کیا تھا۔

"جس طرح کے فیصلے تم کر رہی ہو نظر آرہا ہے مجھے۔ ایک دن کہیں منہ نکالنے لائق نہیں رہوں گا میں۔"

اسکے کہے الفاظ اتنے سخت تھے، ماہین کا دل ریزہ ریزہ ہونے لگا۔

"ایسا بھی کیا گناہ کر دیا ہے میں نے جو آپ کچھ بھی بولے جا رہے ہیں۔"

"امی آپ تیاری کرلیں، سادگی سے اسی مہینے کی کوئی تاریخ رکھ کر نکاح ہی تو کرنا ہے۔"

اسکی بات اور وجود دونوں کو نظر انداز کیے وہ ماں سے بول رہا تھا۔

"بھول ہے آپ کی۔ ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔ مجھے سب سمجھ آرہا ہے، یہ خواہ مخواہ کا واویلا مچانے کا آپکا مقصد کیا ہے۔" مستحکم انداز میں کہتی وہ تلخی سے مسکرائی، اور شعلہ بار نظروں سے شہرین کو دیکھا۔

"لیکن جان رکھیں، اتنی بھی کوئی گری پڑی نہیں ہوں میں جو آپ لوگ زور زبردستی مجھے چار بچوں کے پچاس سالہ باپ کے منتھی کر دیں گے اور میں چپ چاپ سب ہونے دوں گی۔"

CamScanner

حب ناولز

یہ اسکے لہجے کی چبھن تھی کہ اتنی دیر سے خاموش کھڑی شہرین بری طرح تپی تھی۔

"بی بی! ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک لو، تیس سے اوپر تو تم بھی ہو گئی ہو، اور خیر سے خلع لے کر بھائی کے در پر بیٹھی ہو، اب تمہارے لیے کوئی شہزادہ تو آنے سے رہا، اوپر سے جو میڈل تم اپنے سابقہ شوہر اور سسرال سے لے کر آئی ہو نا اسکے بعد میرے ماموں جیسے شریف النفس آدمی کا رشتہ بھی غنیمت ہے تمہارے لیے، اپنی دکانیں ہیں، گھر ہے، عمر کون دیکھتا ہے۔"

وہ بھی شہرین تھی، زبان کی تیکھی، حساب بے باق کرنے پر آتی تو نہ آگے دیکھتی نہ پیچھے۔

"نہیں چاہیے مجھے ایسا کوئی شریف النفس انسان، مال غنیمت میں بھی نہیں ہوں جو ہر کوئی اپنے ہاتھ صاف کرنے میں لگ جائے گا۔"

اس نے بھی اسی کے انداز میں دوبدو جواب دیا تھا، اندر ہی اندر پکتا برسوں کا لاوا آج پگھلا تھا تو اب ہر بند توڑتا ہر لحاظ و مروت کو نگل گیا تھا۔

آذر تنتناتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا، صابرہ سرعت سے اٹھتیں اسے اپنی پشت کے پیچھے چھپائے، اسکے سامنے دونوں بازو کھولے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی ہی گئیں، آذر نے ماں کی التجا کرتی بہتی آنکھیں دیکھیں تو کچھ دھیما پڑا، ورنہ شاید آج ماہین اس سے ایک آدھ تھپڑ ضرور کھالیتی۔

"کس کی شے پر اتنا بول رہی ہے یہ؟ نہ کوئی تمیز نہ کوئی رشتوں کا ادب نہ کوئی عمر کا لحاظ، امی سمجھائیں اسے۔ میں اب مزید یہ سب برداشت نہیں کرنے والا۔ یہ اب کام پر نہیں جائے گی۔"

مٹھیاں بھینچے وہ زور سے چلایا تھا۔

"میں جاؤں گی۔ آپ نہیں روک سکتے مجھے۔"

CamScanner

سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ بھی اسی کے سے انداز میں چینخی تھی۔

"چپ کر جاؤ ماہین۔"

صابرہ نے التجا کی تھی۔ آذر نے ماں کو جتاتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"شہرین آذر کو لے کر جاؤ۔"

بیٹھی ہوئی آواز میں بمشکل وہ کہہ پائیں تو شہرین لٹھ مارے انداز میں آگے بڑھی، اور آذر کو کہنی سے پکڑا۔

"آپ آئیں آذر کیوں اپنابی پی بڑھا رہے ہیں۔ یہاں کسی کو کیا فرق پڑتا ہے آپ کی خرابی طبیعت سے ،فرق پڑے گا تو صرف آپ کے بیوی بچوں کو۔"

وہ اسے ساتھ لیے کمرے میں چلی گئی تھی۔

آوازیں مدھم ہوتی چلی گئیں، تو ہاشم جو اتنی دیر سے

گم صم کھڑا سن رہا تھا، ہوش میں آیا تھا، پلکیں جھپک کر سر جھٹکا اور ایک طویل سانس لیا۔ یہ سب سننا اسکے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھا، وہ کسی کے گھریلو معاملات میں دخل اندازی کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ بوجھل دل کے ساتھ اس نے اپنے ہاتھ میں دبکا اسکا پرس دیکھا، ماہین کے لیے اس وقت اسے برا لگ رہا تھا، ہمدردی اور ترحم کے جذبات کچھ گاڑھے ہوئے، وہ خود ایک بیٹی کا باپ تھا، ایسا سلوک جو اسکے بھائی نے اسکے ساتھ کیا تھا وہ نور کے لیے تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، ایک جھرجھری سی لے کر اس نے آہستگی سے وہیں نیچے سرمئی فرش پر اسکا پرس رکھا اور جس خاموشی سے آیا تھا ویسے ہی بنا چاپ کیے واپس مڑ گیا۔

CamScanner

"ماہین میری بچی! ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں، میں کوئی رکشہ یا ٹیکسی دیکھتی ہوں۔"

آذر کے کمرے میں جاتے ہی صابرہ کی جان میں جان واپس آئی تھی۔ جھک کر اسکا پاؤں دیکھتے روتے ہوئے کہا جو اب پہلے سے زیادہ سوزش کا شکار ہو چکا تھا۔

"فکر مت کریں امی! ٹھیک ہوں میں۔" اس نے ایک گہرا تھکن آمیز سانس خارج کیا۔

"اچھا رکو میں چاچا کریم کو بلا لاتی ہوں، وہ دیکھ لیں گے کوئی دب وغیرہ لگی ہوئی تو پتہ چل جائے گا۔"

انہوں نے محلے کے ایک بزرگ کا نام لیا تھا جو ہلکی پھلکی ہاتھ پاؤں کی چوٹوں کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔

باہر صحن میں سے گزرتے انکی نظر ماہین کے پرس پر پڑی تھی، جسے انہوں نے اٹھا لیا تھا۔

....

جس وقت وہ گھر پہنچے اچھی خاصی رونق لگ گئی تھی، سب ٹی وی لاؤنج میں جمع تھے، دادی اور منتظر التمش سے باتیں کر رہے تھے۔ ارحم کو ایک لمبی سی لسٹ تھما کر نوال مارکیٹ روانہ کر چکی تھی۔ نوال کچن میں آئی تو مشال بھی اٹھ کر اسکے پیچھے آگئی۔

"تم بتا کر آتی مشی، میں کچھ تو تیاری کر کے رکھتی۔"

فریزر میں سے چکن نکالتی نوال نے اسے دیکھتے ساتھ ہی خفگی بھرا شکوہ کیا۔

"ارے مجھے لگا سرپرائز ہو گا مگر یہاں تو شاک ہی لگ گیا ہے آپ کو آپی۔"

حب ناولز

کہتے ہوئے اس نے کچن میں ایک تفصیلی نگاہ ڈالی۔ کتنا عجیب سا احساس تھا، یہ گھر، یہ کچن جہاں اسکی زندگی کے اتنے سال گزرے وہاں آج وہ مہمان بن کر آئی تھی۔

"پاگل ایسا کب کہا میں نے؟ آف کورس ہم سب کے لیے یہ بہت اچھا سرپرائز تھا۔ یہ تو میں التمش بھائی کے لیے کہہ رہی ہوں اب انکے سامنے کھانے کی میز پر ایک دو ڈشز تو نہیں رکھ سکتی نا۔ اب یہ بتاؤ کیا خوش ہو کر کھانا پسند کرتے ہیں تمہارے مسٹر؟"

"انکی فکر مت کریں۔ کھانے پینے کے معاملے میں اتنے نخرے نہیں کرتے، جو بھی سامنے رکھیں گی خوشی خوشی کھالیں گے۔"

خوش دلی سے کہتے اس نے قمیض کی آستینیں تھوڑی پیچھے کیں۔

"اچھا جی؟"

سنک میں کھلے نل کے نیچے فروزن چکن کا پیکٹ رکھتے گردن گھما کر معنی خیز نظروں سے بہن کا چہرہ دیکھتے نوال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی۔

اسکی شرارت سے بے نیاز مشال نے پوری شد و مد کے ساتھ سر ہلاتے تصدیق کی۔

"مجھے بتائیں کیا کرنا ہے، میں ہیلپ کروا دیتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ تم باہر بیٹھ کر باتیں کرو کھانے میں ابھی کافی دیر ہے۔ میں آرام سے کرلوں گی۔"

ہاتھ دھو کر پیچھے مڑتے نوال نے نرمی سے منع کیا۔

CamScanner

"اب یوں تو مت کہیں۔ پرایا پرایا سا فیل کروا رہی ہیں آپ مجھے۔ ورنہ ایک وقت تھا جب اپنے حصے کے آدھے کام بھی اسائمنٹ کا کہہ کر مجھ سے کروایا کرتی تھیں آپ۔"

آنکھوں میں خفگی لیے مشال نے کہا تو نوال ہنس دی۔

"اچھا کرو جو کرنا ہے۔ میں تو بس تمہیں عزت دے رہی تھی، تمہیں ہی راس نہیں آ رہی تو میں کیا کر سکتی ہوں اب۔ شادی کے بعد پہلی بار رہنے آئی ہو بعد میں تمہارے ہی میاں نے اگر تمہیں طعنہ دیا کہ تم سے کام کروا رہے تھے میکے والے تو گلہ مت کرنا۔"

نیچے والی کیبنٹ کھول کر چاول نکالتی مشال سیدھی ہوئی پھر سر جھٹکا۔

"ایسے نہیں ہیں وہ۔"

اسکی بات پر نوال نے فرصت سے رک کر اسے دیکھا اور ہونٹ اوہ کے انداز میں سکڑے۔

وہ جب سے آئی تھی مسکراہٹ ایک پل کے لیے اسکے ہونٹوں سے جدا نہیں ہوئی تھی، نوال نے سکھ کا سانس لیا۔ مگر بہن کی کھچائی کرنے کا نایاب موقع چھوڑنے والی تو وہ ہرگز نہیں تھی۔

"شادی سے پہلے تو کسی کو "وہ" بہت برے لگتے تھے مشال، کیا کہا جاتا تھا ہاں گردن میں سریا ڈال رکھا ہے۔ اور رشتہ آنے پر کسی نے کیا واہ واہ والا واویلا مچایا تھا۔ اب پتہ نہیں یہ سب کس نے کیا تھا؟"

اپنی تھوڑی کو انگلی سے کھجاتے نوال آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو جز بز سی ہوتی ٹھیک سے اسے گھور بھی نہیں پا رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے نا وہ سب پہلے کی باتیں تھیں۔ اب یوں یاد دلا کر شرمندہ تو مت کریں۔"

CamScanner

حسب توقع اس نے منہ پھلاتے دھیمی سی آواز میں احتجاج ریکارڈ کروایا۔

نوال کو ایسا کرتے وہ ہمیشہ اتنی ہی پیاری لگتی تھی۔

آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگاتے زور سے خود میں بھینچ ڈالا۔

"میں تمہارے لیے بہت بہت خوش ہوں مشی۔ دادی کا فیصلہ ٹھیک تھا، تم نے ہی خواہ مخواہ کے واہمے پالے ہوئے تھے۔ اللہ پاک تمہیں ہر بری نظر سے بچائے۔"

اسکا گال چومتے صدق دل سے کہتی وہ پیچھے ہوئی تو مشال جھینپ سی گئی۔

"چلو ہو گیا اب۔ کام پر لگو۔ اتنا کچھ کرنا ہے اور وقت بہت کم ہے۔"

اسکا بازو تھپتھپاتے اسے ایک بار پھر سے فکر لاحق ہوئی تھی۔

"ایسا کرو بریانی تم بنالو پچھلی بار بھی تم لوگوں کی دعوت پر میرے چاول تو ایک دوسرے سے عہد وفا کیے چمٹ ہی گئے تھے، قورمہ میں بنالوں گی۔ اور میٹھے میں جھٹ پٹ لذیذ کھیر اور ساتھ میں کباب فرائی کر لیں گے۔"

وہ کھڑے کھڑے مینیو ترتیب دے چکی تھی۔

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں جلدی جلدی کام پر لگ گئی تھیں۔ ڈیڑھ گھنٹے کی محنت کے بعد جب ڈنر کی تیاری اپنے آخری مراحل میں داخل ہوئی تو سلاد بناتے نوال نے پوچھا۔

"تم رہو گی ناں؟"

بریانی کا دم کھولتے مشال نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

دم کا دھواں چھٹا تو بریانی کی کھلے کھلے چاولوں والی شکل دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔

شادی کے بعد وہ صرف ایک بار آئی تھی التمش اور نومیہ کے ساتھ اور وہ بھی شام کو واپس چلی گئی تھی

۔

"التمش بھائی بھی رکیں گے؟"

اس سوال پر اس نے کندھے اچکائے نوال نے تعجب سے اسے دیکھا تو وہ بولنے لگی۔

"مجھے نہیں لگتا۔ وہ واپس چلے جائیں گے۔ اس معاملے میں انکے بہت نخرے ہیں۔" کہتے ہوئے وہ ہلکا سا ہنسی۔ "وہ تو اپنے بھائیوں کی طرف بھی نہیں جاتے، میرے خیال میں وہ کمفرٹیبل نہیں فیل کرتے کسی اور کے گھر۔"

اب تک تو اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ سر ہلاتے نوال نے مزید بحث نہیں کی تھی۔

کھانے کی میز پر التمش کو خصوصی پروٹوکول مل رہا تھا۔ اور مشال کی توقع کے برعکس وہ خوش لگ رہا تھا، سب سے باتیں بھی کر رہا تھا اور کھانے کی تعریف بھی کی تھی۔

کھانے کے بعد چائے کے لیے اس نے منع کر دیا تھا۔

"میرے خیال میں مجھے اب نکلنا چاہیے، کافی دیر ہو گئی ہے۔"

کلائی پر بندھی گھڑی سامنے کرتے کہتے اس نے سرسری سی نگاہ مشال کی طرف ڈالی تھی، جو دادی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"رات کافی ہو گئی ہے بیٹا۔ میں تو کہتی ہوں رک جاتے۔"

دادی نے کچھ پریشانی سے کہا ساتھ ہی منظر بھی بول اٹھے۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔رک جاتے تو اچھا تھا، اتنی لمبی ڈرائیو رات کے وقت خدانخواستہ محفوظ بھی نہیں ہوتی۔"

مشال باری باری دادی اور منظر حسین کا چہرہ دیکھتے الجھن بھری نظریں اب التمش پر گاڑھے ہوئے تھی۔اور اس وقت اسکی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب بنا کسی پس وپیش کے اس نے ہامی بھر لی۔اس کے چہرے پر بے یقینی کے سائے اتنے گہرے تھے کہ نوال کو ہنسی روکنا محال ہوا تھا، مشال کا چہرہ کھلی کتاب جیسا تھا۔

اسکے بعد ایک نئی مہم شروع ہوئی تھی التمش کو ہر ممکنہ آرام مہیا کرنے کی۔وہ اپنا کوئی بھی سامان ساتھ نہیں لائے تھے، راستے میں التمش نے اس سے کہا تھا وہ رکنا چاہے تو رک سکتی ہے لیکن اس نے اپنے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔مشال کی تو خیر تھی اسکی ضرورت کی ہر چیز یہاں موجود تھی۔ لیکن التمش کے لیے انہیں تھوڑی محنت کرنی پڑی تھی۔

منظر نے اپنے نئے لیدر کے سلیپرز نکال کر دیے تھے، صد شکر کہ دادی نے اس کے لیے شلوار قمیض کے دو جوڑے لیے ہوئے تھے۔

جس وقت وہ اسکی ضرورت کی چیزیں لیے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ کمرے کے عین وسط میں کھڑا تھا ۔دونوں ہاتھ عادتاً پینٹ کی جیبوں میں ڈالے، چہرے پر الجھن نمایاں تھی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں کھڑے ہیں؟"

قریب آتے مشال نے ناسمجھی بھرے لہجے میں استفار کیا۔

التمش نے چہرہ گھماتے اسے دیکھا پھر سامنے نگاہ کی۔

"ان میں سے تمہارا بیڈ کون سا ہے؟"

مشال کی آنکھیں بے یقینی لیے کچھ اور بڑی ہوئیں۔ کچھ پل کے لیے وہ بول بھی نہیں سکی۔

اسکی خاموشی پر گردن گھما کر استفہام بھری نظروں سے مشال کو دیکھا، مشال نے پلکیں جھپکتے، بنا اسکے چہرے سے نظر ہٹائے، میکانکی انداز دائیں طرف رکھے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ مسکرایا، سر کو ہلکی سی جنبش دی اور آگے بڑھتا ریلیکس سے انداز میں اسکے بستر پر بیٹھا۔ مشال کے دل کی زمین گیلی سی ہونے لگی، اس درجہ احتیاط۔۔۔۔ وہ اتنی دیر اسکے کمرے میں آنے تک کھڑا رہا۔ مشال نے اس سے سرسری سا ذکر کیا تھا وہ اور نوال ایک ہی کمرے میں رہتیں تھیں۔ اسے وہ بات یاد تھی، اور صرف اس لیے کہ اسے مشال کے بیڈ کا نہیں پتہ تھا وہ اتنی دیر بنا بیٹھے اسکا انتظار کرتا رہا، یہ اسکی تکریم کا انداز تھا۔ دیکھنے میں چھوٹا سا عمل تھا مگر اسکا قد مشال کی نظروں میں کہیں گنا بڑھا گیا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے سلیپرز پر مشال کی گرفت غیر محسوس کن انداز میں مضبوط ہوئی تھی۔

"اب تمہیں کیا ہوا ہے؟"

شرٹ کا اوپری بٹن کھولتے اسے بت بنا کھڑا، خود کو دیکھتے پا کر وہ بولا تو مشال کے کھوئے حواس بھی جیسے بحال ہوئے۔

سر جھٹکتے پلکوں کو جھپک کر اس نے تیز رفتاری سے دھڑکتے دل کو ڈپٹا۔

"ہاں جی۔۔۔۔ کچھ نہیں۔ یہ آپ کے لیے دادی نے بھیجے ہیں۔"

بمشکل خود کو سنبھالتے، حال دل سے بے نیاز ہونے کی تگ و دو میں وہ مسکرائی، قدم آگے بڑھائے۔

اسکے قریب جا کر کپڑے بستر پر رکھے اور سلیپرز اسکے سیاہ بوٹس میں مقید پاؤں کے قریب۔ التمش نے آہستگی سے اپنے پیر کچھ پیچھے لیے تھے۔

"تھینک یو۔"

یک لفظی جملا، مگر اسکا لہجہ یہ کہتے ہوئے کبھی بھی عام نہیں ہوتا تھا۔ وہ اب بستر پر رکھے سفید رنگ کے شلوار قمیض کو دیکھ رہا تھا۔

وہ بہت کم شلوار قمیض پہنتا تھا، اسکی پوری وارڈروب میں بمشکل کوئی ایک آدھ سوٹ ہی شلوار قمیض کا ہوتا تھا وہ بھی یوں ہی پڑا رہ جاتا تھا کبھی کسی فوتگی پر ہی یہ اہتمام اسکی جانب سے کیا جاتا۔

"تم نے مجھے رکنے کے لیے نہیں کہا؟"

بنا اسکی طرف دیکھے، وہ اب جھک کر جوتوں کے تسمے کھول رہا تھا۔ جھکے سر کے باعث وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ پائی مگر آواز میں خفگی سی گھلی تھی۔

سامنے کھڑی مشال سے ایک دم کوئی جواب نہیں بن پڑا، وہ اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"اگر منظر بھائی اور زہرہ خالہ منع نہ کرتے تو تم نے مجھے بھیج ہی دینا تھا۔"

اب وہ دوسرے جوتے کے ساتھ نبرد آزما تھا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ رکنا چاہتے تھے۔"

اس نے اتنی آہستہ آواز میں کہا تھا کہ التمش بمشکل سن سکا۔

CamScanner

"یہاں میری نہیں، تمہاری چاہت کی بات ہو رہی ہے مسز مشال التمش۔"

اس سارے کے دوران اس نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ جوتے پیچھے کر کے بیڈ کے نیچے رکھتے پاؤں سلیپرز میں ڈالے، ایک جانچتی نگاہ ڈالی، سلیپرز تھوڑے چھوٹے تھے مگر کام چل سکتا تھا۔

"مجھے لگا آپ یہاں کمفرٹیبل نہیں ہوں گے۔"

اس بار اس نے کہہ دیا تھا۔ التمش نے سر اٹھایا، وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی، نگاہ سے نگاہ ملی، وہ اسکے سامنے اٹھ کھڑا ہوا یوں کہ وہ آمنے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر تھے، اور وہ بمشکل اسکے سینے تک آتی تھی۔

مشال اب نظر اٹھائے اسکا چہرہ دیکھ سکتی تھی۔ "جہاں پنکھا چلنے کے باوجود اسکے ماتھے پر ہلکی سی نمی تھی اور وہ گردن جھکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ التمش نے ایک قدم اور اسکی طرف بڑھایا۔

"جہاں تم ہو گی وہاں میں کمفرٹیبل ہوں گا۔"

کہتے ہوئے وہ ہلکا سا مسکرایا تھا، مشال کی آنکھوں میں ایک دم سے جھلملاہٹ ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے سر جھکا گئی۔ اور ایسا کرتے اسکا سر ہلکا سا التمش کے سینے سے مس ہوا تھا۔

"تو آئندہ تم جب بھی یہاں ٹھہرو، مجھے روکنا مت بھولنا۔"

کندھے جھکا کر چہرہ اسکے کان کے قریب کرتے نیم سرگوشی کی گئی تھی۔ کیا انداز دلربائی تھا، نرم سا تحکم بھرا۔

اور مشال کو پتہ نہیں کیوں رونا آیا تھا۔ وہ رونا چاہتی تھی مگر اسکے سامنے نہیں، پھر وہ سوال کرتا اور اسکے پاس کوئی جواب نہ ہوتا، اپنے رونے کا کوئی جواز نہ ہوتا۔

حب ناولز

وہ بمشکل سر اثبات میں ہلا سکی تھی، تھوڑی سینے سے لگائے وہ اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔ التمش نے اسکے بالوں پر ایک لمحے کے لیے لب رکھے، اگلے ہی پل وہ دو قدم پیچھے ہوا، جھک کر کپڑے اٹھائے اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

اسکے سامنے سے ہٹنے پر تھوڑی اٹھاتے، دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اسکی پشت دیکھی تو آنکھوں میں نمی کی تہہ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

اس کے واش روم کے دروازے کے پیچھے گم ہونے پر مشال نے ہاتھ اٹھاتے، آہستگی سے اپنی دونوں آنکھوں کے پوروں پر دباؤ ڈالا۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

وہ پیچھے مڑتی دروازے تک گئی، دروازہ کھولا تو سامنے نوال کھڑی تھی۔

"دادی نے تمہیں بلایا ہے، کچھ بات کرنی ہے۔"

نوال نے وہیں کھڑے کھڑے پیغام رسانی کی۔

"میں آتی ہوں۔"

مشال نے سر ہلاتے کہا تو وہ وہیں سے پلٹنے لگی۔ جب مشال کو اچانک کچھ یاد آیا تھا۔

"آپی میری بکس؟"

آواز میں بے چینی سی تھی، نوال اسکی طرف مڑی اور سر جھٹکتے مسکرائی، پتہ نہیں اس نے اتنے دن کیسے اپنی کتابوں کے بغیر گزار لیے تھے۔

"تمہارے بیڈ کے نیچے دو کارٹن ہیں، ساری بکس، نوٹس سب میں نے رکھ دیے ہیں۔"

مشال نے تشکر بھری نظروں سے بہن کو دیکھا۔

"میں کل ساتھ لے جاؤں گی۔"

کہتے ہوئے وہ کتنی خوش لگتی تھی۔ نوال نے اثبات میں سر ہلایا اور واپس مڑ گئی۔ اسکے جانے کے بعد مشال سرعت سے اپنے بیڈ کے پاس آئی پنجوں کے بل بیٹھ کر جھکتے نیچے نظر دوڑائی، وہاں دو قدرے درمیانے سائز کے کارٹنز رکھے تھے، ایک کھینچ کر باہر نکالا، ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر اطمینان لیے وہ وہیں نیچے بیٹھی تھی، جیسے بڑی فرصت حاصل تھی، کارٹن اوپر سے سیل نہیں تھا اس نے گتے کے پٹ کھولے اور سب سے اوپر رکھی کتاب اٹھائی، ہاتھ پھیر کر نادیدہ گرد صاف کی، کتابوں سے اٹھتی مہک کتنی بھلی سی لگتی ہے، اور کتابوں سے جڑے احساسات کتنے عجیب سے ہوتے ہیں نا قابل فہم اور بیان کی سرحد سے باہر، وہ بھی انہیں احساسات سے جڑی یوں ہی ورق گردانی کرنے لگی۔

التمش واش روم سے باہر نکلا، مصروف سے انداز میں کرتے کے بٹن بند کرتے اسکے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا ہے؟" سرسری سی نگاہ ڈالتے وہ اب آستینیں فولڈ کر رہا تھا۔

"میری کتابیں۔"

بنا مڑے اپنے شغف جاری رکھے مشال نے کہا تو التمش سر جھٹکتے مسکرایا۔

"فکشن بکس یعنی کہ ناولز۔"

لڑکیوں کی میری کتابوں سے یہی تو مراد ہوتی ہے۔

"جی نہیں، میڈیکل کی کتابیں ہیں۔"

بنا برا منائے اس نے تصحیح کی۔ اسکی پشت پر کھڑے، بازو فولڈ کرتے کرتے اس نے ہونٹ اوہ کے سے انداز میں گول کیے۔

"ہاں یاد آیا، تم نے بی ایس کیا ہے، پرانی کتابیں سنبھال کر رکھنا اچھی ہوبی ہے۔"

سر تائید میں ہلاتے اس نے جیسے سراہا۔

اس بار مشال اسکے پے در پے غلط اندازوں پر مسکراہٹ روکنے میں ناکام رہی۔

"یہ ایم بی بی ایس کے فرسٹ اینڈ سیکنڈ ائیر کی بکس ہیں۔ میرے دو سال ضائع ہوئے ہیں ناں تو بکس میں نے منگوالی تھیں، اور آپ کو پتہ ہے آپی کیا کہتی ہیں؟" وہ اپنی ہی دھن میں بتارہی تھی یہ جانے بغیر کے پیچھے کھڑے التمش کے ہاتھ کف پر ساکت ہوئے تھے، اور ماتھے پر ناسمجھی بھری الجھن لیے بلوں نے اپنی جگہ بنالی تھی۔

"انکے خیال میں میں نے ان بکس کے اتنے رٹے لگا لیے ہیں کہ اگر ایم بی بی ایس کا پروگرام پرائیویٹ کینڈیڈیٹ کے لیے میسر ہونے کا مجاز ہوتا تو میں نے باآسانی پہلے دو سال پاس کر لینے تھے۔"

اپنی بات کے اختتام پر وہ خود ہی ہنسی تھی۔ ہاتھ میں پکڑی کتاب واپس کارٹن میں رکھی۔ التمش کی بے آرامی بھری نظریں اسکی پشت پر جمی تھیں، جہاں اسکے بال چوٹی میں مقید اسکے جھکنے کے باعث ایک طرف ڈھلک گئے تھے۔ اور کہیں نہ کہیں اسکے دل کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں، بے چینی سے، اضطراب لیے۔

اس سب میں اسکے اندر یہ احساس شدت اختیار کرنے لگا تھا کہیں کچھ غلط ہو چکا تھا، کچھ ایسا جو وہ نہیں چاہتا تھا۔

وہ اب اٹھ کر کھڑی ہوتی شانے پر سے پھسلتا آنچل درست کرتے اسکی طرف پلٹی۔

"ہم یہ بکس کل ساتھ لے چلیں گے۔"

ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی تو آنکھوں میں جگنوؤں سی چمک نے جیسے کوئی پردہ سا ڈال دیا تھا، اس نے ایک بار بھی اسکے چہرے پر رقم تاثرات جانچنے کا تردد نہیں کیا تھا، ورنہ وہ ایک بار تو ضرور چونکتی۔ اسکی کلائی کا بریسلٹ زرتار دوپٹے میں کہیں اٹکا تھا، اور وہ چہرہ جھکائے اس کے ساتھ نبرد آزما تھی۔

"آپ کو پتہ ہے جب ہمارے رشتے کی بات چل رہی تھی۔" ایک بار پھر سے آپ کو پتہ ہے سے آغاز لیا گیا التمش نے ہونٹ سختی سے بھینچے اسکے چہرے پر نظریں جمائے رکھیں۔ آج بہت سے آپ کو پتہ ہے اچانک سے اسے پتہ چلتے اسے بے آرام کرتے، سکون غارت کرتے جا رہے تھے۔

"سچ بتاؤں تو میرے کچھ خدشے تھے، میرا ایڈمیشن ہونے کو تھا، میں ذہنی طور پر بالکل تیار تھی، ایم بی بی ایس میرا خواب تھا جس کے بہت قریب کھڑی تھی میں۔"

اپنے دوپٹے میں الجھی وہ سادگی سے بے تکان بولتی التمش کے دل و دماغ کو ایک لامتناہی سی تھکاوٹ سونپ چکی تھی، وہ باوجود کوشش کے بریسلٹ کی پکڑ سے دوپٹہ آزاد نہیں کروا پا رہی تھی، اسکے چہرے پر ہلکی سی جھنجھلاہٹ نے چھب دکھائی، تو یک ٹک اسکا چہرہ دیکھتے التمش کی نگاہ پھسلی، اور پھر میکانکی انداز میں ہاتھ اسکی مدد کے لیے بڑھتے چلے گئے۔ مشال نے مسکرا کر ہاتھ پیچھے کرتے اپنی کوشش ترک کر دی۔ وہ اب اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی جہاں صرف سنجیدگی تھی۔

"ایسے میں ایک دم سے شادی کی باتیں چلنے لگیں، میں تھوڑی ڈسٹرب تو ہوئی تھی لیکن پھر نوال آپی نے مجھے سمجھایا کہ میں اپنی اسٹڈیز شادی کے بعد بھی تو جاری رکھ سکتی ہوں، اور آپ کی فیملی میں تو پہلے ہی ڈاکٹرز موجود ہیں، میرے لیے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

امید اور یقین کے بیچ کہیں پر اعتماد سی بولتی مثال، اس وقت التمش کے لیے کڑا امتحان ثابت ہو رہی تھی، ذرا سی کوشش اور اسکا دوپٹہ آزاد ہو چکا تھا۔ مگر التمش کا اپنا دل مستقبل کے کہیں اندیشوں کی قید میں جکڑا جا چکا تھا۔

فوری طور پر اسے کیسے ری ایکٹ کرنا تھا وہ یہ طے کرنے سے قاصر تھا۔ اسکے دوپٹے کا پلو ہاتھ سے پھسلا تو نگاہ واپس اپنے مرکز پر آن ٹھہری، مثال کی آنکھوں کی چمک، ہونٹوں کی مسکراہٹ اور چہرے کا سکون، کچھ دیر کے لیے وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا، گردن کی ہڈی ڈوب کر ابھری تھی۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا غلطی کہاں ہوئی تھی؟ اور کس سے ہوئی تھی؟ ایسی ہی کسی صورت حال سے بچنے کی خاطر اس نے نومیہ سے اپنی شرط پہلے ہی رکھنے کے لیے کہا تھا، اور نومیہ نے اسے بتایا تھا کہ وہ یہ بات زہرہ خالہ تک پہنچا چکی ہیں، تو پھر مثال کیسے بے خبر رہ سکتی تھی، اپنے اتنے اونچے خوابوں کے مینار لیے وہ اسکی زندگی میں داخل ہوئی تھی اب جب اسے حقیقت کا ادراک ہو گا تو التمش کا قد اس مینار کے آگے ایک بونے جتنا تو رہ جائے گا۔

اس نے کیا چاہا تھا ایک آسان اور سادہ سی خوشحال ازدواجی زندگی، اور اتنے دنوں سے وہ جتنا پر سکون اور مطمئن تھا یہ صرف وہی جانتا تھا، اب یوں سکون کے ٹھہرے سمندر میں مثال کی باتوں سے اک دائرہ سا بنتا کسی بڑے تلاطم کا پیش خیمہ لگنے لگا تھا۔

CamScanner

اور ہمیشہ سے سٹریٹ فارورڈ بات کرنے کے عادی التمش کے لیے پہلی بار الفاظ گم ہوئے تھے، وہ چاہ کر بھی ان آنکھوں میں چمکتی امید کی روشنی سچائی کی پھونک مار کر بجھا نہیں سکتا تھا۔ یہ اسکے لیے مشکل ترین تھا۔ تو پھر اپنے نظریات سے دستبردار ہونا کیا یہ آسان تھا؟

اس دوراہے پر کھڑے، الجھن کی دھند میں لپٹے دماغ کی بصیرت سلب ہو چکی تھی۔

"شادی سے پہلے زہرہ خالہ نے اس بارے میں تم سے کوئی بات نہیں کی تھی مشال؟"

اچانک سے بولتے اسے اپنی آواز اجنبی سی لگی تھی۔ اور مشال نے اسکی بات سن کر چونکتے آنکھیں میچیں، پھر تاسف بھرے انداز میں اپنے ہاتھ سے ماتھے چھوا۔

"دادی نے مجھے بلایا تھا، میں تھوڑی دیر میں واپس آتی ہوں۔"

سرعت سے کہتے تائید طلب نظروں سے اسے دیکھتے وہ بولی تو التمش نے سر کو جنبش دی، وہ تیزی سے پلٹتی کمرے سے نکل گئی اور التمش کا سوال ہوا میں کہیں تحلیل ہوتا جواب کی امید کھو بیٹھا۔

پر سوچ سے انداز میں وہ وہیں قریب بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گیا، دونوں کہنیاں رانوں پر ٹکائے، ہاتھ باہم اضطرابی کیفیت میں جکڑے وہ قدرے آگے جھک کر بیٹھا تھا، خالی خالی نگاہیں سامنے رکھے کارٹن میں سے جھانکتی کتابوں پر ٹکی تھیں اور اتنے دنوں سے اس کے چہرے پر چھایا اطمینان اس لمحے مفقود تھا، اس وقت وہاں الجھنوں کا اک جال سا بچھا تھا۔

....

CamScanner

وہ دادی کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اپنے بستر پر نیم دراز، پیچھے ٹیک لگائے جیسے اسی کی منتظر تھیں، ساتھ ہی نوال کروٹ انکی طرف لیے، آنکھیں موندے، سینے تک چادر تانے لیٹی سونے کی تیاری میں تھی۔

"سوری دادی آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔"

دروازہ بند کرتے وہ انکی طرف بڑھی، نوال نے بھی آنکھیں کھول دیں لیکن یوں ہی لیٹی رہی۔

""یہاں آؤ میرے پاس۔"

اپنے قریب ہاتھ بیڈ پر رکھتے زہرہ بی نے مسکراتے کہا تو وہ انکی طرف منہ کیے انکے سامنے بستر کے دہانے پر ٹک گئی۔

"تم خوش ہو ناں مشال اپنے گھر میں؟"

اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرتے پوچھا تو مشال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے دادی، چہرے پر ٹیوب لائٹ جل تو رہی ہے۔"

ایک بازو سر کے نیچے رکھتے نوال نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تھا، مشال نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔ ورنہ وہ اسکی اور کھچائی کرتی۔

"ماشاءاللہ۔ التمش تمہارا خیال تو رکھتا ہے نا؟"

دادی نے پھر سے سوال کیا۔

"جی دادی۔ بہت خیال رکھتے ہیں۔"

اس بار مشال نے انکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے انکی تسلی کرانی چاہی۔

"ہوں۔" دادی نے خوش دلی سے ہنکارا بھرا، ساتھ ہی ایک گہرا سانس لیا۔

"بہت اچھا بچہ ہے۔ ایسے رشتے روز روز نہیں ملتے، اور بچیوں کی تو جتنی جلدی شادی ہو جائے اتنا اچھا ہوتا ہے۔ منظر بھی تمہاری طرف سے بہت سکون سے ہے، التمش کی بہت تعریف کرتا ہے۔"

زہرہ بی بات سے بات نکالتی جارہی تھیں، مشال سادگی سے مسکراتی سنتی رہی۔

"لیکن سسرال میں جگہ بنانا مشکل ہوتا ہے، لڑکیوں کو بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں بیٹا۔"

انکا لہجہ ایک دم سے محتاط سا ہونے لگا تو نوال بول اٹھی۔

"ارے دادی، مشی کا کون سا لمبا چوڑا سسرال ہے، اپنا الگ پورشن ہے۔ آپ کیوں اسے ڈرا رہی ہیں۔"

نوال نے لاپرواہی سے کندھے اچکے۔ اس دوران مشال ایک خاموش سامع بن کر رہ گئی تھی جو کبھی دادی کو دیکھتی اور پھر نوال کے بولنے پر اسکو۔

"ڈرا نہیں رہی بیٹا، سمجھا رہی ہوں۔ اور سسرال نہ سہی شوہر تو ہے نا، اسکے دل میں جگہ بنانے کے لیے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

گردن گھما کر نوال کو دیکھتے کہا۔ پھر کن اکھیوں سے مشال کا چہرہ دیکھا۔

"اس لیے شوہر سے کبھی غیر ضروری بحث نہیں کرتے، اور بعض اوقات گھر گرہستی کا امن و سکون برقرار رکھنے کے لیے اپنی کسی جائز مانگ سے دستبردار بھی ہونا پڑے نا پتر تو جی بڑا کر لینا، انا کو آڑے

مت آنے دینا۔ مرد کے احساسات کسی تالے کی طرح ہوتے ہیں جسکی سبھی کنجیاں عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ عورت کو پتہ ہونا چاہیے اس نے کس تالے کو کھولنا ہے اور کسے نہیں، کیوں کہ ایک غلط تالا کھول دینے سے اچھی خاصی پر سکون زندگی تباہی کے دہانے پر آکھڑی ہوتی ہے۔"

مشال پوری توجہ سے انکی بات سن رہی تھی تو دوسری طرف نوال نے ہاتھ کی پشت منہ کے آگے رکھ کر جمائی لی۔ پتہ نہیں دادی کیوں اتنی مشکل مشکل باتیں کر رہی تھیں۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر دادی نے جانچتی نظروں سے مشال کا چہرہ دیکھا۔

"تم نے ابھی تک داخلے کی بات تو نہیں کی نا التمش سے؟"

وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھولتی اس سے پہلے ہی کہنی ٹکا کر ہاتھ پر سر رکھتے اونچا چہرہ کیے نوال بول پڑی۔

"ہاں مشی تمہیں اب تک بات کر لینی چاہیے تھی۔"

زہرہ نے گردن گھما کر بڑی پوتی کو سرزنشی نظروں سے دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ایسی کوئی بات کرنے کی۔ اسکی نئی نئی شادی ہوئی ہے گھر کو وقت دے، شوہر کو وقت دے، اتنی روکھی سوکھی مشکل پڑھائی میں پڑ جائے گی تو نہیں وقت کہاں سے دے گی۔"

ذرا سختی بھرے لہجے میں زہرہ نے ٹوکا تو جہاں مشال کا ماتھا ٹھنکا، وہیں نوال بھی لیٹے سے اٹھ بیٹھی۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہیں دادی؟ اس طرح تو نوال کا یہ سال بھی ضائع ہو جائے گا۔"

نوال نے قدرے تیز آواز میں احتجاج کیا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ پہلے بھی تو دو سال ضائع ہوئے ہیں ناں۔ اس وقت مشال کے لیے گھر اور شوہر زیادہ ضروری ہیں۔"

زہرہ نے کمال اطمینان سے اسکی بات ہوا میں اڑادی تھی۔ مشال شل سی ساکت بیٹھی رہ گئی ۔ گونگوں سی کیفیت لیے، دادی کا مطمع نظر سمجھنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے ذہن ودل کے ساتھ۔

"لیکن کیوں دادی؟ ہمیشہ مشال ہی کیوں قربانی دے؟ پہلے دو بار ایسا ہوا ہے تو کیا تیسری بار بھی ایسا ہونا ضروری ہے۔ آتش بھائی کے ویسے مسائل نہیں ہیں جیسے ہمارے تھے، وہ اسے سپورٹ کر سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے وہ ایسا ہی کریں گے۔"

اسکا فق ہوتا اترا ہوا چہرہ دیکھتے نوال جہاں جھنجھلائی تھی وہیں دادی کی عدالت میں پوری جانفشانی سے اسکا کیس بھی لڑتی ہمیشہ کی طرح بہن کی ڈھال بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"نوال فضول کی بحث مت کیا کرو، کچھ باریکیاں ہوتی ہیں جنہیں تم بچے نہیں سمجھ سکتے۔"

انہوں نے اسے ڈپٹ دیا تھا۔ اور یہ نوبت بہت کم آتی تھی۔ نوال کچھ دیر سوچتی نظروں سے انکا چہرہ پڑھتی رہی اور پھر وہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچ گئی۔

"آپ کو نومیہ آنٹی نے شادی سے پہلے اس بارے میں کوئی بات کہی تھی دادی؟"

ناچاہتے ہوئے بھی نوال کی آواز تلخ ہونے لگی تھی۔

وہ جواب طلب نظروں سے زہرہ بی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کچھ پلوں کے لیے ان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس سارے میں پہلی بار مشال بری طرح چونکی، کتنے ملتے جلتے الفاظ تھے، ذہن کے پردے پر

CamScanner

کچھ دیر پہلے کا منظر دھندلا سا ظاہر ہونے لگا اور اسکے ساتھ ہی کسی کی آواز جیسے ابھی ابھی کانوں میں گونجی ہو۔

"شادی سے پہلے زہرہ خالہ نے اس بارے میں تم سے کوئی بات نہیں کی تھی مشال؟"

دھند چھٹی، منظر واضح ہوا اور وہ سب دکھائی دینے لگا جو پہلے نظر نہیں آرہا تھا۔

"یا پھر التمش نے منع کیا تھا؟"

اپنی ہی آواز اسے دور کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی، آنکھوں میں بے یقینی وامید بیک وقت گڈ مڈ ہوئے اور وہ سپید چہرہ لیے دادی کو دیکھنے لگی، کاش وہ اسکی تردید کر دیتیں، اسکے اندازے تو ویسے بھی اکثر و بیشتر غلط ہی ثابت ہوتے تھے اور اس بار تو وہ صدق دل سے چاہتی تھی ایسا ہی ہو۔

زہرہ بی نے نظریں چرائیں، اور یہی وہ لمحہ تھا جب مشال کے اندر کہیں دور کچھ بری طرح ٹوٹا تھا، اسکا امید بھرا دل۔ یہ صرف دل نہیں تھا اس میں مقید کسی کا بت بھی پورے قد کے ساتھ زمین بوس ہوتا پاش پاش ہوا تھا۔

"مشال پتر! تم اپنی دادی کو غلط مت سمجھنا، اس وقت مجھے یہی صحیح لگا۔"

دادی کی کمزور آواز چغلی کھا رہی تھی اسکے سبھی اندیشے غلط نہیں تھے، جہاں مشال کو شاک لگا تھا وہاں نوال کے لیے بھی یہ ناقابل یقین تھا، وہ خود پھٹی پھٹی نظروں سے نیم وا ہونٹ لیے دادی کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"نومیہ نے بتایا تھا التمش نہیں چاہتا شادی کے بعد تم پڑھو۔"

کوئی بم تھا جو ان دونوں کے سروں پر گرا تھا، مشال کی گرفت دادی کے ہاتھ پر کمزور پڑی۔

وہ اس قدر شاک میں تھی کہ اسے سمجھ نہیں لگ رہی تھی اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس وقت وہ صرف چپ رہ سکتی تھی، اس سے زیادہ کسی ردعمل کی اسکا ماؤف ہوتا دماغ اجازت نہیں دے رہا تھا۔

"اور آپ نے اتنی بڑی بات ہم سب سے چھپائی دادی؟" نوال کی غم و غصے سے آواز کانپ سی گئی، صد شکر کمرے میں پنکھا چل رہا تھا اور نہ اسکی آواز اتنی بلند تو تھی کہ باہر سنائی دیتی۔

"بابا کو بھی پتہ تھا؟"

ان سے جرح کرتے اسکی نظر مشال کے فق ہوئے چہرے پر ٹھہر سی گئی۔

"نہیں۔ میں نے کسی کو بھی نہیں بتایا۔ اس وقت مجھے یہی صحیح لگا تھا۔ تم لوگوں کو پتہ چلتا تو تم لوگوں نے انکار کر دینا تھا اور اتنا اچھا رشتہ۔۔"

"رہنے دیں دادی۔ اچھا رشتہ اچھا رشتہ۔۔ اتنا ہی اچھا رشتہ ہوتا تو وہ شادی سے پہلے یوں شرطیں نہ رکھتے۔"

نوال کا دل یکا یک بدظن ہوا تھا۔ اسے اس وقت دادی کے ساتھ ساتھ التمش پر بھی غصہ تھا اور اس سے بڑھ کر مشال کے لیے ہمدردی و ترحم۔ ہمیشہ اسکے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا تھا، ہر بار امید اسی کے ہاتھ سے ریت بن کر کیوں پھسل جایا کرتی تھی، وہ بہت مضبوط تھی مشال کی طرح جلدی روتی نہیں تھی بلکہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں جت جایا کرتی تھی، لیکن اس وقت اسکی آنکھوں میں نمی سی ابھرنے لگی تھی۔

اور اسکے برعکس ہر وقت رونے کو تیار رہنے والا نمک کا مجسمہ سنگ مرمر میں ڈھل گیا تھا، پتھرائی ہوئی آنکھوں سے یک ٹک دادی کا چہرہ دیکھتے وہ ایک لفظ نہیں بولی تھی۔

CamScanner

"مشال تم میری بات سنو، میری نیت غلط نہیں تھی، میرے سامنے گھر کے حالات تھے کیا پتہ اس سال بھی تمہارا داخلہ کرانے کی گنجائش منظر کے پاس نکلتی نہ نکلتی، تو ایک غیر یقینی سی آس پر میں کیسے منع کر دیتی، نومیہ نے کہا تھا التمش ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے جو شادی کے بعد گھر داری پر پوری توجہ دے، دیکھا جائے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے بیٹا ہر انسان کے ذہن میں اپنے شریک حیات

کے لیے ایک سانچہ ہوتا ہے۔ شادی نہ بھی ہوتی تو بھی کیا پتہ آگے پڑھائی تمہارے نصیب میں لکھی تھی یا نہیں۔"

اسکا ہاتھ اپنے نحیف ہاتھوں میں لیے وہ متانت بھرے لہجے میں بولتی جا رہی تھیں، کہیں توجیحات ، کہیں دلائل مگر سب اس وقت بھر بھری ریت کی سی حیثیت اختیار کر گئے۔ سامنے سر جھکائے بیٹھی وہ سن رہی تھی مگر سمجھ نہیں رہی تھی۔ نوال نے تنفر سے سر جھٹکا، وہ قائل نظر نہیں آتی تھی۔

"ہماری زندگی میں آنے والی ہر اچھی چیز ایک نعمت کی طرح ہوتی ہے، تمہارے حصے کی نعمتیں تم تک ہر صورت آ کر رہیں گی جلد یا بدیر، وقت کا تعین تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ تم اپنی خوشی صرف کسی ایک چیز کے ساتھ نتھی کر لو گی تو ہر دوسری میسر آئی چیز کی قدر کھو دو گی بھلے وہ کتنی ہی بیش و قیمت کیوں نہ ہو، ان لوگوں میں سے مت ہو جو در پر آئی نعمت سے انکاری ہو جاتے ہیں، قدر نہیں کرتے اور بے قدرے لوگوں سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔ اپنی زندگی میں آنے والی ہر نعمت کو وقت اور درجہ بندی کی قید سے نکال کر پوری رضامندی سے اپناؤ، کیوں کہ جو تمہارا ہے وہ تم تک ضرور آئے گا، اور جو تمہارا نہیں ہے تم لاکھ کوشش کر لو میسر نہیں آئے گا۔"

حب ناولز

مشال کی پتھر ہوئی آنکھوں میں گلے کی بے ہنگم سی دراڑیں پڑنے لگیں۔ اور پھر وہ بولی تو آواز میں دبی دب ی سی مزاحمت تھی۔

"آپ کی ساری باتیں ٹھیک ہیں دادی، بس اس وقت میرے دل کو اچھی نہیں لگ رہیں۔"

آہستگی سے اپنا ہاتھ انکے ہاتھ سے نکالا۔ نوال چپ چاپ، چہرے پر تاسف، ترحم اور غصے کے ملے جلے جذبات لیے اسے دیکھتی رہ گئی۔

دادی اسکی بات کا برا منائے بنا مسکرا دیں۔ پھر ایک گہرا سانس بھرتے سر کو ہلایا۔

"دادی سے ناراض ہو؟ کوئی بات نہیں تمہارا حق بنتا ہے۔ لیکن دادی کی ایک درخواست ہے تم سے پتر ،جو بھی ہوا اس میں میری غلطی ہے۔ اس سب کا اثر اپنے اور التمش کے رشتے پر مت پڑنے دینا، اس کا کوئی قصور نہیں بتایا ہاں، ساری بات شادی سے پہلے وہ اپنی طرف سے واضح کر چکا تھا۔ تم اور وہ ایک ساتھ خوش ہیں. میری بیٹی بہت سمجھدار ہے وہ کبھی دوسروں کے احساسات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔"

زہرہ بی کے لہجے میں التجا سی در آئی۔ اور وہ آخری بات اسکے لیے باعث تکلیف ثابت ہوئی تھی۔ دل بھر بھر سا گیا۔ آنکھوں کی زمین پر خار دار کانٹے اگتے اسے نم کرتے چلے گئے۔

"اور دوسرے بھلے میرے احساسات کا جنازہ نکالتے پھریں دادی، انہیں تو سب معاف ہے۔"

یہ اسکی طرف سے ناراضگی کا واضح اظہار تھا، ایک آخری پر شکوہ نگاہ ان پر ڈالتی وہ سرعت سے انکے سامنے سے اٹھتی، پلٹ کر تیز رفتاری سے دروازے کی جانب بڑھی۔ نوال نے زخمی نظروں سے اسے جاتے دیکھا، دادی نے دلگرفتگی سے پہلے اسے جاتے دیکھا پھر مدد طلب نگاہیں نوال کی طرف پلٹیں ۔وہ ان نظروں کا متن سمجھتی تھی۔

CamScanner

"میں کچھ نہیں کر سکتی دادی، آپ نے اسکے ساتھ جان بوجھ کر زیادتی کی ہے۔"

صفاچٹ جواب دیتے وہ بوجھل دل اور آنکھوں کے ساتھ دوسری طرف کروٹ لیتے لیٹتی سر تک چادر تان گئی تھی۔ زہرہ بی پر ملال سی اکیلی بیٹھیں رہ گئیں، اسکے نحیف جھریوں زدہ چہرے پر گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

تو کیا انکا فیصلہ غلط تھا؟ اسکا تعین آنے والا وقت کرنے والا تھا۔

....

رات کے ساڑھے دس بجنے کو تھے کمرے میں پنکھا چلنے کی آواز کے علاوہ سکوت کا عالم تھا، وہ اپنے بستر پر چت دراز تھی، سینے تک لان کا دوپٹہ تانے، ایک ہاتھ ناف پر اور دوسرا بازو آنکھوں پر رکھے، ہونٹ سختی سے آپس میں پیوست تھے وہ شاید جاگ رہی تھی، نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی لیے نیم اندھیرے میں بھی اسکے پاؤں پر گرم پٹی بندھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"یہ دودھ کے ساتھ دوائی لے لو ماہین، درد کا آرام آجائے گا۔"

صابرہ ہلدی ملا نیم گرم دودھ لیے اسکے سرہانے کھڑی تھیں، ماہین نے آنکھوں پر سے بازو ہٹایا اور بنا کچھ کہے اٹھ بیٹھی۔ انکے ہاتھ سے دودھ کا گلاس اور ٹیبلٹ لی۔ صابرہ گھٹنے پر ہاتھ رکھتے وہیں اسکے قریب ٹک گئیں۔ وہ خفا تھی ورنہ دودھ پیتے اسکی جان جاتی تھی کجا کہ ہلدی ملا دودھ۔

"میں تم سے بات کرنا چاہتی تھی اس بارے میں۔ مگر پھر مجھے لگا ضرورت نہیں ہے جب میں آذر کو شہرین کے ماموں کے لیے پہلے ہی انکار کر چکی ہوں تو تمہیں بتانے کا کیا مقصد؟ مجھے کیا پتہ تھا وہ دوبارہ یہ بات اس انداز میں اور ایسے موقعے پر چھیڑے گا۔"

وہ بغور اسکے چہرے کو دیکھتے نپے تلے الفاظ کا استعمال کرتیں اسکی ناکی جانے والی شکایت دور کرنے کی جہد میں تھیں۔

ایک ہی سانس میں جی کڑا کرتے دودھ حلق سے نیچے انڈیلتے، بے تاثر چہرے کے ساتھ وہ خالی گلاس انہیں واپس کرتی دوبارہ لیٹ گئی تھی، انکی بات پر بنا کوئی تبصرہ کیے۔

"تم مجھ سے کیوں خفا ہو رہی ہو ماہین؟"

اب کی بار پوچھے سوال میں افسردگی کا تاثر رچا بسا تھا، بچوں کی آپسی مدبھیڑ کے گرداب میں مائیں عموماً پھنس جایا کرتی ہیں۔

وہ یوں ہی لیٹی رہی ماتھے پر بازو رکھے، خاموش حتی کہ صابرہ کو گمان ہونے لگا وہ کچھ بھی کہیں وہ ایک لفظ منہ سے نکالنے پر آمادہ نہیں ہو گی۔

بوجھل دل کے ساتھ ایک ٹھنڈی آہ بھرتے جب وہ اٹھنے لگیں تو اسکی آواز پر رک سی گئیں۔

"میں ناراض نہیں ہوں امی، بس اکتا گئی ہوں۔ زندگی پے در پے امتحان لے رہی ہے مجھ سے، کچھ ایسے امتحان جن کے لیے میں ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔ لیکن آپ فکر مت کریں میں اس بھی نکل آوں گی۔ میں نے خود کو بچانا سیکھ لیا ہے۔"

CamScanner

ماہین پنکھے کے گھومتے پروں پر نگاہ جمائے ہوئے تھی اسکی غیر واضح، مبہم سی باتوں میں پنہاں مفہوم صابرہ سمجھ نہیں پائی تھیں، تبھی اس سب کو شام والے واقعہ سے تعبیر کیا تھا۔

"میں نے صفیہ سے کہا ہے تمہارے لیے کوئی معقول رشتہ دیکھنے کو۔"

اچانک ہوئے انکشاف پر ماہین نے سرعت سے نظریں گھما کر انہیں شاکی انداز میں دیکھا، کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر صابرہ نے اسے سختی سے روک دیا۔

"اور اب میں تمہاری کوئی تاویل نہیں سننے والی۔ تم اپنی زندگی برباد کرنے پر تلی ہو میں جان بوجھ کر آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھ سکتی۔ آج جس طرح تم اور آذر آمنے سامنے آکھڑے ہوئے تھے اس کے بعد تو میرا دل ہول رہا ہے، کیا چاہتی ہو کل کو سارا محلہ یہ تماشہ ہوتا دیکھے؟"

انکے لہجے میں بے بسی بھرا غصہ در آیا، آذر کچھ سننے کو تیار نہیں تھا لے دے کر ماہین ہی تھی جس کے سامنے وہ اپنے خدشات، اپنی بھڑاس نکال سکتیں تھیں۔

"تو اس سب میں میری کیا غلطی ہے امی؟ اگر آذر بھائی کو اتنا ہی میرا خیال ہوتا تو مجھے گھر سے باہر چند ہزار کی نوکری کے لیے خوار ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ دو سالوں سے جاب کر رہی ہوں میں انہیں کبھی میری جاب چھڑانے کا خیال نہیں آیا، تب انہیں لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں تھی، انکی مردانہ انا کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچی۔ تو اب کیوں انہیں میری نوکری آنکھوں میں کھٹکنے لگی ہے۔ یہ صرف بہانے ہیں امی، انھیں لگتا ہے وہ یوں میرے بارے میں، میرے کردار کے بارے میں بات کریں گے، پریشرائز کریں گے تو میں انکی بات مان لوں گی۔ اتنی کمزور تو نہیں ہوں میں امی کہ اپنے لیے اسٹینڈ نہ لے سکوں۔"

حب ناولز

اسے ماں کا خیال تھا تبھی وہ دھیما سا بولی، مگر نہ چاہتے ہوئے بھی آواز میں سختی اور لہجے میں تلخی گھلتی چلی گئی۔

"آپ کو میرے لیے کوئی رشتہ دیکھنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے، میں شادی نہیں کرنے والی امی۔"

دوٹوک اور حتمی انداز، وہ اپنی بات مکمل کر چکی تھی۔

صابرہ نے اسکے چہرے پر نظریں مرکوز کیے متاسف انداز میں سر آہستگی سے ہلایا۔

"تو پھر کیا چاہتی ہو تم اس گھر کو میں میدان جنگ بنا خاموشی سے دیکھتی رہوں؟ کچھ نہ کروں تاکہ آذر کو اپنی من مانی کرنے کا موقع مل جائے۔ ایک بات یاد رکھنا ماہین، گزرتے وقت کے ساتھ اس گھر میں میرے فیصلوں کی حیثیت ختم ہوتی جا رہی ہے یہ آخری کوشش ہے جو میں تمہارے بہتر مستقبل کے لیے کرنا چاہتی ہوں۔ اور اسی میں تمہاری اور ہم سب کی بھلائی ہے۔ اس لیے مجھے امید ہے کم از کم تم میرے لیے کسی نئی تکلیف کا باعث نہیں بنو گی۔"

اپنی عمر اور تجربے کی بنیاد پر وہ جو بصیرت رکھتیں تھیں اسکے پیش نظر مستقبل کا جو نقشہ وہ دیکھ رہی تھیں وہ انکے لیے دل دہلا دینے والا تھا۔

ماہین نے خفگی بھری نظروں سے انہیں دیکھا مگر لب سی گئی، اس وقت مزید بحث کا یارا اس میں بھی نہیں تھا۔

صابرہ ایک آخری خاموش نظر اس پر ڈالتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور وہ خلاؤں میں گھورتی کسی گہری سوچ میں ڈوبتی چلی گئی۔

....

CamScanner

صبح کی روشنی ابھی پوری طرح سے پھیلی نہیں تھی، ہوا میں نمی کا ہلکا سا تاثر ابھی بھی موجود تھا، یہ پارک کا منظر تھا اور دور سے رننگ ٹریک پر ہاشم اور نور بھاگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ آج کل ہاشم کو نور کو ساتھ لانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی وہ اسے خود ہی ٹریک سوٹ پہنے, خوش باش سی تیار ملتی تھی۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ بھاگتے آ رہے تھے، یہ انکا تیسرا چکر تھا، بینچ کے قریب آ کر نور جہاں خود رکی تھی ،وہیں ہاشم کا بازو تھام کر اسے بھی زبردستی روکا تھا۔

"آج کے لیے بس، اتنا کافی ہے اپی۔"

قدرے غیر ہموار سی سانس کے درمیان وہ بولی تھی، ہاشم کچھ کہنے لگا پھر اسکے سرخ پڑتے چہرے پر چمکتے پسینے کے قطروں کو دیکھتے سر اثبات میں ہلا دیا۔

بنچ پر بیٹھتے نیچے جھک کر قریب رکھے اپنے بیگ میں سے پانی کی دو بوتلیں برآمد کرتے وہ سیدھا ہوا اور ایک بوتل نور کی جانب بڑھائی۔

پانی کی بوتل منہ سے لگائے ہاشم کی نظر اسی طرف آتے صدیقی صاحب پر پڑی تھی، آنکھوں میں استعجاب لیے وہ انہیں دیکھ رہا تھا وجہ انکے ساتھ ہوا ایک نیا اضافہ تھا۔ انکا بلڈوگ نسل کا نیا سیاہ رنگ کا کتا، جسکے گلے میں پٹہ ڈال رکھا تھا اور اسکی لیدر کے چمڑے سے بنی رسی صدیقی صاحب کے ہاتھ میں تھی، دور سے دیکھنے پر ہی کافی خوف ناک سا لگتا تھا۔ پانی پی کر بوتل کے اوپر ڈھکن لگاتے گردن

حب ناولز

گھمائے ہاشم کی طرف دیکھتے، انہیں نور بھی دیکھ چکی تھی اور اسکے ساتھ ہی چہرے پر کوفت نمایاں ہوتی چلی گئی۔

"آہ۔۔۔ صدیقی انکل کو کیا ضرورت ہے کتے پالنے کی، پہلے ہی ہم انکے پچھلے کتے سے تنگ تھے۔"

وہ ایک ہی لین میں رہتے تھے، ریٹائرڈ کرنل اشفاق صدیقی پینسٹھ سے اوپر زندگی کی بہاریں دیکھ چکے تھے، اور انکی کتوں سے محبت اکثر و بیشتر دوسروں کے لیے زحمت بنی رہتی تھی خاص کر کے تب جب کبھی انکے گھر کا گیٹ کھلا رہ جائے، انکا پہلے والا کتا بھی اچھا خاصہ خونخوار تھا جو کچھ ماہ پہلے مر گیا تھا، اسکے بعد صدیقی صاحب اپنے بیٹے کی طرف انگلینڈ گئے تھے اور اب واپسی پر نئی سوغات ساتھ لائے تھے۔

"اب یہ بات انکے سامنے مت بولنا۔"

انکے قریب چلے آنے پر ہاشم اپنی جگہ سے اٹھتے نیم سرگوشی میں نور سے بولا، چند قدم خود ہی انکی طرف لیے۔ یہ ایک احتیاطی تدبیر تھی کتے کو نور کے قریب آنے سے روکنے کے لیے۔ نور کی کتوں کے ساتھ کچھ خاص بنتی نہیں تھی اور اس وقت بھی وہ دونوں بازو سینے پر باندھے، آنکھوں میں تندہی لیے انکے کتے کو ہی گھور رہی تھی جو اپنے لٹکے ہوئے چہرے پر بڑا سا جبڑہ کھولے زبان باہر نکال کر اطراف کا اپنی گول آنکھوں سے جائزہ لے رہا تھا۔

ہاشم ان سے ہاتھ ملاتا سلام دعا کر رہا تھا جب صدیقی صاحب اسکے عقب میں نظر آتی نور کو دیکھ کر مسکرائے۔

"نور ہاؤ آر یو؟"

وہ اپنے نام پر ذرا بھر چونکی، پھر اٹھ کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔ مگر وہیں جمی رہی۔

"میں ٹھیک ہوں انکل۔ آپ پھر سے کتا لے آئے ہیں۔"

کہتے ہوئے اپنی بے زاری چھپانے کو وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

"اوہ لیس! ہز نیم از ماریو۔"

رسی تھامے ہاتھ سے ہی اپنے کتے کا سر سہلاتے وہ پر جوش سے بولے، ماریو نے بھی آنکھیں بند کر کے مالک کی محبت بھرا دلاسہ وصول کیا تھا۔ نور کا حلق تک کڑوا ہوا (جیسا کتا، ویسا نام)۔

صدیقی صاحب نے بھی اسکی ناپسندیدگی بھانپ لی تھی شاید تبھی وہ زور سے ہنسے۔

"کم آن! بیٹا تم ڈر کیوں رہی ہو؟ یہ بہت فرینڈلی ہے۔"

وہ نور کو کسی بچے کی طرح پچکارنے کے انداز میں کہہ رہے تھے جو کنوینس نظر نہیں آتی تھی۔ ہاشم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روک رکھی تھی۔

"ایسا آپ نے اپنے پہلے کتے کے بارے میں بھی کہا تھا اور میں نے یقین بھی کر لیا تھا مگر پھر ایک دن اس نے مجھے پورے سیکٹر میں دوڑایا تھا۔"

آنکھیں چھوٹی کیے کتے کو گھورتے نور کا لہجہ شکایتی تھا۔ کتا بھی مسلسل اسے خود کو تند و تیز نظروں سے دیکھتا پا کر ادھر ادھر چکر کاٹنے لگا تھا۔ صدیقی صاحب کا قہقہہ کچھ اور بلند ہوا۔ پھر انہوں نے ہنستے ہوئے ہی ہاتھ ہوا میں لہرایا۔

"ڈونٹ وری۔ اس بار ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"

وہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہنسی روک گئے، وہ الگ بات تھی کہ نور کو اب نہ انکی یقین دہانیوں کا بھروسہ تھا اور نہ ہی انکے کتوں کا۔

"اوکے ہاشم سی یو اگین۔"

الوداعی کلمات کہتے وہ آگے بڑھ گئے تو ہاشم بھی اسکے قریب واپس آیا۔

"اب بس بھی کرو، تم تو کتے بے چارے کو ہراس کرنے پر تلی ہوئی ہو۔"

وہ ابھی بھی خود سے دور جاتے ماریو کو سلگتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ہاشم نے جھک کر پانی کی بوتلیں رکھتے چھوٹا سا بیگ اٹھایا۔

"کتے بے چارے نہیں ہوتے ابی اور ایک ریٹائر آرمی پرسن کے تو بالکل بھی نہیں۔"

وہ تیقن سے بولتی اسکے ہم قدم ہوتی چل پڑی۔

"ویسے صدیقی انکل کی ایک بات بہت پسند آئی مجھے۔ آپ دیکھیں انہوں نے اپنے پرانے کتے کے مرنے کے بعد اسکی جگہ خالی نہیں رہنے دی اور ری پلیسمنٹ کر دی۔ زندگی ایسی ہی ہونی چاہیے ناں ،ری پلیسمنٹ کا آپشن کبھی کبھار کھلا رکھنا ایک نئے آغاز کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ ہیں ناں ابی؟"

بات کرتے کرتے وہ رائے طلب کرتی چہرہ ترچھا کیے اسے دیکھنے لگی تو وہ تائیدی انداز میں سر ہلا گیا۔ اسکی بیٹی کبھی کبھی سمجھداری کی باتیں بھی کرتی تھی۔ جان کر دل کو خوشی ہوئی۔

CamScanner

"اور ایک آپ ہیں جنہیں ایک عدد لڑکی نہیں مل رہی شادی کرنے کے لیے ابی۔ کتنے افسوس کی بات ہے؟"

ہاشم کے بڑھتے قدم رکے، خوشی کا احساس تاسف میں بدلا۔ گردن گھماتے اسکی طرف تادیبی نظروں سے دیکھا۔ جس نے بات کتے سے شروع کر کے گھما پھرا کر اسکی شادی پر آکر روکی تھی۔ اس کے رکنے پر وہ بھی ٹھہر سی گئی۔

"کتے اور انسان کی ری پلیسمنٹ میں کوئی فرق ہوتا ہے نور العین آفریدی۔"

دانت کچکچا کر کہتے وہ بہت سارا ضبط کیے ہوئے تھا۔

"بالکل ہوتا ہے۔ آپ میری مثال پر مت جائیں بس مدعے تک محدود رہیں ناں۔"

وہ بھی آگے سے جھنجھلائی، پاؤں پٹخ کر کہتے اسکے پونی میں مقید بال دائیں بائیں جھولتے اسکے گالوں سے ٹکرائے تھے۔

وہ اسے ایک گہری خاموش نظر اس پر ڈالتا قدم آگے بڑھا گیا، اور وہ اسکے پیچھے لپکی۔

"آپ اس طرح مجھے اگنور کر کے جان نہیں چھڑا سکتے۔ میں پہلے بھی بتا چکی ہوں مجھے ایک لڑکی پسند آئی ہے آپ کے لیے، اگر ایسے ہی حالات رہے تو میں نے انہی سے آپکا رشتہ طے کر دینا ہے۔"

تیز تیز چلتے وہ اتنی ہی روانی سے بول بھی رہی تھی۔

حب ناولز

ہاشم نے اسکے لب ولہجے کی سنجیدگی بھانپی، پھر ایک گہرا سانس لیتے سر جھٹکا۔وہ دونوں پارک کی حدود سے نکل کر اب فٹ پاتھ پر چل رہے تھے، ہاشم کے قدموں کی رفتار کچھ اور تیز ہوتی اسکے گہرے اضطراب کی غماز تھی۔وہ بمشکل اسکے ہم قدم ہو پا رہی تھی۔

"اپنے بچپنے میں آکر کوئی تماشا مت لگانا نور۔یہ مذاق نہیں ہے اور نہ ہی تم اتنی بڑی ہوگئی ہو جو ایسے فیصلے کرتی پھرو گی، میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔"

بنا اسکی طرف دیکھے وہ قدرے پست آواز میں درشتگی سے کہہ رہا تھا، اور اسکے لہجے کی ناپسندیدگی نور کو شاک دینے کو کافی تھی، وہ اس سے ایسے کب بات کرتا تھا جو اسے عادت ہوتی۔صبح کی خنکی سورج کی پہلی کرنوں نے بھسم کر ڈالی۔

"اور ایک اور بات۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رکا، اسکی طرف چہرہ کیے دیکھا تو آنکھوں میں سرد سا تنبیہی تاثر تھا۔

"میں تمہارے یوں بچگانہ سے پریشر میں آکر شادی نہیں کروں گا نور۔اس لیے اپنی انرجی ویسٹ مت کرو۔تم اپنے اٹھتیس سالہ باشعور باپ کو اس طرح سے نہ تو کنوینس کر سکتی ہو اور مجبور کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔تو مت کرو ایسا، اور ایک بات ذہن میں بٹھالو میں اگر کبھی شادی کروں گا بھی تو اسی صورت میں کروں گا جب میں خود اسکے لیے ذہنی و جذباتی طور پر تیار ہوں گا۔گاٹ اٹ؟"

وہ آج سے پہلے اتنے سخت انداز میں کبھی اس سے مخاطب نہیں ہوا تھا، اب بھی نہ ہوتا اگر یہ نظریہ ضرورت نہ ہوتا، نور کی بڑھتی بچگانی سی امیدیں اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں۔

CamScanner

اور ڈسٹرب تو خود نور بھی ہو چکی تھی، چند پل وہ شل سی کھڑی کی کھڑی رہ گئی، ہاشم کے اتنے بے اعتنائی بھرے انداز نے اسکا مان توڑا تھا۔ اور بہت بری طرح سے توڑا تھا، اسکے چہرے کی سرخی سپیدی میں بدلی اور آنکھوں کی لو مدہم ہوتی چلی گئی۔ گلے میں کچھ اٹکتا سا محسوس ہوا تو وہ نظریں چرا کر گردن جھکاتے مژدگی سے سر اثبات میں ہلا گئی۔

جبڑے بھینچ کر وہ ایک آخری نگاہ اسکے جھکے چہرے پر ڈالتا آگے بڑھنے لگا، اور اس بار نور نے اسکے ہم قدم ہونے کی سعی نہیں کی تھی، وہ سست روی سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی یوں کہ ہاشم کے ہر ایک قدم کے ساتھ ان دونوں کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا۔

....

ناشتے کی میز معمول سے کچھ تاخیر سے سجی تھی، ارحم بول رہا تھا، منظر بھی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے زہرہ بی سے کچھ بات کر رہے تھے جو آج کچھ مژدہ سی لگ رہی تھیں، نوال کچن میں چپ چپ سی مصروف تھی اور مشال کچھ دیر پہلے ہی اسکی مدد کے لیے اٹھ کر کچن میں گئی تھی۔ بظاہر سب ٹھیک تھا پھر بھی کوئی بوجھل سی کیفیت تھی جس نے سارے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

کچھ دیر تک التمش بھی آگیا تو ناشتے کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا۔ وہ اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی، اسے ناشتہ سرو بھی کر رہی تھی بس اسکی طرف دیکھ نہیں رہی تھی۔ باقی سب کا رویہ اسکی طرف ویسی ہی گرم جوشی لیے ہوئے تھا سوائے نوال کے۔ کل کے برعکس ناشتے کے دوران وہ ایک بار بھی التمش سے مخاطب نہیں ہوئی تھی اور اس بات کو مشال نے بھی محسوس کیا تھا۔

حب ناولز

ناشتے کے بعد برتن سمیٹتے جب مشال اور وہ کچن میں اکیلی تھیں تو اس نے دبے لفظوں میں نوال کو جتایا تھا۔

"آپکا رویہ التمش کے ساتھ غیر مناسب تھا آپی۔ آپ انہیں اس طرح سے ٹریٹ نہیں کر سکتیں۔"

چائے کے کپس شیلف پر رکھتے نوال چونکی، سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا جو کچھ خفا خفا سی لگتی تھی۔

اسکی التمش سے خود ساختہ ناراضگی اپنی جگہ، لیکن اسکی عزت اور پروٹوکول پر وہ کوئی حرج نہیں آنے دینے والی تھی۔ جو بھی تھا، اسکی ترجیحات واضح تھیں۔

"مجھے پتہ ہے آپ میرے لیے برا فیل کر رہی ہیں، آپ کو لگتا ہے میں ہرٹ ہوئی ہوں لیکن آپ اس طرح سے التمش کو اگنور کریں گی تو میں زیادہ ہرٹ ہوں گی آپی۔"

نوال نادم سی تحیر بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھے گئی۔

"آئی ایم سوری مشال! یہ میں تھی جس نے تمہیں یہ امید دلائی تھی کہ تم شادی کے بعد اپنا ایم بی بی ایس کر سکتی ہو۔ تم ہمیشہ سے مجھ پر اندھا اعتماد کرتی آئی ہو اور اس بار میری چنی راہ تمہارے لیے ویسی ثابت نہیں ہوئی جیسی ہم نے سوچی تھی، مجھے اسکا گلٹ ہے یار۔"

وہ بے بسی سے کہتے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ کل رات سے اسے خود پر بھی غصہ آ رہا تھا یہ وہی تھی جو التمش کی سب سے بڑی حمایتی بی جی جان سے اسکے رشتے کے حق میں مشال کے سامنے دلائل کے پہاڑ کھڑے کر گئی تھی۔ اور اب جب حقیقت کھلی تھی تو خود اسکے لیے بھی ناقابل قبول حیثیت اختیار کر گئی تھی۔

مشال نے سر ہلایا، اور دھیما سا مسکرائی بس اسکی آنکھیں مسکرا نہ سکیں۔

"کوئی بات نہیں، مجھے نہ آپ کی نیت پر کوئی شک ہے نہ دادی کی محبت پر۔ آپ دونوں نے میرے لئے اپنی اپنی طرف سے بہترین سوچا تھا۔ اور ٹھیک ہے نا زندگی میں ہر خواہش پوری ہونے کے لیے نہیں ہوتی، کچھ ادھوری رہ جانے والی بھی ہوتی ہیں تو میں سمجھ لوں گی یہ بھی ایک ایسی ہی خواہش ٹھہری۔ آپ میرے لیے پریشان مت ہوں آپی، میں کچھ دنوں تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔ لیکن اب آپ باہر جائیں گی اور التمش سے ٹھیک طرح سے پیش آئیں گی۔"

نوال نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی، اسکی چھوٹی بہن ایک دم سے بڑی بڑی لگنے لگی تھی، باریکیوں کو سمجھنے والی اور پھر اسے سمجھانے والی، یہ وہ کام تھا جو ہمیشہ نوال نے مشال کے لیے کیا تھا۔ چند لمحوں کے لیے جیسے جگہ بدل سی گئی تھی اور ذمہ داری بھی۔

وہ بے اختیار اپنی جگہ چھوڑتی اسکے قریب آئی، اور اسے گلے لگایا۔

"اوکے۔ آئی ایم سوری مجھے خیال رکھنا چاہیے تھا اس بات کا۔ اور ہاں ایک بات یاد رکھنا، میں بھلے التمش بھائی کی کسی بات سے متفق ہوں یا نہ ہوں لیکن تمہارے ریفرنس سے وہ میرے لیے ہمیشہ قابل احترام رہیں گے۔"

کوئی یقین دہانی سی کرائی گئی تھی۔

"تھینک یو آپی۔"

اس سے الگ ہوتے مشکور نظروں سے دیکھتے کہا تو نجانے کیوں کسی کا خود کو بارہا کہا جانے والا یہ لفظ اسکی یاد دلا گیا۔

حب ناولز

کچھ دیر بعد وہ سب سے مل کر روانگی کے لیے تیار کھڑے تھے، دادی سے ملتے اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی وہ صبح سے انکا بجھا بجھا سا انداز دیکھ رہی تھی اب ان سے اتنے دور جاتے وہ انہیں کسی ناراضگی کا تاثر نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ الگ بات تھی کہ اسکے دل میں خفگی کی دھند ابھی بھی پھیلی ہوئی تھی جسے زائل ہونے کو کچھ وقت تو درکار تھا۔

گاڑی جیسے ہی مین روڈ پر آئی تو التمش نے ترچھی نگاہ کیے اسکی طرف دیکھنا چاہا، لیکن وہ اسکا چہرہ دیکھ نہ سکا۔ ایک تو وہ سر گھمائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی دوسرا اسکے دوپٹے کے ہالے نے اسکا چہرہ اس اینگل سے پوری طرح چھپا رکھا تھا۔

ایک بے نام سی خاموشی نے اردگرد کوئی ہالہ بنالیا تھا جس میں اسکے الفاظ کہیں کھو گئے تھے، وہ زیادہ پہلے بھی نہیں بولتا تھا، لیکن اس بار کی خاموشی اسے گراں گزر رہی تھی، عجیب سی بے چینی لیے ہوئے۔ آدھے سے زیادہ سفر وہ یہ سوچتا رہا وہ بات کرے تو کیا کرے؟ لفظوں سے اسکی چھپن چھپائی یوں ہی چلتی رہتی اگر سامنے اسے بیکری نظر نہ آتی۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟"

اسکی اچانک آواز پر، گاڑی کے اندر پر سوز سے ماحول میں ارتعاش سی ہوئی تھی۔ اپنی ہی سوچوں میں گم غائب دماغ سی بیٹھی مشال چونکے بنا نہ رہ سکی۔

سرعت سے گردن گھما کر اسکی طرف رخ کیا، اور یہ وہ لمحہ تھا جب التمش نے بھی سامنے سے نظر ہٹا کر اسکی طرف دیکھا تھا، سیاہ آنکھوں سے کاجل کی دھار لیے ہلکی سیاہ بھوری مائل آنکھیں ملیں۔ اور وہ ایک پل جیسے کامل ہو گیا۔ بے چین ہوئے دل کو قرار سا آنے لگا۔ وہ صبح سے اسکی طرف دیکھ نہیں رہی تھی اور وہ لاشعوری طور پر ان نگاہوں کا منتظر تھا۔

یکایک اسکے پاؤں کا وزن بریک پر بڑھا تھا اور گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

مشال جو بنا سیٹ بیلٹ باندھے بیٹھی تھی، اس جھٹکے کے لیے ذہنی و جسمانی طور پر تیار نہیں تھی۔ وہ سرعت سے آگے کی طرف جھکی تھی اور اس سے کہیں گنا زیادہ تیزی سے التمش کا ہاتھ اسکے ماتھے تک جاتا اسے ڈیش بورڈ سے ٹکرانے سے بچانے میں کامیاب رہا تھا۔

اسکی طرف جھکتے، اپنے ہاتھ کا نرم سا دباؤ ڈالے وہ اسے واپس اپنی پہلے والی پوزیشن میں لاتے آہستگی سے پوچھ رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

متغیر سا چہرہ لیے مشال بمشکل سر اثبات میں ہلا سکی۔ التمش نے آنکھیں بند کرتے سکون آمیز سانس خارج کیا، اسکا ہاتھ ابھی بھی مشال کے ماتھے پر ٹھہرا تھا۔

"تم نے سیٹ بیلٹ کیوں نہیں باندھ رکھی؟"

اب کی بار اپنا ہاتھ ہٹاتے وہ استفسار کرتا اپنا دوسرا بازو لمبا کرتے سیٹ بیلٹ پکڑ رہا تھا، اور اس دوران وہ ابھی بھی تیز دھڑکتے دل کے ساتھ گنگ سی بیٹھی اسکا متفکر چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارا خیال رکھ سکتا ہوں لیکن اس کے باوجود تمہیں اپنا خیال رکھنا ہو گا۔"

سیٹ بیلٹ باندھتے، اسکی آنکھوں میں جھانکتے نرمی بھری آواز میں چھپا لہجہ تحکم آمیز تھا۔

وہ چند پلوں کے لیے پلکیں جھپکنا بھول گئی، اس سے جڑیں کل رات کی ساری کثافتیں اسکی آنکھوں مقناطیسی چمک میں جھٹتی چلی گئیں۔

سانس روکے وہ ان آنکھوں کی طلسماتی دنیا میں کہیں مقید ہو کر رہ گئی ارد گرد سب تھم سا گیا تھا جیسے وقت تھک ہار کر سانس لینے کو رک گیا ہو، اور تب اس نے جانا اسکی زندگی تو ان آنکھوں میں رقم جذبوں کی داستان پڑھتے بھی گزر سکتی تھی۔ دل کہیں بہت اندر ڈوب کر ابھرا تھا۔

ہنوز اسکی طرف دیکھتے، سیٹ بیلٹ باندھ کر وہ پیچھے ہوا اور اسکی بے خودی کیفیت پر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

یہیں اس نے غلطی کر دی تھی، تھمے وقت کی سوئیاں پھر سے آگے بڑھتی چلی گئیں۔ مشال نے جیسے پلکیں جھپک کر اپنے حواس بحال کیے، جادوئی دنیا کا طلسم تمام ہوا۔ چہرے پر خفت کی سرخی بکھرنے لگی تو آنکھوں میں پھر سے بیگانی سی رت آن ٹھہری۔ اسے ایک بار پھر سے مسکراتا ہوا التمش اپنا مذاق اڑاتا محسوس ہوا، انجانے میں ہی سہی وہ اسکے سامنے اپنی بے خودی کا اظہار کر چکی تھی۔ وہ کیا سوچتا ہو گا اسکی ساری ناراضگی و خفگی اسکی صرف ایک نگاہ کی مار تھیں۔ وہ واقعی میں بیوقوف تھی۔ وہ اس پر ہنستا تھا تو غلط نہیں ہنستا تھا۔ اس نے چہرہ جھکاتے ہونٹ بھینچ کر خود کو بری طرح جھڑکا۔

اسکے بدلتے تاثرات کو التمش کی نظریں بھی پڑھ چکی تھیں، مسکراتے ہونٹ آپ ہی آپ سکڑتے چلے گئے، ایک گہری نظر اس پر ڈالتے افسوس سے سر ہلایا اور سامنے دیکھتے بریک پر سے پاؤں ہٹا دیا۔ اسکی زندگی تو شاید رک سی گئی تھی کم از کم گاڑی تو چلتی رہے۔

سامنے ڈیش بورڈ پر کل اسکے دیے پھولوں کی کلیاں کملائی سی ان دونوں کو دیکھتی رہ گئیں۔ باقی کا پورا سفر ایسے گزرا جیسے دو اجنبی ایک ہی راہ کے مسافر ہوں۔ جس وقت گاڑی گھر کے پورچ میں آ کر رکی تو ان کلیوں نے امید بھری نظروں سے مشال کو دیکھا تھا مگر وہ جو پورا راستہ ان سے نظریں چراتی آئی تھی اب بھی نظر جھکا کر گاڑی سے اتر گئی، جہاں ان پھولوں کی امید ٹوٹی تھی وہیں التمش کے دل میں

بھی اسکی یہ حرکت چبھی تھی۔اس سارے میں پہلی بار اسکے چہرے پر ذرا سی سختی اپنی جھلک دکھا کر معدوم ہوئی تھی، اور چہرے کی رنگت میں تغیر سا آیا تھا۔اسے اتنی سنگدلی نہیں دکھانی چاہیے تھی جو بھی تھا یہ اسکے لیے التمش کا پہلا تحفہ تھا جس کی یوں بے وقعتی اسکے لیے کہیں نہ کہیں تکلیف کا باعث بنی تھی۔

ان کلیوں کی شکوہ کنی سے نظریں ہٹا کر وہیں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے التمش کی بے تاثر سی آنکھوں نے اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تھا جس نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کا تردد کیا تھا نہ اسکے لیے رکنے کا

-

اور اس پل التمش نے زندگی میں پہلی بار جانا تھا کہ اپنے احساسات سے قطع نظر دوسروں کے احساسات کی جب پرواہ کی جاتی ہے تو خود کے جذبات کیسے بری طرح مجروح ہوتے ہیں۔

....

آفریدی سپر اسٹور کی عمارت کہیں کہیں سفید بادلوں سے لدے نیلے آسمان کے نیچے پورے قد سے کھڑی تھی، ٹاپ فلور پر بنے اپنے آفس کی مرکزی کرسی پر ہاشم براجمان تھا، سنجیدہ بھوری آنکھیں ریڈنگ گلاسز کے پیچھے سے سامنے میز پر رکھی فائل کے صفحات پر جمی تھیں اور سامنے متین صاحب بیٹھے تھے جو چند ضروری امور پر بات کر رہے تھے۔

"چلیں ٹھیک ہے متین صاحب! آپ عدیل صاحب سے بات کیجئے اس بار تو انکی معذرت قبول کر لی گئی ہے لیکن اگلی بار سامان کی کوالٹی پر کوئی بھی ایسی غفلت قابل قبول نہیں ہوگی۔ہم نے کسٹمرز کا اعتبار

بڑی مشکل سے کمایا ہے ایسے تو اپنی ساکھ برباد نہیں ہونے دے سکتے نا۔ آپ پہلی فرصت میں سارے باسی فروزن آئٹمز ہٹائیں اور انکا متبادل ارینج کریں۔"

اپنی بات مکمل کرتے ایک سرسری سی نگاہ ان پر ڈالی جو تیز تیز ڈائری پر اس میٹنگ کے اہم نکات نوٹ کرتے جارہے تھے۔

"اس کے علاوہ ورکرز کا کوئی مسئلہ یا کوئی قابل غور بات؟"

سر جھکائے صفحہ پلٹتے مصروف سے انداز میں پوچھا۔

"صائم کی اگلے ہفتے شادی ہے اس نے پندرہ دن کی چھٹی کا کہہ رکھا ہے۔"

"ٹھیک ہے، اسٹور کی پالیسی کے مطابق اسے اس ماہ ڈبل سیلری دے دیجئے گا۔"

"اور سر مس ماہین کی صبح کال آئی تھی چار پانچ دن کی چھٹی کا کہہ رہی تھیں کہ پاؤں میں موچ آگئی ہے اب پتہ نہیں سچ ہے یا جھوٹ۔۔۔"

بغور انکی بات سنتے ہاشم نے سرعت سے سر اٹھا کر انہیں جن ملامتی کٹھور نظروں سے دیکھا تھا، استہزائیہ مسکراہٹ لیے کہتے متین صاحب کے لیے اپنا جملہ مکمل کرنا محال ہوا تھا۔

"میرے خیال میں جب دو مرد بیٹھے بات کر رہے ہوں تو انہیں کم از کم اتنا باوقار تو ہونا چاہیے کہ وہ ایک عورت کو اس انداز میں زیر گفتگو نہ لائیں۔"

انکی طرف سرد مہری سے دیکھتا بظاہر وہ پرسکون سا کہہ رہا تھا، مگر اسکے لہجے کی کاٹ نے متین صاحب کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"سوری سر! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"

ہاشم نے سر ہلاتے نگاہوں کا زاویہ بدلا۔

"آپ انکی لیو ایکسپٹ کرلیں۔ اور کوشش کیا کریں ورکرز کے ساتھ تھوڑا دوستانہ ماحول رکھیں جب آپ انکے ساتھ مخلص ہوں گے تو یقیناً وہ بھی ہمارے ساتھ مخلص ہوں گے اور پھر آپ کے کسی کے چھٹی لینے پر بہانہ بازی کے شبہات میں ضرور کمی واقع ہوگی۔"

نپے تلے انداز میں بات مکمل کرتے وہ پھر سے سامنے رکھی فائل پر نظر جما چکا تھا۔ متین صاحب کھسیانی سی مسکراہٹ لیے اٹھ کھڑے ہوتے جانے لگے۔

"متین صاحب! ہمارے پاس سبھی ورکرز کا بائیوڈیٹا تو ہوتا ہے نا؟"

اسکی اچانک پکار پر وہ دروازے کے پاس رک سے گئے، مڑ کر دیکھا وہ اپنے مصروف سے انداز میں بنا دیکھے پوچھ رہا تھا۔ اس بار آواز نارمل تھی۔ اسکی سب سے اچھی بات یہی تھی وہ بات ختم کرکے اسکے پیچھے نہیں پڑ جایا کرتا تھا۔ متین صاحب کی سانسیں جیسے بحال ہوئیں اور ساتھ ہی اعتماد بھی۔

"جی سر۔ ایسا ہی ہے۔"

"اوکے پھر آپ مجھے بائیوڈیٹا فائل بھجوا دیں پلیز۔"

وہ سر ہلاتے باہر نکل گئے تھے۔

انکے جاتے ہی ہاشم نے چہرہ اٹھا کر پرسوچ نظروں سے سامنے دیکھا تھا۔ کچھ دیر بعد اسکے سامنے فائل کھلی پڑی تھی کچھ تردد کے بعد اسے مطلوبہ پیپر مل چکا تھا۔

حب ناولز

اس اسٹور میں کام پر رکھا جانے والا ہر ورکر ایک فارم پر کیا کرتا ہے جس میں چند ضروری معلومات ہوتی ہے، اس وقت اس کے سامنے ماہین کا وہی فارم رکھا تھا، اوپر اسکی پاسپورٹ سائز فوٹو لگی ہوئی تھی اور ساتھ آئی ڈی کارڈ کی کاپی۔ ایک نظر سارے فورم کو دیکھنے کے بعد اس نے اپنا موبائل اٹھا کر فارم پر درج موبائل نمبر ڈائل کیا تھا، پھر احتیاط سے ماہین کا فارم چند فارمز کے نیچے رکھتے فائل بند کر دی ۔پتہ نہیں وہ اتنی احتیاط کیوں برت رہا تھا۔ اب تو اسے خود سوچ کر کوفت ہونے لگی تھی۔

پیچھے کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھتے، ہاتھ اوپر کرتے موبائل کی سکرین سامنے کی جہاں اسکا موبائل نمبر لکھا تھا۔

اسکے چہرے پر گومگوں سی کیفیت رقم تھی، کال کرے یا نہ کرے ؟ کیا پتہ یہ اسکا ذاتی نمبر ہی نہ ہو عام طور پر خواتین ایسے کسی فارم وغیرہ پر اپنے گھر کے کسی مرد کا نمبر بھی تو لکھوا دیا کرتی ہیں۔

کچھ لمحے وہ متذبذب نگاہوں سے جلتی سکرین کو گھورتا رہا، پھر سکرین پر بنے سبز نشان پر انگوٹھا رکھ ہی دیا

۔

آفریدی سپر اسٹور کی عمارت سے پندرہ کلو میٹر دور اپنے گھر میں موجود ماہین بستر پر بے دلی سے پڑی تھی، متین صاحب کو اس نے کال تو کر دی تھی مگر انہوں نے آگے سے ناک بھنویں چڑھا کر ہی چھٹی کے لیے نیم رضامندی ظاہر کی تھی۔ موبائل کی تھرتھراہٹ پر اس نے سرہانے کے نیچے ہاتھ مارتے موبائل تلاشا، جلتی بجھتی سکرین پر انجان نمبر دیکھ کر عادتاً دونوں بھنویں جڑ سی گئیں، اس نے کال نہیں اٹھائی، جلتی سکرین بجھ سی گئی، لیکن اگلے ہی پل دوبارہ سے سکرین روشن ہو چکی تھی۔ کچھ سوچ کر تیسری بیپ پر کال اٹھالی گئی تھی۔

"ہیلو؟" اٹھ کر بیٹھتے، اسکا انداز محتاط سا تھا۔

"السلام علیکم۔" دوسری طرف سے آتی مردانہ آواز پر اسے پہلا شبہ سمیر کا ہوا تھا، مگر نہیں یہ اسکی آواز نہیں تھی۔

"وعلیکم السلام۔" لاشعوری طور پر اسکا لہجہ کچھ کھدرا سا ہو گیا۔ دوسری طرف ہاشم تھا جس نے موبائل کان سے ہٹا کر سامنے کرتے گھورا تھا، ایسی سلامتی سے بہتر تھا وہ سامنے والے کو پتھر مار دیتی۔

ایک لمحے کے لیے اسے اپنی اس ہمدردی پر افسوس ہوا تھا جس کے زیر اثر وہ اس وقت اتنی تگ ودو کے بعد اسکا نمبر حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا اسے کال کر رہا تھا۔

دوسری طرف خاموشی چھا گئی تو بلا آخر اسے ہی دوبارہ بولنا پڑا۔

"ہاشم بات کر رہا ہوں۔"

آج سے پہلے اپنا تعارف کرانا اتنا مشکل کبھی نہیں رہا تھا۔

"کون ہاشم؟"

اور دوسری طرف سے جس بھولپن بھرے ناسمجھی کے سے انداز میں دوبدو پوچھا گیا تھا، اس نے بے اختیار سیدھے ہوتے پہلو بدلا۔

یعنی کہ حد تھی وہ مراسم بڑھا رہا تھا اور دوسری طرف وہ پہچاننے سے ہی انکاری تھی۔

"ہاشم خان آفریدی آپ شاید جانتی نہ ہوں آفریدی سپر اسٹور کا اونر۔"

جواباً اس نے جس ٹھنڈے ٹھار مگر طنزیہ لہجے میں اپنا جامع تعارف کرایا تھا، ماہین کے ہاتھ سے موبائل چھوٹتا گود میں جا گرا تھا۔ بے یقینی بھری حیرت اسکی سیاہ آنکھوں کو ہوائیاں اڑے چہرے پر کچھ اور نمایاں کرتی چلی گئی تھی۔

وہ ہق دق سی نیم واہ ہونٹوں کے ساتھ بیٹھی موبائل سکرین کو گھور رہی تھی۔ وہ تو کیا اسکے فرشتوں کو بھی ذرا برابر گمان نہیں تھا وہ کبھی اسے یوں کال بھی کرے گا۔

"ہیلو؟"

دوسری طرف اسکی طویل ہوتی خاموشی پر وہ بولا تو آواز کی فریکوئنسی اتنی تو ضرور تھی کہ موبائل کے ائیر پیس سے وصول ہوتی اسکے کانوں تک ٹکرا جاتی۔

اس نے بے اختیار آنکھیں سختی سے میچ کر اپنے ہاتھ سے ماتھا پیٹنے کے سے انداز میں چھوا۔

دوسرے ہاتھ سے موبائل اٹھا کر کان سے لگایا، ہونٹوں پر زبان پھیر کر تر کیا۔

"سوری سر۔ مجھ سے پہچاننے میں غلطی ہوئی۔"

مری مری سی آواز میں خفت سے وہ اتنا ہی کہہ سکتی تھی۔ (اسے لگ رہا ہو گا میں بن رہی ہوں۔)

"کوئی بات نہیں۔ اکثر پاؤں پر لگی چوٹ یاداشت پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔"

وہ اپنے اسی انداز میں کہتا ماہین کو تپانے میں کامیاب رہا تھا۔ ساری حجالت اڑنچھو ہوئی اور اسکی جگہ صدمے و غصے نے لے لی۔

(حد ہے میں اسٹور پر نہیں گئی تو اب یہ شخص کال کر کے میری بے عزتی کا کوٹہ پورا کرے گا۔)

اس سوچ کے ساتھ ہی اسکے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں نمودار ہوتی چلی گئیں۔

"آپ نے مجھے یہ سب سنانے کے لیے کال کی ہے سر۔"

باوجود ضبط کے بھی اسکی آواز سلگنے لگی تو دوسری طرف ہاشم بھی جیسے کچھ دھیما پڑا۔ پتہ نہیں کیوں انکے درمیان ہر بار بات کا آغاز کسی نہ کسی تلخی سے ہی ہوتا تھا۔ اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے ہوئے تو آواز میں خود بخود نرمی سی در آئی۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟"

ماہین ایک لمحے کے لیے ساکت سی رہ گئی، ماتھے پر بجھی لکیریں غائب سی ہو گئیں۔ اسکا نرمی و متانت بھرا لب ولہجہ، اسکے سرد وطنزیہ انداز سے کہیں گنا زیادہ جان گسل تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

تبھی جب وہ بولی تو کچھ شاکی سی لگتی تھی۔ اس سے زیادہ شاید خود سے۔

"کوئی ٹریٹمنٹ یا میڈیسن وغیرہ لیں آپ نے؟"

دھیمے سے لہجے میں فکر کی ہلکی سی آنچ اسکا دل پگھلانے لگی تھی، اسے اپنی ماں کے سوا کسی اور کی ایسی فکروں کی عادت نہیں تھی۔ اس وقت اسکے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے۔ نگاہیں اپنے پیر تک گئیں تھیں جہاں سفید پٹی ابھی بھی لپیٹ رکھی تھی۔

"جی۔" تھوک نگل کر وہ اتنا ہی بول سکی۔

"آپ کو پولیس کمپلین کرنی چاہیے۔"

اسکی بات پر ماہین نے آنکھیں چھوٹی کرتے حوالہ متن سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری طرف وہ مزید بول رہا تھا۔

"وہ شخص دوبارہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اس کے لیے آپ کو پولیس پروٹیکشن لینی چاہیے۔ آپ کہیں تو میں اس سلسلے میں آپ کی ہیلپ۔۔"

"نہیں۔" قطعیت بھرے انداز میں وہ اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کاٹ گئی تھی۔ چہرے پر انتہا کی سختی اور آنکھوں میں تپش لیے وہ بولی تو آواز بالکل بے تاثر تھی، جیسے کوئی خبر نامہ نشر کر رہی ہو۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے سر۔ آپ نے پہلے ہی میری بہت مدد کی ہے اور اس وقت جو آپ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ منٹ نکال کر اپنے ایک معمولی سے ورکر کی مزاج پرسی کر رہے ہیں میرے لیے قابل قدر ہے۔ میں تہہ دل سے آپکا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ رہی بات اس معاملے کی تو آپ بے فکر رہیں، میں اپنے گھر والوں سے بات کر کے اسکا بہتر حل نکال لوں گی۔"

کتنے قرینے سے وہ اس پر واضح کر گئی تھی کہ وہ "باہر والا" ہے اور اسے اپنی حدود کا پابند رہنا چاہیے۔

وہ ضرورت سے زیادہ تلخ اور منہ پھٹ ثابت ہو رہی تھی، اور ہاشم ایسے لہجوں کا عادی نہیں تھا۔ ماہین کی یہ رکھائی اس کے لیے سبکی کا باعث بنی تھی۔ مٹھی سختی سے بھینچ کر اس نے بہت ساری کڑواہٹ اندر اتاری تو چہرے پر تناؤ کی سی کیفیت تھی۔

"جیسے آپ کی مرضی مس ماہین۔ یقیناً آپ کے گھر والے اسے بہتر طور پر ہینڈل کریں گے۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔"

وہ یکایک اپنے خول میں سمٹا تھا، فارمل سے لب و لہجے میں بات مکمل کرتے کال کاٹ دی، ماہین سکرین کو گھور کر رہ گئی۔

دوسری طرف کال ڈسکنیکٹ کرتے ہاشم نے موبائل ٹیبل پر پھینکنے کے سے انداز میں رکھا تھا۔

"گھر والے۔"

زیر لب تنفر سے کہتے اس نے سر زور سے جھٹکا، وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے اتنا غصہ آ کس بات پر رہا تھا۔

....

وہ اپنے کمرے سے نکلا تھا جب نگاہ ساتھ والے چھت پر گئی تھی اور وہ اسے نظر آئی تھی۔ اسکی طرف پشت کیے، ڈوبتے سورج کو دیکھتے وہ اسکی ساری توجہ سمیٹ چکی تھی۔ سست روی سے چلتا ہوا وہ دیوار کے قریب آ کر کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ آگے کو لمبے کرتے کہنیاں ریلنگ پر ٹکا دیں۔ پھر گلہ کھنگارا وہ چونک کر پیچھے پلٹی۔

"کیا ہوا ہے؟ مزاج درست تو ہیں نا آپ کے؟ آپ چھت پر آئیں اور ہماری طرف کوئی کنکر نہ برسائیں چہ چہ۔۔۔۔ بات کچھ جمتی نہیں نور بی بی۔"

وہ تپتی ہوئی مسکراہٹ لیے بول رہا تھا۔ خلاف معمول وہ بنا چڑے دھیمی سی چال چلتی اسکی طرف آئی، اسکے عین سامنے اپنے چھت کی ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی ہوئی یوں کہ مدھم ہوتی پیلی دھوپ اسکے چہرے پر چھن کر پڑتی تھی۔

"بے کار کی کوشش مت کرو، میرا لڑائی کا کوئی موڈ نہیں ہے۔"

چہرے پر ہی نہیں آواز میں بھی اداسی رچی بسی تھی۔ گلزار کے ہونٹ گول ہوتے سکڑے، معاملہ کچھ گھمبیر تھا۔

"آج اکیڈمی بھی نہیں آئیں آپ؟" وہ بھی سرعت سے شرافت کے جامے میں آگیا تھا۔

"دل نہیں کر رہا تھا۔"

اسی اکتاہٹ زدہ تاثر کے ساتھ کہتے۔ ایک نظر اس کو بھی دیکھا۔

"کیوں پریشان ہیں؟ آپ کے گھر میں آج پھر ٹینڈے، لوکی یا پھر گوبھی بنی ہے کیا؟"

اسکی ہمدردانہ قیاس آرائیوں پر اس بار نور نے رخ پوری طرح اسکی طرف کرتے چبھتی نظروں سے دیکھا۔

"زندگی میں کھانے پینے کے سوا اور بھی بہت مسائل ہوتے ہیں گلزار، مگر تم نہیں سمجھو گے۔" اس نے ذرا تندہی سے کہتے آخر میں تاسف سے سر نفی میں ہلایا، گلزار نے دونوں بھنویں اچکا کر حیرت سے اسے "دیکھو تو سہی کہہ کون رہا ہے" والے انداز میں دیکھا۔

"ہاں جی بالکل یہ میں ہی ہوں جس کے مسائل کھانے سے شروع ہو کر پینے پر ختم ہوتے ہیں، میرے باپ کا بہت بڑا اسٹور ہے اور میں اسکی اکلوتی اولاد ہوں تو اور کوئی فکر میرے پاس پالنے کے لیے ہے ہی کہاں؟"

تائیدی انداز میں سر ہلاتے گل فشانی کی تو اس بار نور نے اپنے اردگرد نظر دوڑاتے کچھ تلاش کرنا چاہا۔

پھر وہ جھکی اور نیچے سے چند کنکر اٹھا کر سیدھی ہوئی اور بنا ایک لمحہ بھی ضائع کیے، ہونٹ بھینچے ہاتھ اوپر اٹھا کر گلزار کا نشانہ لیا، وہ سرعت سے نیچے نہ بیٹھتا تو بچاؤ ناممکن تھا، ہنسی ضبط کیے وہ دیوار سے ٹیک لگا کر

حب ناولز

گھٹنے سینے کو لگائے، اپنی چھت پر جنگی ہتھیاروں کی گولا باری ہوتے دیکھ رہا تھا۔ ساتھ اسکی غصے سے جھنجھلائی آواز بھی کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

"بد تمیز انسان۔ تمہیں ذرا تمیز نہیں ہے جب کوئی پہلے سے پریشان ہو تو اسے کنسول کیا جاتا ہے تمہاری طرح طنز نہیں۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رکی، اسکے ہاتھ میں مزید کوئی کنکر باقی نہ رہا تھا۔ مگر منہ میں زبان تو اب بھی تھی۔

"ایک چیز ہوتی ہے جسے مینرز کہتے ہیں مگر تم میں اسکی اشد کمی ہے، تمہیں یہ تک نہیں پتہ کہ جب کوئی لڑکی اداس ہو تو اسکے ساتھ ایسے مین لی بی ہیو نہیں کیا جاتا، اس پر طنز نہیں کیا جاتا بلکہ پولائیٹلی ڈیل کیا جاتا ہے۔"

کچھ دیر بعد زمینی و زبانی گولا باری تھمی تو اس نے سر اٹھا کر کن اکھیوں سے سامنے والی چھت کو دیکھا، وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جیسے غصے سے حالت جنگ میں ہو۔

"اگر آپ کے گولے بارود کی کھیپ ختم ہو گئی ہو تو کیا میں اپنے مورچے سے نکل آؤں؟"

اسکی مسکینت بھری آواز پر نور نے غصے سے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورنا چاہا مگر اسکی سبز آنکھوں میں ناچتی شریری سی مسکراہٹ نے اسکی یہ کوشش کامیاب نہیں ہونے دی۔ ملامتی نظروں سے اسے دیکھتے وہ خود بھی جھینپی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیا چیز ہو تم گلزار؟" وہ ایک دم سے کسی بندر کی طرح چھلانگ مارتا منظر عام پر ظاہر ہوا، نور کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ آج کے دن کی اسکی پہلی ہنسی۔ وہ اس وقت ہلکا ہلکا سا محسوس کرنے لگی تھی۔

"اچھی لگ رہی ہیں ایسے ہی ہنستی رہا کریں، آپ پر پریشانی سوٹ نہیں کرتی نور بی بی۔ بلکہ آپ پر دوسروں کو پریشان کرنا سوٹ کرتا ہے۔"

اسے ہنستے دیکھ لبوں پر بے ضرر سی مسکراہٹ لیے، وہ سادگی سے کہتا اس وقت نور کو کیوٹ لگا تھا۔ جان بوجھ کر اسے غصہ دلاتے، بناجتائے وہ اسے اندر کی بھڑاس نکالنے کا موقع دے رہا تھا۔

"سر ولید نے آج پریزنٹیشن لی تھی کیا؟"

ریلنگ پر جھکتے ایک ہاتھ کے پیالے میں دایاں گال رکھتے وہ اس سے پوچھنے لگی۔ اور وہ بھی بنا اسے کریدے جواب دینے لگا۔ وہ دونوں جس انداز میں وہاں کھڑے تھے دور سے دیکھنے پر لگتا تھا یہ نشست طویل ہونے والی تھی، گہری ہوتی شام کے سائے آہستہ آہستہ بڑھتے جا رہے تھے۔

....

رات کھانے کی میز پر وہ اکیلا بیٹھا تھا، رحمت بوا نے میز پر کھانے کے لوازمات چن دیے تھے، اور وہ ہاتھ روکے منتظر نظروں سے اسکے کمرے کا بند دروازہ دیکھ رہا تھا۔ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی سامنے کر کے دیکھی، نو بجنے میں سات منٹ باقی تھے۔ اسے آج آنے میں کچھ دیر ہوگئی تھی مگر وہ اکثر اس سے بھی تاخیر سے گھر لوٹتا تھا تب بھی وہ رات کے کھانے پر اسکی منتظر رہتی تھی۔ دل ایک دم سے کھانے سے اچاٹ ہونے لگا۔

"نور آج جلدی سو گئی ہے، کہہ رہی تھی سر میں درد ہے آپ فکر مت کریں کھانا اس نے کھا لیا ہے۔"

رحمت بوا نے اسے ہاتھ روکے دیکھ کر، اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے وضاحت کی تھی۔ وہ بے دلی سے سر ہلاتا اپنی پلیٹ میں سالن نکالنے لگا۔

"میں کچن میں ہی ہوں۔ کچھ چاہیے ہوا تو آواز دیجئے گا۔"

وہ جانے لگیں تو ہاشم نے انہیں روک لیا۔

"آپ کا بہت شکریہ بوا۔ آپ نے نور اور اس گھر کو سنبھالنے میں میری بہت مدد کی ہے اس کے لیے میں ہمیشہ آپکا احسان مند رہوں گا۔"

وہ اکثر انکے لیے تشکر بھرے خیالات کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ رحمت بوا نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دھیما سا ہنستے سر ہلایا۔

"نہیں ہاشم صاحب ایسا تو مت کہا کریں آپ۔ یہ تو میرا فرض تھا آپ کا شکریہ جو آپ نے مجھے اتنا قابل اعتبار سمجھا کہ اپنا گھر اور بیٹی میرے حوالے کیے رکھے۔ مگر برا نہ منائیں صاحب تو میرا اب بھی یہی خیال ہے آپ کو اب تو شادی کر ہی لینی چاہیے۔ پہلے تو آپ کی منطق سمجھ لگتی تھی آپ نور کے لیے ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے مگر اب تو نور بھی ماشاءاللہ بڑی ہو گئی ہے۔ اب آپ کو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے۔ سچ پوچھیں تو اب میری بھی وہ جان نہیں رہی، میری بڑی خواہش ہے ایک بار آپ کی شادی ہو جائے تو پھر میں بھی سکون سے پشاور جا کر باقی بچی کچی زندگی پوتے پوتیوں کے ساتھ گزار سکوں۔"

بنا کسی جھجک کے انہوں نے اپنی کہیں بار کی کہی بات پھر سے دوہرائی تو منہ میں نوالا رکھتے ہاشم نے سر کو جنبش دی۔ آج کل اسے لگتا تھا سارا زمانہ ہی اسکی شادی کے لیے ہلکان ہوا پھر رہا ہے۔

"میں اس بارے میں سوچ رہا ہوں بوا۔"

رحمت بوا کی آنکھوں میں تحیر امڈ آیا۔ یہ پہلی بار تھی جب اس نے نفی کرنے کے بجائے نیم رضامندی دکھائی تھی، اور یہ انکے لیے باعث مسرت تھا۔

"بہت اچھی بات ہے آپ کو جلدی جلدی سوچنا چاہیے۔" انکے اتاؤلے پن سے کہنے پر ہاشم مسکرا دیا، پھر انکی تسلی کے لیے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"کھانے کے بعد کافی مل سکتی ہے؟"

اس نے رسان سے موضوع بدل ڈالا تو وہ خوش دلی سے سر ہلاتیں، دھیمے سے قدم لیتیں، کچن میں غائب ہو گئیں۔

بوا کی موجودگی میں اس نے چند لقمے لیے تھے، اب انکے منظر سے ہٹتے ہی کھانے سے ہاتھ روکتے وہ ایک بار پھر سے متفکر سی آنکھیں اسکے دروازے پر جما چکا تھا، کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا، پھر اٹھتا اس کے دروازے تک گیا، ہاتھ الٹا کیے انگشت شہادت سے ہلکی سی دستک دی اور چند سیکنڈ رکا، پھر آہستگی سے دروازہ دھکیلتے اندر قدم رکھے، کمرے کی روشنی گل تھی، نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی میں وہ اپنے بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بنا چاپ کیے چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسکے قریب آیا۔ وہ سو گئی تھی چہرے پر بال بکھرے پڑے تھے۔ اسکے قریب بیڈ پر بیٹھتے نرمی سے بال پیچھے کرتے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو دل کا بھاری پن بڑھتا چلا گیا۔ اس نے آج سے پہلے نور کو اتنی بری طرح کبھی نہیں ڈانٹا تھا، بڑی سے بڑی غلطی پر بھی نہیں۔ اسے اسکا احساس تھا اور اب اسکا سویا ہوا چہرہ دیکھتے ملال میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔ جھک کر اسکے بال چومتے وہ سیدھا ہوا، اے سی کی خنکی اچھی خاصی ہو رہی تھی اس پر کمبل ٹھیک سے پھیلایا اور جس طرح دبے پاؤں آیا تھا اسی طرح واپس بھی چلا گیا۔

حب ناولز

دروازہ بند ہونے کی آواز پر نور نے آنکھیں کھولیں تو ان میں نمی کی ہلکی سی تہہ جمی ہوئی تھی، تھوک نگلتے اس نے بہت سارے آنسو بھی ساتھ پی لیے تھے یہ تو طے تھا اس بار وہ اس سے سچی والا ناراض تھی ۔

....

مشال کچن میں تھی جب گلزار کھانا کھا کر اپنی ٹرے واپس کرنے آیا تھا وہ سنک کے آگے کھڑی برتن دھو رہی تھی۔ اسکے قریب ٹرے رکھتے آستینیں موڑتا بولا۔

آپ ہٹیں بھابھی میں کر دیتا ہوں۔"

مشال نے بنا اسکی طرف دیکھے، سر نفی میں ہلایا تھا۔

"ہو گیا ہے گلزار۔ آپ رہنے دیں۔"

نرمی سے اسے منع کیا تو وہ مؤدب سا پیچھے ہٹ گیا۔

واپس جاتے جاتے کچھ یاد آیا تو وہ مڑا چند قدم لیے، کچن کے مین دروازے پر رکتے گردن باہر نکالی۔

"لالا آپ کی بات ہوئی لالی سے ؟ وہ پہنچیں یا نہیں ابھی تک ؟"

اور وہیں سے لیونگ ایریا میں بیٹھے التمش کو مخاطب کیا تھا۔ مشال کا پلیٹ پر جھاگ سے بھرا اسپنج رگڑتا ہاتھ تھما۔

"فلائٹ ڈیلے تھی دو گھنٹے پہلے ائیر پورٹ پر لینڈ کرتے بات ہوئی تھی، ابھی راستے میں ہیں گھر نہیں پہنچیں۔"

وہ لیپ ٹاپ پر مصروف تھا، بنا مڑے وہیں سے جواب دیا۔ گلزار سر ہلاتا پلٹا اور مشال کو گردن ترچھی کیے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مسکراتا ہوا کچن کے باہر کی جانب کھلتے دروازے سے نکل گیا۔

شرمساری کا شدید احساس اسکے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ اس نے کل سے ایک بار بھی التمش سے نومیہ کے بارے میں استفسار نہیں کیا تھا، حالانکہ اسے کرنا چاہئے تھا، اور ضرور التمش نے بھی یہ محسوس کیا ہوگا۔ نومیہ اس سے کتنا پیار کرتی تھیں اسکا خیال رکھتیں تھیں اسے بھی اتنی مروت تو نبھانی چاہیے تھی کہ کم از کم انکے خیریت سے پہنچ جانے کی خبر ہی رکھ لیتی، اس سے کہیں درجے بہتر تو گلزار تھا جسے اتنا احساس تھا۔

باقی کے برتن بے دلی اور پراگندہ سوچوں کے زیر اثر دھو کر وہ باہر نکلی تو وہ ہنوز اپنے کام میں غرق تھا ۔شاید وہ دیر تک کام کرنے والا تھا۔

"آپ کو کچھ چاہیے؟"

وہیں کچن کے دروازے میں رک کر تھوڑی تیز آواز میں بولا تاکہ وہ سن سکے، اور اس نے سن بھی لیا تھا۔ تبھی سر اٹھائے گردن گھما کر پیچھے مڑتے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں۔ تھینک یو۔"

کہہ کر وہ اپنی پہلی والی پوزیشن میں واپس چلا گیا، مشال چاہ کر بھی اسکے لب و لہجے میں کوئی بدلاؤ بھرا نقطہ نہیں نکال پائی۔

"میرے پاس لالی کا نمبر نہیں ہے۔"

یہ اسکی طرف سے اپنی غلطی کے ازالے کی کوشش تھی۔ آواز میں کچھ حجالت سی گھلتی چلی گئی۔

"میں واٹس ایپ کر دیتا ہوں۔"

اس بار بنا اسکی طرف دیکھے التمش نے کہا تو مزید وہاں کھڑے رہنے کی کوئی تک نہیں بنتی تھی۔

وہ دھیمی سی چال کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ دروازہ کھولتے التمش کی آواز پر وہ تھم سی گئی۔

"مشال؟" بنا چونکے وہ مڑی، اسے لگا وہ اب اس سے کوئی باز پرس کرے گا۔ جو چہرہ اٹھائے ریڈنگ گلاسز اتار کر دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے آنکھیں مسل رہا تھا۔ چہرے سے تھکا تھکا سا لگتا تھا۔

"میں دیر تک کام کروں گا، تم انتظار مت کرنا اور سو جانا۔ گڈ نائٹ۔"

اسکی طرف بغور دیکھتے نرمی سے کہتا وہ ریڈنگ گلاسز پھر سے سیاہ آنکھوں پر چڑھا چکا تھا۔

وہ کچھ وہیں کھڑی ہونٹ سختی سے باہم پیوست کیے اسے دیکھتی رہی، پھر کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کر گئی۔

التمش نے بس ایک نظر اٹھا کر بند دروازے کو دیکھا تھا۔ صوفے پر سے موبائل اٹھا کر تومیہ کا نمبر مشال کو سینڈ کرتے وہ جانتا تھا وہ شرمندہ ہوئی تھی، موبائل واپس رکھتے، وہ مسکراتے ہوئے سر جھٹکتا، کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلانے لگا۔

....

http://Novelshub.pk

اگلے تین چار دن خاصی خاموشی سے کٹے تھے، گھر میں کوئی غیر ضروری ہلچل نہیں ہوئی تھی۔ماہین کا پاؤں اب پہلے سے کافی بہتر تھا وہ صبح سے تھوڑا بہت چلنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ کمرے میں رہ رہ کر اکتاہٹ ہونے لگی تو چل کر باہر برآمدے میں آئی۔ شرمین چارپائی پر آلتی پالتی مارے بیٹھی سبحان کی شرٹ ہاتھ میں لیے اس کا بٹن ٹانک رہی تھی۔اسے آتا دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی اور تنفر سے سر جھٹکا ۔اس دن ہوئی گرما گرمی کے بعد ان دونوں میاں بیوی کا ماہین سے سوشل بائیکاٹ چل رہا تھا، یہاں تک کہ بچے بھی اسکے پاس نہیں آتے تھے۔

"ماہین کچھ چاہیے تھا بیٹا؟"

کچن سے ہاتھ پونچھتے نکلتیں صابرہ نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔وہ سر نفی میں ہلاتے وہیں ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ایسے ہی باہر آئی ہوں امی، اندر گھٹن سی ہو رہی تھی۔"

صابرہ اسکے قریب چلی آئیں، سر جھکا کر اسکے پیر کا جائزہ لیا ٹخنے کے قریب کی جگہ نیلاہٹ لیے ہوئی تھی البتہ سوجن ختم ہو چکی تھی۔

"کافی بہتر لگ رہا ہے انشاء اللہ ایک دو دن تک بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ سیدھی ہوئیں تبھی واش روم سے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرتا آسمانی رنگ کے کرتے شلوار میں ملبوس آذر باہر نکلا، ماہین کو دیکھتے ہی ماتھے پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا، چہرے پر سختی در آئی۔

حب ناولز

بنا کچھ کہے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ شرمین نے صابرہ کا اترا چہرہ دیکھا جنہوں نے بیٹے کی پشت کو بڑی آس بھری نظروں سے کمرے کے دروازے کے پیچھے گم ہونے تک دیکھا تھا۔ چہرہ نیچے جھکا کر اس نے اپنی استہزائیہ مسکراہٹ چھپائی۔

صابرہ کی نگاہ پلٹ کر باہر دیکھتی ماہین پر آرکی۔ کیا تھا جو آذر بہن سے ایک بار ہی ماں کا دل رکھنے کو جھوٹے منہ حال ہی پوچھ لیتا۔ ماہین تو ماہین وہ صابرہ سے بھی آج کل ناراض تھا انہوں نے شرمین کے ماموں کے رشتے کے لیے سختی سے منع جو کر دیا تھا۔

کچھ دیر بعد کنگھی کیے تروتازہ، کلائی پر گھڑی باندھتے وہ باہر نکلا اور بنا ادھر ادھر دیکھے شرمین کے پاس ایک لمحے کے لیے رکا۔

"شرمین میں دکان پر جا رہا ہوں۔"

بنا ماہین اور صابرہ پر ایک نگاہ ڈالے وہ باہر نکل گیا، شرمین اسکے پیچھے گئی تھی۔ کچھ دیر بعد بائیک سٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ اس سارے میں ماہین یوں بیٹھی باہر پھیلتی دھوپ کو دیکھتی رہی جیسے گونگی بہری ہو۔ کبھی کبھی زندگی کا پہیہ سکون سے چلتے رہے، اس کے لیے بے حسی کی چادر اوڑھ کر گونگا بہرہ بننا پڑتا ہے۔

صابرہ بھی جیسے آذر کے گھر سے نکلنے کی منتظر تھیں، اپنا سفید دوپٹہ جھاڑتے کھول کر سلیقے سے اوڑھا۔

"میں ذرا صفیہ کی طرف سے ہو آؤں۔"

کرسی پر ترچھے رخ ہو کر اسکی بیک پر بازو رکھے اور اس پر اپنی ٹھوڑی جمائے، بالکل ساکت وجامد، ماہین یونہی بیٹھی رہی تو وہ بر آمدے سے باہر نکل گئیں، واپس آتی شرمین نے انہیں کاٹتی نظروں سے اپنے پاس سے گزرتے جاتے دیکھا پھر نخوت سے ناک سکوڑتے اپنی جگہ واپس آ بیٹھی۔

"ہم سے پردہ داری ہے جیسے ہمیں تو پتہ ہی نہیں نا بڑی بی کیوں آج کل صفیہ خالہ کے گھر کے چکر جلے پیر کی بلی کی طرح کاٹ رہی ہیں۔"

معمول سے بلند بڑبڑاہٹ لیے یہ برائے نام کی خود کلامی تھی، اصل مقصد تو الفاظ کا ماہین کے کانوں میں ڈالنا تھا۔

مگر اس نے بھی جیسے قسم کھا رکھی تھی، قیامت آتی ہے تو آئے وہ اپنے سپاٹ چہرے پر کسی تاثر کو بھٹکنے نہیں دے گی۔

"میں بھی دیکھتی ہوں کیسے انہیں اپنی خلع یافتہ بیٹی کے لیے خوبرو جوان ملتا ہے۔ جیسے دنیا اسی انتظار میں تو بیٹھی ہے کہ کب شہزادی صاحبہ شادی کے لیے رضامندی دیں گی اور یہ ریاستوں کے شہزادے ایک لمبی قطار میں آ کھڑے ہوں گے۔ اور پھر چناؤ کیا جائے گا۔"

اسکے کڑوے کسیلے انداز کو ماہین نے بڑی آسانی سے اپنے اندر انڈیلا، ایک گہرا سانس بھرا اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"صغیر ماموں کے لیے رشتوں کی کون سا کمی ہے، کہیں مل جائیں گی اور شکل وصورت میں بہت بہتر ہوں گی۔ یہ تو میری امی کی نیکی تھی جو اتنا سوچا کہ بیٹی کی نند ہے، بے چاری گھر بیٹھی ہے، دن بدن عمر نکلتی جا رہی ہے چلو گھر بس جائے گا مگر نہیں یہاں تو مزاج ہی نہیں ملتے، دفع دور۔ ہماری بلا سے۔"

سوئی کا دھاگہ دانت سے کاٹتے اس نے ایک تیز کاٹ دار نگاہ ماہین پر ڈالی جواب کرسی سے اٹھ رہی تھی

۔

اور پھر بنا کچھ کہے اسے خاموشی سے وہ اپنے کمرے میں جاتی دروازہ بند کر گئی، اسکی اس حرکت پر شرمین انگاروں پر لوٹی تھی۔ جل بھن کر اٹھتی بڑبڑاتے ہوئے وہ پاؤں پٹختی شرٹ کا گولا بنائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

....

صبح کے دس ہو رہے تھے وہ ابھی تک اپنے نائٹ ٹراوزر اور ڈھیلی سی فل سلیو شرٹ پہنے ہوئے تھی، بال بنا کنگھی کے ہاتھوں کی مدد سے ہی پونی میں جکڑے گئے تھے اور چہرہ دھونے کی گیلاہٹ ابھی بھی ماتھے پر بکھرے بالوں میں موجود تھی۔

ست روی سے چلتی ہوئی کچن تک آئی، رحمت بوا کو سلام کیا جو شاید دن کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ وہ خود دوپہر اور رات کا کھانا جلدی کھانے کی عادی تھیں تو کھانا بنتا بھی جلدی ہی تھا۔

"ناشتے میں کیا لو گی؟"

وہ رک کر اس سے پوچھنے لگیں جو فریج کھولے جھکی کھڑی اندر جھانک رہی تھی۔

"میں خود بنا لوں گی بوا کچھ ہلکا پھلکا۔"

وہ بولی تو آواز پر ابھی بھی نیند کا بھاری پن باقی تھا۔

"ہاشم صاحب کے لیے بھی بنالینا۔"

نور ایک جھٹکے سے انکی طرف مڑی۔

"وہ گھر پر ہیں؟"

فریج ہنوز کھلا تھا رحمت بوا نے اسے عجیب متاسفانہ نظروں سے دیکھا، یہ لڑکی تو پہلے ہی باؤلی تھی آج کل تو کچھ اور بھی ہو گئی ہے۔

"ہاں اپنے کمرے میں ہیں، ناشتہ نہیں کیا کہہ رہے تھے تم اٹھو گی تو تمہارے ساتھ کریں گے۔"

ہانڈی کے نیچے آنچ ہلکی کی، تبھی باہر سے صفائی کے لیے آنے والی ملازمہ کی آواز آئی تھی۔

آ گئی افسانہ۔۔۔ ایک تو جب تک اسکے سر ہو کر صفائی نہ کراؤں یہ سارا کوڑا کونوں کھدروں میں چھپا کر اڑنچھو ہو جاتی ہے۔"

بڑبڑاتے ہوئے وہ کچن سے باہر جانے لگیں جب بت بنی نور کو تعجب سے دیکھا۔

"فریج تو بند کر دو بیٹا، ساری گیس نکل گئی ہے۔"

جاتے جاتے اسے گھر کا تو وہ جیسے پلکیں جھپکتی ہوش میں آئی۔ اتنے دنوں سے وہ مکمل طور پر ہاشم کا اپنا بائیکاٹ کیے بیٹھی تھی، یہاں تک کہ ناشتے اور ڈنر ٹیبل پر بھی انکی ملاقات نہیں ہوتی تھی۔

لیکن آج شاید اس کا ڈراپ سین ہونے کو تھا، یکایک آنکھوں میں ڈھیر ساری خفگی و ناراضگی عود آئی، بے دلی سے اس نے سینڈوچز بنائے، ساتھ ہاشم کے لیے چائے رکھی۔

پندرہ منٹ بعد وہ ناشتہ ٹیبل پر سجائے اسکے کمرے کی طرف بڑھی تو رحمت بوا کے ساتھ فیروزی جوڑا پہنے، ہلکی سی بیس اور لپ اسٹک لگائے نک سک سی تیار دبلی پتلی لمبی سی افسانہ ہاتھ میں جھاڑو تھامے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے اوپر والی منزل پر جا رہی تھی، رحمت بوا کی نصیحتیں ساتھ ساتھ جاری تھیں،

نہ چاہتے ہوئے بھی برے موڈ کے باوجود نور کو ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی، بقول رحمت بوا نور سے اچھی تو افسانہ تھی جو کم از کم لڑکیوں کی طرح تیار شیار تو ہو کر رہتی تھی۔ نور میں انہیں لڑکیوں والی کوئی خوبی کبھی نظر نہیں آئی تھی۔

ہاشم کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتے، وہ اپنے ناخنوں کو دیکھتی اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی، کچھ ہی سیکنڈ گزرے تھے جب وہ دروازہ کھولتے اسکے روبرو کھڑا ہوا، تو اسے دیکھتے ہی نور کے چہرے پر آپ ہی آپ بارہ بجنے لگے۔

"ناشتہ ریڈی ہے آجائیں۔"

بنا اسکی طرف دوسری نگاہ کیے، سپاٹ سی آواز میں کہہ کر وہ واپس ہو گئی۔

ہاشم نے سکھ کا سانس لیا، بلا آخر تین دن بعد وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی فی الحال اتنا ہی کافی تھا۔

وہ اسکے پیچھے پیچھے ڈائننگ ٹیبل تک آیا تھا، سربراہی کرسی سنبھالتے نظر نور کے تنے نقوش والے چہرے پر ٹھہری تھی۔

"تمہارے لیے جوس نکالوں؟"

ہمیشہ کی طرح پہلے اس سے پوچھا تو وہ تیزی سے سر نہ میں ہلا گئی۔

"میں خود لے سکتی ہوں۔"

دھیمی سی مگر صاف آواز میں کہتے وہ سنجیدہ سی، سینڈوچ اسکی پلیٹ میں رکھتی، اب چائے کپ میں انڈیل رہی تھی۔ہاشم نے اضطرابی کیفیت میں اپنی ٹھوڑی کو انگوٹھے سے مسلا۔

"تم ناراض ہو مجھ سے؟"

وہ اب اپنے سامنے رکھے گلاس میں جوس ڈال رہی تھی۔

"میں آپ سے کیوں ناراض ہوں گی بھلا؟"

لاپرواہی سے شانے اچکائے، مگر اسکی طرف دیکھنے سے مکمل گریز برتنا جاری رکھا، ایک بھی نظر پڑ جاتی تو پھر زبردستی کا یہ خول خود پر چڑھائے رکھنا محال ہو جاتا، اور اسے اپنی ناراضگی جتانی تھی ۔سینڈوچ دانتوں سے کترتے وہ بولی تو ہاشم بس اسے دیکھتا رہ گیا۔

"ٹھیک ہے میری غلطی تھی، مجھے اتنا ہارش لی بات نہیں کرنی چاہیے تھی تم سے۔"

بالآخر اس نے اعتراف کر ہی لیا، سینڈوچ حلق میں پھنسنے لگا تو نور نے جوس کا سپ لیتے جہاں گلاس پر گرفت مضبوط کی وہیں خود کو بھی مضبوط کیا۔اتنا جلدی ماننے والی وہ نہیں تھی۔

"آپ نے اچھا کیا مجھے میری باؤنڈریز بتا کر۔بٹ یو نو واٹ؟ آپ کو یہ بہت پہلے کرلینا چاہیے تھا۔تا کہ مجھے پتہ ہوتا میرا نو گو ایریا کون سا ہے۔لیکن خیر۔۔۔ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی میں آئندہ آپ کے پرسنل افیئر میں انٹرفیئر نہیں کروں گی۔"

سر ہلاتے وہ متفق سے انداز میں کہتی ہاشم کے احساس پشیمانی میں کچھ اور اضافے کا باعث بن رہی تھی، سینڈوچ یوں ہی رکھا تھا، اور چائے پر ہلکی سی تہہ آگئی تھی مگر وہ یونہی بیٹھا رہا۔

"آئی ایم سوری۔"

"یو ڈونٹ نیڈ ٹو بی۔ سیر یسلی آئی ایم او کے و داٹ۔"

سینڈوچ ختم کرتے وہ زخمی سی مسکراہٹ لیے کہہ رہی تھی مگر ہاشم کو اسکایوں مسکرانا دل کو مٹھی میں دبانے جیسا تھا۔ اس سارے میں اس نے ایک بار بھی اسے ابی کہہ کر مخاطب نہیں کیا تھا، اسکے منہ سے یہ ایک لفظ تین دن سے نہیں سنا تھا تو لگتا تھا تین صدیاں بیت گئی ہوں۔ کان جیسے ترس سے گئے تھے۔

"او کے مجھے تمہاری ناراضگی دور کرنے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟"

ہاشم تھوڑا آگے کو ہو کر بیٹھا، اب بات مفاہمت پر آگئی تھی۔

"لیکن میں ناراض ہوں ہی نہیں تو۔۔۔" بظاہر جھنجھلا کر کہتے ہوئے نور کی نظر پہلی بار اس کے چہرے پر پڑی تھی اور باقی کے الفاظ حلق کے اندر ہی دم توڑ گئے تھے، وہ پریشان چہرہ اور مضطرب آنکھیں لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ نور نے بے اختیار تھوک نگلا (بس کر دو نور یہ اب کافی سے زیادہ ہو رہا ہے) دل ہی دل خود کو ڈپٹا۔

"تم جانتی ہو نور، اس دنیا میں آنے کے بعد جو چہرہ تم نے دیکھا تھا وہ میرا تھا، نویرہ کے اچانک چلے جانے کا شاک، غم، تکلیف وہ سب تمہارے ننھے وجود کے آگے بہت چھوٹے سے ہو گئے تھے۔ تب مجھے لگا تھا وہ جانے سے پہلے تمہاری صورت میں مجھے جینے کی وجہ دے کر گئیں تھیں، تمہاری دادی جب تک حیات رہیں بارہا کوشش کرتیں رہیں میں دوسری شادی کر لوں، مگر میں نہیں کر سکتا تھا تم نے ماں کا لمس محسوس نہیں کیا تھا تو میں کیسے تمہارے لیے کسی دوسری عورت پر یقین کر لیتا، تمہارے لیے ماں بھی مجھے ہی بننا تھا۔ اور اس بات کے لیے تمہاری دادی مجھ سے خفا رہتی تھیں، عجیب بات ہے ناں انہیں اپنی اولاد نظر آتی تھی اور مجھے اپنی اولاد۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ اپنی ذات کو صرف تم تک محدود کر کے جیا ہے، اتنے سالوں تک یہ سوچ بھی میرے ذہن و دل میں نہیں بھٹکی۔

تمہارے اچانک سے فورس کرنے پر میرا ری ایکشن ایسا آیا نہیں آنا چاہیے تھا، اگین آئی ایم سوری! میں نے اپنی بیٹی کو ہرٹ کیا۔ بٹ یو نو تمہارے ابی تم سے بہت پیار کرتے ہیں اور وہ تمہارے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

آخر میں اسکا گال نرمی سے تھپتھپایا تو پانیوں سے لدی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"اب کیوں رو رہی ہو؟"

انگلی سے اسکے گال سے آنسو صاف کرتے ہاشم بے سکونی سے پوچھا۔

"آئی لو یو ابی۔"

بچوں کی طرح کانپتی تھوڑی کے ساتھ کہتے، آنسوؤں میں کچھ اور شدت آئی۔

"آئی لو یو ٹو بچہ۔"

وہ دھیما سا ہنستا اسکے آنسو صاف کرتا جا رہا تھا اور آنسو تھے کہ بہتے جا رہے تھے۔

"آپ آئندہ کبھی مجھے یوں مت ڈانٹیے گا، پتہ ہے آپ سے ناراض رہنا کتنا مشکل تھا میرے لئے۔"

شکایت کرتی وہ اب پہلے والی نور لگ رہی تھی۔

"نہیں ڈانٹوں گا۔ سوری۔"

ہاشم نے یقین دہانی کرائی۔ نور روتے روتے مسکرائی۔

"تو آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں؟"

حب ناولز

اسکی جیسے تشفی نہیں ہوئی تھی۔ہاشم نے سر ہلا کر تائید کی۔ بہتے آنسو تھم چکے تھے وہ اب پر سکون لگتا تھا۔

"اور آپ میرے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں؟"

ہاشم نے اس بار زیر لب ہنسی دبائی، جیسے وہ جانتا ہو وہ کیا کہنے جا رہی ہے۔وہ ذرا ابھر رکی، گیلی آنکھوں میں چمک سی عود آئی۔

"میرے لئے شادی کر سکتے ہیں آپ؟" چہرے پر دنیا جہاں کی معصومیت، آہستہ سی آواز اور منت آمیز لہجہ۔ہاشم نے چند سیکنڈ لیے، اسکی آنکھوں میں جلتی امید کو دیکھا اور پھر دھیرے سے سر اثبات میں ہلا دیا، نور نے بے یقینی سے اسکا پر اطمینان چہرہ دیکھا، چند پل اسے دیکھتی رہی، بے یقینی حیرت میں بدلی اور پھر حیرت نے شک تک کا سفر طے کیا۔

"میری ناراضگی دور کرنے کے لیے کہیں یہ جھوٹ تو نہیں؟"

وہ شاکی سی کہنے لگی۔

"میں نے تم سے پہلے کبھی جھوٹ کہا ہے۔"

وہ مسکرا رہا تھا، اسکے پل پل بدلتے چہرے کے تاثرات پر۔

"تو آپ سچ میں شادی کر لیں گے۔"یقین کی سرحد پر کھڑی وہ پر جوش سی اٹھ کھڑی ہوئی، چہرہ خوشی سے دمک اٹھا تھا۔

"ہاں کر لوں گا۔"

ہاشم گردن اٹھائے اسے دیکھتا ہنوز مسکرا رہا تھا۔

ہنستی ہوئی نور آگے ہوتی جھک کر اسکے گلے لگی تھی۔ فرط جذبات سے بھیگی آواز میں، اسکے کندھے میں منہ دیے وہ بول رہی تھی۔

"یہ اتنا آسان تھا ابی۔ کاش آپ مجھے پہلے ڈانٹ لیتے۔"

خوشی کے دوران ہلکے سے تاسف نے اسے گھیرا تو اسکے بال سہلاتے ہاشم کے لیے مزید ہنسی ضبط کرنا محال ہوا۔

"لیکن تم مجھے تھوڑا وقت دوگی اور وہ جو تم بار بار مجھے اپنی ان جاننے والی سے رشتہ طے کرنے کی بات کرتی ہو ویسا کچھ نہیں ہوگا۔"

وہ ابھی سے کچھ بند باندھ رہا تھا جو ضروری تھے۔ نور اس سے الگ ہوتی سیدھی ہوئی۔

"ڈونٹ وری ابی، میں ماڈرن ایرا کی بیٹی ہوں، ٹھیک ہے مجھے آپ کے لیے کوئی پسند ہیں مگر میں اپنی پسند پر آپ کی پسند کو ترجیح دینے کو تیار ہوں۔"

سمجھداری سے سر ہلاتے وہ یوں کہہ رہی تھی جیسے زمانے میں بیٹیوں کی، باپ کی شادی کرانے کی ریت چل پڑی ہو۔

"شکریہ نور۔" اس بات کے لیے وہ تہہ دل سے اسکا شکر گزار ہوا تھا۔

"چلیں اب ناشتہ کریں۔ لیکن یہ تو ٹھنڈا ہو گیا سب، رکیں میں اوون میں گرم کرلاتی ہوں۔"

حب ناولز

وہ اسکے سامنے سے سینڈوچ اور چائے اٹھاتی، مسکراکر اسے دیکھتی کچن میں گھس گئی تو ہاشم نے اتنے دنوں بعد خود کو ہلکا ہلکا سا محسوس کیا، جیسے کوئی بھاری پتھر سینے پر سرک گیا ہو۔

....

شام کے ڈھلتے سائے شہر پر ٹھنڈک کا احساس لئے اترے تھے، آسمان پر گہرے کالے بادلوں کا راج تھا اور ہوا چل رہی تھی۔

موسم خوش گواریت لیے ہوئے مشال کو نیچے لان میں ٹہلنے کی دعوت دے رہا تھا۔

وہ اپنے پورشن سے نیچے اترتی اور لان میں یونہی سست روی سے چکر کاٹنے لگی، پنڈولم کی طرح یہاں سے وہاں اور پھر وہاں سے یہاں۔ ہوا اچھی خاصی تیز چل رہی تھی اسکا سر پر سے دوپٹہ بار بار پھسلتا جسے وہ بار بار ہاتھ سے ٹھیک کرتی جا رہی تھی۔

آج کل التمش کا کوئی فارن ڈیلیگیشن آیا ہوا تھا، وہ صبح کا نکلتا شام کو تاخیر سے لوٹتا اور پھر رات گئے تک لیپ ٹاپ لیے لیونگ ایریا میں بیٹھا رہتا۔ ایسے میں اسکی توجہ مشال سے ہٹی ہوئی تھی اور مشال کے لیے یہ کسی غنیمت کے جیسے تھا، اسے اپنے صدمے اور غم وغصے سے نکلنے کو جو وقت درکار تھا وہ میسر آیا ہوا تھا، مگر پھر بھی دل کا بوجھل پن جیسے جوں کا توں تھا۔

دفعتاً چوکیدار اپنے چھوٹے سے بنے کیبن سے باہر نکلا اور مین گیٹ کھولا۔ سفید گاڑی اندر داخل ہوئی تو مشال چکر کاٹ کر واپس مڑتی رک سی گئی۔ گاڑی سے عطیہ باہر نکلیں تھیں، سرمئی لان کا نفیس سا سوٹ، براؤن ڈائی کیے بال کھول رکھے تھے، چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیے، دوپٹہ شانے پر ایک طرف ڈال رکھا تھا۔

شادی کے بعد اس نے آج دوسری بار انہیں دیکھا تھا، ایک تو وہ ورکنگ لیڈی تھیں، صبح ہوسپٹل اور شام میں اپنا ذاتی کلینک چلاتیں تو گھر پر ویسے بھی کم موجود ہوتی تھیں۔ اور دوسرا یہاں ایک بات جو اسے بہت عجیب لگتی تھی التمش اور عزیر کی فیملی ایک ہی گھر میں رہتے ایک دوسرے سے بالکل کٹے ہوئے سے لگتے تھے۔

"عطیہ نے سر تا پیر اسے عجیب سی جانچتی نظروں سے دیکھا تھا، مشال انہیں رکا دیکھ کر مرو تاً خود ہی چلتی انکے قریب آئی، اور سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو مشال؟"

انکے لہجے میں نہ تو کوئی نرمی تھی اور نہ ہی کوئی سرد مہری، کچھ تھا جو بناوٹی سا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔"

وہ کچھ نروس سی ہوتی بولی۔

"اور سیٹل ہو گئی تم؟"

ہاتھ میں تھامے ہینڈ بیگ میں سے کچھ تلاش کرتے وہ مصروف سی پوچھنے لگیں۔

"جی۔"

یک لفظی جواب دیتے اس نے ہوا سے اڑتا دوپٹہ ہاتھ سے تھاما۔

"ہمت ہے تمہاری جو التمش جیسے شارٹ ٹمپرڈ اور bossy بندے کے ساتھ اتنی جلدی سیٹل ہو گئی ہو ۔اینی وے گڈ لک فور یور فیوچر لائف۔"

موبائل نکالتے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتیں وہ طنزیہ سی مسکراہٹ اسکی طرف اچھالتی آگے بڑھنے لگیں۔مشال نا سمجھی سے اسکی بات میں چھپے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش میں تھی۔جب جاتے جاتے عطیہ پلٹی۔

"اندر آؤ چائے پیتے ہیں ساتھ۔"

جاتے جاتے جیسے آداب میزبانی یاد آئے تھے،مشال ذرا ابھر چونکی پھر دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر نفی میں ہلا دیا۔

"پھر کبھی سہی بھابھی،ابھی مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔"

وہ رسانیت سے منع کر گئی۔عطیہ نے ہونٹ بھینچ کر ناک سکوڑا۔

"ہاں بھئی تمہارے شوہر کے آنے کا وقت ہو رہا ہے،تم نے اپنے ہاتھوں سے اسکے لیے کھانا بنانا ہو گا نا ۔آخر یہی تو کرائیٹیریا تھا تمہارے شوہر کا اپنی ہونے والی بیوی کے لیے۔جو اسکا گھر سنبھالے،بچے پیدا کرے اور ہاتھ باندھے بس اسکی جی حضوری کرے،یعنی کہ اسکی زندگی التمش صاحب سے شروع ہو کر بس اسی پر ختم ہو جائے۔"

تنفر سے سر جھٹکتے،سلگتے لہجے میں کہا تو ہونٹوں پر زہر خند مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔مشال بنا آنکھیں جھپکائے ششدر سی انہیں دیکھتی رہ گئی،انکی باتوں میں اگر کوئی سچائی تھی تو نا قابل یقین تھی اور اگر

مبالغہ آرائی تھی تو اخیر تھی۔ وہ شل سی کھڑی رہ گئی، ساکت، بالکل جامد۔ یہاں تک کہ عطیہ وہاں سے چلی گئیں، مگر وہ پھر بھی نہیں ہل سکی۔

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ موسم کی خوش گواریت نے اسکے بے زار ہوتے دل پر اپنا اثر کھو دیا تھا۔

....

کل شام سے بادلوں کی آنکھ مچولی جاری تھی، اس وقت بھی صبح کے سات بج رہے تھے مگر باہر سورج کو منظر پر ابھرنے کا بادلوں نے ایک بھی موقع نہیں دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی تھی، عبایا پہنے اب سکارف لے رہی تھی۔ چہرہ صاف و شفاف تھا۔ بلا آخر پانچ دن کے بعد آج وہ دوبارہ اسٹور جانے کو تیار ہو رہی تھی۔ پورا دن گھر رہ کر وقتاً فوقتاً ثمرین کی جلی کٹی سننے سے بہتر تھا وہ خود کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھتی۔ امی آتے جاتے اسے دن میں کہیں بار شادی کرنے کے سیر حاصل فوائد پر وعظ دیتیں تو وہ بنا چوں چرا کیے چپ چاپ سارا سن لیتی۔ زندگی تو جیسے آج کل بس ایسے ہی گزر رہی تھی یا شاید وہ جان بوجھ کر گزار رہی تھی۔

اپنے کمرے سے نکل کر وہ باہر برآمدے میں آئی جہاں ڈائننگ ٹیبل پر آذر بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا اور ثمرین ساتھ بیٹھی، اسکول یونیفارم میں بھاگنے کو تیار سبحان کو زبردستی دبوچے منہ میں نوالا ڈال رہی تھی۔

صفا چارپائی پر صابرہ کے قریب بیٹھی تھی جسے وہ چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر کھلا رہی تھیں۔

میں نکل رہی ہوں امی۔"

حب ناولز

باہر نکلتے ہی ماہین نے صابرہ کو پکارتے کہا تو آذر نے گردن موڑ کر کینہ پرور نگاہوں سے ماہین کو گھورا۔

"کہاں جا رہی ہو تم؟"

وہ غصیلے لہجے میں قدرے تیز آواز میں بولا تو شرمین بھی سبحان کو چھوڑ کر متجسس سی ان دونوں کو دیکھنے لگی جو اسکی گرفت سے آزاد ہوتا باہر صحن میں اپنی سائیکل کی طرف بھاگا تھا۔ آج تو صبح صبح ہی ماحول گرم ہونے کو لگتا تھا۔ صابرہ بھی متوحش سی نوالا بناتا ہاتھ روکے آذر کو دیکھنے لگیں۔

"کام پر جا رہی ہوں۔"

اپنے نارمل سے انداز میں جواب دیتے وہ دو قدم آگے بڑھی۔

"امی میں نے منع کیا تھا یہ اب کام پر نہیں جائے گی۔"

وہ غصے سے بھری آواز میں بظاہر ماں سے کہتا چبھتی نگاہیں ہنوز ماہین پر گاڑھے ہوئے تھا۔ ماہین نے کسی بھی تاثر سے عاری چہرہ لیے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تو اسکے یہ بے نیازی بھرے انداز آذر کو مزید سلگا گئے، اپنے ہی غصے کی آگ میں جلتا بھنتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس گھر میں میری بات کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں۔ پہلے بھی آپ کی شہ پر یہ اپنا گھر برباد کر چکی ہے اب آپ میری ہر بات کی نفی کرتے اس کا ساتھ دے کر اسے مزید بڑھاوا دے رہی ہیں امی کہ یہ جو چاہے کرتی پھرے، اسکی نظر میں بڑے بھائی کا نہ کوئی ادب ہے اور نہ لحاظ۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں امی بہت پچھتائیں گی آپ۔"

حب ناولز

تیز ہوتے تنفس کے ساتھ اسکی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ چھوٹی صفا نے ایک نظر دادی کے رکے ہاتھ میں رکھے نوالے پر ڈالی، دوسری باپ کے بگڑے تیور لیے چہرے پر۔ اور منہ بناتی وہ بھی باہر سائیکل چلاتے بھائی کی طرف دوڑ گئی۔

اس سب میں اگر کوئی محظوظ ہو رہا تھا تو وہ شرمین تھی، اور کوئی اثر نہیں لے رہا تھا تو وہ ماہین تھی۔

"تم جاؤ ماہین۔ اللہ حافظ۔"

کچھ توقف کے بعد صابرہ بولیں بھی تو کیا۔ آذر بے یقین سا درشتگی سے انہیں بس دیکھتا رہ گیا۔ ماہین نے آہستگی سے سر کو جنبش دی اور تیز تیز قدم لیتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"آذر میں ابھی ماہین کی سرپرست کی حیثیت سے موجود ہوں۔ تم اپنی جان ہلکان مت کرو۔ وہ کام پر جائے گی۔ خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہوئی تو میں جوابدہ ہوں گی۔ تمہیں اسکی فکریں پالنے کی نہ پہلے ضرورت تھی اور نہ اب ہے۔"

صابرہ کی کھدری سی آواز نے بہت دور تک ماہین کا پیچھا کیا تھا وہ جانتی تھی اسکے منظر سے ہٹنے پر بھی بہت دیر تک اسکی ماں کو اسکا دفاع کرنا پڑے گا اور بہت ساری تلخ باتیں سننی پڑیں گی۔ گھر کے گیٹ سے نکلتے اس نے ایک گھٹن آمیز گہرا سانس خارج کیا۔ تازہ ہوا کے جھونکے نے اسے خوش آمدید کہا تو ایسے لگا جیسے کسی قفس سے آزادی ملی ہو۔ سانس اب پہلے سے بہتر آ جا رہا تھا، تنگی کا احساس سمٹا تھا۔

اس وقت اسے سمیر کا ڈر بھی نہیں رہا تھا جس ذہنی اذیت کا شکار وہ گھر پر ہو رہی تھی، اور جتنا وہ آج کل اپنے آپ کو بے پرواہ ثابت کرنے میں ہلکان ہو رہی تھی اس کے بعد اس ماحول سے نکلنے کی راحت نے اس کے باقی سبھی خوف و خدشات کو کہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

جس وقت وہ اسٹور پر پہنچی اسکے اپنے کاؤنٹر پر پہنچنے تک قریب قریب گراؤنڈ فلور پر کام کرنے والے ہر ورکر نے آکر اسکی خیریت دریافت کی تھی۔ وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ سب کو جواب دیتی جا رہی تھی۔ اپنے کاؤنٹر پر پہنچ کر صوفیہ سے باتیں کرتی وہ کمپیوٹر آن کرتی کسی بات پر مسکرائی تھی جب مین انٹرنس سے داخل ہوتے ہاشم کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔ اپنی ہی دھن میں چلتا وہ ٹھٹکا، قدم رکے، نگاہ ٹھہری اور گردن کی ہڈی ڈوب کر ابھری۔ خالی جگہ پر ہو چکی تھی۔ وہ جو ایک کمی کا احساس تھا زائل ہوا تو بے نام سی تشنگی بھی عنقا ہوتی چلی گئی۔ بھوری آنکھوں کا بڑھتا اشتیاق، ہونٹوں کے کناروں پر کھلتا مبہم سا تبسم کوئی داستان سنا تا تھا۔ وہ لمحوں کے طلسم میں جکڑا، بے اختیاری کی سرحد پر کھڑا، نجانے کب تک ارد گرد سے بے نیاز رہتا جو اگر متین صاحب اسکے اور ماہین کے درمیان موجود فاصلے پر کہیں سے یک دم آکر منظر عام پر نمودار نہ ہوتے۔ وہ مسکراتے ہوئے اسکی طرف آرہے تھے، ہاشم نے پلکیں جھپکیں، منتشر ہوئے حواس بحال کرتے اسکے ماتھے پر اپنی بے اختیاری میں ہوئی حرکت پر شکنوں کا جال سا بچھتا چلا گیا۔ متین صاحب اب اسکے نزدیک آکر رکتے کوئی بات کر رہے تھے، اور وہ غائب دماغی کے ساتھ صرف انکے ہلتے ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا، نہ تو کچھ سنائی دے رہا تھا اور نہ سجھائی۔ نگاہ ایک بار پھر سے پس منظر میں نظر آتے چہرے تک گئی جو اب جھک کر دراز میں کچھ تلاش رہی تھی۔ ہاشم نے تیزی سے نگاہوں پر لگام ڈالی، خود کی سرزنش کی تو چہرے پر کچھ سختی سی در آئی، متین صاحب کو بعد میں بات کرتے ہیں کہتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جاتے ہوئے اسکے چہرے پر کوئی خاص تاثر تو نہیں تھا لیکن اگر کوئی آنکھیں پڑھنے کا فن جانتا اسکی بھوری آنکھیں دیکھ لیتا تو ان میں گھلا بے آرامی کا تاثر ایک لمحے میں پہچان لیتا۔

اپنے آفس میں پہنچ کر کوٹ اتارتے اسٹینڈ پر لٹکائے وہ گلاس ونڈو کے بلائیڈز ہٹاتا نیچے جھانک رہا تھا، نیچے معمول کی چہل پہل تھی۔ اسکی متلاشی آنکھیں ماتھے پر سوچ کی لکیریں لیے جسے ڈھونڈ رہی تھیں وہ کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ مطمئین نظر نہیں آتا تھا۔ اپنی جیب سے موبائل نکالتے ایک نمبر کنٹیکٹ لسٹ سے نکالتے ڈائل پر ڈالا۔ نگاہیں ابھی بھی باہر جمی ہوئی تھیں۔

سلام دعا کے چند رسمی کلمات کے تبادلے کے بعد وہ بول رہا تھا۔

"ایس پی صاحب! میں ابھی آپ کو ایک سی سی ٹی وی فوٹیج میل کروں گا جس میں نظر آتا شخص میری ایک کلوز ریلیٹیو کو ہراس کر رہا ہے، معاملہ تھوڑا کانفیڈینشل ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں خاتون کی عزت کا معاملہ ہے۔"

وہ بہت ناپ تول کر الفاظ کا چناؤ کر رہا تھا۔

"سمجھ گیا آفریدی صاحب۔ آپ یہ بتائیں میرے لائق کیا خدمت ہے؟"

ایس پی عاصم خٹک اسکا پرانا شناس تھا۔

"مجھے یہ آدمی کچھ ٹائم کے لیے سلاخوں کے پیچھے چاہیے، کچھ بھی کریں آف کورس مجھے آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کے پاس بہت سے حربے ہوں گے اسے چند ماہ تو حوالات میں رکھ ہی سکتے ہیں۔ اور ہاں تھوڑی بہت مہمان نوازی بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

سرد سی آواز میں گیلی سلگتی لکڑیوں کے جلنے کی سی تڑتڑاہٹ تھی۔ دوسری طرف محظوظ ہوتے قہقہہ لگایا گیا تھا۔

"سمجھ گیا۔ سمجھیں کام ہو گیا آپ کا۔"

چند باتوں کے بعد وہ کال ڈسکنیکٹ کرتا واپس مڑا تو چہرے پر اب پہلے سے تناؤ کی کیفیت نہیں تھی۔

....

رات کا کھانا میز پر لگاتے ہوئے بھی اسکا ذہن عطیہ کی کہی باتوں میں ہی کہیں الجھا ہوا تھا، انہوں نے التمش کے بارے میں ایسی باتیں کیوں کہی تھیں، وہ ایک مہینے سے اسکے ساتھ رہ رہی تھی وہ کہیں سے بھی شارٹ ٹمپرڈ، غصے کا تیز تو بالکل نہیں لگتا تھا۔ اور انکا اسکی بیوی کے لیے بتایا گیا کرائیٹیریا؟ یہاں وہ مشال کو کہیں نہ کہیں صحیح لگیں تھیں، وہ تب سے سوچتی جا رہی تھی اور اسے اپنا آپ اسے انکے بتائے سانچے میں فٹ بیٹھتا دکھائی دے رہا تھا۔

التمش آج بھی لیٹ واپس آیا تھا، رات کے ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے وہ کھانا میز پر لگائے اسکے آنے کی منتظر تھی، تبھی وہ کمرے سے نکلتا لیونگ ایریا میں ہی کچن کی دیوار کے سامنے لگے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھا، شاور لے کر گیلے بالوں میں برش کیے وہ فریش سا لگتا تھا، آنکھوں میں ہلکی سی تھکاوٹ نظر آتی تھی مگر چہرے پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔

میز کے گرد بیٹھتے اس نے مشال پر سرسری سی نگاہ ڈالی تو وہ معمول سے کچھ زیادہ بجھی بجھی لگی تھی، اس نے اپنی پلیٹ میں سالن نکالنے سے پہلے اسکی پلیٹ میں سالن نکالا۔ پھر مصروف سے انداز میں اپنے لیے نکالتے کھانا شروع کیا۔ پہلا نوالا منہ میں رکھا ہی تھا کہ لقمہ چباتے جبڑہ رکا، تب تک مشال بھی منہ میں نوالا رکھ چکی تھی۔ اسکی غائب دماغی نے اثر دکھایا تھا وہ شاید دو بار نمک ڈال گئی تھی۔

"نمک تیز ہو گیا ہے۔"

خفت بھری آواز میں کہتے اس نے التمش کا چہرہ دیکھا۔ جس نے بمشکل نوالا حلق سے اتارا تھا اور پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔

"کچھ زیادہ ہی تیز ہو گیا ہے۔" ہونٹوں پر انگلی پھیرتے وہ بے چارگی بھرے انداز میں ہلکا سا ہنسا تھا۔ پھر مشال کا روہانسا چہرہ دیکھ کر اپنی ہنسی ضبط کی، ساتھ ہی گلہ کھنگارا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہو جاتا ہے کبھی کبھار۔ تم پانی پیو۔"

گلاس میں پانی انڈیلتے اسکے سامنے کیا تو اس نے بنا کچھ کہے گلاس اسکے ہاتھ سے لیتے منہ سے لگا لیا، منہ میں رکھے نوالے کو حلق سے نیچے اتارنے کا بس یہی ایک طریقہ تھا۔

"میں کچھ اور بنا لیتی ہوں۔" شرمندگی بھرے لہجے میں کہتے وہ اٹھنے لگی تو التمش نے سرعت سے اسکا ہاتھ تھام کر اسے بٹھایا۔

"نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی کہاں تم کچھ اور بناتی پھرو گی۔"

وہ اس پر نظر جمائے متانت سے بولا جس کا سارا دھیان اسکے ہاتھ میں مقید اپنے ہاتھ میں سمٹا ہوا تھا۔ وہ ذرا توقف کو رکا، سامنے میز پر رکھے کھانے پر ڈالی۔

"لیکن یہ بھی سچ ہے کہ یہ کھانا تو کھانے لائق نہیں ہے۔"

کافی حقیقت پسندانہ تجزیہ تھا۔ تھا تو سچ مگر مشال کو پھر بھی برا لگا۔ اسے کم از کم دل رکھنا تو آنا چاہیے تھا۔ اسکی خجل سی آنکھوں میں گلہ سا تیرنے لگا جسے شاید وہ بھی بھانپ چکا تھا۔

"ایسے مت دیکھو مشال۔ ٹھیک ہے تم نے بہت محنت سے کھانا بنایا ہے لیکن آئی ایم سوری یار تمہارا دل رکھنے کے لیے میں یہ زہر نہیں کھا سکتا۔"

وہ ڈھٹائی سے ہنستا ہوا، اپنی بے بسی کا اظہار کر رہا تھا۔ اور مشال کا دل اسے ہنستے دیکھ کر دغا دینے کے درپے ہونے لگا۔

"میں نے کب کہا ہے آپ یہ کھائیں؟ کہہ تو رہی ہوں کچھ اور بنا لیتی ہوں۔"

وہ کچھ خفگی سے کہتی اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے نکالنے لگی۔

"کہیں باہر چلتے ہیں، تم تیار ہو جاؤ۔"

التمش نے اسکی کوشش کامیاب نہیں ہونے دی تھی، ہاتھ ہنوز اسکے ہاتھ میں دبا تھا۔

"لیکن گلزار؟"

مشال کو پہلا خیال اسکا آیا تو التمش جی بھر کر بدمزہ ہوا۔

"چھوٹا بچہ نہیں ہے وہ، اپنے لیے کچھ منگوالے گا۔ تم نے چینج کرنا ہے تو کر لو، ورنہ ایسے بھی مجھے اچھی ہی لگ رہی ہو۔"

وہ سرعت سے اٹھی۔

"نہیں میں نے چینج کرنا ہے۔"

کچھ دیر بعد وہ دونوں نیچے اترتے، اسکی گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔

بیٹھتے ساتھ ہی مشال کی نگاہ ڈیش بورڈ پر پڑی تھی، اور وہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی، سانس روکے۔ دل پوری قوت سے سکڑ کر پھیلا تھا۔ نگاہیں جم سی گئیں تھیں، سوکھی ہوئی کلیاں اب بھی وہیں تھیں جہاں وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ آنکھوں میں چبھن کا احساس بڑھتا چلا گیا تو بے اختیار اس نے پلکیں جھپکیں۔

سیٹ بیلٹ باندھتے التمش نے جیسے اسکا ٹھٹکنا جانچ لیا تھا۔

"تم اپنی چیز بھول گئی تھی، مجھے پھینکنے کا دل نہیں کیا۔"

اتنے دنوں میں یہ پہلا گلہ تھا جو اس نے کیا تھا، عام سے انداز میں جیسا کہ وہ کرتا تھا، مثال نے چہرہ گھما کر اسے دیکھا، وہ شانے اچکاتا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔ اور وہ اسے دیکھتی رہ گئی وہ ایسا کیوں تھا؟ ہر خاص بات کو عام رنگ دینے کا ماہر۔ اور یہاں آکر اگر اسکا دل نہ پگھلتا تو یقیناً پتھر کا ہو جاتا۔

سیکیورٹی گارڈ نے گیٹ کھولا تھا، گاڑی ریورس کرتے باہر نکال کر روڈ پر ڈالتے وہ پوری توجہ سامنے مرکوز کیے ہوئے تھا اور وہ اسکے چہرے پر سے نظریں اب بھی ہٹا نہیں پائی تھی۔

"سوری۔۔۔۔۔ مجھے غصہ تھا آپ پر۔"

اور بلا آخر وہ بولنے پر آمادہ ہوئی تھی۔ التمش مبہم سے انداز میں مسکراتا سر کو تائیدی انداز میں ہلا گیا۔

"ہونا بھی چاہیے تھا۔"

بنا اسکی طرف دیکھے کہا تو مثال کی گیلی ہونے کو تیار آنکھوں میں حیرت جاگی۔

"تمہاری جگہ میں ہوتا تو مجھے بھی آتا۔ لیکن میں اسے تمہاری طرح اندر دبا نہیں لیتا بلکہ باہر نکال دیتا۔" "کہتے ہوئے وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ گردن گھمائی اور اسکی بھوری بے یقین آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں ڈالتے وہ مکمل سنجیدگی سے گویا ہوا" اس لیے میں تم سے بھی کہہ رہا ہوں تم ابھی یا زندگی میں آگے جا کر کبھی بھی مجھ سے غصہ ہو یا ناراض، اسکا کھل کر اظہار کرنا اینڈ بلیو می میں کبھی بھی تمہیں اس کے لیے شٹ اپ کال نہیں دوں گا۔"

مشال کے دل کا آخری غبار بھی نمی کی صورت آنکھوں میں آکر ٹھہر تا جاتا رہا، دادی ٹھیک کہتیں تھیں ، زندگی میں ملنے والی ہر خوشی نعمت سی ہی تو ہوتی ہے، وہ یہاں آکر کفران نعمت کر بھی کیسے سکتی تھی؟ ایک ہفتے بعد وہ آنکھوں سے بہتے نمکین پانیوں کے ساتھ پورے دل سے مسکرائی تھی۔ التمش نے یہ بارش میں دھوپ سا جان فزا منظر ایک تشکر آمیز گہری سانس لیتے دیکھا تھا۔

بمشکل اس پر سے نظر ہٹاتے سامنے دیکھتے پلکیں جھپکا کر دل و دماغ حاضر کیا، من چاہی عورت اچھے خاصے باشعور آدمی کے حواس سلب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ رات کی تاریکی میں اوپر سے چھن کر آتی پول لائٹس کی روشنی، تاروں سے بھرا آسمان اور سامنے سے آتیں گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس یکا یک سب رومانوی سے لگنے لگے تھے۔ اتنے دنوں کی کام کی تھکاوٹ، مشال کو لے کر ذہنی تناؤ سب کہیں رات کی اس سیاہی میں گم ہوتے چلے گئے۔ اسے اپنا آپ ہلکا ہلکا سا محسوس ہو رہا تھا، مگر اسے ابھی بہت سی الجھی گرہیں سلجھانی تھیں۔

"میں نے لالی سے کہا تھا وہ تمہارے گھر والوں کو یہ بات کرسٹل کلئیر بتائیں گی۔ اور لالی نے بتائی بھی ، اب زہرہ خالہ نے کیا سوچ کر تمہیں نہیں بتایا آئی ڈونٹ نو بٹ انکے پاس بھی کوئی ریزن ہو گی، ہم سب کے پاس اپنے ہر عمل کو جسٹفائی کرنے کی کوئی نہ کوئی ریزن ضرور ہوتی ہے مشال۔ بٹ بلیو می اگر مجھے زیرو پوائنٹ ون پرسنٹ بھی آئیڈیا ہوتا کہ تم اپنے میڈیکل کیریئر کو لے کر اتنی سیریس ہو تو میں تم سے شادی کبھی نہیں کرتا۔"

اس وقت دل کی زمین اسکے لیے اس قدر گداز ہو رہی تھی کہ اسکے لہجے میں بولتی سچائی پر وہ آنکھیں بند کیے یقین کرنے کو تیار تھی۔ دل کے آئینے کی کدورت صاف ہوئی تو ایک بار پھر سے اسے دیکھنا بھی اچھا لگنے لگا اور سننا بھی۔

"تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری اسٹڈیز کے خلاف ہوں۔ نہیں ایسا نہیں ہے، بات اگر صرف تمہارے ماسٹرز کرنے کی ہوتی تو مجھے کوئی دقت نہیں تھی، دو سال کا تو ٹائم پیریڈ ہے میں تمہیں خوشی خوشی سپورٹ کرتا یار۔ اور تمہارے لیے اب بھی یہ آپشن کھلا ہے تم چاہو تو ایم بی بی ایس کے بجائے ایم ایس سی کر سکتی ہو۔ لیکن اگر تم ایم بی بی ایس کرتی ہو تو تمہارے چھ سال تو لازمی صرف ہوں گے، اتنا لمبا عرصہ، اتنی محنت کے بعد اگر تم صرف ڈگری لے کر گھر بیٹھ جاؤ تو یہ تمہارے ساتھ زیادہ زیادتی ہو گی مشال۔"

سامنے سے نظر ہٹاتا وہ ایک لمحے کے لیے اسکی طرف گردن گھمائے مڑا، وہ پوری توجہ سے اسے سنتی پہلے والی مشال لگتی تھی۔ نگاہ پلٹتے وہ خود نہیں جانتا تھا وہ کیوں مسکرایا تھا۔

"مجھے تمہاری اسٹڈیز سے کوئی ایشو نہیں ہے، بس میں اپنی بیوی کو پروفیشنل ورکنگ لیڈی کے روپ میں نہیں دیکھتا، اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ میری بہت سادہ سی فلاسفی ہے ہو سکتا ہے تمہیں تھوڑی اولڈ فیشن لگے لیکن جو ہے سو ہے مجھے ایسی بیوی چاہیے تھی جس کے ساتھ مل کر میں ایک گھر بنا سکوں ، کسی بھی گھر کی بنیادیں عورت مضبوط کرتی ہے، مرد سائبان مہیا کرنے والا ہوتا ہے۔ بنیاد ہی مضبوط نہیں ہو گی تو سائبان کا کیا کرنا؟ اور مجھے اپنے لیے ایک چھوٹی سی مگر مکمل فیملی چاہیے، جہاں میرے بچے پورا دن ماں کی شکل دیکھنے کو ترسیں نا۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے بس اپنی اپنی ترجیحات کی بات ہے۔ مجھے تمہارے لیے سچے دل سے برا لگا تھا مشال بٹ یہ بھی سچ ہے اتنے سال اپنی آئیڈیالوجی کے ساتھ پروان چڑھنے کے بعد میں اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا، زیادہ نہیں بس تھوڑا سا ضدی ہوں میں، عادتیں ہوں، نظریات یا انسان جلدی جلدی اپناتا نہیں ہوں اور ایک بار اپنا لوں تو پھر آسانی سے چھوڑتا نہیں ہوں۔"

اس نے بے بسی سے کہتے شانے اچکائے۔

مشال نے نظریں جھکا کر اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کچھ تلاشنا چاہا۔ ٹھیک ہے زندگی کسی ایک نقطے پر ختم نہیں ہوتی، بہت سی ناآسودہ خواہشیں بھی تو رہ جاتی ہیں۔ دل سے اٹھتی کسک کو اس نے بڑی مشکل سے تھپکی دی تھی۔

"اب میں ایک سوال پوچھوں تم سے مشال؟"

وہ کچھ سوچتا مبہم سے لہجے میں گویا ہوا، مشال سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی، جو ذرا بھر نگاہ اس پر ڈالتے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"اگر تمہیں چناؤ کا موقع ملے تو تم کسے چنو گی التمش کو یا پھر اپنے ایم بی بی ایس کے خواب کو؟"

مشال نے اچنبھے سے اسے دیکھا جو حد درجہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ بھلا یہ کیسا سوال تھا؟ وہ متذبذب سی خالی آنکھیں لیے اسے دیکھتی رہی۔

"تمہیں سوچنے کے لیے زیادہ وقت درکار ہے کیا؟"

اس بار کی گہری سوال کرتی نگاہوں نے مشال کے دل کے اندر کہیں بہت دور تک سفر طے کیا تھا، سوال مشکل پہلے بھی نہیں تھا اور ان آنکھوں کے مانند ہوتے دیپ نے جواب کچھ اور آسان کر دیا تھا۔ وہ اپنی ازلی دھیمی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب طے تھا کہ منزل وہی ہے تو پھر اسے پورے دل سے قدم اسکی طرف بڑھانے تھے، اگر مگر کی کہیں کوئی گنجائش رکھے بغیر۔ تبھی جب وہ بولی تو پر اعتماد سی لگتی تھی، جیسے اسکا دل و دماغ بالکل صاف و شفاف تھے، ہر دھند لکے سے پاک۔

"یہ سچ ہے التمش میں نے ایک لمبا عرصہ ایک خواب دیکھنے میں اپنی آنکھوں کو جلایا ہے، جس سے دستبردار ہونے نے مجھے کہیں دن بے سکون رکھا، خفا رکھا خود سے، آپ سے اور دادی سے بھی۔ میں جب جب اس بارے میں سوچتی ہوں اک خالی پن سا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کچھ بہت اہم کھو دیا ہو۔"

وہ نرمی سے بولتی جا رہی تھی، التمش نے اس دوران جان بوجھ کر نگاہ اس پر نہیں ڈالی، ہاتھ کا دباؤ سٹیئرنگ پر بڑھتا چلا گیا۔ یہ وہ تقابل تھا جو اسے اپنی شادی شدہ زندگی میں کبھی نہیں کرنا تھا۔ لیکن اسے کرنا پھر بھی پڑ رہا تھا۔

"لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ صرف ایک خواب ہے، اور ہر خواب پورا بھی ہو یہ تو کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ میں خوابوں کے پیچھے حقیقت کو جھٹلانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور زندگی کے اس موڑ پر میری سب سے بڑی حقیقت آپ ہیں۔ جسے میں کبھی بدلنا نہیں چاہوں گی۔"

اسکی بات کیا مکمل ہوئی، التمش کی جیسے زندگی مکمل ہوئی تھی۔ ایک گہرا تشکر آمیز سانس لیتے اسکے چہرے پر کھلتی پر مطمئین سی مسکراہٹ قابل رشک تھی۔ زندگی اتنی آسودگی ایک ہی لمحے میں ہر کسی کو نہیں دے دیا کرتی، سوائے انکے جن پر وہ مہربان ہو۔ اور التمش حیات پر ان ساعتوں میں زندگی جی جان سے مہربان تھی۔

"تھینک یو۔"

ایک بھرپور نظر اس پر ڈالتے اس وقت وہ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی، اچانک مل جانے والی خوشی کے ریلے میں بھی کبھی کبھی ہمارے سبھی الفاظ بہہ جاتے ہیں۔

مشال کے حصے میں ایک اور تھینک یو درج ہو چکا تھا، اس نے ڈھیر سارے اطمینان کے ساتھ اس نے مسکرا کر اسے وصول کیا تھا۔ دل تھوڑا بڑا کرنے کی دیر تھی، زندگی تو اسکے "تھینک یو" کے ساتھ بھی اچھی بسر ہو سکتی تھی۔ زیر لب ہنسی روکتے اس نے باہر بھاگتی زندگی پر نگاہیں جما دیں۔

....

شام کے ساڑھے تین بج رہے تھے، آسمانی رنگ کی لانگ کرتا نما شرٹ کے نیچے وائٹ ٹراؤزرز پہنے گلے میں جھولتے سکارف کے ساتھ بیک بیگ لٹکائے وہ اسٹور کے اندر داخل ہوئی تھی، بال حسب معمول آگے سے ماتھے پر بکھرے اور باقی پیچھے اونچی پونی میں باندھ رکھے تھے، منہ میں چیونگم چباتی وہ وائٹ سنیکرز میں مقید قدم مضبوطی سے جمائے اندر بڑھی، ایک سرسری سی نگاہ یوں ہی بے ارادہ ارد گرد ڈالتے وہ تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی جب نگاہ ایک جگہ تھمی اور پھر قدم بھی رک سے گئے، بے یقینی بھری بھوری آنکھوں نے پلکوں کو جھپکا، لیکن یہ وہی تھی، نور اسے دور سے بھی پہچان سکتی تھی۔ پھر بھی نجانے کیوں اسے اپنی پہچاننے کی حس پر جیسے شک سا ہوا تھا، الجھن زدہ چہرے کے ساتھ وہ مڑی اور قدم اس کی جانب بڑھا دیے، وہ چہرہ جھکائے دراز پر جھکی کچھ تلاش کر رہی تھی، دفعتاً وہ سیدھی ہوئی اور اسکے ساتھ ہی نور کی آنکھوں میں یقین کی چمک سی کوندتی چلی گئی۔

وہ تیزی سے اسکے کاؤنٹر کے قریب آئی، ابھی تھوڑی دور ہی تھی جب پر جوش سے بھینچے لہجے میں اسے پکارا۔

"ماہی۔"

طرز تخاطب اور آواز دونوں ہی اتنے خاص تھے کہ وہ بری طرح چونکتی ٹھوڑی اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"نور۔"

ایک خوش گوار سی حیرت نے ماہین کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا۔

"آپ یہاں کام کرتی ہیں؟"

اسکے چہرے پر کھلتی مسکراہٹ میں عجیب سی معصومیت در آئی۔ماہین نے بنا کچھ کہے جواباً مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"آئی کانٹ بلیو دس ماہی۔"

سر نفی میں ہلاتے نجانے کیوں ماہین کو لگا اسکی مسکراہٹ میں کوئی خاص تاثر تھا،وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر نظر انداز کر گئی۔نور بس اسے اچانک سامنے دیکھ کر خوش ہوئی تھی اور کچھ نہیں۔

"تم کچھ لینے آئی ہو؟"

وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھنے لگی تو نور اس بار ذرا سنبھلی۔

"ہاں؟۔۔۔"وہ بولتے بولتے رک گئی۔اس وقت اسے بس پارک میں بیٹھی ماہین کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔بتائے یا ابھی نہ بتائے؟ابھی وہ اسی سوچ میں گم تھی جب صوفیہ اچانک سے وہاں آ گئی۔

"السلام علیکم مس نور کیسی ہیں آپ؟"

وہ مسکرا کر نور کو دیکھتی بولی تو اس بار ماہین کو بھی حیرت ہوئی۔لگتا تھا نور کافی پرانی کسٹمر تھی تبھی تو صوفیہ اسے بائے نیم جانتی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ میں ٹھیک ہوں۔"

وہ پھنسی ہوئی سی آواز میں بمشکل مسکرا کر بولی۔

"آپ کو کچھ چاہیے تھا، میں کوئی ہیلپ کر سکتی ہوں آپ کی؟"

صوفیہ کا لب ولہجہ پیشہ ورانہ نوعیت سے تھوڑا ہٹ کر تھا۔ ماہین نے محسوس تو کیا مگر چپ رہی۔

"نور نے سر نفی میں ہلایا۔

"سر اپنے آفس میں۔۔۔۔"

"نور؟"

صوفیہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی نور کی پشت پر تھوڑے فاصلے سے ہاشم کی آواز سنائی دی، جہاں نور چونک کر پلٹی، وہیں ماہین نے بھی سرعت سے سر اٹھاتے اسکی طرف دیکھا جو تھوڑے فاصلے پر کھڑا تھا۔ نور نے اسے تھوڑی دیر پہلے ہی کال کر کے اپنے آنے کا بتایا تھا، وہ اسی کا انتظار کرتے ہوئے یوں ہی نیچے چلا آیا تھا جب وہ اسے یہاں کھڑی نظر آئی تھی۔

ماہین نے آنکھیں سکیڑ کر نور کو دیکھا پھر اسے پیچھے کھڑے ہاشم کو۔ کمال ہے یہاں صوفیہ تو صوفیہ ہاشم بھی نور کو جانتا تھا۔ اب بات تھوڑی ہضم ہونے والی لگتی نہیں تھی۔

صوفیہ مسکراتی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی، وہ چلتا ہوا اسکے قریب آیا۔

نور نے گردن گھما کر ماہین کو بے چارگی سے دیکھا۔

اس سے پہلے کہ اسے کسی اور سے پتہ چلتا بہتر تھا وہ خود ہی اسے بتا دیتی۔

"یہ میرے اپی ہیں ماہی، اور اپی یہ ماہی ہیں آپ کو یاد ہے جب ڈاکوؤں نے میرا موبائل چھیننے کی کوشش کی تھی تو انہوں نے ہی میری ہیلپ کی تھی۔"

وہ باری باری دونوں کا ایک دوسرے سے جو تعارف کروا رہی تھی وہ پہلے کے لیے صدماتی بے یقینی سے پر تھا تو دوسرے کے لیے حیرت بھری مبہم سی خوشی کا باعث۔

ایک ذرا سا تعارف ہی تو تھا مگر ماہین کے ماتھے پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ ہاتھ میں پکڑی پنسل نیچے گری، وہ ہڑبڑا کر پنسل اٹھانے نیچے جھکتی بیٹھتی چلی گئی، ماتھے پر ہاتھ رکھتے روہانسی شکل بنائے، اس نے بے اختیار آنکھیں میچیں۔

"اور میرے باس کی تو بات ہی کچھ اور ہے، ایک نمبر کا بد لحاظ، بد تمیز، کم ظرف، اور منحوس ترین انسان ہے۔ جس دن بھی میرا اس سے سامنا ہوتا ہے وہ دن میرے لئے کبھی خیر لے کر نہیں آتا۔"

بڑے غلط وقت پر اسے اپنا کہا لفظ لفظ یاد آیا تھا، دنیا چھوٹی ہے لیکن اسکے لیے تو ضرورت سے زیادہ چھوٹی ثابت ہو رہی تھی، نور کو بھی سارے زمانے میں ایک وہی باپ ملا تھا کیا؟ اور یہ خود کیا تھا؟ چائلڈ میرج کر کے بیٹھا ہوا ہے یہ شخص کیا؟

نور اور ہاشم اسکے منظر پر ابھرنے کو منتظر کھڑے تھے، جب کچھ سیکنڈز مزید گزرے تو ہاشم زیر لب ہنسی روکتا، سنجیدہ نظر آنے کی بھرپور کوشش کرتے آگے بڑھا۔ کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر ہاتھ الٹا کیے کاؤنٹر کی سطح پر دستک دی۔

"مس ماہین؟"

حب ناولز

اسکی سنجیدہ سی آواز پر نیچے بیٹھی ماہین نے آنکھیں کھولیں، ایک گہرا سانس لیا اور خود کو مضبوط کیا، ٹھیک ہے کون سا وہ اسے کھا جائے گا زیادہ سے زیادہ نور سے اسکے اپنے بارے میں خیالات سن کر جاب سے ہی نکالے گا۔جی کڑا کرتے مرتی کیا نہ کرتی کی مصداق پر عمل کرتے وہ بمشکل اٹھ کر کھڑی ہوئی تو نظریں چراتے ہوئے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ہاشم نے ایک بھرپور نگاہ اسکے متغیر چہرے پر ڈالی پھر سر کو جنبش دی۔

"تو آپ ہیں ماہی۔۔۔" عام سا انداز تھا، پھر بھی کچھ تو خاص تھا۔ماہین کی خائف سی نگاہیں بے ارادہ اسکے چہرے پر کہیں ٹھہری گئیں۔

"ہمارے گھر میں اکثر آپکا ذکر ہوتا رہتا ہے۔بلا آخر آج ملاقات بھی ہو ہی گئی۔آپ سے مل کر اچھا لگا ماہی۔"

وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی، اسکے چہرے کا ایک ایک تاثر، بات کرتے ہوئے خود پر جمی اسکی بھوری چمکتی آنکھیں، اس نے سب بہت گہرائی سے جانچا تھا اور بالکل آخر میں وہ شاید مبہم سا مسکرایا بھی تھا۔

کہتے ہوئے وہ پلٹا، قدم قدم چلتا نور تک گیا۔اسکے پیچھے چھپ سی گئی نور نے گردن باہر نکالتے ماہین کو بے ضرر سی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

پھر ملیں گے ماہی۔"

کہتے ہوئے وہ ہاشم کے ہم قدم ہوتی وہاں سے جانے لگی۔

"مجھے نہیں ملنا، مجھے ان دونوں میں سے اب کسی سے نہیں ملنا۔"

دبے دبے سے انداز میں پیر پٹختے، زیرلب بڑبڑاتے اگر اسکے بس میں ہوتا تو اس وقت وہ رو چکی ہوتی۔ شرمندگی لیے خفا خفا آنکھوں کے ساتھ اس نے ان دونوں کو دور تک جاتے دیکھا تھا۔ گردن گھمائے نور جھک کر ہاشم سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ اسکی بات پر سر ہلا رہا تھا، انکے سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اس نے جھٹ پٹ اپنا سامان سمیٹنا شروع کر دیا تھا، اس وقت اسکے ذہن میں ایک ہی بات تھی، اسے بس چھٹی ہوتے ہی یہاں سے بھاگنا تھا۔

....

دن بھر نیلے آسمان پر سفید روئی کے گالوں سے بادل مٹر گشتی کرتے شام کو گہرے کالے بادلوں میں کہیں ضم ہونے لگتے، آج کل کا موسم تو کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا، دن کو گرمی اور شام میں خنکی۔ ایسے میں لان میں ٹہلنے کا بھی الگ ہی مزہ تھا۔ مشال نے اپنے لیے چائے بنائی تھی، سیڑھیاں اترنے لگی تو نیچے لان میں عزیر بیٹھے نظر آئے، سامنے کوئی میگزین پھیلا رکھا تھا۔ وہ کچھ سوچتی واپس گئی، ایک کپ چائے اور بنایا اور جب تک چائے بنی وہ اپنا کپ خالی کر چکی تھی، عزیر کے لیے کپ میں چائے ڈالے وہ نیچے آئی، انکے قریب آکر سلام کیا تو وہ بڑی خوش دلی سے اٹھ کر اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اس سے حال احوال پوچھنے لگے۔

"یہ آپ کے لیے چائے۔"

وہ بیٹھے تو کچھ جھجک کے احساس کے ساتھ چائے انکے سامنے رکھتی وہ بولی۔ عزیر دھیما سا ہنسے۔

"بہت اچھا کیا بیٹا۔ ابھی چائے کی ہی طلب ہو رہی تھی۔ آؤ تم بھی بیٹھو۔"

اسکے لہجے میں تشکر کے ساتھ ساتھ اپنائیت کا احساس بھی تھا۔ وہ وہیں سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ نگاہ اسکے سامنے رکھے میگزین پر گئی تو ٹھہر سی گئی۔ وہاں برٹش میڈیکل جرنل پڑا تھا۔ اسکی آنکھوں میں اشتیاق سا در آیا۔ بمشکل نگاہ وہاں سے ہٹا کر لان میں کھلے پھولوں پر مرکوز کی۔

چائے کا پہلا سپ لیتے ساتھ ہی آنکھوں میں ستائش جاگی۔

"چائے تو بہت زبردست بنائی ہے تم نے۔" ساتھ ہی تعریف کی تو وہ سادگی سے مسکرا دی۔

"شکریہ عزیر بھائی۔"

وہ عمر میں اسکے بابا کے ہم عمر تھے مگر پھر بھی التمش سے جڑے سبھی رشتوں کو وہ اسکے حوالے سے ہی مخاطب کرتی تھی۔ یہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا لیکن بس ہو گیا تھا۔

"نہیں سچ میں کافی وقت کے بعد اتنی اچھی چائے پینا نصیب ہو رہی ہے، اچھی چائے بنانا بھی ہر کسی کے بس کا کام نہیں ہوتا۔ خیر یہ بتاؤ کیا مصروفیت رہتی ہیں پورا دن، یہاں دل لگ گیا تمہارا، کوئی تنگی پریشانی ہوئی تو بلا جھجک بتانا، التمش اور منظر کا حوالہ ایک طرف، تم حبا سے بھی چھوٹی ہو تو میرے لئے تو حبا جیسی ہی ہو تم۔"

کہیں سوالوں کی بوچھاڑ کے ساتھ آخر میں انہوں نے اتنی اپنائیت سے کہا تھا کہ وہ مسکراتے ہوئے یہی سوچتی رہی اسے کس بات کا جواب پہلے دینا چاہئے مگر پھر آخر میں اس نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

"چکر لگاتی رہا کرو بلکہ التمش کو بھی گھسیٹ گھسوٹ کر کبھی کبھار لے آیا کرو۔ وہ تھوڑا الگ تھلگ رہتا ہے، زیادہ کہیں آتا جاتا نہیں ہے، کچھ اسکی جاب کی نوعیت بھی ایسی ہے کہ بزی رہتا ہے۔ اس سب

کے باوجود وہ دل کا بہت اچھا ہے، ہو سکتا ہے تمہیں اسے سمجھنے میں تھوڑا وقت لگے کیوں کہ ہم تو اسکے بہن بھائی ہو کر ابھی تک اسے سمجھنے سے قاصر رہے ہیں، لیکن تمہیں لے کر مجھے تسلی سی ہے وہ ماشاءاللہ کافی خوش اور مطمئین لگتا ہے۔"

وہ ابھی کچھ بھی کہتے لیکن ایک کال آنے پر ایکسکیوز کرتے چائے کا کپ اٹھائے ساتھ ہی کھڑے ہوئے۔ وہ تھوڑے فاصلے پر ہو کر بات کرتے لگے تو مشال نے یوں ہی انکے سامنے رکھا جرنل اٹھایا اور ورق گردانی کرنے لگی۔ new genetic discoveries پر ہوئی ریسرچ کے بارے میں ایک آرٹیکل نے اسکی توجہ کھینچ لی تھی۔ وہ کچھ ایسے مگن سے انداز میں پڑھ رہی تھی کہ عزیر کی واپسی اور سامنے بیٹھنے پر بھی اسکی محویت نہیں ٹوٹی۔

"میڈیکل ریسرچز میں کافی انٹرسٹ معلوم ہوتا ہے تمہارا؟"

وہ کچھ دیر تو اسے خاموشی سے دیکھتے رہے پھر بولے تو اسکی محویت ٹوٹی۔ سر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر اپنی غائب دماغی پر کچھ نروس سی ہوتی جرنل بند کرتے خود سے تھوڑا پرے کھسکا دیا۔

"جی۔۔۔"

"تم نے بی ایس کر رکھا ہے ناں مشال؟"

انکے سوال پر اس نے پھر سے سر ہلایا تھا۔

"آگے ایم بی بی ایس کا ارادہ تھا؟"

انکی پر سوچ نظریں اسکے صاف وشفاف چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ارادہ تو تھا لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر ایڈمیشن نہیں لے سکی، اور پھر شادی ہو گئی۔ لیکن مجھے نئی نئی میڈیکل ری سرچز کے بارے میں انفور رکھنا اچھا لگتا ہے۔"

اس نے کمال مہارت سے بات سنبھال لی تھی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، نالج کا تعلق صرف ڈگری لینے تک محدود نہیں ہوتا۔ تمہیں اگر شوق ہے تو میرے پاس کافی جرنلز رکھے ہوئے ہیں۔ تم لے کر پڑھ سکتی ہو بیٹا۔ بلکہ رکو میں تمہیں لا کر دیتا ہوں۔"

خوش دلی سے کہتے ہوئے وہ اسکے کچھ کہنے سے پہلے ہی اٹھ کر اندر چلے گئے، تو وہ یونہی انہیں جاتا دیکھتی رہ گئی۔ کچھ منٹ کے بعد جب وہ لوٹے تو انکے ہاتھ میں پانچ چھ جرنلز تھے۔

"یہ لو۔ اور میرے پاس میڈیکل کی بکس کی بھی اچھی کلیکشن ہے تمہیں کچھ بھی پڑھنا ہو تو تم بلا جھجک نیچے آکر لائبریری سے لے لیا کرو۔"

اسکے ہاتھوں میں جرنلز تھمائے وہ اسکا سر تھپتھپاتے کہہ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

اسکے بعد مثال وہاں گھنٹہ بھر بیٹھی رہی تھی، باتوں سے باتیں نکلتی گئیں، عزیر اسے اپنے میڈیکل کی جرنی کے ابتدائی دور کے قصے سنانے لگے اور وہ پوری توجہ اور اشتیاق سے سنتی گئی۔

....

نور اور گلزار کا رزلٹ آیا تھا، اور دونوں نے ہی اچھے نمبرز لیے تھے، گلزار اپنے کمرے میں موجود تھا اور التمش کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا، بنا چینج کیے وہ اسے مبارکباد دینے آیا تھا۔ کمرے کی چوکھٹ پر کھڑے گلزار نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسکی مبارک باد قبول کی تھی۔

"یہ تمہارا گفٹ؟"

اس نے ہاتھ میں پکڑا لیپ ٹاپ بیگ اسکی طرف بڑھایا تھا۔ گلزار کی آنکھوں کی چمک قدرے ماند سی پڑنے لگی۔

"لالا، یہ میں آپ سے کیسے لے سکتا ہوں میں؟"

وہ کچھ شرمسار سا بولا تھا۔ التمش نے ابرو اچکا کر اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"کیوں تمہارے ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں کیا؟"

اسکے ہاتھوں کو دیکھتے استفار کیا تو گلزار جزبز سا ہوتا پہلو بدل کر رہ گیا۔

"پکڑ لو گلزار خان۔ اب زیادہ بھاری مت پڑو۔"

وہ کچھ اکتاہٹ سے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھتا بولا تو گلزار نے سٹپٹا کر ساری شرمندگی و لحاظ ایک طرف کرتے، جھٹ سے لیپ ٹاپ اسکے ہاتھ سے لے لیا۔

"شکریہ لالے۔"

وہ مشکور سی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، جن میں تعظیم بھی تھی اور اپنائیت بھی۔ وہ اسکا کوئی بھی نہیں تھا لیکن پھر بھی اسکے لیے وہ سب کر رہا تھا جو کوئی اپنا بھی ہوتا تو بھی نہ کر پاتا۔

"اپنا شکریہ اپنے پاس رکھو۔ اور اگلی بار اس سے بھی اچھا رزلٹ لانے کی کوشش کرنا۔"

دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے، گلے میں ڈھیلی ناٹ کے ٹائی کے ساتھ وہ کہتے ہوئے پلٹنے لگا جب پیچھے سے گلزار نے اسے پکارا۔

"لالا؟"

"ہوں۔"

بنا پوری طرح پلٹے وہ قدرے ترچھا سا نیم رخ کھڑے اسے دیکھنے لگا۔

گلزار نے کچھ جھجکتے ہوئے اسے الجھی سی نظروں سے دیکھا، بہت دنوں سے یہ بات کرنا چاہ رہا تھا آج موقع مل گیا تھا تو اسے کر لینی چاہیے تھی۔

"میں سوچ رہا تھا میں یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے کر ہوسٹل میں شفٹ ہو جاؤں تو۔۔۔"

التمش اسکی طرف گھوما تھا، اسکے ماتھے پر شکنیں دیکھ کر گلزار نے اپنا جملا ادھورا چھوڑ دیا۔

"وجہ؟"

اسکے سپاٹ سی آواز میں پوچھے یک لفظی سوال زیادہ خطرناک ہوتے تھے۔ گلزار نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے انہیں تر کیا، پھر گہری سانس بھرتے مناسب لفظ تلاشنے چاہے۔

"مشال بھابھی کے آنے کے بعد سے مجھے اپنا آپ یہاں کافی فالتو سا لگنے لگا ہے۔۔"

"ایک منٹ تم کب پہلے میری بیوی کے عہدے پر فائز تھے جو تمہیں اسکے آنے پر اپنی حیثیت میں کمی آجانے کی فکریں ہلکان کر رہی ہیں؟"

وہ تیزی سے اسکی بات کاٹتا بولا تو گلزار آنکھیں بند کرتا کراہ کر رہ گیا۔

"لالے! میرا وہ مطلب نہیں تھا یار۔۔۔"

دبی دبی سی آواز میں احتجاج کرتے اسکے کانوں کی لوئیں سرخ ہونے لگیں۔

"آپ اچھے خاصے ایموشنل ہوئے انسان کے سبھی احساسات پر بالٹی بھر بھر کے پانی ڈال دیتے ہیں۔"

وہ جھنجھلا کر خفگی بولتا چلا گیا۔ التمش پر کچھ خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

"تو تم سے کس نے کہا ہے میرے سامنے یوں جذباتی ہونے کو؟ آرام سے رہو جیسے رہ رہے تھے، تمہیں میری بیوی سے مسئلا کیا ہے آخر؟"

اسکی بات پر گلزار نے باقاعدہ کانوں کی لوؤں کو ہاتھ لگائے۔

"توبہ استغفراللہ لالا کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ مجھے کیوں مشال بھابھی سے کوئی مسئلہ ہو گا۔" وہ جزبز ہوتا چڑ کر بولا۔ پھر التمش کو شکایتی نظروں سے دیکھا جو اسے اب بھی چہرے پر تناؤ لیے دیکھ رہا تھا۔ گلزار نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور اپنے تنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا۔

"میں صرف یہ کہہ رہا ہوں۔ اب تو میں گھر کا بھی کوئی کام نہیں کرتا، الٹا مشال بھابھی میرے لیے کھانا بنا رہی ہوتی ہیں، مجھے اپنا آپ اب اضافی بوجھ سا لگنے لگا ہے۔"

شروع میں اسکی آواز بلند تھی آخر تک آتے آتے دھیمی پڑتی چلی گئی۔ وہ نظریں جھکا گیا تھا۔ التمش ہنوز اسے دیکھتا رہا، گہری نظروں سے بس اب فرق یہ تھا ان آنکھوں میں نرمی سی بھر آئی تھی۔

حب ناولز

"گلزار صاحب! اگر آپ کو یہ لگتا ہے کہ آپ اس گھر میں اس لیے تھے کیوں کہ آپ نے میرے گھر کو کوئی بہت قرینے سے سنبھال رکھا تھا تو مجھے آپ کے دل و دماغ سے خوش فہمی کی گرد ذرا جھاڑ لینے دیجیے، آپ ایک نمبر کے تھکے ہوئے شیف تھے، اور صفائی آپ کے بس کا کام کبھی بھی نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے آپ کو برداشت کیا تو اسکی وجہ صرف ایک تھی، آپ یہاں ان کاموں کے لیے نہیں لائے گئے تھے، بلکہ اپنی اسٹڈیز کے لیے آئے تھے اور وہ کام آپ نے بہت اچھے سے کیا ہے۔"

وہ اپنے ازلی غیر جذباتی انداز میں بول رہا تھا اور گلزار کی جھکی گردن اسکے کہے ہر لفظ کے ساتھ اور جھکتی جا رہی تھی۔ "جہاں تک بات ہے مشال کی تو وہ تمہارے لیے اسپیشل کچھ نہیں بناتی جو بھی بنتا ہے وہ گھر کے سبھی افراد کے لیے بنتا ہے اور کیا اس گھر میں میں نے، لالی نے یا پھر مشال نے کبھی تمہیں یہ احساس دلایا کہ تم اس گھر کے فرد نہیں ہو گلزار؟"

اسکی آواز میں سرزنش کرتے ہوئے ہلکی سی نرمی در آئی اور اسکے ساتھ ہی گلزار کی آنکھوں میں نمی۔

وہ جو شدت جذبات کو ضبط کرنے کی کوشش میں لب سختی سے بھینچے کھڑا تھا اسکی بات مکمل ہونے پر آگے بڑھا اور کسی بچے کی طرح اسکے گلے لگا۔ وہ کچھ بول نہیں رہا تھا، اسکی سبز آنکھیں بہہ رہی تھیں التمش نے دایاں ہاتھ جیب سے نکالتے نرمی سے اسکا شانہ تھپتھپایا۔ کچھ سیکنڈز گزرے تو التمش کو اسکے رونے کا احساس ہوا تھا جیسے۔ اس نے ہاتھ پیچھے کرتے پہلو میں گرایا۔

"تم رو رہے ہو؟۔ کم آن۔۔۔ اب مجھ سے یہ توقع مت رکھنا کہ میں تمہارے آنسو پونچھوں گا اور کوئی تسلی دوں گا گلزار۔"

اسکی آواز میں کوفت سی در آئی، گلزار اس سے الگ ہوتا آستین سے آنکھیں رگڑتا ہنس رہا تھا۔

"مجھے پتہ ہے لالے یہ تسلی دینا، روتے کو چپ کرانا، کسی کا دل رکھنا یہ سب آپ کے بس کا کام نہیں ہے
۔"

اسکی بھیگی مگر مسکراتی ہوئی آواز میں کہنے پر التمش نے اسے تند ہی بھری نظروں سے گھورا، مگر پرواہ کسے تھی۔ گلزار اسکی طرف مسکراہٹ اچھالتا اپنے کمرے میں گھستا کرسی پر بیٹھتا اب لیپ ٹاپ کھول کر دیکھنے لگا تھا۔ التمش نے سر جھٹکا اور پھر وہاں سے مڑتا قدم آگے بڑھا گیا۔

....

اگلے دن ماہین اسٹور پر گئی تو صوفیہ کچھ دیر بعد اسکے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"کل تم کہاں بھاگ گئی تھی؟ ابھی تو زینب بھی نہیں آئی تھی اور تم کاؤنٹر چھوڑ کر چلتی بنی۔ میں تمہیں تلاش کرتی رہی؟"

وہ اس سے گلہ کر رہی تھی ماہین نے نظریں چراتے رخ دوسری طرف کرتے خواہ مخواہ اپنا بیگ کھنگالنا شروع کر دیا۔

"ہاں وہ ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا اور مجھے دیر ہو رہی تھی تو اس لیے بس۔"

"خیر جو بھی ہے۔ کل سر ہاشم کی بیٹی کا رزلٹ آیا تھا تو انہوں نے سب ورکرز میں سویٹس بانٹی ہیں تم جلدی بھاگ گئی تھی تو تمہارا حصہ میں نے رکھ لیا تھا اب آج جاتے ہوئے مجھ سے یاد سے لیتی جانا۔"

جس چیز سے وہ پیچھا چھڑائے اور وہ اس سے آسیب بن کر چمٹ نہ جائے ایسا ماہین کے ساتھ کبھی ہوا تھا بھلا؟

حب ناولز

"تم نور سے پہلی بار ملی تھی ناں اسی لیے تم شاکڈ لگ رہی تھی ماہین۔ مجھے بھی لگا تھ جب میں نے نور کو ایسے پہلی بار دیکھا تھا مطلب ہاشم سر کی اتنی بڑی بیٹی بھی ہو سکتی ہے؟ اور اس سے زیادہ بڑا شاک تب لگا تھا جب مجھے یہ پتہ چلا تھا کہ سر کی بیوی کی ڈیتھ نور کی پیدائش کے وقت ہو گئی تھی۔ بہت افسوس ہوا تھا یار۔ مطلب اتنا ہینڈسم بندہ ہو اور اتنی چھوٹی عمر میں شادی ہو جائے اور پھر اتنی جلدی بیوی مر جائے ،بندے کو دکھ تو ہوتا ہے اوپر سے تم جانتی ہو سر نے اتنے سال گزر جانے کے بعد بھی شادی نہیں کی، مجھے تو لگتا ہے سر کو اپنی بیوی سے بہت زیادہ والی محبت رہی ہو گی تبھی تو اتنے عرصے بعد بھی وہ موو آن نہیں کر پا رہے۔"

صوفیہ اپنی ہی دھن میں تاسف بھرے انداز میں سر جھٹکتی ہوئی کہہ رہی تھی اور ماہین نا چاہتے ہوئے بھی پوری توجہ سے ان انکشافات کو سن رہی تھی۔ ہاشم کے لیے تو نہیں مگر نور کے لیے اسے واقعی دل سے برا لگا تھا۔ اسے دیکھ کر اسے کبھی نہیں لگا تھا اسکی زندگی میں کوئی اتنی بڑی خلا ہو گی۔ زندگی کسی کو بھی سب کچھ نہیں دے دیا کرتی، کسی کے لیے بھی سب مکمل نہیں ہوتا، کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی کمی رہتی ہے اور یہی زندگی ہے۔

پورا دن وہ اس انتظار میں رہی کہ اب ہاشم کی طرف سے کوئی بلاوا آئے گا، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا، وہ آج معمول کی نسبت دیر سے اسٹور پر آیا تھا اور پھر جلدی ہی واپس چلا گیا تھا۔ اس کے جانے پر ماہین کو کہیں نہ کہیں اطمینان سا ہوا، مطلب کہ نور نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔

شام کو وہ گھر واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا، شرمین کچن میں تھی اور باہر برآمدے میں صابرہ کے ساتھ صفیہ خالہ بیٹھی نظر آ رہیں تھیں۔ وہ قریب آئی تو سلام کیا۔ عینک کے پار سے گہری نظروں سے اسے دیکھتے انہوں نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔

"ارے مٹھائی کا ڈبہ تم ابھی ہی لے آئی پہلے کوئی بات تو پکی ہو لینے دو۔"

صفیہ خالہ مزاح پسند عورت تھیں، اسکے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ دیکھ کر چھیڑا تو ماہین نے مسکرا کر سر نفی میں ہلاتے مٹھائی وہیں انکے سامنے میز پر رکھی۔

"نہیں خالہ، یہ اسٹور کے مالک کی بیٹی بارہویں میں پاس ہوئی ہے تو انہوں نے سب ورکرز میں مٹھائی تقسیم کی ہے۔"

وہ سکارف کی پنیں کھولتی بتانے لگی۔

"میں پلیٹ میں ڈال لاتی ہوں۔"

صابرہ اٹھتیں صفیہ سے کہہ کر مٹھائی لئے کچن کی طرف چلی گئیں۔

"بیٹھو ماہین تم بھی دیکھ لو میں دو رشتے لائی ہوں۔"

صفیہ کے کہنے پر ماہین کے سر پر سے سکارف اتارتے ہاتھ تھمے، چہرے پر برہمی کا تاثر چھلکا، لیکن پھر وہ اسے زبردستی کی مسکراہٹ کی تہہ کے نیچے چھپا گئی۔

"خالہ آپ امی کو دکھائیں۔ جیسے انہیں مناسب لگے۔"

رسان سے کہتے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور کہیں نہ کہیں اسکے اپنے الفاظ اسکے لیے حیرت کا باعث بنے تھے، تو کیا وہ یہ حقیقت تسلیم کر چکی تھی؟ کیا وہ ذہنی طور پر خود کو شادی کے لیے تیار کر چکی تھی؟

باہر سے صابرہ اور صفیہ کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں، شرمین گھر پر نہیں تھی۔ اس لیے آواز نیچی رکھنے کا تردد بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ عبایا اتار کر وہ اپنے بستر پر بیٹھی تھی۔ باہر سے آتیں آوازیں اسکی سماعتوں تک بآسانی پہنچ رہی تھیں۔

"یہ دیکھو صابرہ، لڑکا دبئی میں ہوتا ہے۔ عمر بھی مناسب ہے یہی کوئی پینتالیس کے قریب ہو گا۔ شادی شدہ ہے لیکن اولاد نہیں ہے۔ پہلی بیوی کی رضامندی شامل ہے دوسری شادی میں۔ اور شادی کے بعد الگ گھر میں دوسری بیوی کو رکھے گا پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

صابرہ بددلی سے ہاتھ میں تھامی بھاری بھر کم سے اس آدمی کی تصویر دیکھ رہی تھیں۔ دوسری بیوی کے نام پر ہی دل بے زار سا ہونے لگا تھا۔ چہرے پر بھی کچھ ایسے ہی تاثر آ ٹھہرے تھے جنہیں صفیہ خالہ نے بھانپ لیا تھا۔ تبھی دوسری تصویر آگے کی۔

"یہ ایک اور رشتہ ہے۔ یہ عمر میں تھوڑا بڑا ہے لیکن اچھے کاروبار اور گھر والا ہے، بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اور بچے سب شادی شدہ ہیں کوئی اضافی ذمہ داری نہیں عائد ہو گی ماہین پر۔"

صفیہ کے ہاتھ سے تصویر لیتے صابرہ کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ یہ آدمی تو عمر میں صابرہ سے بھی کچھ سال ہی کم ہو گا۔

"صفیہ کوئی مناسب سا رشتہ دیکھو۔ یہ تو کچھ زیادہ ہی بڑے ہیں۔۔۔۔"

انہوں نے دبے الفاظ میں کچھ کہنا چاہا۔ جب صفیہ نے انکی بات رسانیت سے کاٹ دی۔

"برا مت منانا صابرہ، لیکن ماہین کے لیے اس طرح کے ہی رشتے ملے گے، جو کنوارے اور کم عمر کے ہوتے ہیں انکی اپنی بڑی ڈیمانڈیں ہوتی ہیں۔"

حب ناولز

صفیہ نے بھی مناسب الفاظ میں حقیقت بیان کی تو صابرہ دل مسوس کر رہ گئیں۔

"لیکن پھر بھی تم کوشش تو کرو۔"

"چلو تمہارے کہنے پر میں پھر بھی کوشش کرتی ہوں۔"

اندر بیٹھی ماہین نے زخمی سے انداز میں تلخی سے مسکرا کر سر جھٹکا۔ شکر تھا شرمین گھر پر نہیں تھی ورنہ اسے تو ماہین کے لئے لینے کا اور موقع مل جاتا۔

....

اتوار کا دن تھا، التمش کہیں نکلا ہوا تھا لیکن اس نے لنچ گھر پر ہی کرنا تھا تو مشال نے بریانی بنائی تھی ۔گلزار وہیں کچن میں کاؤنٹر کے گرد سٹول پر بیٹھا سلاد بنانے میں مصروف تھا۔ جب ایک ٹرے میں بریانی کی پلیٹ کے ساتھ رائتہ اور گلزار کے آگے سے سلاد اٹھا کر رکھتے مشال نے ٹرے کو اوپر سے رومال سے کور کیا۔

"گلزار آپ یہ کر لیں، میں نیچے سے ہو کر آتی ہوں۔"

وہ اسے مطلع کرنے کے سے انداز میں کہتی جانے لگی تو گلزار نے کچھ کہنے کو منہ کھولا پھر چپ ہو گیا۔

وہ نیچے آئی تو چھٹی کی وجہ سے آج عطیہ بھی گھر میں ہی دکھائی دے رہی تھی، اور شاید وہ کچھ دیر پہلے ہی سو کر اٹھی تھیں، وہ ابھی تک نائٹ گاؤن پہنے ہوئے تھیں۔ لیونگ ایریا میں بیٹھیں وہ چائے پی رہیں تھیں جب مشال کو دیکھ کر ذرا بھر چونکیں پھر چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔

"آؤمشال۔"

چائے کا مگ رکھتے وہ سیدھی ہو کر بیٹھیں۔

"بریانی بنائی تھی بھابھی۔۔یہ آپ کے لیے لائی ہوں۔"

مشال نے ٹرے میز پر رکھتے مسکراتے ہوئے کہا تو عطیہ نے ایک نظر میز پر رکھی ٹرے پر ڈالی۔

"تھینک یو مشال۔ لیکن اسکی کیا ضرورت تھی؟، ہم تو ویسے بھی سنڈے کو لنچ باہر کرتے ہیں۔"

"ارے بھئی کیوں ضرورت نہیں تھی۔ میں تو ضرور کھاؤں گا مشال پہلی بار کچھ بنا کر لائی ہے۔"

اچانک سے عزیر نے آتے ہوئے کہا تو عطیہ نے بظاہر مسکراتے ہوئے کٹیلی نظروں سے شوہر کو دیکھا جو اب بڑی محبت سے مشال سے حال احوال پوچھ رہے تھے۔ پھر وہیں عطیہ کے برابر میں بیٹھتے تھوڑے آگے کو ہو کر ٹرے پر سے رومال ہٹایا۔

"لگ تو بہت ٹیسٹی رہی ہے۔ ابھی چیک بھی کر لیتے ہیں۔" عزیر نے مشال کی طرف دیکھا پھر ملازمہ کو آواز لگا کر چمچ منگوائی۔ عطیہ اپنا چائے کا مگ اٹھاتیں بے نیاز نظر آنے کی کوشش میں پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئیں۔ وہ الگ بات کہ انکا چہرہ کچھ بجھ سا گیا تھا۔

"عطیہ تو ابھی اٹھی ہے لیکن میں صبح سے جاگا ہوا ہوں اور سچ بات تو یہ ہے کہ اب بھوک بھی لگ رہی تھی۔" ملازمہ کے چمچ دے کر جانے پر وہ ٹرے اپنے پاس کرتے وہیں پلیٹ میں ایک طرف رائتہ اور سلاد لیتے چمچ بھر کر منہ میں رکھی۔

"ماشاءاللہ۔ بہت اچھی بنی ہے مشال۔ آئی جسٹ لو یور ککنگ سکلز بیٹا۔"

حب ناولز

دوسرا چمچ منہ کی طرف لے جاتے وہ کھلے دل سے تعریف کر رہے تھے، مشال مسکرادی۔ عطیہ یوں بیٹھی رہیں جیسے وہاں موجود ہی نہ ہوں۔

"عطیہ تم بھی ٹیسٹ کرو۔"

کھاتے ہوئے اچانک سے عطیہ کی طرف دیکھتے مخاطب کیا۔ تو وہ انہیں دیکھتیں رکھائی سے ہاتھ ہلاتے منع کر گئیں۔

"آپ ہی کھائیں عزیر۔ میں نے تو ابھی ناشتہ کیا ہے۔"

انکے اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہنے پر عزیر نے کندھے اچکادیے۔

"میں چلتی ہوں اب۔"

وہ کہتے ہوئے اٹھنے لگی تو عزیر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر ایک سرزنش بھری نگاہ ساتھ بیٹھی عطیہ پر ڈالی۔

"ایسے کیسے چلتی ہوں؟ کچھ چائے کولڈ ڈرنک؟ تم پہلی بار آئی ہو بچے۔"

انہیں خود ہی خیال آیا تھا ورنہ عطیہ کا ایسا کوئی ارادہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔

"پھر کبھی سہی عزیر بھائی، التمش بھی آنے والے تھے اور لنچ کا وقت بھی ہو رہا ہے۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو عزیر بھی اپنی جگہ سے اٹھے، اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے والٹ نکالا۔ اور پانچ ہزار کا نوٹ نکالتے مشال کی طرف بڑھایا۔ عطیہ نے شوہر کی اس درجہ فراخدلی کے مظاہرے پر پہلو بدلتے بڑی مشکل سے چہرے کے خدوخال میں تلخی کو گھلنے سے روکا۔

"یہ تمہارا انعام۔ اتنی اچھی بریانی کھلانے کے لیے۔"

پیسے ہاتھ میں لیے اسکی طرف بڑھائے وہ اسکی طرف دیکھتے مسکرا کر بولے تو وہ خفت بھرے انداز میں تیزی سے سر نہ میں ہلاتی ہوئی منع کرنے لگی۔

"نہیں عزیر بھائی اسکی کیا ضرورت ہے۔"

وہ آہستہ سی آواز میں بولی تھی، عطیہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"رکھ لو مشال، ہاؤس وائف کے لیے اسکے گھر کے کاموں اور اچھے کھانے بنانے کے سوا اور کیا اچیو منٹس ہوتی ہیں بھلا؟ انہیں تو اسی کے لیے ہی سراہا جا سکتا ہے نا۔"

مسکراہٹ کے باوجود انکے لہجے کی کڑواہٹ نے جہاں مشال کو ٹھٹکنے پر مجبور کیا تھا وہیں عزیر نے بھی کڑی نظروں سے عطیہ کو دیکھا تھا۔ مگر پھر جلد ہی مشال کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے بات سنبھال لی۔

"یہ رکھو بیٹا، بڑوں کی محبتوں کو ایسے منع نہیں کرتے۔"

زبردستی اسکے ہاتھ میں پیسے دیتے اسکا دوپٹے سے ڈھکا سر تھپتھپایا تو وہ انکی طرف دیکھتی مسکراتے ہوئے سر ہلاتے شکریہ کہتے وہاں سے نکل آئی۔

"عطیہ یہ کیا طریقہ تھا؟ وہ پہلی بار ہمارے گھر آئی تھی۔ مہمان نوازی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں اور یہ کس طرح بات کر رہی تھی تم اس سے؟"

عطیہ نے بے پرواہی سے کھلے بال سمیٹ کر جوڑے میں جکڑتے شوہر کو دیکھا۔

"کیسی مہمان نوازی؟ یہ اوپر والے پورشن سے ہی تو آئی تھی اور آپ نے پوچھ لیا تھا نا کافی تھا۔ بلکہ پانچ بزار بھی ہتھیلی پر رکھ دیے ہیں۔ اور میں نے ایسا بھی کیا غلط کہہ دیا جو آپ یوں باز پرس کرنے پر اتر آئے ہیں۔ صحیح تو کہہ رہی تھی یہ اچھے اچھے کھانے بنا کر دوسروں کے گھر بھیجنا ان عورتوں کی مینٹیلٹی ہوتی ہے جن کے پاس کرنے کو کچھ اور ہوتا نہیں ہے اور وہ تعریفیں بٹورنے اور اپنے سگھڑاپے کی مثالیں قائم کرنے کو یہ لو کلاس حرکتیں کرتی ہیں۔"

کہتے ہوئے انہوں نے نخوت سے سر جھٹکا تو عزیر متاسفانہ نظروں سے عطیہ کو گھورتے رہ گئے۔

"اور آپ بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے ندیدوں کی طرح کھانے۔ کیا سوچتی ہو گی وہ اس گھر میں آپ کو کچھ اچھا کھانے کو ملتا نہیں ہے۔"

عطیہ نے انکی طرف برہمی سے دیکھتے ایک اور نقطہ اٹھایا۔

"اس گھر میں اچھا کھانا تو بنتا ہے لیکن اس میں گھر کی عورت کی محبت اور اپنائیت کا جو ذائقہ ہوتا ہے وہ کبھی نہیں ہوتا۔"

سنجیدگی سے بنا کسی طنز کر کہتے وہ بیٹھ کر بریانی سے انصاف کرنے لگے، عطیہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر تاسف بھرے غصے سے انہیں دیکھا پھر پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے جانے لگیں۔

"کائنات میرے لئے لنچ مت بنانا۔"

وہیں بیٹھے بیٹھے ملازمہ کو آواز دی تو اپنے کمرے میں جاتیں عطیہ جل کر کچھ اور خاکستر ہوئیں۔

....

وہ گھر واپس آیا تو گلزار کچن میں تھا، ادھر ادھر نگاہ دوڑائی مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دی۔ کچن کی دہلیز پر رکتے اندر جھانکتے گلزار سے اس نے پوچھا تھا۔

"مشال کہاں ہے؟"

گلزار نے سلاد پلیٹ میں سجاتے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا، پہلو بدل کر دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

"نیچے گئی ہیں۔"

کہتے ہوئے اس کی آواز دھیمی پڑ گئی تھی۔ التمش نے ہونٹ بھینچے، چہرے پر ناگواری سی در آئی تھی۔ بنا کچھ کہے وہ وہاں سے ہٹا لیونگ ایریا میں آکر بیٹھ گیا۔

گلزار بھی اسکے مزاج سے اچھے سے واقف تھا، وہ بھی چپ چپ سا کھانا ٹیبل پر لگانے لگا۔ کچھ دیر ہی گزری تھی جب مشال واپس آئی تو التمش کو دیکھ کر پورے دل سے مسکراتی ہوئی اسی کی طرف چلی آئی

۔

"آگئے واپس آپ، جلدی سے فریش ہو لیں کھانا ریڈی ہے بالکل۔"

کہتے ہوئے بالکل آخر میں جا کر اسے احساس ہوا تھا وہ حد درجہ سنجیدہ سا لگتا تھا۔ گلزار اسے آتا دیکھ کر آہستگی سے کچن کے دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

"کہاں گئی تھی تم؟"

اسکی بات کو نظر انداز کیے وہ بولا تو نگاہیں اس کے چہرے پر ٹھہری ہوئی تھیں۔

"نیچے گئی تھی، بریانی بنائی تھی تو وہی دینے گئی تھی۔"

اسکی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔ اس کچہری کا بھلا مطلب؟

"کیوں مشال؟ کیا نیچے والوں کے ہاں بریانی نہیں بنتی۔"

اسکی آواز میں اگر سختی نہیں تھی تو کسی قسم کی نرمی بھی نہیں تھی۔ مشال کا ٹھٹکنا بنتا تھا۔

وہ گنگ سی اسے دیکھے گئی، اب اس بات کا وہ کیا جواب دیتی۔ انکے گھر تو کچھ بھی اچھا بنے تو وہ ساتھ والوں کے گھر بھی پلیٹ لازمی بھیجتے تھے، بقول دادی ہانڈی میں سے ایک پلیٹ نکل جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے۔ اور یہاں تو وہ اسکے سگے بھائی کے گھر دے کر آئی تھی اور اس پر اتنی باز پرس؟ وہ اتنا کنجوس یا تنگ دل تو نہیں تھا پھر ماجرا کیا تھا؟ وہ یہ گتھی سلجھانے سے قاصر تھی۔

التمش کچھ دیر اسے یوں ہی دیکھتا رہا، پھر اسکی طویل ہوتی خاموشی اور نگاہیں چرانے پر کچھ ٹھنڈا پڑا۔

اٹھ کر اسکے قریب آتا، اس سے دو قدم کے فاصلے پر رکا۔ یوں کہ اسے دیکھنے کے لیے اسے اپنا سر جھکانا پڑتا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے مشال ہم آج اس بارے میں بھی بات کر لیتے ہیں۔ میں اور عزیر بھائی کی فیملی ایک ہی گھر میں رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں کبھی مہینے گزر جاتے ہیں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھے ہوئے، یہاں ہر کوئی بزی رہتا ہے، اور ویسے بھی میرے خیال میں جتنے کم تعلقات رکھے جائیں زندگی اتنی ہی پر سکون گزرتی ہے۔ مجھے زیادہ گیٹ ٹو گیدر پسند نہیں ہیں مشال اور میں تم سے بھی یہی توقع کروں گا تم بھی اس بات کا خیال رکھو گی۔"

وہ انتہائی سنجیدگی سے کہتا ہوا قدرے نرم آواز میں کہہ رہا تھا۔ اس کے باوجود مشال کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ وہ کون سا کسی غیر کے گھر گئی تھی، اسکے سگے بھائی کا گھر تھا۔ اور وہ اس پر اپنی ناگواریت جتا رہا تھا۔ بے اختیار اس نے مٹھی میں رکھے پانچ ہزار کے نوٹ پر گرفت اور مضبوط کرتے، ہاتھ اپنی پشت پر چھپالیا۔ وہ اگر جانے پر بگڑ رہا تھا تو اس بارے میں جان کر تو اور بھی برہم ہوتا۔

وہ کچھ دیر اسکے جھکے سر کو دیکھتا رہا، پھر کسی احساس کے تحت اسکی ٹھوڑی کے نیچے انگشت شہادت رکھتے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا، وہ اٹھے چہرے کے ساتھ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ رو نہیں رہی تھی التمش نے سکون آمیز ایک گہرا سانس لیا۔ اور اسکے ہونٹ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ان آنکھوں کو دیکھنے کے بعد اس سے زیادہ سختی وہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر کھانا کھاتے ہیں۔"

متانت سے کہتے ہوئے اسکی تائید چاہی تو اسکے بدلتے لب و لہجے پر مشال کی اٹکی سانس بھی جیسے بحال ہوئی تھی، مسکرانے کی کوشش کرتے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ وہیں سے مڑتا کمرے میں چلا گیا۔ اسکے جانے کے بعد مشال نے ہونٹ گول کرتے ایک طویل تھکا ہارا سا سانس سینے سے آزاد کرتے اپنی بند مٹھی سامنے کرتے کھولی، جہاں پسینے سے بھیگا چر مر ہوا نوٹ رکھا تھا۔ ہونٹ کاٹتے اسکے چہرے پر کہیں سوال رقم تھے۔

....

چھٹی کے وقت جس گھڑی وہ اسٹور سے نکلی تو پورا شہر دھند کی دبیز تہہ کے نیچے کہیں کھو سا گیا تھا، حد نگاہ انتہائی سکڑ کر رہ گئی تھی، سڑک پر پولز روشن کر دیئے گئے تھے اور ہیڈ لائٹس جلائے چلتی گاڑیوں کی رفتار بہت کم تھی۔ پہلا احساس جو اسے ہوا تھا بے زاری کا تھا، بارش اور اس سے جڑے سبھی موسم اس نے جھر جھری سی لی۔ نمی بھری خنکی آسمان سے جیسے زمین والوں پر اترتی جا رہی تھی، محتاط سے انداز میں ارد گرد نگاہ دوڑائی، تا حد نگاہ سمیر کہیں نظر نہیں آیا، وہ مطمئین سی آگے بڑھی۔ پاؤں ٹھیک ہونے کے بعد جب سے وہ واپس آئی تھی وہ ایک بار بھی کہیں اسے دکھائی نہیں دیا تھا۔ شاید اسکی موٹی عقل میں ماہین کی کہی بات سماں گئی تھی۔ وہ یہی اندازہ لگا پائی تھی۔ لیکن جو بھی تھا جان چھوٹ گئی تھی اسکے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

وہ تیز تیز قدم لیتی آگے بڑھتی جا رہی تھی، کہیں نہ کہیں یہ ڈر بھی تھا اگر اچانک سے بارش برس پڑی تو وہ کیا کرے گی؟ اسکے پاس تو چھتری بھی نہیں تھی۔ قدموں کی رفتار کچھ اور تیز کرتے مین روڈ سے ہوتے ہوئے آگے موڑ کاٹتے وہ ایک سٹریٹ کی طرف مڑی۔ کچھ آگے جا کر اسے کچھ احساس ہوا تھا لیکن اسے اپنا وہم گردانتے ماہین نے سر جھٹکا اور بنا رکے آگے بڑھتی رہی چند قدم اور لیے، پھر تھم سی گئی، کسی خوف کی سی کیفیت کے زیر اثر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ دھند کے دھوئیں میں کوئی تھا جو نظر پر ابھرتا اسکا سانس جامد کر گیا تھا۔ تو کیا وہ سمیر تھا؟ وہ ایسے موسموں سے نالاں ضرور رہتی تھی مگر خوف زدہ نہیں۔ پہلی بار اسے اس وقت دھند کے مرغولوں میں پھنسا اپنا آپ غیر محفوظ لگتا ڈرا گیا تھا۔ آنے والا کچھ اور قریب آیا تو سرمئی سے کینوس پر اسکے سائے میں شکل و شباہت کے رنگ گھلتے چلے گئے، ماہین کی آنکھوں کی پتلیوں میں تیرتا خوف لمحے کے ہزارویں حصے میں پانی کے بلبلے میں تحلیل ہوتا چلا گیا۔ رکا ہوا سانس ہونٹوں سے خارج ہوا تو آنکھیں بند کرتے اس نے زیر لب تشکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

حب ناول

آنکھیں کھول کر پھر سے سامنے دیکھا تو اب کی بار وہ پر سکون نظر آتی تھی۔ وہ ہاشم تھا جس کے ایک ہاتھ میں چھتری تھی اور وہ قدم قدم مضبوطی سے لیتا اس سے چند فٹ کے فاصلے پر آ رکا تھا۔

"آپ نے مجھے ڈرا دیا سر۔"

پتہ نہیں وہ کس کیفیت کے زیر اثر تھی جو بول بیٹھی۔ ہاشم کے ہونٹوں کے کناروں میں کھلتا مبہم سا تبسم اس شام کی خنکی میں نرم سی گرماہٹ کے جیسا تھا۔

"آپ کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ آپ محفوظ ہیں۔" پر تیقن سا انداز، ماہین اس وقت اگر اپنے احساسات سے مغلوب نہ ہوتی تو ٹھٹکتی ضرور۔

"آپ یہاں کیسے ؟"

وہ اسکے پیچھے آیا تھا، وہ ذہن میں آتے اس خیال پر سر جھٹک گئی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

ماہین نے سیاہ آنکھیں پھیلائے حیرت سے اسے دیکھا، پاس سے ایک گاڑی گزری تھی، ماحول میں ذرا بھر ارتعاش جاگا اور پھر سے گہری خاموشی۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ زمین پر نہیں بادلوں کے مسکن میں کہیں، بہت دور کھڑے ہوں۔

"تو آپ اسٹور پر کر لیتے۔"

کہتے ہوئے ماہین نے آنکھیں چرائیں، ایک وہمہ سا جاگا، نور نے اسے سب بتا تو نہیں دیا؟ اب وہ اسے ڈانٹے گا اور اسکی نوکری کی تو پکی چھٹی۔

"وہاں نہیں ہو سکتی تھی۔" اور اس بار تو اسکے وہم پر یقین کی مہر ثبت ہو ہی گئی تھی۔ دل کڑا کرتے اس نے گردن اکڑا کر ہاشم کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے سر اب اگر آپ مجھے جاب سے نکالنے کا فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو میں کسی قسم کی وضاحت بالکل نہیں دوں گی۔ میں مانتی ہوں میرے الفاظ تھوڑے سے سخت تھے مگر اس سے کہیں گنا کم جتنے آپ نے مجھ سے کہے تھے۔ دیکھا جائے تو میرا ری ایکشن بنتا تھا۔ لیکن کیوں کہ آپ اسٹور کے اونر ہیں اور میں ایک معمولی سی ماتحت تو آپ کے لیے میری طرف سے ایساری ایکشن برداشت کرنا تھوڑا مشکل ہو گا۔ میں سمجھ سکتی ہوں اس لیے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے جاب سے نکالے جانے کی۔"

وہ بے تاثر سے چہرے کے ساتھ بولتی جا رہی تھی اور ہاشم ناسمجھی سے سنے جا رہا تھا۔ بہت کوشش کے باوجود وہ کوئی سرا جوڑ نہیں پایا تو بلا آخر بول اٹھا۔

"آپ کس بارے میں بات کر رہی ہیں؟ میں سمجھ نہیں پا رہا؟"

ماہین نے آنکھیں چھوٹی کرتے بغور اسکا چہرہ دیکھا۔ کیا وہ اسے بیوقوف بنا رہا تھا؟ نہیں اسکے چہرے پر جو الجھن بھرے تاثرات تھے اس سے لگ تو نہیں تھا اس نے سر جھٹک کر اپنے خیال کی نفی کی۔ شاید وہ کچھ زیادہ اتاؤلے پن کا مظاہرہ کر گئی تھی۔

یہ اسکے اپنے دل کا چور تھا جو اسے سکون لینے نہیں دے رہا تھا، ورنہ نور اسے کچھ بتانے والی ہوتی تو کیا اتنے دن انتظار کرتی، ویسے بھی اسکا دل کہتا تھا وہ چھوٹی سی لڑکی اتنی تنگ دل تو ہر گز نہیں تھی۔

سارے حساب کتاب کرتے اب کی بار ماہین پھیکا سا مسکرائی، سیاہ آنکھیں ایک بار پھر سے اٹھیں اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے خفت کا تاثر چھپانے کی کوشش کی۔

"آئی ایم سوری سر، مجھے لگتا ہے میں کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو رہی ہوں۔ آپ پلیز میری کچھ دیر پہلے کہی باتوں پر دھیان مت دیجئے گا۔ میں چلتی ہوں۔ اللہ حافظ۔"

بدقت جلدی جلدی بولتے بات مکمل کرتے وہ پلٹی۔ مگر قدم آگے نہ بڑھا سکی۔

"مس ماہین! شادی کریں گی مجھ سے؟"

پیچھے سے سنائی دیتی، ٹھہری ہوئی، پرسکون آواز، اسکا سکون، حواس یہاں تک کہ دل کی دھڑکن بھی سلب کر گئی تھی۔ سانس لینا کیسے بھولتے ہیں یہ اس لمحے میں ماہین نے جانا تھا۔ ساکت و جامد وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی، دھند کے درمیان نمک کا مجسمہ ہو جیسے۔ آسمان سے گرتی نمی میں قطرہ قطرہ گیلا ہوتا پگھلنے کو تیار۔

کتنی ہی ساعتیں گزریں مگر اس کے لیے تو وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔ اسکے بے حرکت وجود، گہری خاموشی پر ہاشم نے بے آرامی بھرے انداز میں ایک قدم اور آگے لیا۔

"مس ماہین؟" یہ صرف پکار نہیں تھی لفظوں کی قید میں جکڑی ماہین کے لیے جادوئی اسم ثابت ہوا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے پلٹی، یوں کہ اسکی گردن کی ہڈی کے چٹخنے کی آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔

"ہاں؟"

ہونق سے چہرے کے ساتھ وہ ذرا بلند آواز میں بولی تو لہجے میں بے یقینی تھی۔ شاید اس کی سماعتوں سے سننے میں کوئی غلطی ہوئی تھی۔ بغور اسکا چہرہ دیکھتے ہاشم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"آپ اتنی جلدی ہاں مت کریں، سوچنے کے لیے کچھ وقت لے لیں۔" اسکے چہرے پر اڑی ہوائیوں نے اس گھمبیر صورت حال میں بھی ہاشم کو ایک چھوٹی سی شرارت پر اکسایا تھا۔ اسکی سوالیہ ہاں کو وہ اسکی رضامندی کا معنی دے گیا تھا۔

ماہین اسکے لفظوں پر غور کرتی یا اسکی ذو معنی سی مسکراہٹ پر۔ اسکے پورے وجود میں بجلی سی دوڑ گئی تھی۔ چہرے کی رنگت سرخ پڑی تو آنکھوں میں دہکتے شعلوں کی لپک کوندی۔

"انتہائی گھٹیا مذاق تھا۔ میں آپ جیسے انسان سے کم از کم یہ بے ہودگی ایکسپکٹ نہیں کرتی تھی سر۔" سلگتی ہوئی آواز میں وہ الفاظ چباتے ہوئے کہتی اس وقت ہر خوف سے عاری لگتی تھی، سامنے کھڑے شخص کو کس نے یہ حق دیا تھا یوں اسکی تذلیل کرنے کا۔

ہاشم ایک پل کے لیے گڑبڑا سا گیا۔ ایسا ردعمل بھی آسکتا ہے یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ پھر اگلے ہی پل اس نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے خود کو پر سکون کیا۔ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا وہ اسکی طرف بڑھتے بولنے لگا تو آواز کے اتار چڑھاؤ میں نرمی و سنجیدگی کا مسحور کن سا تاثر رچا بسا تھا۔

"کسی نے مجھ سے کہا تھا میں ایک کم ظرف انسان ہوں لیکن یقین جانئیے مس ماہین، اتنا بھی کم ظرف نہیں ہوں کہ ایک عورت سے اس درجے گھٹیا مذاق کروں گا۔ وہ بھی اس صورت میں جب میں خود ایک بیٹی کا باپ ہوں۔" وہ اسکے سامنے چند قدموں کے فاصلے پر آن رکا۔ شدید غم و غصے کے باوجود ماہین یک ٹک اسکا چہرہ خفا خفا نظروں سے دیکھتی جارہی تھی۔ جو ذرا توقف کو رکنے کے بعد پھر سے بول رہا تھا۔

حب ناولز

"میرے کہے ہر لفظ میں پوری سچائی ہے۔ آپ یقین کرنے کو آمادہ نظر نہیں آرہیں لیکن میں پھر بھی آپ سے استدعا کروں گا، اس بارے میں سوچیے گا ضرور۔ اتنا برا آدمی بھی نہیں ہوں میں۔"

اس بار اس نے مسکرانے کی غلطی نہیں کی تھی۔

"آپ مجھ سے شادی کیوں کریں گے؟"

اسکی بھوری آنکھوں میں کھلتے سچائی کے رنگ اتنے گہرے تو ضرور تھے کہ کچھ لمحوں کے لیے اپنی ساری ناراضگی و بدگمانی کے باوجود ماہین کو اپنے رنگ میں رنگ چکے تھے۔ وہ اب بھی بے یقینی کی سرحد پر اس سے خائف پھر بھی اسے سننے کو تیار کھڑی تھی۔

ہاشم نے بمشکل اس شکی سے سوال پر اپنے ہونٹوں کو پھیلنے سے روکا تھا، ورنہ سامنے کھڑی آگ سے بنی مورتی پھر سے بھڑک اٹھتی۔ اس سوال کا وہ کوئی لطیف سا جواب بھی دے سکتا تھا مگر پھر اسکی جان کی امان کے لالے پڑ جانے تھے اس لیے وہ سنبھل گیا۔

"مجھے لگتا ہے ہم مل کر ایک اچھی زندگی جی سکتے ہیں، نور بھی آپ کو پسند کرتی ہے تو یہ آپ کے لیے ایک پلس پوائنٹ جیسا ہے۔ آپ ایک اچھی، سلجھی ہوئی اور باوقار لڑکی ہیں۔ آپ جیسا لائف پارٹنر مجھے ہر لحاظ سے سوٹ کرے گا۔"

نپے تلے الفاظ میں اسکی تشفی کرانا مشکل صحیح لیکن اس نے اپنی پوری کوشش کی تھی۔

"آپ میرے بارے میں جانتے ہی کتنا ہے جو یہ سب کہہ رہے ہیں؟"

کہتے ہوئے وہ تلخی سے مسکرائی تھی۔ پھر بھی ان آنکھوں کا زخمی پن ہاشم کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا۔

"جتنا جاننا تھا جان لیا ہے۔ باقی نصیب میں لکھا ہوا تو ساتھ رہتے مزید جان لیں گے۔"

حب ناولز

بے پرواہی سے شانے اچکا کر کہتے ان لفظوں کی گہرائی نے ماہین کے دل تک رسائی کب اور کیسے حاصل کرلی کہ سامنے کھڑی شکایت، ناراضگی اور بدگمانی کی ہر رکاوٹ ریت کی بھر بھری دیوار ثابت ہوئی۔

دل کی چینترا بازی پر اس نے سٹپٹا کر نظریں چرائیں۔ وہ ساحر تھا، اب بھی آنکھیں نہ ہٹاتی تو برف کے مجسمے میں ڈھل جاتی، اور پھر اپنا وجود باقی نہ رکھ پاتی۔

"تو پھر میں امید رکھوں آپ اس پروپوزل کے بارے میں سوچیں گی مس ماہین؟"

وہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بنا اسکی طرف دیکھے ماہین انکار کرنا چاہتی تھی مگر کسی غیر مرئی سی قوت کے زیر اثر میکانکی انداز میں اسکی گردن اثبات میں ہلتی چلی گئی۔ ہاشم نے اس بار اپنی مسکراہٹ چھپانے کا تردد نہیں کیا تھا، اور تبھی ایک دم سے تیز بارش برسنے لگی تھی وہ خوشگوار سی حیرت لیے آسمان کی طرف دیکھنے لگا، جیسے قدرت بھی اسکی خوشی میں محو رقص ہوئی ہو۔ ماہین کے چہرے پر پانی کی پہلی بوند گری تو وہ کسی ٹرانس سے باہر نکلتی کوفت زدہ سی چہرہ اٹھا کر تیز ہوتی بارش کو دیکھنے لگی۔ اب وہ بارش میں بھیگ جاتی اور یہ اسے کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا۔

یکایک بارش کی بوندیں اسکے چہرے کو چھونے سے محروم ہوئیں، اس نے سرعت سے گردن گھما کر دیکھا وہ اسی فاصلے پر کھڑا بازو لمبا لیے اس پر چھتری تانے ہوئے تھا، ماہین نیم واہ ہونٹوں کے ساتھ مبہوت سی اسکے گیلے بالوں سے بہتے پانی اور تر ہوتے چہرے کو دیکھتی رہی۔

"آپ بھیگ رہے ہیں۔"

بے اختیار اسکے ہونٹوں سے پھسلا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ اٹھا کر چھتری کی اسٹک پکڑتے، خود سے ہٹاتے چھتری اسکی طرف کرنی چاہی، وہ نفی میں سر ہلاتے اسی طرح مضبوطی سے بازو لمبا کیے اس پر چھتری کی ڈھال بنائے کھڑا رہا۔

"فی الحال یہ چھتری ہم دونوں میں سے کسی ایک کو ہی بھیگنے سے بچا سکتی ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آنے والے وقت میں، زندگی میں ایک بارش ایسی بھی آئے گی جس میں ہم دونوں اس ایک چھتری کے نیچے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو بھیگنے سے بچا لیں گے۔"

بارش کی تیز برستی بوندوں کی بوچھاڑ کے شور کے درمیان اسکی پر وثوق سی آواز ماہین کی آنکھوں کے کنارے گیلے کرنے کے در پے تھی۔ اور ایسا ہو بھی جاتا اگر وہ بنا ایک بھی لمحہ ضائع کیے اسکے ہاتھ سے چھتری تھامتے مخالف سمت میں چلتی آگے نہ بڑھ جاتی۔ ہر بڑھتے مضبوط قدم کے ساتھ اسکی آنکھوں میں ٹھہرے پانیوں کی مقدار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے بند باندھنا چاہا مگر آج نہ آسمان سے اترتی بارش رکنے والی تھی اور نہ اسکی آنکھوں سے۔ بلا آخر ہار مانتے اس نے آنسوؤں کو بہنے کی اجازت دے ڈالی تو وہ مچلتے ہوئے اسکے گالوں پر لڑھکتے آڑھی ترچھی لکیریں بناتے چلے گئے۔

پیچھے کھڑا ہاشم بارش میں مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔ دھند کے چھٹتے بادلوں کے بیچ برستی بوندوں کی اوٹ سے وہ جاتی ضرور دکھائی دے رہی تھی مگر اسکے ہاتھ میں امید کا جو سرا تھا وہ اسکے واپس اسی کے پاس آنے کی پیش گوئی کرتا، دل کو سکون بھری تھپکی سی دے رہا تھا۔

....

بارش کے بعد موسم قدرے ٹھنڈا اور خوش گوار سا ہو گیا تھا، رات کی بڑھتی سیاہی میں آسمان صاف اور تاروں سے بھرا دکھائی دیتا تھا۔ شہر کی شاہراہوں پر ٹریفک رواں دواں تھی۔ ایسے میں حیات منزل کے اوپری پورشن میں اپنے کمرے میں، آئینے کے سامنے تیار کھڑی مشال تنقیدی نظروں سے اپنا جائزہ لے رہی تھی۔ سیاہ ٹراؤزر پر ہم رنگ لانگ شرٹ جس پر سفید پرل کا کام ہوا تھا، شانے پر ایک طرف نیٹ کا دوپٹہ پنز کی مدد سے لگایا گیا تھا۔ اور سر پر اس نے سیاہ سکارف لے لیا تھا، ہلکے پھلکے سے میک اپ کے ساتھ وہ خوب صورت لگ رہی تھی مگر مطمئین نہیں۔ التمش نے شام میں کال کر کے کہا تھا آج رات وہ دونوں کسی دوست کی طرف سے ڈنر پر انوائٹڈ ہیں۔ وہ وقت پر تیار ہو جائے، مشال حیران ہوئی مگر کچھ کہا نہیں۔ یہ پہلی دعوت تھی جو شادی کے بعد اس نے قبول کی تھی تو یقیناً کوئی خاص دوست ہو گا۔

وہ یونہی ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی، کاسمیٹکس اور پرفیومز کی ترتیب درست کرنے لگی، جب التمش کمرے میں داخل ہوتا اسے دیکھ کر ٹھٹکا، وہ بھی آہٹ پر سر اٹھائے متوجہ ہوئی، پھر اسے سامنے دیکھ کر مسکرائی تو مسکارے اور کاجل سے سجی بھوری آنکھیں بھی ساتھ جھلملا سی گئیں۔ اسکی طرف بڑھتے التمش کی آنکھوں میں ٹھہری ستائش پر مشال نے نظریں چرائیں، ایک بار پھر سے ترتیب شدہ ڈریسنگ ٹیبل کو از سر نو ترتیب دیتے اسکے ہاتھوں کی ہلکی سی لغزش چھپائے نہ چھپتی تھی۔

وہ اسکے قریب آتا، اسکے سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے کونے پر ٹکتا، ابھی بھی اسے نگاہوں کے پر شوق سے حصار میں لیے ہوئے تھا۔

نگاہیں چراتی مشال نے کچھ دیر تو شرماتے ہوئے ان نگاہوں کا ارتکاز دھڑکتے دل سے ضبط کیا مگر جب خاموشی کا دورانیہ کچھ اور بڑھا تو تھوڑی اٹھا کر شکایتی نظروں سے التمش کو گھورنے کی سعی کرتے اسکے ماتھے پر ہلکی سی نمی ٹھہری تھی۔

"ایسے مت دیکھیں، میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

دھیمی سی آواز میں خفگی کا رنگ نمایاں تھا۔ التمش کی آنکھوں کے سراہتے رنگ حیرت میں تبدیل ہوئے۔

"صرف دیکھنے سے؟"

وہ تعجب سے کہتا دونوں ہاتھ ڈریسنگ پر ٹکائے آگے ہوتا، تھوڑا اسکی طرف جھکا یوں کہ وہ ان سیاہ کٹوروں میں تیرتی بھوری آنکھوں میں جھانک سکتا تھا۔

"یہ دیکھ رہے ہیں جو پسینہ آرہا ہے، سارا میک اپ بہہ جائے گا۔ پہلے ہی اتنی مشکل سے کیا ہے۔"

خفا خفا سی پوری سنجیدگی سے اپنی مشکل بتاتی وہ اسکے دل کو مشکل میں ڈال گئی تھی۔ پیچھے ہوتا وہ بے اختیار ہنسا تھا اور پھر ہنستا چلا گیا۔ مشال نے آج سے پہلے اسے یوں کھلے دل سے کبھی ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ چہرے پر سے خفگی اڑنچھو ہوئی وہاں اب دھیمی سی، نرم سی پر سکون مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"ہنستے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔"

التمش کی ہنسی تھمی، آنکھوں میں تفاخر چمکا۔ مشال کی طرف سے ملنے والا پہلا ستائشی جملا۔ اسے ہمیشہ یاد رہنے والا تھا۔

"میں ہمیشہ اچھا لگتا ہوں۔"

کہتے ہوئے بے نیازی سے کندھے اچکائے، کیا شاہانہ انداز تھا۔ مشال کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی اور دل معترف۔ وہ ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہا تھا۔

"میں چینج کر لوں پھر نکلتے ہیں۔"

کف لنکس کھولتے وہ اٹھ کھڑا ہوا، جاتے جاتے رکا۔ پھر کچھ یاد آیا۔

"ایک منٹ۔۔۔ تمہاری تعریف تو کی ہی نہیں میں نے۔ مجھے کرنی چاہیے تھی۔"

وہ جیسے خود کلامی میں کہتا گردن جھکائے اسکا اوپر اٹھا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ مشال کے مسکراتے لب سمٹے، جزبز ہوتے چہرہ جلدی سے جھکایا۔

التمش پنجوں کے بل وہیں اسکے سامنے بیٹھا، اسکی گود میں رکھے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے تو ہتھیلیاں پسینے سے بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ تھوڑا سا آگے ہوتا اسکی آنکھوں میں جھانکنے کی تگ و دو میں تھا، مشال نے نگاہیں اٹھا کر اسکی مشکل آسان کر دی۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"ظاہری خوب صورتی کبھی بھی میرے لیے اٹریکشن کا باعث نہیں رہی۔ لیکن تم ہر بار مجھے نئے سرے سے خوب صورت لگتی ہو، صبح سو کر اٹھتے جب تمہاری آنکھیں ہلکی سی پھولی ہوتی ہیں، کچن میں کام کرتے جب تم دوپٹے سے پسینہ صاف کر رہی ہوتی ہو، گھر کے عام سے حلیے میں جب میرے آفس سے آنے پر مسکرا کر مجھے دیکھتی ہو، اور کچھ دیر پہلے یوں اپنی ہلکی سی تیاری خراب ہونے کے ڈر سے مجھ سے خفا ہوتے ہوئے، حالاں کہ اس سے زیادہ تو خواتین ڈیلی روٹین میں تیار ہو کر رہتی ہیں۔ مجھے تم ہر حال میں اچھی لگتی ہو مشال۔ اس لیے تمہیں اپنی تیاری کو لے کر کانشیس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ کر اسکے ہاتھوں پر اپنے ہاتھوں کی گرفت سے پکھ اور مضبوط کی،
مشال کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی چمکنے لگی۔ وہ کیسے جان گیا تھا جو اسکے دل میں تھا؟

اور اس وقت اسکے سامنے بیٹھا، اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے، اسے کمفرٹ کرتا وہ اسے کتنا اپنا اپنا لگا
تھا یہ وہ اسے لفظوں میں کبھی نہیں بتا سکتی تھی۔

"اب رونا مت ورنہ بقول تمہارے، تمہارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

اسکے ہاتھ چھوڑتا وہ اپنی ہنسی روکتے اٹھ کھڑے ہوتے کہہ رہا تھا، مشال کی بھی ہنسی نکل گئی۔

"جائیں تیار ہوں جا کر۔ اب دو سال مت لگا دیجئے گا تیار ہونے میں۔"

خود کو سنبھالتے، اسکی توجہ خود پر سے ہٹانے کو مشال نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ لیکن التمش نے اسے پکھ
سیریس ہی لے لیا تھا۔ ابرو اچکا کر سنجیدہ چہرے کے ساتھ مشال کو دیکھا۔

"ایکسکیوزمی مسز التمش! میں پیدائشی ہینڈسم ہوں۔ مجھے تیار ہونے کے لیے پانچ منٹ درکار ہوتے ہیں
بس۔"

کہہ کر سر جھٹکتے وہ وارڈروب کی جانب بڑھ گیا تھا۔ مشال پیچھے مسکراہٹ روکے گردن گھما کر اسے
دیکھتی اب قدرے مطمئین سی لگتی تھی۔

....

حب ناولز

رات کے کھانے کے بعد وہ باہر صحن میں ٹہل رہی تھی، شرمین اور آذر آج کل کھانا اپنے کمرے میں کھاتے تھے۔ کھانا کھا کر ٹرے پکن میں رکھتے باہر آتی شرمین نے اسے صحن کی زرد سی روشنی میں یہاں سے وہاں چکر لگاتے دیکھا تو وہیں پکن کے دروازے کے قریب رک گئی۔ماہین کچھ آگے جا کر چکر کاٹتی مڑی تو اسے دیکھ کر ذرا ابھر چونکتے ٹھہری۔ پھر ایک گہرا سانس لیتے خود کو کچھ تلخی بھرا سننے پر آمادہ کرتے سست روی سے چلنے لگی۔

"سنا ہے کافی اچھے اچھے رشتے آرہے ہیں تمہارے لیے؟"

ماہین اپنی جگہ تھم سی گئی، پورا وجود جیسے بہت اندر تک ٹھنڈا پڑ گیا ہو۔ اسکے ذہن و دل میں اس وقت شام کے منظر کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ شرمین کے مسکراتے ہوئے طنزیہ لب و لہجے پر غور کرنے کی فرصت بھی نہیں۔

وہ سانس روکے کھڑی تھی، شرمین کو کیسے پتہ چل سکتا تھا؟

"میرے ماموں کو تم نے یہی کہہ کر انکار کیا تھا ناں کہ عمر میں بڑے ہیں چار بچوں کے باپ ہیں، اور اب صفیہ خالہ تو جیسے بانکے نوجوانوں کے رشتے لا رہی ہیں تمہارے لیے۔"

وہ زہر خند سی سرسراتی آواز میں کہتی آخر میں تمسخر اڑاتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پہلی بار ماہین کو اسکے منہ سے جلے کٹے الفاظ سن کر سکون کا احساس ہوا تھا۔ معاملا وہ نہیں تھا جو وہ سمجھ رہی تھی

۔

"زمین پر واپس آ جاؤ ماہین بی بی۔ تمہارے لیے کوئی شہزادہ نہیں آنے والا۔ تمہارے نصیب میں اسی طرح کا کوئی ڈھلتی عمر کا رنڈوا یا طلاق شدہ مرد لکھا ہوا ہے، اگر کسی ایسے ہی سے شادی کرنی ہے تو پھر

حب ناولز

میرے ماموں میں کیا برائی ہے۔ ابھی بھی وقت ہے سوچ لو، بھائی کی ناراضگی بھی دور ہو جائے گی اور اگلے گھر بھی راج کرو گی راج۔ ابھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے جو مل رہا ہے صبر شکر سے اس پر راضی ہو جاؤ۔"

ماہین نے چبھتی آنکھوں سے اسے دیکھا، جو دیوار سے ٹیک لگائے بالوں کی چوٹی کندھے پر سے آگے کیے آخری سرے پر چھوڑے بالوں میں ہاتھ پھیرتی لہجے میں تاسف بھری ہمدردی سموئے کہہ رہی تھی۔

"یہ تو وقت بتائے گا بھابھی کیا پتہ میرے لیے سچ میں کوئی شہزادہ ہی آنے والا ہو۔"

شرمین کے ہاتھوں کی حرکت رکی، آنکھوں میں اچنبھا سا در آیا۔ چند قدم اسکے قریب آتے سینے پر دونوں ہاتھ باندھتی ماہین کا پر سکون لہجہ اور ٹھنڈا سا انداز۔ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا تھا۔ اس وقت بس وہ شرمین کو جلانا چاہتی تھی پتہ نہیں کیوں؟ عرصے بعد اسکے دل میں بدلے کا ہلکا سا جذبہ پروان چڑھا تھا۔

"آپ میری فکر میں اتنی ہلکان مت ہوا کریں بھابھی۔ اپنا برا بھلا میں اچھے سے سمجھتی ہوں۔"

ایک پر اطمینان سی مسکراہٹ شرمین کی طرف اچھالتی وہ اندر چلی گئی، شرمین نے اسے تند ہی بھری نظروں سے تب تک گھورا تھا جب تک وہ منظر سے ہٹ نہیں گئی۔

پھر نخوت سے سر جھٹکتے کچن کا دروازہ بند کرتی منہ ہی منہ کچھ بڑبڑاتے وہ بھی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

....

ہوٹل میں داخل ہوتے التمش نے متلاشی نگاہوں سے ارد گرد دیکھا، جب قدرے کونے میں گلاس وال کے قریب والی میز پر وہ بیٹھی دکھائی دی، جو مسکرا کر ہاتھ ہلاتی اسے اشارہ کر رہی تھی۔ ساتھ کھڑی مشال کو اس طرف اشارہ کرتے التمش آگے بڑھنے لگا، تو اسکے ساتھ مسکرا کر چلتی مشال کے ہونٹوں پر کھلتی مسکراہٹ اور چال کی روانی شیریں کو دیکھ کر ماند پڑی۔

اسے کیوں کر گمان نہ گزرا تھا کہ التمش کی وہ خاص دوست شیریں بھی ہو سکتی تھی۔ ویسے والے دن بھی تو وہ اسکا خاص الخاص پروٹوکول دیکھ چکی تھی۔

وہ ٹیبل کے قریب پہنچے تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی، مشال ست روی سے چلتے التمش سے تھوڑی پیچھے رہ گئی تھی۔ شیریں مسکرا کر انہیں ویلکم کر رہی تھی۔ وہ آج بھی اتنی ہی خوب صورت لگ رہی تھی، اور کیا حسین اتفاق تھا وہ دونوں پھر سے ایک ہی کلر تھیم فالو کر رہے تھے، شیریں نے آج سلور کلر کا ٹاپ پہن رکھا تھا اور اسکے سامنے کھڑا التمش سلور گرے کلر کی شرٹ میں ملبوس۔ ان دونوں کے درمیان سیاہ رنگ پہنے کھڑی مشال کو اپنا آپ ان دونوں سے بالکل الگ لگا، مس میچ۔ اس رات کے آغاز سے پہلے ہی جیسے مشال کا دل بجھ سا گیا۔

"فائنلی یہ شخص تمہیں لے ہی آیا مشال۔ ورنہ اتنے دنوں سے میں منت سماجت کر کر کے تھک گئی تھی۔"

کرسی کھینچ کر بیٹھتے اپنے کھلے بالوں کو نزاکت سے جھٹکتے وہ بے تکلفی سے بولی۔ التمش نے مشال کے لیے کرسی پیچھے کھینچی تھی، وہ بیٹھی تو وہ اسکے برابر والی نشست سنبھال گیا یوں کہ مشال ان دونوں کے درمیان بیٹھی تھی۔

"میں پہلے بھی کہیں بار بتا چکا ہوں میں بزی تھا، تم یہ گلہ تو بالکل نہیں کر سکتی۔ ان فیکٹ تم مشال سے پوچھ سکتی ہو ہم نے اس سارے عرصے میں ایک بھی دعوت قبول نہیں کی۔ تم پھر بھی کی ہو جو اس وقت میری بیوی تمہارے ساتھ بیٹھی ہے۔"

وہ لگی لپٹی رکھے بغیر حساب برابر کرنے کا عادی تھا۔ اب بھی بنا تردد اسکے کہنے پر شیریں نے محظوظ ہوتے سر نفی میں ہلایا۔

"چلو اگر یہ شرف صرف مجھے حاصل ہوا ہے تو پھر تمہیں اس تاخیر کے لیے معاف کیا جا سکتا ہے۔"

گردن کڑا کر فیاضی سے کہتی وہ کوئی چیز لگتی تھی۔ التمش کے پہلو میں بیٹھی مشال کی نگاہیں اس سے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ وہ اپنا اور شیریں کا تقابل کرنا نہیں چاہتی تھی، پھر بھی کر رہی تھی۔ اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسکا دل تنگ پڑ رہا تھا۔

"تو پھر سناؤ مشال تمہارا دل لگ گیا اس آدمی کے ساتھ؟"

اچانک خود کو مخاطب کیے جانے پر اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آتی وہ ذرا ابھر چونکی، شیریں بے ضرر سی مسکراہٹ لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی، اور پھر مسکرا کر اپنے اندر پنپتے رقابت کے انجانے سے جذبے کو خوب صورتی سے چھپا گئی۔

وہ جن احساسات کا شکار تھی یہ اسکے اختیار کے موسم سے بالاتر تھے، لیکن اسکا شیریں سے رویہ اسکے اپنے بس میں تھا۔

التمش نیم رخ سا اسکی طرف مڑا، مشال نے بھی اسی وقت اسکی طرف دیکھا تھا۔ اور اسکے دیکھنے پر دایاں ابرو تانے وہ مسکرایا تھا۔ جیسے اسکے جواب کا منتظر ہو۔ مشال کی مسکراہٹ حقیقی رنگ لیے کچھ

اور گہری ہوئی۔ سارے وسوسے، بے معنی سے تقابل اور دل کی بے کلی کہیں دور جا سمائی۔ جو اسکا تھا، وہ اسی کا رہنا تھا باقی ساری سوچیں اس نے سختی سے جھٹک دیں۔

"ارے ارے ارے۔۔۔۔ یہاں تو کہنے سننے کے لیے لفظوں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تم دونوں تو آنکھوں سے ہی کام چلا لیتے ہو گئے۔"

کچھ دیر گزری تو شیریں کو مخل ہونا پڑا، انداز چھیڑنے جیسا تھا۔ وہ دونوں بیک وقت اسکی طرف مڑے تھے۔

"اب نظر مت لگا دینا۔"

التمش کے اترانے پر شیریں کی ہنسی گونجی۔

"تم صدقہ اتار دینا۔"

ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو بلایا، کچھ دیر بعد کھانا کھاتے وہ مشال کو مختلف ڈشز ٹرائی کرنے پر اصرار کرتی رہی، بلاشبہ وہ ایک اچھی میزبان تھی۔

"تمہارے اگلے ماہ شادی کے پلان کا کیا بنا؟؟"

کھاتے ہوئے اچانک التمش کو جیسے یاد آیا۔

"وہ فی الحال ڈیلے ہی سمجھو؟"

منہ میں رکھا اسٹیک کا چھوٹا سا پیس چباتے وہ پلیٹ پر جھکے بولی۔

"وجہ؟"

http://Novelshub.pk

التمش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، مشال اس دوران خاموشی سے کھانا کھاتے ہوئے ان دونوں کو سن رہی تھی۔

"مشال انکے سیخ کباب لازمی ٹرائی کرنا۔یو ول لو اٹ۔"

اسکے سوال کو نظر انداز کرتے وہ مشال سے کہہ رہی تھی۔مشال اثبات میں سر ہلاتی پلیٹ میں رکھے چاولوں میں چمچ چلانے لگی۔

التمش ابھی بھی جواب طلب نظروں اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایسے گھور کیوں رہے ہو؟ میں بس سوچنے کے لیے کچھ اور ٹائم لینا چاہتی ہوں۔ آئی تھنک میرے اور فیضان کے کمپیٹیبلٹی ایشوز دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ہم دونوں کو اپنے ریلیشن کو لے کر ری تھنکنگ کے پروسیس سے گزرنے کی ضرورت ہے۔"

شیریں نے عام سے انداز میں بات مکمل کی، التمش نے تائیدی انداز میں سر کو جنبش دیتے، اسٹیک کا ایک پیس مشال کی پلیٹ میں منتقل کیا، جو کھا کم اور چاولوں میں چمچ چلاتے کھیل زیادہ رہی تھی۔

"اچھی بات ہے۔ تمہیں ایک بار پھر سے اچھے سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔"

مشال نے تعجب سے التمش کو دیکھا، بجائے اسکے کہ وہ اسے سمجھاتا، وہ اسے یہ سب کہہ رہا تھا۔

اسکی کہی بات سے ہٹ کر شیریں نے سراہتی نظروں سے اسے مشال کے لیے اسکی پلیٹ میں اسٹیک رکھتے دیکھا تھا۔بظاہر اس سے باتیں کرتے ہوئے بھی اسکا سارا دھیان مشال پر رہا تھا۔

"تم بہت بدل گئے ہو التمش۔ کیا یہ سچ ہے یا صرف تم چاہتے ہو کہ میں اپنے فیصلے پر ریگرٹ کروں؟"

حب ناولز

دونوں ہاتھ باہم ملائے ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر وہ شریر سی مسکراہٹ لیے بولی۔ التمش نے سر جھٹک کر اپنی ہنسی روکی۔ مشال ناسمجھی بھرے اچنبھے سے دونوں کو دیکھتی رہی، پتہ نہیں کون سے راز و نیاز چل رہے تھے۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں تم جو بھی فیصلہ لو پوری طرح سے سوچ سمجھ کر لو۔ تاکہ بعد میں تمہیں کوئی پچھتاوا نہ ہو۔"

صاف گوئی سے کہتے اس نے شیریں کے مزاح میں کہی بات کو حالیہ صورت حال سے جوڑ دیا تھا ۔مشال کی حیرانگی کچھ اور بڑھی۔

اور اپنی اس حیرت کا اظہار اس نے تب تو نہیں کیا تھا مگر جیسے ہی واپسی پر وہ لوگ گاڑی میں آ کر بیٹھے، تو التمش کے گاڑی سٹارٹ کرتے ہی مشال نے کب سے روکے الفاظ کو زبان دی تھی۔

"آپ کو شیریں کو سمجھانا چاہیے تھا۔"

اس نے غیر واضح سے انداز میں بات کا آغاز کیا تو ڈرائیو کرتے التمش نے اچنبھے سے اسکی طرف ایک پل کے لیے دیکھا۔

"کیا؟"

"وہی جو وہ اپنی شادی کے بارے میں کہہ رہی تھیں اور آگے سے آپ نے بھی انہیں عجیب سا مشورہ دیا۔"

وہ اپنی اختلاف رائے دے رہی تھی۔ اور کیوں دے رہی تھی وہ خود نہیں جانتی تھی۔

"اس میں عجیب کیا تھا؟ میرے خیال سے وہ ایک لوجیکل اور سنسئیر بات تھی جو میں نے کہی تھی۔"

حب ناولز

سامنے دیکھتے اس نے کندھے اچکاتے کہا تو اسکی طرف رخ کیے پیچھے ٹیک لگائے بیٹھی مشال نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ آپ کی کلاس فیلو تھیں، آپ کی ہم عمر ہوں گی۔ انہیں اب تک شادی کر لینی چاہئے تھی، اور مجھے تو شادی سے پہلے کمپیٹیبلٹی والی لاجک کی سمجھ نہیں آتی۔ جبکہ شادی کے بعد ایک ساتھ رہتے، بہت سارے اتار چڑھاؤ تو آپ کو ہر صورت دیکھنے ہی دیکھنے ہوتے ہیں۔ وہاں یہ سب کام نہیں آتا۔ ایک اچھا رشتہ جوڑنے رکھنے کیلئے کہیں نہ کہیں تھوڑی بہت قربانی تو دونوں فریقین کو دینی پڑتی ہے۔"

وہ پہلی بار ایسے کھل کر کسی بارے میں اپنا اظہار خیال کر رہی تھی اور یوں بولتے ہوئے اچھی بھی لگ رہی تھی۔

"بات تمہاری بھی ٹھیک ہے لیکن اب ہم کسی دوسرے کی سوچ کی نفی تو نہیں کر سکتے نا۔ وہ میچیور لڑکی ہے، اپنا بھلا برا اچھے سے جانتی سمجھتی ہے۔ وہ ہینڈل کر لے گی۔ ویسے بھی شادی ایک بڑا فیصلہ ہے جو سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، بعد میں برا رونے سے بہتر ہے بندہ پہلے ہی دو آنسو بہا کر ایک سائیڈ پر ہو جائے۔"

"آپ رو رہے ہیں؟ یا میں رو رہی ہوں؟ یا روز جو اتنی شادیاں لوگ کرتے ہیں وہ سب کیا روتے ہی رہتے ہیں؟ ہر چیز کے مثبت پہلو سے ہٹ کر منفی پہلو کو ہی پہلے کیوں دیکھا جائے؟"

اسکے دوبدو کہنے پر التمش اس بار مسکرایا۔

"خیر مجھ پر تو یہ قانون لاگو نہیں ہوتا میں نے تو کافی سوچ سمجھ کر تم سے شادی کی ہے۔ لیکن تم نے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کیوں کی اس بارے میں ہماری کبھی بات نہیں ہوئی۔"

التمش کی دلچسپی اچانک سے بڑھی تھی۔

"تو مشال تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"

اسکی طرف دیکھتے پر جوش سے انداز میں سوال کیا گیا تھا۔

"کیوں کہ آپ نے رشتہ بھیجا تھا۔"

اسکے جواب پر التمش کے جوش کے غبارے میں سے ساری ہوا نکلتی چلی گئی۔ اسے اتنا بھی سچ بولنے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔

"ہاں رشتہ تو بھیجا تھا مگر پھر بھی تم نے کچھ تو سوچا ہی ہو گا میرے بارے میں؟"

اس نے پھر بھی ہار نہیں مانی تھی۔ مشال نے کمال سادگی سے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟"

اب کی بار وہ چڑا تھا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ میں سچ کہہ رہی ہوں جب آپکا رشتہ آیا تھا میں نے صرف اور صرف اپنی اسٹڈیز کے بارے میں سوچا تھا۔ یہ تو پھر گھر والوں کی کثرت رائے کو دیکھتے ہوئے میں نے بھی ہامی بھر لی۔ بہر حال شادی کہیں نہ کہیں تو کرنی ہی تھی۔"

"جو بھی ہے میں مان ہی نہیں سکتا کہ تم نے کچھ بھی نہ سوچا ہو میرے بارے میں؟" وہ جیسے گہرے صدمے میں تھا۔ "اچھا جب پہلی بار مجھے دیکھا تھا تب تو کچھ نہ کچھ میرے بارے میں رائے قائم کی ہی ہو گی نا تم نے؟" یہ اسکی طرف سے آخری کوشش تھی۔ مشال کے منہ سے کچھ اچھا سننے کی۔

مشال کو بے ساختہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسکا بیزار سا چہرہ یاد آیا تو اس نے پہلو بدل کر رخ تھوڑا سا بدلا

۔

"اب یہ مت کہنا تم نے تب بھی کچھ نہیں سوچا تھا؟"

اسکی خاموشی طویل ہوئی تو وہ بد مزہ ہوا۔

"نہیں۔۔۔۔ سوچا تو تھا۔"

گردن گھما کر اسکی طرف دیکھتے وہ تھوڑا رک کر بولی۔ التمش کے چہرے کا تناؤ مٹ سا گیا۔

"کیا سوچا تھا؟" پوچھتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔ اتنا وہ ہینڈسم، اسکی سحر انگیز شخصیت وہ نظر انداز کیے جانے کے لائق تھا کیا؟

"رہنے دیں۔ آپ کو سن کر اچھا نہیں لگے گا۔"

چمکتی آنکھوں کے ساتھ ہلکا سا ہنستے ہوئے کہتی وہ اسے خود کو گھورنے کی دعوت دے چکی تھی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اس وقت بے فکری سے دوستانہ انداز میں ہنستی وہ اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ چاہ کر بھی اسے گھورنے کی مہم جاری نہ رکھ سکا۔ تبھی سر جھٹک کر ہونٹوں پر آئی مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ دھیان ڈرائیو کرتے سامنے مبذول کر گیا۔

....

حب ناولز

اسٹور پر معمول کی گہما گہمی تھی۔ وہ اپنے کاؤنٹر پر کھڑی تھی۔ بارش میں بھیگی اس شام کو تین دن گزر گئے تھے، اور وہ ابھی بھی وہیں کھڑی کوئی بھی فیصلہ کرنے کی ہمت خود میں مفقود پا رہی تھی۔ اس ایک شام کے بعد سے جیسے سب کچھ بدل بدل سا گیا تھا۔ اسٹور پر کام کرنے والے ہر ورکر کو دیکھ کر لگتا جیسے اسکی نگاہوں میں کوئی ذو معنی سے رنگ ہوں۔ حالاں کہ یہ اسکے اپنے دل کی کیفیت تھی حقیقت سے اسکا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ اور دوسری طرف وہ تھا جسے دیکھ کر لگتا تھا ایسی کوئی شام انکے درمیان آئی ہی نہ ہو۔ ابھی کل بھی چھٹی کے وقت ماہین کا اس سے مین انٹرنس پر سامنا ہوا تھا، وہ نا چاہتے ہوئے بھی ٹپٹا سی گئی تھی، اور اسکے برعکس وہ انتہائی پرسکون اور بے نیاز نظر آیا جیسا کہ وہ ہمیشہ سے تھا۔ بلکہ اسکے بعد سے تو ماہین کو اپنی حسیات پر شک ہونے لگا تھا۔ شاید کوئی ایسی دھندلی سی شام انکے درمیان آئی ہی نہ ہو اور یہ صرف اسکی اپنی ذہنی اختراع ہو۔

اور شاید اسکا یہ شبہ یقین میں بدل جاتا اگر اگلی سہ پہر اپنے کاؤنٹر پر اسے ہاشم کی طرف سے میسج موصول نہ ہوتا۔ اسکا نمبر سیو نہیں تھا لیکن اس دن کی کال کے بعد اسے یاد رہ گیا تھا، اسے نمبر ہمیشہ یاد رہ جاتے تھے۔

"ہم بات کر سکتے ہیں؟"

سوال جتنا سادہ تھا جواب اتنا ہی مشکل۔ وہ چار منٹ تک موبائل ہاتھ لیے سکرین کو گھورتی رہی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ۔

"کیا یہ بہت مشکل سوال ہے جو آپ سے جواب بن نہیں پا رہا؟"

حب ناولز

ماہین نے سکرین پر کھلی چیٹ میں ابھرتے نئے میسج کو دیکھا، پھر گڑبڑا کر اردگرد نگاہ دوڑائی۔ کیا وہ کہیں سے اسے دیکھ رہا تھا؟ فق ہوئی رنگت کے ساتھ وہ کچھ دیر اسے تلاشتی رہی، وہ کہیں نہیں تھا تو وہ مایوس سی دوبارہ سر جھکا گئی۔ اسکا ایک اور میسج آچکا تھا۔

"آپ اتنی نروس کیوں ہو رہی ہیں مس ماہین؟ یہ صرف ایک پروپوزل تھا آپ ہاں کریں گی تو میرے لئے خوش آئند ہو گا اور اگر نہ کریں گی تو ہمارے درمیان یہ بات دوبارہ کبھی نہیں آئے گی۔ آپ یہاں ویسے ہی کام کریں گی جیسے کرتی آرہی ہیں۔ اس لیے اپنے چہرے پر سے پسینہ صاف کیجئے اور بے فکر رہیں۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی ٹین ایجر نہیں ہے جو اپنی پرسنل لائف کو ورک لائف سے مکس اپ کرے گا، اور نہ ہی جزبات کی رو میں بہہ کر کوئی فیصلہ کرے گا۔"

اس بار ماتھے پر ابھرتے پسینے کی ننھی ننھی بوندوں کے ساتھ وہ حیران نہیں ہوئی تھی۔

"آپ مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں؟"

ٹائپ کرتے ہوئے اسکی انگلیاں کانپ رہی تھیں، آنکھوں میں شکایت سی امڈ آئی۔

"میں اس وقت آپ کو دیکھ رہا ہوں۔"

بنا کسی تردد کے جھٹ سے جواب آیا تھا، ماہین کے ماتھے پر لکیریں سی بننے لگیں، مگر اگلے ہی میسج پر وہ معدوم ہوتی چلی گئیں۔

"تصور کی آنکھ سے۔ اور پتہ نہیں کیوں مجھے یقین ہے آپ اس وقت ایسی ہی نظر آرہی ہوں گی۔"

ماہین نے ایک گہرا سانس بھرا اور سر اٹھا کر خود سے کچھ فاصلے پر بلر کے اوپر لگے سیکیورٹی کیمرے کو گھورا۔ اگلے ہی پل چبھتی آنکھوں سے سر جھٹکتے گردن جھکالی۔

حب ناولز

"تصور کی آنکھ سے مراد آپ کی کیمرے کی آنکھ تو نہیں ہے؟"

لکھتے ہوئے اسکا جلا بھنا سا انداز تھا جو دوسری طرف محسوس کر لیا گیا تھا۔ اور سکرین پر ابھرتے آنکھیں بند کیے قہقہہ لگاتے ایموجی نے اسے کچھ اور چڑایا تھا۔

ماہین نے تاسف بھرے انداز میں نچلا لب کاٹتے سر نفی میں ہلایا۔ اور وہ ابھی کچھ لکھے پہلے کہہ رہا تھا وہ کوئی ٹین ایجرز نہیں ہیں۔

"چلیں اسے یہی ختم کرتے ہیں یا ایک نیا آغاز کرتے ہیں۔ مجھے آپکا جواب چاہیے ہاں یا ناں، ابھی اور اسی وقت۔"

اپنے آفس میں ریوالونگ چیئر پر پیچھے ٹیک لگائے، آرام دہ حالت میں بیٹھے ہاشم کے ہاتھ میں موبائل تھا، نگاہیں سامنے لیپ ٹاپ پر کھلی سی سی ٹی وی فوٹیج پر جمی تھیں جہاں بلیک اینڈ وائٹ پردے پر سر جھکائے کھڑی وہ نظر آ رہی تھی، اسے دیکھتے ہوئے ہاشم کے چہرے پر اک جاندار سی مسکراہٹ کتنی دیر سے ٹھہری ہوئی تھی۔

اسکی گہری نظریں لیپ ٹاپ کی سکرین پر ٹھہری تھیں اور دل بھی جیسے وہیں اٹکا ہوا تھا، وہ ایک بار پھر سے ٹائپ کرتے کرتے رک گئی تھی، اور یہاں رک تو کسی کے دل کی دھڑکن بھی گئی تھی۔ چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہوئی، دبی دبی سی بے چینی لیے وہ ٹیک چھوڑتا آگے کو ہو کر بیٹھا۔

"کم آن ماہین۔۔۔ آپ اتنا کیوں سوچ رہی ہیں، جسٹ سے یس۔"

مٹھی بند کیے، بھوری آنکھوں میں اضطراب لیے، زیر لب خود کلامی کی تھی۔

"آپ کو یقین ہے آپ میرے بارے میں مزید کچھ بھی جاننا نہیں چاہیں گے سر؟"

حب ناولز

اسے ٹائپ کرتے دیکھ کر ہاشم نے تیزی سے موبائل سامنے کیا۔ اور بے صبری سے پیغام پڑھا۔

"میرے لیے جتنا ضروری تھا میں جان چکا ہوں۔"

اس نے سرعت سے جواب بھیجا تھا، بنا دوسری سانس لیے۔

"ٹھیک ہے پھر۔ میری طرف سے ہاں ہے۔"

یہ پہلا میسج تھا جو بنا کسی تاخیر کے موصول ہوا تھا اور اب وہ سانس لے سکتا تھا۔ سکون کا گہرا احساس تھا جو اسکے پورے وجود میں سرایت کرتا چلا گیا۔ پرجوش سے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھتے، مٹھی بند کیے بازو اوپر کرتے اس نے خوشی سے ذرا بلند آواز میں "یس" کا نعرہ لگایا تھا، اور ایسا کرتے ہوئے اسکی بھوری آنکھوں کی چمک قابل دید تھی۔

دوسری طرف میز پر رکھے لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظر آتا منظر حقیقی کینوس پر جلوہ گر ہوا تو ماہین موبائل اپنے پرس میں منتقل کر رہی تھی، ایک گہرا سانس ٹوٹ کر اسکے لبوں سے آزاد ہوا تھا۔ یہ آسان نہیں تھا، لیکن اتنا مشکل بھی نہیں تھا، جو فیصلہ وہ اتنے دنوں میں نہیں لے سکی، چند لمحوں کی زد میں ہوتا چلا گیا، اور وہ خوش تھی کچھ فیصلے جتنے جلدی لے لیے جائیں اتنا اچھا ہوتا ہے جتنا وہ سوچتی اتنا سود و زیاں کی جمع تفریق میں الجھتی جاتی جو وہ نہیں چاہتی تھی۔ لاکھ چاہنے کے باوجود اس شام کے سحر میں، وہ اب بھی کہیں قید تھی، وہ خواب نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن اگر حقیقت ہی خوابوں کی اوڑھنی اوڑھ لے تو پھر کیا کیا جائے؟ کسی کے لفظوں کا مان، بھوری آنکھوں کا نرم سا تاثر اور بھیگتی شام میں اس پر تانی چھتری وہ جتنا جھٹلاتی، اتنا وہ نقش گہرے ہوتے جاتے۔

اسے زندگی سے ہمیشہ گلہ رہا تھا، آج زندگی اسے ایک موقع دے رہی تھی تو وہ کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اگر یہ قسمت آزمائی تھی تو بھی صحیح، اور اگر اندھی کھائی میں چھلانگ لگانے کے مترادف تھا تو بھی برائی نہیں تھی وہ پہلے بھی کون سا پھولوں کی سیج پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دل ایک مدت کے بعد کسی پر اعتبار کرنے کو تیار ہوا تھا اور وہ اعتبار کر رہی تھی۔ وہ خوش تھی یا نہیں یہ سوال ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ لیکن جو اطمینان ہاں کرنے کے بعد اسے میسر آیا تھا وہ اسکے اپنے لیے بھی ایک اچھوتا سا احساس تھا۔ اپنی سوچوں سے نکل کر سامنے کھڑی کسٹمر کو ڈیل کرتے اسکے چہرے پر جو مسکراہٹ تھی وہ عام دنوں سے زیادہ بھلی اور روشن تھی۔

....

اسی شام ہاشم گھر جلدی آگیا تھا، نور اسے باہر لان میں بچھی کرسیوں میں سے ایک پر دونوں پیر اوپر کیے بیٹھی، اکتائی ہوئی سی موبائل پر مگن نظر آئی تو گاڑی سے نکل کر وہ وہیں اسکے قریب چلا آیا۔ وہ بھی اسے آتا دیکھ چکی تھی۔

"شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

جھک کر اسکا سر چومتے وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھا تو وہ موبائل گود میں رکھتی مسکرا دی۔

"یونیورسٹی ایڈمیشن کے نئے نئے کھلتے کٹے۔"

http://Novelshub.pk

حب ناولز

اس نے ناک سکوڑ کر کہا تو ہاشم نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ اتنی پنجابی تو اسے خود نہیں آتی تھی جتنی نور بول لیا کرتی تھی۔

"گلزار بھی تمہارے ساتھ ہی ایڈمیشن لے رہا ہے یا وہ کوئی اور یونیورسٹی دیکھ رہا ہے؟"

ہاشم نے پوچھا تو وہ ہاتھ ہلاتے منع کر گئی۔

"وہ کہیں اور نہیں جا سکتا۔ التمش چاچو نے اسے میری نگرانی میں دے رکھا ہے۔"

گردن اٹھائے یوں کہا جیسے وہ اسکی گارجین ہو۔ ہاشم نے اسے ملامتی نظروں سے دیکھا۔ وہ اپنی بیٹی کی تخریب کاریوں سے واقف تھا۔

"سانس لینے دیا کرو معصوم بچے کو۔ اچھا لڑکا ہے وہ۔ کہاں التمش نے اسے تمہارے ہتھے چڑھا دیا ہے۔"

اسکے ہمدردی بھرے انداز پر نور نے ناک بھنوں چڑھائے۔

"اتنا بھی کوئی معصوم نہیں ہے وہ ابی۔ بس بنتا رہتا ہے۔"

خفگی سے سر جھٹکا۔ پھر کچھ یاد آنے پر وہ ہاشم کو شکایتی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ نے اس بار مجھے رزلٹ پر کوئی گفٹ تک نہیں دیا۔ اور وہ گلزار کل مجھے چھیک کر اپنا لیپ ٹاپ دکھا رہا تھا جو التمش چاچو نے اسے گفٹ کیا ابی۔"

ہاشم نے ذرا توقف کو رکتے اسے دیکھا پھر گردن پر ہاتھ پھیرا۔

"تمہارا گفٹ کچھ اسپیشل ہونا چاہیے تھا نا۔ اس لیے تھوڑی تاخیر ہو گئی۔"

"مثلاً؟"

پیچھے سے ٹیک چھوڑتے، اسکے چہرے کے خدو خال میں دبا دبا سا جوش امڈ آیا۔

"تم گیس کرو۔"

ہاشم نے ٹانگ کے اوپر ٹانگ جماتے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھی پر جمائے، مسکرا کر نور کو دیکھتے کہا۔ وہ ذرا بھر سوچنے کو رکی۔

"تمہاری سب سے بڑی وش کیا ہے نورالعین آفریدی تم کہو میں پوری کرنے کو تیار ہوں۔"

اس نے جیسے اشارہ دیا تھا۔ نور کی آنکھیں چمکیں۔ پیر تیزی سے نیچے کیے اور اور آگے کو ہو کر بیٹھی ۔ ہاشم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ تو وہ سمجھ گئی تھی۔

"آپ مجھے گاڑی گفٹ کر رہے ہیں ابی؟"

ہاشم کے مسکراتے لب سکڑے۔ بدمزہ ہوتے نور کو دیکھا۔ اس نے سب سے بڑی وش کہا تھا پھر بھی؟

"ڈرائیونگ لائسنس ہے تمہارے پاس؟"

اس نے ٹھنڈے سے انداز میں کہا تو نور کے چہرے کے زاویے بگڑے۔

"وہ بھی آجائے گا ابی۔"

ماتھے پر بکھرے بالوں کو انگلیوں سے جھٹکا۔

"تم تھوڑا بڑا سوچو ناں؟"

ہاشم نے ایک اور کوشش کی۔ نور نے دونوں لب باہم بھینچ کر آنکھیں چھوٹی کرتے سوچنے کے لیے کچھ وقت لیا۔

"گاڑی سے بڑا کیا ہو سکتا ہے ابی؟ آوٹ آف کنٹری ٹرپ؟"

ایک اور غلط اندازہ۔ اس سے زیادہ کی ہاشم میں تاب نہیں تھی۔

ٹانگ پر سے ٹانگ اتارتے وہ سرعت سے سیدھا ہوا۔ چہرے پر ہلکا سا کھچاؤ تھا اور آنکھوں میں خفگی۔

"تم نے کہا تھا تم چاہتی ہو میں شادی کر لوں، مجھے لگا تمہاری سب سے بڑی وش یہی ہو گی۔ اور میں تمہیں یہی بتانے والا تھا کہ میں نے مس ماہین کو پرپوز کیا ہے اور انہوں نے ہاں بھی کر دی ہے۔ میں تمہیں یہی سرپرائز گفٹ دینے والا تھا مجھے لگا تمہاری سب سے بڑی وش یہی ہو گی۔ بٹ مجھے تو اب پتہ لگا یہ خواہش تو تمہاری ٹاپ آف دا لسٹ تھی ہی نہیں، مطلب میری ساری کوششیں بے کار گئیں۔"

لتاڑتے ہوئے لہجے میں کہتا وہ تیز تیز بول رہا تھا، اسکی بات سنتی نور کا شاک کے مارے منہ کھل چکا تھا۔ وہ اتنی آسانی سے جو بات کہہ گیا تھا اسکے ذہن کو اسے پروسیس کرنے میں کچھ وقت لگا تھا اور تب تک وہ ایک ملامت بھری نظر اس پر ڈالتا اٹھ کر اسکے پاس سے گزرتا اندر جانے کے لیے قدم بڑھا چکا تھا۔

چند پل گزرے، شاک کے رنگ بے یقینی بھری خوشی میں ضم ہوئے، وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی، اور ننگے پاؤں اسکے پیچھے بھاگی۔

"ابی!"

وہ خوشی کے مارے چیخی۔ مگر وہ رکا نہیں۔ وہ بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے تیز تیز بولتی جا رہی تھی۔

"اچھا سوری ناں۔ مجھے کیا پتہ تھا آپ اتنا بڑا دھماکہ کر آئے ہیں۔"

گھر کی انٹرنس پر وہ اسے آن پہنچی، اسکا بازو تھام کر زبردستی روکا اور ہنستے ہوئے اسکے سینے سے لگی تھی۔

"میں بہت خوش ہوں ابی۔ سچ میں یہ میرے لیے بیسٹ گفٹ تھا۔ اور ماہی آپ کو پتہ ہے میں نے آپ کے لیے انہیں ہی پسند کیا تھا۔"

اسکی آواز بھیگنے سی لگی۔ ہاشم کے چہرے پر سے خفگی کے بادل چھٹے، مسکرا کر نور کے بال سہلاتے جھک کر اسکا سر چوما۔

وہ اس سے الگ ہوئی، چہرہ اٹھا کر ہاشم کو دیکھا تو آنکھیں گیلی سی لگتی تھیں۔

"اب مجھے پوری بات بتائیں؟ یہ سب کیسے ہوا؟ آپ نے انہیں کیسے پرپوز کیا؟ کیا آپ انہیں پہلے سے پسند کرتے تھے ابی؟"

اسکے بازو کے گرد اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے وہ اندر کی طرف جاتے چہرہ گھما کر اسے تجسس بھری نظروں سے دیکھتی پوچھ رہی تھی۔ ہاشم نے گہرا سانس لیتے خود کو ایک طویل کچہری کے لیے تیار کیا تھا۔

....

"التمش۔"

وہ لیونگ ایریا میں بیٹھا ٹی وی پر پرائم ٹائم ٹاک شو دیکھ رہا تھا، جب مشال اسکے قریب آکر بیٹھی تھی۔ اسکی پکار پر سکرین سے نظر ہٹاتے التمش نے مشال کو دیکھا۔

"مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔"

اس کی توجہ پاتے ہی کہتے ہوئے وہ ذرا ابھر رکی۔ پھر کوئی یقین دہانی چاہی۔

"لیکن آپ غصہ نہیں کریں گے۔"

التمش نے ریموٹ اٹھا کر والیوم کم کرتے بازو، پاس بیٹھی مشال کے پیچھے سے صوفے کی بیک پر دراز کیا ۔رخ اسکی طرف کرتے وہ پوری طرح اسکی طرف متوجہ تھا یوں کہ چہرے پر نرمی کا گہرا تاثر چھا یا سا تھا ۔مشال کو کچھ تسلی ہوئی۔

"میں اسی دن آپ کو بتا دیتی التمش لیکن آپ اتنے روڈ ہو رہے تھے مجھ سے کہا ہی نہیں گیا۔پر مجھے آپ سے کچھ چھپانا بھی اچھا نہیں لگ رہا۔مجھے باتیں چھپانا کبھی بھی پسند نہیں رہا۔"

اسکی طرف دیکھتے وہ بظاہر پر اعتماد سی بول رہی تھی۔دل البتہ معمول سے زیادہ رفتار سے دھڑک رہا تھا

۔

التمش نے منہ سے کچھ نہیں کہا، چہرے پر ہنوز نرم سا تاثر رکھے صرف سر کو تھوڑا سا خم دیتے اسے بات جاری رکھنے کا عندیہ دیا۔

مشال نے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کان کے پیچھے کرتے، ہمت کرتے اپنا دوسرا ہاتھ التمش کے سامنے کیا۔وہ اچنبھے سے اسکی سختی سے بند کی مٹھی دیکھنے لگا۔اسکے چہرے پر نگاہ جمائے مشال نے اپنی بند مٹھی آہستگی سے کھولی تو اس کی صاف شفاف ہتھیلی پر پانچ ہزار کا چڑ مڑ اسا نوٹ رکھا تھا۔

التمش کی سوالیہ نظریں مشال کے چہرے تک گئیں۔اس نے تھوک نگل کر گلہ تر کیا۔پھر آہستگی سے بولی۔

"یہ اس دن جب میں بریانی دینے گئی تھی تو عزیر بھائی نے مجھے دیے تھے۔"

کہتے ہوئے آخر میں اسکی آواز نیم سرگوشی میں بدل گئی۔

التمش کے چہرے پر سے نرمی غائب ہوئی، ماتھے پر مدہم سی لکیریں بننے لگیں۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا آپ غصہ نہیں کریں گے۔"

اس نے جس تیزی سے کہا، اتنی ہی تیزی سے التمش کے ماتھے کی سطح ہموار ہوتی چلی گئی۔ ایک گہرا سانس لیتے صوفے کی بیک سے بازو ہٹا کر مشال کے شانے دراز کیا۔

"آئی ایم سوری۔"

تین لفظی جواب جس کی مشال کو ہرگز توقع نہیں تھی۔

اسکے سامنے پھیلایا ہاتھ نیچے کرتے وہ متعجب سی ترچھی ہوئی بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔

"یہ میری غلطی ہے مشال! میں تمہیں اتنا اعتماد نہیں دے سکا کہ تم مجھے اسی وقت یہ بات بتا سکتی۔ تمہیں اتنے دن مجھ سے چھپانا پڑا آئی ایم سوری فورڈیٹ۔"

وہ اسی متانت سے کہہ رہا تھا جو اس وقت اسکی آنکھوں میں تھی۔ مشال کو یک گونہ ڈھیر سارا سکون ملا۔ وہ غصہ نہیں ہوا تھا۔ وہ خواہ مخواہ اسکے غصہ ہونے سے ڈر رہی تھی۔

"آئندہ ایسے کوئی بھی بات مت چھپانا صرف اس ڈر سے کہ میں غصہ کروں گا۔ اور یقین کرو غصے میں بھی میں التمش ہی رہتا ہوں، انسان کھا نہیں جاتا۔ تم صحیح ہو یا غلط دونوں صورتوں میں تمہیں کچھ بھی چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور فرض کرو اگر میں نے غصہ کر بھی دیا تو تھوڑی دیر تم چپ چاپ سن لینا پھر جب میرا غصہ اتر جائے تو جتنا میں نے تمہیں سنایا ہو گا اس سے دوگنا تم مجھے سنا دینا۔ میں بھی چپ چاپ سن لوں گا تو حساب برابر ہو جائے گا ناں؟"

اسکی دوستانہ سی آفر پر مشال دھیما سا ہنسی تھی۔ پھر تائید میں سر ہلایا تو التمش ایک لمحے کے لیے مسکرایا

۔

"لیکن اس سب کے باوجود تمہیں ان سے یہ نہیں لینے چاہیے تھے۔"

اور آخر میں اس نے اپنی ازلی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو مشال کی مسکراہٹ کچھ پھیکی پڑی۔

"میں نے منع کیا تھا التمش۔ لیکن عزیر بھائی نے میری سنی ہی نہیں۔"

اس نے جیسے احتجاج کیا تھا۔

"تمہیں زیادہ اچھے سے منع کرنا چاہیے تھا۔"

اسی پر سکون سے انداز میں کہتا وہ اب بھی بضد تھا۔ مشال نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کی طرح نہیں ہوں جو کسی کے خلوص کو اتنی آسانی سے منع کر سکوں۔"

کہتے ہوئے مشال نے اسکے شانے پر سر رکھتے چہرہ موڑ کر اسے نوٹ سامنے کرتے اسکی شکنیں نکالنے کی کوشش کی۔ التمش اسکی بات پر سر جھٹکتا مسکرا دیا۔ وہ واقعی اسکے جیسی نہیں تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں سکھا دوں گا۔"

اسکے کہنے پر مشال نے کچھ کہنے کو لب کھولے پھر رک گئی۔ فی الحال وہ اسے بتا کر خود کو ایک بھاری بوجھ سے آزاد محسوس کرتی خوش تھی۔ اور کچھ دیر اسے یہ خوشی محسوس کرنی تھی۔ اسکے شانے کو آہستگی سے سہلاتے التمش نے ایک نظر اسکے ہاتھوں میں پکڑے نوٹ کو دیکھا جس کی سلوٹیں وہ کسی چھوٹے بچے کے سے اشتیاق سے نکال رہی تھی۔

"آپ کو پتہ ہے التمش عزیر بھائی نے جب مجھے یہ انعام دیا تھاناں تو بالکل ایسے لگا جیسے بابا کوئی اچھی چیز بنانے پر ایسے ہی انعام دیا کرتے تھے۔"

وہ نہ جانے کس رو میں کہہ رہی تھی۔ شاید اسکا دیا اعتماد تھا جو وہ اپنے دل کی بات بتا رہی تھی۔ وہ کچھ بھی کہہ کر اسکے نئے نئے بنتے بھروسے کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن اسکے چہرے پر چھائی سختی بتا رہی تھی وہ اس بڑھتی انسیت سے ناخوش لگتا تھا۔

....

عشاء کی نماز پڑھ کر ایک عرصے کے بعد اس نے بہت دل سے اپنے لیے دعا مانگی تھی، اپنے حق میں دعا مانگنا اور وہ بھی ایک طویل مدت کے بعد تھوڑا عجیب لگ رہا تھا لیکن خوشی کا احساس بھی ساتھ ساتھ تھا ۔ دعا کے بعد بھی بہت دیر تک وہ جائے نماز پر بیٹھی رہی۔ جس وقت جائے نماز تہہ کرتی وہ اٹھی تو اپنے پلنگ پر بیٹھیں صابرہ محبت بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ وہ جائے نماز رکھتی نماز کے لیے چہرے کے گرد کس کر لیا دوپٹہ گردن کے نیچے سے ڈھیلا کرتی انکی طرف چلی آئی۔

"آج میری بیٹی بہت پر سکون لگ رہی ہے ماشاء اللہ۔"

مائیں بچوں کے چہرے کیسے پڑھ لیتی ہیں ماہین کی سوچ سے یہ نقطہ آج بھی بالاتر تھا۔ بنا حیران ہوئے وہ مسکرا دی۔ پھر کچھ سوچتے بات کا آغاز کیا۔

"امی آپ صفیہ خالہ کو منع کر دیں رشتہ دیکھنے کے لیے۔"

صابرہ کے چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔ وہ شاکی نظروں سے ماہین کو تکنے لگیں۔ پھر جیسے کچھ نرم پڑ گئیں۔

حب ناولز

"ماہین۔ میں جانتی ہوں صفیہ جو رشتے لا رہی ہے وہ تمہارے لائق نہیں ہیں۔ لیکن بیٹا کوشش کریں گے تو ہی کوئی اچھا رشتہ میسر آئے گا۔ صفیہ نے مجھے بڑی امید دلائی ہے۔ انشاء اللہ کوئی نہ کوئی مناسب رشتہ تو مل ہی جائے گا۔"

انہوں نے اسکے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے منت بھرے لہجے میں کہا۔ اتنے دنوں سے وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی، وہ اسکے سامنے شادی کا ذکر کرتی رہتی تھیں اور اسکی خاموشی پر انہیں امید بندھ گئی تھی کہ وہ آمادہ ہو گئی ہے۔ تو پھر آج پھر سے اس طرح منع کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا تھا بھلا؟

ماہین نے اپنے گھٹنے پر دھرے انکے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں آہستگی سے لیا۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے امی۔" وہ کہتے ہوئے کچھ دیر کے لیے رکی، محتاط سی نگاہوں سے ماں کا الجھن زدہ چہرہ دیکھا۔

"امی اگر اپنے لیے میں خود کسی کا انتخاب کروں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہو گا؟ میں عمر اور تجربے کے اس حصے میں ہوں جہاں صرف محبت یا جذباتی لگاؤ پر کسی کو نہیں چنوں گی اتنا تو آپ کو مجھ پر یقین ہو گا۔"

نپے تلے الفاظ اور سپاٹ سی آواز۔ صابرہ کی آنکھوں میں کہیں سوالوں نے جنم لیا تھا۔ وہ اگر کہہ رہی تھی تو ضرور کوئی بات تھی۔

"کیا تمہاری نظر میں کوئی ہے ماہین؟"

کہتے ہوئے انکی آواز معمول سے زیادہ دھیمی ہوتی چلی گئی۔

http://Novelshub.pk

"میرے اسٹور کے مالک ہیں، وہ رشتہ لانا چاہتے ہیں۔ بیوی کی وفات ہو چکی ہے اور ایک بیٹی بھی ہے انکی۔"

اس نے عام سے انداز میں بتایا، صابرہ کی نظریں اسکے مطمئین چہرے پر ٹھہر سی گئیں۔

"تم کیا کہتی ہو؟"

"میں نے ان سے کہا ہے وہ باضابطہ طور پر رشتہ لے آئیں۔ آپ دیکھ لیجئے گا مناسب لگے تو ہاں کر دیجئے گا۔"

انکی طرف دیکھتے اعتماد سے کہتی وہ انہیں ڈھیروں خوشی سے ہمکنار کر گئی تھی۔ ماہین کی ہاں تھی تو انکی ناں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے زندگی میں جو کچھ جھیلا تھا اسکے بعد کوئی جذباتی فیصلہ لینے والوں سے تو وہ ہرگز نہیں تھی۔

"اللہ اسے تمہارے حق میں بہتر کرے بیٹا۔"

انہوں نے بھیگتی آنکھوں سے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ماتھا چوما۔ تو وہ پرسکون سی مسکرا دی۔

"آمین۔" نیم سرگوشی میں صدق دل سے کہتی وہ انکے شانے سے لگی تھی۔

"امی میرے لیے بہت ساری دعا کیجئے گا۔ آپ کے کہنے پر میں واقعی ہی زندگی کو جینے کے لیے خود کو ایک موقع دے رہی ہوں۔ لیکن کہیں نہ کہیں یہ ڈر بھی ہے کہیں زندگی پھر سے مجھے دھوکہ نہ دے دے۔"

"اونہوں بہت بری بات ہے۔ کچھ اچھا کرتے ہوئے شروع میں ایسی بدفال منہ سے نہیں نکالتے ماہین ۔اب جب فیصلہ کرلیا ہے تو پورے یقین کے ساتھ خوشی خوشی آگے بڑھو۔باقی سب اللہ کے حوالے ۔"

اسکی پشت تھپتھپاتے وہ بے انتہا خوش لگ رہی تھیں۔

ماہین نے سر کو اثبات میں ہلایا۔

"آپ کل آذر بھائی سے بات کرلیجئے گا۔پھر انہیں آنے کا کہہ دیں گے۔"

اس نے کہتے ہوئے آنکھیں موندلیں۔

"ہاں ہاں صبح ہی بات کرتی ہوں۔تم اسکی فکر مت کرو۔"

اسے تسلی دیتے وہ خود البتہ پریشان سی نظر آئیں تھیں۔پتہ نہیں صبح اب آذر کیا کہنے والا تھا؟

....

اگلی صبح ناشتہ کرتے آذر سے صابرہ نے جیسے ہی بات کی وہ ماتھے پر شکنوں کا جال لیے انہیں یوں دیکھنے لگا جیسے کوئی بہت معیوب بات کہہ دی ہو۔

"امی یہ سب آپ کی دی شہ ہے۔اب وہ خود اپنے لیے رشتے تلاش کرتی پھرے گی۔بھائی کا بتایا رشتہ تو اس نے ایک لمحے میں رد کردیا تھا۔"

حب ناولز

کچن سے چائے لے کر آتی شرمین کے چہرے پر بھی ناگواریت کا تاثر تھا۔ آذر اور صابرہ کو چائے دیتے ٹرے ہاتھ میں لیے وہ وہیں آذر کی کرسی کے ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"تم بات کو غلط رنگ کیوں دے رہے ہو بیٹا۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ کوئی چھوٹی بچی ہے جو کوئی جزبات میں بہہ کر فیصلہ لے گی۔ اسکے اسٹور کے مالک نے اپنی طرف سے رشتے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے سب کے رشتے آتے ہیں۔"

معاف کیجئے گا امی۔ ایک ساتھ کام کرتے ہوئے ایسے ہی کوئی کسی سے رشتے کی بات نہیں کر دیتا۔ جب تک سامنے والے کی طرف سے کوئی ایسا اشارہ نہ ملا ہو۔"

شرمین نے کھدرے سے لہجے میں کہا تو اندر کی کھولن صاف واضح تھی۔ صابرہ نے ناپسندیدگی بھری نظروں سے بہو کو دیکھا۔ آذر کے ماتھے کے بل کچھ اور گہرے ہوئے۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو شرمین۔ تم میری بیٹی پر بہتان لگا رہی ہو۔"

شرمین کے لیے پہلی بار صابرہ کا لہجہ اتنا سخت تھا، اس نے بنا اثر لیے نخوت سے سر جھٹکا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے وہ۔ ابھی صرف یہ کہہ رہی ہے بعد میں سارے محلے والے کہیں گے۔ کس کس کی زبان پکڑیں گی امی آپ۔"

آذر نے غصے بھری اکتاہٹ سے کہا تو شرمین طنزیہ سی مسکرائی۔

"باہر والے بھی تبھی کہتے ہیں آذر جب اندر سے دبی دبی سرگوشیاں گھر کی دہلیز پار کرتی ہیں۔ خیر مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ شام میں وہ لوگ آئیں گے تم دکان سے جلدی اٹھ آنا۔"

ایک کاٹ دار نظر شرمین پر ڈالتے انہوں نے سختی بھرے دوٹوک انداز میں بیٹے سے کہا تو وہ تلملاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"جب بالا ہی بالا آپ اور آپ کی بیٹی سب طے کر ہی چکی ہیں تو میری موجودگی کی خانہ پوری کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مجھے اور بھی بہت سے ضروری کام ہیں۔"

کہہ کر وہ پیر پٹختا اپنے کمرے میں گھس گیا۔

"اوہ ہو ایک تو اس گھر میں سکون سے ناشتہ کرنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔" شرمین نے ایک نظر اسے جاتے دیکھا پھر صابرہ کو دیکھتے جلے کٹے انداز میں کہتی، تیزی سے اسکا چائے کا کپ اٹھا کر اسکے پیچھے لپکی

۔

آذر کے رویے نے انہیں دل برداشتہ تو کیا تھا مگر اس وقت انہیں صرف ماہین کا سوچنا تھا باقی کسی کی خفگی و ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر۔

وہ اٹھ کر کمرے میں آئیں تو ماہین وہاں کمرے میں پلنگ کے پاس کھڑی تھی، ہاتھوں کو باہم مسلتے ، مضطرب سی۔ چہرے پر غصے کی ہلکی سی لالی لیے ہوئے۔

صابرہ اسے منع کر کے گئیں تھیں چاہے باہر کوئی کچھ بھی کہے وہ باہر نہیں آئے گی۔

"چلو اب تم کال کرو۔ پھر مل کر کچھ تیاریاں کر لیتے ہیں۔ تھوڑی صفائی وغیرہ کر لو۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں باہر صحن دھو لو۔ پچھلے دنوں مسلسل بارش کے بعد گندے پاؤں لگنے سے کچھ میلا میلا لگ رہا ہے

۔"

وہ کمرے میں آتے ساتھ ہی کوئی بھی اور بات کیے یہ سب کہنے لگیں تو ماہین نے بھی بات کو بڑھاوا دینا مناسب خیال نہیں کیا۔ماؤں کے ٹوٹے دل جوڑنے ہوں تو اتنا تو کسی ایک کو کرنا پڑتا ہے۔

پورا دن شرمین نے کسی کام میں کوئی ہاتھ نہیں بٹایا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کمرے سے نکل کر وہ صفائی ستھرائی کی مہم جوئی تیکھے چتون لیے دیکھتی رہی، مگر دوسری طرف پرواہ کسے تھی۔ صابرہ بے انتہا خوش لگتیں تھیں اور بھاگ بھاگ کر کام کر رہی تھیں۔

"ویسے تو بڑی بی کے گھٹنوں کا درد ہی نہیں جاتا اور آج تو ایسے دوڑ رہی ہیں جیسے اولمپک میں گولڈ میڈل جیتنے جا رہی ہیں۔"

شام کو برآمدے میں بچھی چارپائی پر بچوں کو پڑھنے بیٹھائے شرمین، خود گرم گرم چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی ساتھ خود بھی کھول رہی تھی۔

"اور یہ ڈرامے باز ماہین اسے تو دیکھو کل تک تو شادی کا نام لیتے ہی اسے پتنگے لگ جاتے تھے اور اب صبح سے مسکراتے مسکراتے نہیں تھک رہی۔ اتنا تو یہ پورے سال میں نہیں مسکراتی جتنا کوٹہ اس نے آج پورا کر لیا ہے۔"

سامنے سے ماہین گزر کر ڈرائنگ روم میں گئی تو صفا اور سبحان کو دیکھ کر مسکراتی شرمین کی نظروں کے ریڈار پر آگئی تھی۔

آذر تو نہیں آیا تھا لیکن شام میں مہمان ضرور آگئے تھے۔

"ماما مہمان آگئے ہیں۔"

سبحان کے ذمہ جو ڈیوٹی اس نے لگائی تھی وہ اس نے پوری کی تو وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوتی باہر سے آتی آوازوں پر کمرے سے باہر نکلی۔ماہین کا ہاتھ تھامے ایک خوب صورت سی لڑکی مسکرا کر کچھ کہتی ہوئی اندر آرہی تھی انکے پیچھے صابرہ کے ساتھ ایک خاتون بھی تھیں۔انکے قریب آجانے پر صابرہ نے رک کر شرمین کا تعارف کروایا تھا۔

"یہ میری بہو ہے شرمین۔" مسکرا کر خوش دلی سے کہتے آپسی کسی چپقلش کا انکے لب ولہجے میں کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔

وہ سلام دعا کرتیں پھر صابرہ کی پیروی میں ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔

شرمین نے گردن اچک اچک کر انہیں اندر جاتے دیکھا۔

"بی بی جی یہ کہاں رکھوں؟"

اچانک پکارے جانے پر وہ بری طرح چونکی، باہر کھڑا ڈرائیور دو بڑے بڑے ٹوکرے لیے اس سے پوچھ رہا تھا۔

شرمین نے اشتیاق بھری نظروں سے سامان کو دیکھا پھر گلہ کھنگارا۔

"یہاں ٹیبل پر رکھ دو۔"

گردن اکڑا کر بے نیازی سے کہنے کی کوشش کرتے وہ اسکی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔لیکن جیسے ہی وہ رکھتا واپس مڑا تو اسکے جاتے ہی وہ قریب آتی جھانک کر دیکھنے لگی، ڈرائی فروٹس، چاکلیٹس، مٹھائی اور موسمی پھل۔شرمین کے منہ میں جیسے پانی سا آگیا۔۔کچھ دیر بعد وہ دوبارہ آیا تو وہ جھٹ سے دور ہوتی کھڑی ہوئی، پھر کن اکھیوں سے دیکھا اسکے ہاتھوں میں کچھ اور گفٹ ریپر میں لپٹا ہوا سامان تھا۔

اس نے تین چکر لگائے تھے۔ سامان اور مہمانوں کو دیکھ کر لگتا تو تھا کوئی تگڑی پارٹی ہے۔ صبح صابرہ لڑکے کے بارے میں کچھ بتا تو رہی تھیں لیکن اس وقت غصے میں نہ اس نے کان دھرے اور نہ آذر نے ۔اب وہ متجسس سی ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔

کچھ دیر بعد ماہین کچن میں چائے کا انتظام کرنے آئی تو شرمین بھی دبے پاؤں اسکے پیچھے چلی آئی۔

"میرے ماموں کو تو تم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ بہت بڑی عمر کے ہیں۔ اور اب اتنی بڑی بیٹی کا باپ تو جیسے ببا بچہ ہو گا ناں۔ بڑی چالاک ہو تم پیسے والے کو دیکھ کر عمر کون دیکھتا ہے پھر۔"

چوکھٹ پر کھڑی وہ دونوں بازو سینے پر لپیٹے، زہر خند سے لہجے میں بولی تو چائے رکھتی ماہین نے گہرا سانس لیتے خود کو ٹھنڈا رکھتے کچھ بھی تلخ کہنے سے خود کو روکا رخ موڑے شرمین کو دیکھا۔

"آپ ٹھیک کہتی تھیں بھابھی۔ کہیں نہ کہیں مجھے بھی کمپرومائز تو کرنا ہی تھا۔ اس رات آپ کی کہی باتوں پر بڑا غور کیا میں نے۔ اور پھر اس نتیجے پر پہنچی کہ واقعی ہی کسی شہزادے نے تو میرے لیے نہیں آنا تھا تو جو میسر ہے اسی پر ہی اکتفا کر لینا چاہیے۔"

کہتے ہوئے وہ مسکرائی تھی، اور اس مسکراہٹ میں کچھ تو ایسا تھا جو جتانے جیسا تھا۔ شرمین نے اسے سر تا پیر گھورا پھر پیر پٹختے واپس جانے لگی۔

تبھی ڈور بیل ہوئی تو منہ بنائے وہی گیٹ کی طرف بڑھی۔ گیٹ کھولا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ چند لمحوں کے لیے مبہوت سی ہوتی کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ آنے والا جو بھی تھا انتہا کا وجیہہ تھا، گورا چٹا، سیاہ ڈریس پینٹ شرٹ میں لمبا چوڑا، بھوری آنکھوں اور بھورے بالوں والا۔ وہ اگر زمانہ قدیم میں ہوتا تو ضرور کسی ریاست کا عالی شان شہزادہ ہوتا۔ اسکی سحر انگیز شخصیت کا جادو چل چکا تھا۔

"السلام علیکم۔"

سلام پر وہ چونکتے ہوئے آنکھیں جھپک کر ہوش میں آئی۔

"وعلیکم السلام۔"

دھیما سا بولتی وہ مرعوب سی لگتی تھی۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

اسے یوں ہی جما کھڑا دیکھ کر ہاشم کو عاجزانہ سا استفار کرنا پڑا۔

"آجائیے۔ بھابھی پلیز راستہ دے دیں۔"

عقب سے آتی آواز پر شرمین جہاں پلٹتی دیکھنے لگی وہیں ہاشم کی نظر بھی ماہین تک گئی تھی۔ وہ مسکرایا تھا پورے دل سے۔ انگوری رنگ کے لان کے سادہ سے سوٹ میں ہم رنگ دوپٹہ سر پر لیے وہ عام دنوں سے ہٹ کر بہت پیاری سی لگ رہی تھی۔ یا پھر نگاہوں کا تاثر بدلنے پر اسے ہی زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

شرمین نے سٹپٹا کر سائیڈ پر ہوتے اسکے اندر آنے کے لیے جگہ چھوڑی تو وہ تھوڑا سا جھکتا دروازے کے فریم سے اندر داخل ہوا۔ قدم قدم چلتا ماہین تک گیا، سنجیدہ مگر متانت لیے چہرے کے ساتھ ماہین، اسے ساتھ لیتے اندر جانے لگی، شرمین گردن موڑ موڑ کر انہیں جاتا دیکھتی رہی۔

اسے اندر چھوڑ کر جب وہ واپس کچن میں آئی تو وہاں شرمین پہلے سے بے صبری سے اسکی منتظر کھڑی تھی۔

"اب یہ کون تھا؟"

ماہین نے ایک نظر اسکے بے چینی لیے چہرے پر ڈالی، چل کر قریب آئی، چائے کی ٹرے تیار کاؤنٹر پر رکھی تھی جب وہ ہاشم کو ریسیو کرنے باہر گئی تھی۔ آرام سے ٹرے اٹھائی اور ایک نگاہ شرمین کے مضطرب چہرے پر ڈالتی پر سکون سی بولی۔

"وہی جس کا رشتہ آیا ہے۔"

کہتے ہوئے اسکی آنکھیں مسکرائیں تھیں۔ شرمین کا منہ کھلا، آنکھیں ابل کر باہر نہیں آئیں تو کوئی کسر بھی باقی نہ رہی۔ چہرہ بے یقینی لیے یوں بجھا کہ دھواں دھواں ہوتا چلا گیا۔

اسے وہیں بت بنا چھوڑ کر وہ متوازن چال چلتی باہر نکلی اور سب سے پہلے وہ بے آواز ہنسی۔ شرمین کا چہرہ دیکھنے لائق تھا۔ اسکی ساری جلی کٹی باتوں کا اثر اس ایک لمحے میں زائل ہو گیا تھا۔

....

اگلے دن صابرہ نے انکی طرف جانا تھا، انہیں ہاشم بے حد پسند آیا تھا اور کل شام سے وہ کتنی دفعہ شکر کا کلمہ ادا کر چکی تھیں۔ اور پتہ نہیں شرمین نے آذر کے آنے پر اس سے ایسا کیا کہا تھا کہ اگلی صبح نہ صرف اسکا موڈ بحال تھا، وہ نہ صرف صابرہ سے بلکہ ماہین سے بھی بات کر رہا تھا بلکہ وہ خود صابرہ کو لے کر ہاشم کے گھر گیا تھا، تھوڑی سی آس پاس سے چھان بین کر کے نا صرف رشتے کے لیے ہاں کی گئی بلکہ اسی شام نکاح کا دن بھی مقرر ہو گیا تھا۔ جمعہ کے دن یعنی کے صرف تین دن بعد۔ ماہین نے سنا تو ایک بار دل ڈوب سا گیا تھا۔ ٹھیک ہے یہ ہونا تھا لیکن اتنی جلدی؟ کیا وہ اسکے لیے تیار تھی؟

حب ناولز

آذر جو پہلے سیدھے منہ بات کرنے کا روادار نہیں تھا اب بڑھ چڑھ کر ہر کام میں آگے آگے تھا ۔شرمین بھی اچھے موڈ میں تھی۔ نکاح سادگی سے ہونا طے پایا تھا لیکن پھر بھی تیاریاں کرنے کی بات آئی تو چھوٹے چھوٹے اچھے خاصے کرنے کو کام نکل آئے تھے۔ ہاشم نے آذر کو کسی بھی قسم کے اضافی خرچے سے سختی سے منع کیا تھا۔

نکاح سے ایک دن پہلے نور ماہین کو شاپنگ کے لیے ساتھ لے کر گئی تھی۔ جس وقت وہ دونوں انکے گھر کی گلی سے نکل کر روڈ پر کھڑی گاڑی میں آ کر بیٹھیں تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہاشم کو دیکھ کر ماہین کی آنکھوں میں تیرتی بے یقینی مخفی نہ رہ سکی۔ نظر گھما کر نور کو دیکھا جس نے پچھلے آدھے گھنٹے میں ایک بار بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ بھی ساتھ آیا ہوا تھا۔

"آجائیں ماہی۔ اپنی ہی گاڑی سمجھیں اور ڈرائیور بھی۔"

فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولے وہ شریر سی مسکراہٹ لیے بولی تو ماہین کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی۔

سیاہ گلاسز پہنے ہاشم نے چہرہ دوسری طرف موڑتے اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

"نہیں نور۔ تم بیٹھو میں پیچھے بیٹھ جاتی ہوں۔"

وہ بمشکل اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے بولی تو دل کی کیفیت کے برعکس آواز بالکل ہموار تھی۔

"میں اٹھارہ سال سے بیٹھ رہی ہوں یار۔ اب اکتا گئی ہوں۔ اب آپ آئیں اور اپنی جگہ سنبھالیں۔"

وہ کندھے اچکا کر کہتی زبردستی اسکا بازو پکڑ کر منت بھرے انداز میں بولی تو ناچار ماہین کو ہار ماننی پڑی۔

دروازہ بند کرتے وہ پیچھے بیٹھنے لگی۔

"السلام علیکم۔"

عبائے کا فال آگے سے ٹھیک کرتے اسکی نظر ساتھ والی سیٹ کی طرف اٹھی تو اسے خود کی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے بنا سوچے سمجھے ٹپٹا کر سلام دے ڈالا۔ پتہ نہیں کیوں لیکن گلاسز کے باوجود اسکی نگاہیں اسے نروس کر رہی تھیں۔

ہاشم نے بمشکل خود کو ہنسنے سے روکا تھا، سر کو خم دیتے سلام کا جواب دیا اور نظر اسکے چہرے پر سے ہٹائی جو بس کسی بھی لمحے رو دینے کو تھی۔

تب تک نور پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

"ہاں بھئی چلیں پھر۔"

بیک مرر سے نور کو دیکھتے ہاشم نے پوچھا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔ وہ خوش لگتی تھی بے انتہا خوش۔

پورے راستے وہی بولے گئی تھی۔ بیچ بیچ میں ہاشم کی آواز بھی سنائی دیتی۔ ایک وہی تھی جو صرف خاموشی سے سنتی رہی اور نور کے مخاطب کرنے پر حتی الامکان مختصر جواب دیتی رہی۔ ہاشم نے دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھا تھا، وہ آہستہ آہستہ ریلیکس ہوتی چلی گئی۔

جس وقت وہ مال کے باہر اترنے لگیں تو ہاشم نے کریڈٹ کارڈ نکال کر ماہین کی طرف بڑھایا تھا۔

"مجھے ایک چھوٹا سا کام ہے۔ یہ رکھیں پاس میں آدھے گھنٹے تک آپ لوگوں کو جوائن کرتا ہوں۔"

براہ راست اسکی طرف دیکھتے وہ کریڈٹ کارڈ لیے ہاتھ بڑھائے ہوئے تھا اور وہ چہرہ گھمائے ہونق سی اسکا منہ تک رہی تھی۔

"ماہی لے لیں یار۔ابی کا کریڈٹ کارڈ ہاتھ میں آنا سعادت کی بات ہوتی ہے جو کم کم ہی نصیب ہوتی ہے
۔"

نور کہتی ہوئی گاڑی سے باہر نکل گئی۔ماہین نے الجھن بھری نظریں اسکے چہرے پر سے ہٹائیں، انگوٹھے اور انگشت شہادت کے پوروں سے کریڈٹ کارڈ پکڑنا چاہا لیکن وہ اسکے ہاتھ سے لے نہیں پائی۔ہاشم کی گرفت اس پر مضبوط تھی۔ماہین نے شکایتی نگاہیں اٹھائیں۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟"

اسکے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اتنی خاموش خاموش، گھبرائی ہوئی سی تھوڑی عجیب لگ رہی ہیں۔میں جب واپس آؤں تو مجھے پہلے والی ماہین واپس چاہیے۔"

ہلکی سی دھونس جماتے وہ کہہ کر کریڈٹ کارڈ پر سے اپنی گرفت ہٹا چکا تھا۔اس سارے میں وہ پہلی بار مسکرائی تھی۔دروازہ کھولتے باہر نکلتی وہ اب کی بار پہلے سی پر اعتماد ماہین لگتی تھی۔

وہ اور نور آگے بڑھ گئیں تو ہاشم نے وہیں سے گاڑی موڑلی تھی۔

وہ دونوں اندر داخل ہوئیں۔کریڈٹ کارڈ ماہین کے ہاتھ میں ضرور تھا لیکن اگر اس پر ہوتا تو جیسے وہ مٹھی میں دبوچے کارڈ لائی تھی اسی طرح واپس لے جاتی بنا اسکا استعمال کیے۔

صد شکر کہ ساتھ نور تھی۔اس نے ماہی کو گھسیٹ گھسیٹ کر مختلف آوٹ لٹ کا دورہ کروایا تھا۔

"ماہی آپ تکلف سے کام مت لیں یار۔ کپڑے آپ نے پہننے ہیں میں نے نہیں۔ اور میری چوائس ویسے تو بہت اچھی ہے لیکن صرف اس طرح کے کپڑوں میں جیسے میں پہنتی ہوں۔ اور آپ ایسے کپڑے نہیں پہنتیں۔"

اس نے ناچارگی کا اظہار کچھ اس معصومیت بھرے انداز میں کیا کہ ماہین مسکرائے بغیر رہ نہ سکی۔

اسکے بعد ان دونوں نے باہمی مشاورت سے اچھی خاصی شاپنگ کی تھی۔

"چلیں اب یہ تو ہو گیا آیئے آپکا برائیڈل ڈریس لیتے ہیں۔"

وہ دونوں گلاس ڈور دھکیلتے باہر نکلیں تو سامنے سے ہاشم بھی آتا دکھائی دیا۔

"یہ آپکا آدھا گھنٹہ تھا بی؟"

آنکھوں میں برہمی لیے وہ خفگی سے بولی تو رسٹ واچ سامنے کرتے ٹائم دیکھتا وہ شانے اچکاتا بولا۔

"سوری بچہ۔ ٹریفک کا برا حال تھا۔"

انکے قریب پہنچ کر رکتے اس نے دونوں کے ہاتھوں میں موجود شاپنگ بیگز کا معائنہ کیا۔

"ہو گئی شاپنگ؟"

"ابھی کہاں، ابھی تو بس شروع ہوئی ہے۔ ہم ماہی کے لیے نکاح کا جوڑا دیکھنے جا رہے۔" تیز تیز کہتے وہ رکی، ایک نظر ہاشم اور ماہین کو دیکھا۔ پھر اپنے اور ماہین کے ہاتھوں میں موجود شاپنگ بیگز کو۔

"گاڑی کی چابی دیں میں یہ سامان گاڑی میں رکھ آؤں۔"

ہاشم کو دیکھ کر کہا تو وہ ہاتھ آگے کر گیا۔

"تم مجھے دو میں چھوڑ آؤں گا۔ تم کہاں گاڑی ڈھونڈتی رہو گی پارکنگ میں۔"

ہاشم کی بات پر نور کا جی چاہا وہ سر پیٹ لے۔ اس کے باپ کو اتنا بھی سادہ مزاج نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ ایک قدم آگے ہوئی یوں کہ ماہین اب اسکے چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ہاشم کو کوئی اشارہ کیا مگر اسکے خاک پلے نہ پڑا وہ نا سمجھی بھرا تاثر آنکھوں میں لیے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"ابی میں کہہ رہی ہوں ناں مجھے دیں چابی۔ اور آپ تب تک ماہی کو یہ سامنے والی آؤٹ لٹ پر لے کر جائیں اور نکاح کا جوڑا دیکھ لیں۔"

اب کی بار دبے دبے الفاظ میں اس نے کن اکھیوں سے ماہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ہاشم اسکی بات سمجھتے ہوئے دھیما سا مسکرایا، جیب سے چابیاں نکال کر نور کے حوالے کیں۔ (میں آپ سے زیادہ سمجھدار ہوں ابی) وہ ایک جتاتی نظر اس پر ڈالتی ماہین کی طرف پلٹی اور اسکے ہاتھ سے شاپنگ بیگ لیے۔

"میں آتی ہوں تھوڑی سے تھوڑی زیادہ دیر میں۔"

ان دونوں کی طرف مسکراہٹ اچھالتے وہ وہاں سے جانے لگی۔

اسکے جانے کے بعد ہاشم ماہین کی طرف پلٹا۔

"چلیں پھر؟"

ماہین نے سر تائید میں ہلایا اور اسکے ساتھ چلنے لگی۔ وہ جان بوجھ کر چھوٹے قدم لیتی اس سے دو قدم پیچھے چل رہی تھی۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ رکا، ماہین اپنی ہی رو میں آرہی تھی چلتے ہوئے اسکے بالکل برابر ہوئی تو رک کر گردن گھمائے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

حب ناولز

"اب قدم پیچھے مت لیجیے گا۔ ہم نے بہت دور تک جانا ہے تو آگے پیچھے چلنے کے بجائے ساتھ ساتھ چلتے ہیں ناں۔ تاکہ زندگی کا یہ سفر زیادہ خوب صورت اور یادگار بن جائے۔"

وہ جہاں تھی وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔ جامد سی، ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی۔ وہ اگر ایسے کرے گا تو وہ کب تک اسکے لیے خود کو پگھلنے سے روک پائے گی۔ گلے میں اٹکا کوئی گولا آنکھوں میں جھلملاتی نمی کا باعث بننے لگا تو اس نے تیزی سے پلکیں جھپک کر نظریں چرا لیں۔

اس پر ایک بھرپور نگاہ ڈالتے وہ آگے بڑھا تو قدموں کی رفتار معمول سے کہیں کم تھی۔ وہ پرنم سی دل کی بھاری ہوتی کیفیت کے ساتھ اسکے ہمقدم چلتی گئی۔ گلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے ہی سیلز گرل نے انہیں ویلکم کیا تھا۔ وہ اپنے پروفیشنل انداز میں ان سے کچھ سوال پوچھ رہی تھی۔

"آپ کو کیسا ڈریس چاہیے میم؟"

براہ راست اس سے پوچھا تو وہ تھوڑا سوچ کر بولنے لگی۔

"مجھے سمپل سا ڈریس چاہیے۔ بہت بھاری نہ ہو اور کلر بھی لائٹ ہونا چاہیے۔"

"اوکے پارٹی وئیر؟"

اس کی بات سنتے سیلز گرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمارے نکاح کی سرمنی کے لیے۔"

اسکے ساتھ کھڑے ہاشم نے اس لڑکی کی مشکل آسان کی تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"کانگریچولیشنز سر اینڈ میم۔" ہاشم نے سر کو خم دیتے مبارکباد قبول کی۔ماہین کے چہرے پر ہلکا سا گلال پھیلتا چلا گیا۔

"آیئے اس طرف۔"

وہ انہیں اپنی معیت میں لیتی آگے بڑھی، ہاشم ماہین کو آگے ہونے کا اشارہ کرتے خود پیچھے ہوتا چلنے لگا ۔وہ سیلز گرل اب انہیں مختلف ڈریسز دکھا رہی تھی۔

میسج بیپ بجی تو ہاشم نے موبائل نکال کر سکرین ان لاک کی۔

"شاپنگ کے بعد آپ دونوں مجھے فوڈ کورٹ میں جوائن کر سکتے ہیں۔"

زیر لب ہنسی روکتے اس نے موبائل جیب میں ڈالا۔صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے سامنے کھڑی ماہین کا نیم رخ دیکھا، سیلز گرل ڈسپلے پر لگے ڈریس کے بارے میں انفو دے رہی تھی مگر ماہین کچھ مطمئین نہیں لگتی تھی۔

وہ کچھ دیر اور ایسے ہی دیکھتا رہا، تیسرے ڈریس کی ریجیکشن کے بعد وہ آہستگی سے اٹھا۔

اور ماہین کے عقب میں جا کر رکا۔وہ سیلز گرل اب ایک اور ڈریس سلیکٹ کرتی دکھانے کو لا رہی تھی ۔

"اجازت ہو تو میں ہیلپ کروں؟"

بالکل اچانک سے اپنے پیچھے سے آتی اسکی مدھم سی بھاری آواز پر وہ بری طرح چونکتی، گردن گھمائے اسے دیکھنے لگی۔وہ اسکے بالکل پیچھے کھڑا تھا،یوں کہ اگر وہ ذرا بھی پلٹتی تو اسکا شانہ اسکے کندھے سے

ٹکرا جاتا۔وہ اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھتا مسکرا رہا تھا اور اسکی بھوری آنکھیں۔۔۔۔اف انکی مسکراہٹ۔

وہ تیزی سے چہرہ گھماتی سیدھی ہوئی اور سر کو ہاں میں جنبش دی۔اگلے ہی پل وہ اسکے پیچھے سے ہٹا تو ماہین کی رکی سانس بحال ہوئی۔کیا وہ جان بوجھ کر ایسا کرتا تھا؟ماہین اپنی اس کیفیت پر اب خود سے نالاں ہونے لگی تھی۔کیا تھا وہی ہاشم تو تھا جسے وہ آٹھ نو ماہ سے جانتی تھی،اب کون سے سرخاب کے پر لگ گئے تھے اسے۔

چہرے پر بے آرامی کا تاثر لیے وہ پاس آتی سیلز گرل کے متوجہ کرنے پر اسکی طرف غائب دماغی سے دیکھنے لگی۔

"تھوڑی دیر گزری تھی جب تھوڑے دور سے اسکی آواز پر ماہین اور سیلز گرل دونوں اسکی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ایکسکیوز می۔یہ والا ڈریس دکھایئے۔"

وہ وہاں ایک کونے میں کھڑا شوکیس میں ڈسپلے ڈمی کے اوپر لگے ڈریس کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

وہ دونوں چلتی ہوئیں اسکے قریب آئیں۔ماہین ٹھٹک کر رکی۔سلور وائٹ میکسی جس پر ہم رنگ پرل کا کام تھا اور اسکے فال پر بے بی پنک پرل کے پھول بنے ہوئے تھے۔ساتھ میں نیٹ کا دوپٹہ تھا جس کی دھاری پر بے بی پنک کا مدار پٹی لگی ہوئی تھی،سیلز گرل گلاس وال پیچھے کرتی اس ڈریس کے بارے میں بتا رہی تھی اور وہ محو سی ڈریس دیکھ رہی تھی اور اسے دیکھتا ہاشم،ماہین کی آنکھوں میں ابھرتے ستائش کے رنگ اسے سرشار کرنے کو کافی تھے۔

"آپ کو پسند آئی یہ؟"

پوچھنے کی ضرورت ہی کہاں تھی وہ پھر بھی پوچھ رہا تھا۔

"جی؟" وہ کسی ٹرانس سے نکلتی اسکی طرف دیکھتے بولی تو اس "جی" سے ہاشم کو دھند میں لپٹی اس شام کی "جی" یاد آئی تھی۔

"بہت خوب صورت ہے یہ۔"

وہ سنبھل کر مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ اسکی مسکراہٹ میں کہیں بھٹکنے لگا تھا۔

"سو تو ہے۔"

کسی اور کیفیت میں کہتے یہ اسکی آنکھوں کی تپش تھی جو ماہین کے لیے مزید وہاں کھڑا رہنا محال کر رہی تھی۔

وہ رخ موڑتے اسکی طرف پشت کرتے کھڑی ہوئی۔ ہاشم نے اس کے حفاظتی اقدام پر سر کو خم دیتے گردن نیچے پھینکتے اپنی ہنسی روکی تھی۔

....

شاپنگ کے بعد ماہین اور نور کو ڈراپ کر کے وہ اسٹور گیا تھا۔ کچھ ضروری کام نمٹانے میں وقت زیادہ لگ گیا تھا۔ اسے گھر آنے میں تھوڑی تاخیر ہوئی تھی، رات کے ساڑھے نو بجنے کو تھے جب اسکی گاڑی مین گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی زوردار ہوٹنگ پر وہ بری طرح سے چونکا۔ اور باہر لان کا منظر دیکھ کر اسے لگا تھا وہ غلطی سے کہیں اور آ گیا ہے۔ لان میں ہوئے کرسیوں کے سٹنگ اریجمنٹ پر رحمت بوا کے ساتھ آس پڑوس کی چند خواتین براجمان تھیں۔ سات آٹھ لڑکیاں نیچے بچھائے قالین پر بیٹھیں

ہوئی تھیں اور انکے درمیان گلزار ڈھولکی بجاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اور تو اور قدرے کونے میں ہاتھ میں موبائل لیے التمش بھی کھڑا تھا۔ جس سے تھوڑے فاصلے پر سامنے والے گھر کے متین صاحب کے پوتے پوتیاں کھیل رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس نے ساری صورت حال سے آگاہی حاصل کی، خفت و کوفت کا شکار ہوتا وہ گاڑی سے باہر نکلا، نور اسکی گاڑی آتی دیکھ کر اپنی جگہ چھوڑتی اٹھ کر اسکی طرف آئی تھی۔ قریب پہنچ کر ملتجی نظروں سے اسے دیکھا جو خونخوار نگاہیں لیے اسے گھور رہا تھا۔

"پلیز پلیز ابی۔ بعد میں ڈانٹ لیجیے گا۔ ابھی اتنے سارے مہمان ہیں کتنا امبرسنگ لگے گا۔"

اس سے ذرا فاصلے پر رکتے وہ بولی تھی۔ چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لیے وہ گردن گھمائے لان میں دیکھ رہی تھی جہاں سے اب "آئے ہیں دولہے راجہ" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

"اور میرے لیے یہ کتنا امبرسنگ ہے یہ سوچا تم نے نور العین آفریدی۔ یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے، کیا سوچ رہے ہوں گے یہ سب؟ جوان بیٹی کا باپ ہو کر دوسری شادی پر یہ سب کرتا اچھا لگ رہا ہوں گا میں۔"

سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اس نے بڑی مشکل سے چہرے کے تاثرات نارمل رکھے ہوئے تھے ۔نور کی انکی سانس بحال ہوئی۔ اسکا یقین درست تھا اتنے لوگوں میں تو ہاشم اسے نہیں ڈانٹنے والا تھا۔ اور بعد میں وہ خوشی خوشی اسکی دو چار سن ہی لے گی۔ وہ اسکے قریب ہوئی لاڈ سے اپنے دونوں ہاتھ اسکے بازو کے گرد لپیٹے۔

"اچھاناں۔ ایسا بھی کچھ نہیں ہو گیا اب۔ اور جوان بیٹی کے باپ ہونا کوئی گناہ نہیں ہے آپکا۔ یہ التمش چاچو پانچ چھ سال چھوٹے ہیں آپ سے اور ابھی ابھی شادی ہوئی انکی۔ آج کل تو ویسے بھی دیر سے شادیاں کرنے کا ٹرینڈ چل رہا ہے۔ آپ نے اب جلدی کرلی تھی تو اس میں نہ آپ کی غلطی ہے نہ

میری۔ ڈھولکی کے نام پر تھوڑا سا شغل میلا ہی تو ہے۔ میرے ابی کی کون سا روز روز شادی ہونی ہے۔
اتنی سیلیبریشن تو حق بنتا ہے میرا۔"

اسکے معصومیت سے منہ پھلا کر کہنے پر وہ تاسف سے سر ہلاتا اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس وقت تو وہ اسے ڈانٹنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور سامنے دیکھا۔

"پتہ نہیں کیا کرتی رہتی ہو تم۔"

"آجائیں ابی۔ سب بھول کر اپنی شادی انجوائے کریں۔ کچھ نہیں ہوتا۔ اب اتنے بھی کوئی بوڑھے نہیں ہیں آپ۔"

وہ ہنستی ہوئی کہتی اسے ساتھ کھینچتی لان میں لے جانے لگی تو اسکی بات پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ مسکرا دیا
۔

لان میں آتے وہ مہمان خواتین سے مبارکباد وصول کرتا ہوا، سلام دعا کرتے پیچھے تھوڑے فاصلے پر کھڑے التمش کے قریب آیا جو اسے آتا دیکھ موبائل جیب میں رکھتا شرارتی سے انداز میں مسکرایا تھا
۔

"آیئے آیئے دولہے راجہ۔ اتنی دیر سے انتظار ہو رہا تھا آپکا۔"

بازو پھیلا کر گلے ملتے وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے اسکی پشت پر ایک دھپ رسید کی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو۔"

اس سے الگ ہوتے تجل سے ہاشم نے ایک نظر پھر سے سارے میں دوڑائی۔

"چل کریں ہاشم بھائی، ایک چھوٹا سا گیٹ ٹو گیدر ہی تو ہے کون سا آپ کی مہندی کا فنکشن ہو رہا ہے۔"

ہاشم کی کیفیت سے حظ اٹھاتا وہ بولا تو گردن ترچھی کیے ہاشم نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"کہہ کون رہا ہے جس نے اپنی اکلوتی شادی میں بھی ایک بھی فنکشن نہیں ہونے دیا تھا۔ نومیہ آپا بے چاری ساری حسرتیں دل میں لیے ہی رہ گئیں۔"

اسکے لتاڑنے پر وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔

"دراصل میری نور کے جیسی کوئی بیٹی نہیں تھی ناں ورنہ میری بھی آپ کی طرح کہاں چلنی تھی۔"

اسکے کہنے پر ہاشم نے سر تائید میں ہلاتے، نیچے سب کے درمیان بیٹھی نور کو دیکھا تھا جو بڑے جوش سے تالیاں بجاتے گانا گا رہی تھی۔ اسکا موڈ اپنے آپ ہی اچھا ہوتا چلا گیا۔

التمش نے مشال کو دیکھا جو وہیں نیچے گلزار کے سامنے بیٹھی ڈھولکی پر چمچ بجا رہی تھی۔ گاہے بگاہے اسے بھی دیکھ لیتی۔

ہاشم کے اسکے پاس سے ہٹنے پر وہ اٹھ کر التمش کے پاس آئی تھی۔

"یہ ہیں ہاشم بھائی؟"

اس نے جس حیرت بھرے انداز میں کہا تھا التمش مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

"حیرت ہے یہ کہاں سے نور کے ابا لگتے ہیں؟"

اسکی حیرانگی جائز تھی۔ ورنہ تو شام میں جب نور انہیں گھر پر انوائٹ کرنے آئی تھی تو اسکے جانے کے بعد مشال نے التمش سے کہا تھا۔

حب ناولز

"نور کتنی خوش ہے ناں اپنے ابا کی شادی پر۔ اس عمر میں بھی انکی شادی پر ڈھولکی کا فنکشن رکھ رہی ہے

۔"

اور تب گلزار اور التمش نے ایک دوسرے کو دیکھ کر بنا اسکی غلط فہمی دور کیے اپنی اپنی ہنسی روک لی تھی

۔

"لگتے نہیں ہیں لیکن یہی نور کے ابا ہیں۔"

اس نے کہا تھا۔ تبھی متین صاحب کی بیگم نے اٹھ کر ہاشم کو پکڑ کر سامنے رکھی ایک چیئر پر بٹھایا تھا۔

"ہاشم بیٹا۔ زیادہ نہیں بس ہلدی کی ایک چھوٹی سی رسم کر لیتے ہیں۔"

سب کی ہاں ہاں کی آواز کے درمیان ہاشم کی نہ نہ کسی کو سنائی ہی نہ دی تھی۔

چار و ناچار وہ بیٹھ گیا تھا۔ رحمت بوا کانچ کے باؤل میں جلدی سے ہلدی گھول لائی تھیں۔

"آؤ نور بسم اللہ تم کرو بیٹا۔"

مسز متین کے کہنے پر وہ مسکراتی ہوئی ہاشم کے پاس آئی تھی اور اسکے دونوں گالوں پر ہلدی لگاتے اسکی آنکھیں جھلملا سی گئیں تھیں۔ بہت کوشش کے باوجود وہ آنسو روک نہیں پائی تھی۔ ہاشم نے اٹھ کر اسے خود سے لگایا تھا، اسکے گرد دونوں بازو مضبوطی سے باندھے وہ ہنس بھی رہی تھی اور ساتھ رو بھی رہی تھی۔ اور ہلدی کی پیلاہٹ گالوں پر لیے متفکر سا ہاشم سر جھکائے اسکے آنسو صاف کر رہا تھا۔ وہاں موجود کہیں آنکھیں یہ منظر دیکھ کر پر نم ہوئی تھیں۔

التمش نے چہرہ گھما کر ساتھ کھڑی مشال کو دیکھا جو گیلی گیلی آنکھوں کے ساتھ انہیں دیکھ رہی تھی۔

پتہ نہیں اس میں اب رونے والی کون سی بات تھی؟

حب ناولز

پھر یوں ہی تسلی آمیز انداز میں اسکے شانے پر بازو پھیلایا تو وہ چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔ ایک نظر اطراف میں ڈالی ایک تو وہ پیچھے کھڑے تھے دوسرا سب ہاشم اور نور کی طرف متوجہ تھے، کسی کی ان پر نظر نہیں پڑی تھی۔ جھینپ کر اس نے التمش کا بازو ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے کرتے اسے گھورا۔

"کیا؟ تم رو رہی تھی تو میں صرف تمہیں کنسول کر رہا تھا کوئی رومینس نہیں جھاڑ رہا تھا۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔"

سر جھٹک کر مصنوئی ناراضگی سے کہتا وہ بازو سینے پر باندھ گیا۔

گلزار نے نومیہ کو ویڈیو کال پر لیا تھا، باری باری سب نے ہاشم کو ہلدی لگائی تھی۔ آخر میں التمش مشال کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا تھا۔ ہاشم کو ہلدی لگا کر التمش سیدھا ہوا۔ اور گلا کھنگارتے ہوئے سب کو متوجہ کیا
۔

جیسا کہ آپ سب کو پتہ ہے کہ میری شادی پر اس طرح کا کوئی فنکشن نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب ہاشم بھائی کو دیکھ کر لگتا ہے مجھے بھی کر لینا چاہیے تھا۔" وہ کہتے کہتے رکا۔ ساتھ کھڑی مشال پر نگاہ ڈالی۔ "بلکہ کیوں نہ ابھی کر لیا جائے تاکہ مجھے کم از کم اس بات کا ریگرٹ نہ رہے۔"

اس نے مشال کو نگاہوں میں رکھے مسکراتے ہوئے کہا تو ایک بار پھر سے ہوٹنگ ہوئی تھی۔

کچھ پل گزرے تھے، مسکراتا ہوا التمش اور اسکے پہلو میں جھینپی سی مشال بیٹھی تھی اور سبھی خواتین باری باری ان دونوں کو ہلدی لگا رہی تھیں، ویڈیو کال پر موجود نومیہ ہنستے ہوئے گلزار سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ اور وہ رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی کہیں خوب صورت یادوں کو ان سب کے دلوں پر تاروں کی مانند ٹانکتی بیتتی جا رہی تھی۔

....

رات آہستہ آہستہ سارے شہر پر اپنی تاریکی کی چادر اوڑھتی سکوت لیے ہوئے تھی۔ صابرہ اپنے کمرے میں بستر پر بیٹھیں ماہین کی کی ہوئی شاپنگ دیکھ رہی تھیں۔ خوشی سے نم ہوتیں پلکیں بار بار اپنے دوپٹے سے صاف کرتیں اور اسے ڈھیروں دعائیں دیتیں۔ ماہین نے ایک لمبے عرصے کے بعد انہیں اتنا خوش اور مطمئین دیکھا تھا۔ سارا پھیلاوا سمیٹتے اس نے ذرا دیر سے عشاء کی نماز پڑھی، پھر اپنے بستر پر آتی دراز ہوئی۔ گردن گھما کر دیکھا صابرہ گہری نیند میں تھیں۔ آہستگی سے کروٹ بدلی، بس آج کی یہ آخر شب، کل سے وہ پھر سے ایک نئی شروعات کرنے جا رہی تھی۔ یکایک گھبراہٹ نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ وہ سات سال کی قید بامشقت کے بعد ایک ایسے رشتے سے آزاد ہوئی تھی جس میں دوسرے فریق کو اس سے بے انتہا محبت تھی۔ اس نے بھی اپنی ساری وفا، محبت اور کوشش صرف کی تھی اس تعلق پر۔ پھر بھی وہ رشتہ اسکے لیے باعث سکون و تکمیل نہیں بن سکا۔ اب ایک بار پھر سے کسی کے ہاتھ میں اپنی زندگی کی ڈور دینا کیا وہ صحیح سمت میں جا رہی تھی؟ کہیں یادوں اور باتوں نے بڑے غلط وقت پر دل و دماغ کے در پر دستک دی تھی۔ اسکا سارا اطمینان و سکون دل کے چور دروازوں سے کہیں فرار ہوتا چلا گیا۔ نیم اندھیرے میں بھی اسکے ماتھے پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ سانس لینے میں دشواری ہوئی تو اس نے نیم وا لبوں کے ساتھ سانس لینا چاہا، گھٹن کا احساس کم ہونے کے بجائے بڑھنے لگا، یوں کہ اسکا جی متلانے لگا تھا۔ اٹھ کر بیٹھتے اس نے گردن گھما کر صابرہ کو دیکھا، وہ اتنی پر سکون نیند میں تھیں کہ انہیں جگانے پر دل مضطرب آمادہ نہ ہوا۔ وہ کیا کرے گی اب؟ سرہانے کے قریب رکھا دوپٹہ اٹھایا تو نظر پاس رکھے اپنے موبائل پر ٹھہر سی گئی۔ لمحے کے ہزارویں

حصے میں موبائل ہاتھ میں دبوچے وہ کمرے سے باہر نکلتی، بر آمدہ عبور کرتی باہر صحن میں آئی۔ باہر جلتی روشنی، اور پورے چاند کی دودھیا سی چاندنی میں کھڑے ہوتے، اسکی رنگت سپید پڑ رہی تھی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں سراسیمگی کی کیفیت رقم تھی۔

کچھ سوچ کر اس نے موبائل سامنے کیا تھا اور کال ملائی۔ دوسری طرف بیپ جارہی تھی۔ ہاشم ابھی ابھی باہر سے اٹھ کر کمرے میں آیا تھا اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ سفید شرٹ پر بھی کہیں کہیں ہلدی لگی ہوئی تھی، باہر اب کچھ لوگ جا چکے تھے اور کچھ ابھی بھی لڈی ڈالنے میں مگن تھے، وہ معذرت کرتا وہاں سے اٹھ آیا تھا۔ چہرے پر لگی سوکھتی ہلدی سے اب الجھن ہونے لگی تھی اسے جلد از جلد شاور لے کر کپڑے چینج کرنے تھے۔ کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی اسکا موبائل بجا تھا ۔ سکرین پر لکھا مس ماہین دیکھ کر اسے حیرانگی کے ساتھ ساتھ فکر بھی ہوئی تھی۔ وہ آدھی رات کو کال کر رہی تھی اسکی پریشانی بنتی تھی۔

"ہیلو۔"

کال ریسیو کرتے ہی اسکے کچھ کہنے سے پہلے ہی ماہین کی بے چین سی آواز سنائی دی تھی۔

"جی ماہین؟ سب خیریت ہے؟"

وہ گلاس ونڈو کے قریب آکر رکتا باہر لان کا منظر دیکھتے متوحش سا پوچھنے لگا۔

"نہیں خیریت نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔" وہ تیز تیز سانس لیتی غیر متوازن سی آواز میں بولی تو ہاشم کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا ہوا ہے؟"

اسکی آواز ذرا بلند ہوئی تھی۔ بھوری آنکھوں میں بے چینی سی ہلکورے کھانے لگی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی۔"

وہ شاید رو رہی تھی، آواز میں نمی کا تاثر رچا بسا تھا۔ہاشم کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔وہ شل سا کھڑا رہ گیا ۔باہر لڈی ڈالتے سب ،نور کا مسکراتا ہوا چہرہ آپس میں گڈ مڈ سے ہونے لگے۔

"آپ کل نکاح کے لیے مت آیئے گا۔"

کھلے آسمان کے نیچے کھڑی، دبی دبی آواز میں کہتی وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیے رو رہی تھی۔

"آپ جانتی بھی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

اسکی آواز پر حواس بحال ہوئے تو ہاشم نے درشتگی سے کہا تھا،ماتھے پر ان گنت لکیروں نے جگہ بنالی تھی تو آنکھوں میں دبا دبا سا غصہ تھا۔وہ ایسا کہہ بھی کیسے سکتی تھی؟وہ بھی اب جب کل شام کو انکا نکاح ہونا تھا۔

"بولیے ماہین۔کیا مذاق چل رہا ہے یہاں۔جو آپ کبھی ہاں کریں گی اور کبھی ناں۔"

دوسری طرف کی خاموشی نے اسے کچھ اور برہم کیا تھا۔چند لمحوں کی خموشی دونوں طرف چھاگئی۔ہاشم نے اضطراری سی کیفیت میں گردن کو مسلا تھا۔

دوسری طرف سسکی سی گونجی تو وہ بری طرح ٹھٹکا۔

"آپ رو رہی ہیں؟"

"ہاں میں رو رہی ہوں۔ میں نے اتنی بڑی غلطی کیسے کر دی۔ اب جوں جوں وقت نزدیک آ رہا ہے میرا سانس بند ہو رہا ہے۔ میں نے کہا تھا آپ سے، آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ میں نے صحیح کہا تھا سر۔ مجھ سے شادی کر کے آپ خوش نہیں رہیں گے، میں خوش نہیں رہوں گی۔ میں نے سات سال کی شادی شدہ زندگی ایک عذاب کی طرح جھیلی ہے۔ آپ کچھ نہیں جانتے۔" آنکھیں سختی سے بند کیے وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی تھی۔ جیسے الفاظ ٹوٹ گئے ہوں، ربط کھو گیا ہو۔

ہاشم نے ایک گہرا سانس لیتے خود کو کمپوز کیا۔ اسکی آنکھوں میں پنپتا غصہ بجھ سا گیا تھا۔ وہاں اب صرف دھواں اڑ رہا تھا۔

"بولیں ماہین۔ میں سن رہا ہوں۔"

آواز کی کڑکڑاہٹ معدوم ہوئی، وہاں اب صرف ٹھنڈی سی نرماہٹ موجود تھی۔

"میں کیا بولوں؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ میں کیا کروں گی اب؟"

سر نفی میں ہلاتے اس نے گیلی سی سانس ناک سے اندر کھینچی تھی۔ بند آنکھیں کھول کر دیکھا تو صرف اندھیرا نظر آیا۔ وہ آسمان پر چمکتے چاند کو نظر انداز کر گئی تھی۔

ہاشم نے سر کو جنبش دیتے زبان لبوں پر پھیری۔

"ٹھیک ہے اب آپ میری سنیں گی۔"

دوسری طرف خموشی رہی تو وہ مزید گویا ہوا۔

"سب سے پہلے یہ بتائیں آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

"گھر پہ۔"

اسکے مدہم سی آواز میں دیے جواب پر اسکے تنے ہوئے اعصاب کچھ ڈھیلے ہوئے۔

"وہ تو مجھے بھی پتہ ہے۔ یہ یہ پوچھ رہا ہوں گھر کے کس حصے میں ہیں؟"

"باہر صحن میں۔"

وہ تابعداری سے اسکے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

آواز سے لگتا تھا اب رو بھی نہیں رہی تھی۔

"گڈ۔ تو پھر گہرے گہرے سانس لیں۔"

میکانکی انداز میں ماہین نے گہرا سانس لیا تھا۔ چند پل گزرے تھے۔

"اب جا کر ایک گلاس ٹھنڈا پانی پئیں۔"

اور وہ کچن کی طرف بڑھی تھی۔ کولر سے پانی کا گلاس بھرتے پانی پیا۔

"پی لیا ہے۔"

کچھ دیر بعد اسکے مطلع کرنے پر ہاشم کے لب بے ساختہ مسکرا اٹھے۔

"ڈیٹس گڈ۔ اب منہ دھوئیں۔"

وہ وہیں کچن سنک میں کھڑی چہرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھی۔

"کمرے میں جائیں اور بنا کچھ بھی سوچے سو جائیں۔ بس کل تک خود کو سنبھال لیں۔ آگے پھر انشاءاللہ میں خود سنبھال لوں گا۔"

نرمی سے کہتے وہ کچھ دیر اسکے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہاں ہنوز خموشی بولتی رہی۔

"ابھی کہاں ہیں آپ؟"

"اپنے کمرے میں۔"

اسکی آواز کچھ اور دھیمی ہو گئی تھی۔ ہاشم کو گویا اطمینان کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔

"چلیں اب سو جائیں۔ اللہ حافظ۔"

کہہ کر اس نے کال کاٹی تھی۔ ماہین نے موبائل کان سے ہٹا کر سرہانے کے پاس رکھا، صابرہ دوسری طرف کروٹ کیے سو رہی تھیں۔ گرنے کے سے انداز میں سر کو سرہانے پر ڈالتے اس نے گیلی پلکوں کی جھالر آنکھوں پر گرا دی۔ اسکے تھکن زدہ سے اعصاب پرسکون ہوتے چلے گئے اور کچھ ہی دیر میں وہ سو چکی تھی

....

اگلی صبح معمول سے کچھ زیادہ اجلی اور روشن تھی، آسمان پر بادلوں کی کوئی میل نہیں تھی، نیلے آسمان پر سورج پہلے سے کہیں زیادہ چمکدار اور سنہری دکھائی دیتا تھا۔ آفریدی ہاؤس کی سفید عمارت پر لپٹی سبز بیلیں گلاس ونڈو سے اندر جھانک رہی تھیں، جہاں آج معمول کی نسبت زیادہ چہل پہل تھی ۔افسانہ صبح صبح ہی لش پش سی تیار آئی ہوئی تھی۔ رحمت بوا نے نہ جانے گھر کی کون سی صفائی کروانی تھی جو پچھلے تین دن سے جاری ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔

حب ناولز

ہاشم ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا، شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس معمول سے ہٹ کر کچھ الجھا ہوا سا، بال بے ترتیبی سے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، اور صاف شفاف آنکھوں میں تیرتی گلابی سی نمی دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ بے آرامی کا شکار رہی ہوں۔

صبح سے تیاریوں میں لگی نور ہاشم کے کمرے میں اسکی ساری آؤٹ فٹ سے لے کر جوتوں کی تیاری مکمل کرتی باہر نکلی تو وہ آنکھیں موندے پیچھے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔

وہ چلتی ہوئی اسکے قریب آئی، ایک ہاتھ پہلو پر جمائے جانچتی نظروں سے اسکا معائنہ کیا۔ وہ جو صبح جاگنگ پر بھی جاتا تھا تو بالوں کو پہلے اچھے سے پیچھے کی جانب جما کر نکلتا تھا، اس وقت یوں مناسب سے حلیے میں ہونے کے باوجود ابتر سا لگتا تھا۔

"اگر تو یہ آپ نے روپ چڑھانے کے لیے دیو داس والا حلیہ اپنایا ہوا ہے تو ضرورت نہیں ہے۔ آپ پہلے ہی کافی سے زیادہ ہینڈسم ہیں۔ دوسری صورت میں آپکا یوں منہ لٹکانا بنتا نہیں ہے ابی کیوں کہ آپ نے رخصت نہیں ہونا، بلکہ ماہی کو رخصت کرا کر یہاں لانا ہے۔"

اسکی قریب سے آتی آواز پر ہاشم نے آنکھیں کھولیں، یہی تو سارا مسئلہ تھا کل رات کے بعد سے اسے یہی تو یقین نہیں تھا وہ رخصت ہو کر آنے بھی والی تھی یا نہیں۔ اسی پو پچر میں نیم دراز سا وہ اسے غائب دماغی سے دیکھنے لگا۔ تو اسکی آنکھیں دیکھ کر نور چونکی تھی۔

"کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟"

چہرے پر جتنی تیزی سے فکر مندی کے بادل منڈلائے تھے اتنی ہی سرعت سے وہ اسکے قریب آ بیٹھتی اسکا ماتھا چھو رہی تھی۔

حب ناولز

"سر میں تھوڑا سا درد ہے۔"

کہتے ہوئے اس نے دوبارہ سے آنکھیں بند کیں۔

"ہائے! ضرور کسی کی کل رات نظر لگی ہو گی۔"

ڈرائنگ روم کے دروازے سے آگے پیچھے نکلتیں رحمت بوا اور افسانہ نے بھی سن لیا تھا۔ بوا وہیں سے بولتیں آئیں۔

"نظر اتاریں بوا جی۔ صاحب ہے بھی تو رج کے سوہنا۔ کہیں کسی دل جلی نے شادی کرنے پر صاحب پر کوئی تعویذ ٹونا ٹونہ کروا دیا۔"

افسانہ صرف نام کی نہیں باتیں بھی افسانوی کیا کرتی تھی۔

دل پر ہاتھ رکھے کہا تو رحمت بوا نے مڑ کر اسے گھورا۔

تم تو چپ ہی رہا کرو بی بی۔ کچھ بھی اول فول بولتی رہتی ہو۔" انکے گھرکنے پر منہ کے زاویے بگاڑتی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"میں مرچیں سر پر سے گھما دیتی ہوں۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بوا کے اس اقدام کی سخت مخالفت کرتا لیکن اس وقت دل اتنا بے زار سا ہو رہا تھا کہ وہ ہنوز پڑا رہا۔ نور نے متوحش نظروں سے اسے دیکھتے اسکا ماتھے پر ہاتھ رکھتے دبایا۔

"ڈاکٹر کے پاس چلیں۔"

وہ کبھی بیمار ہوتا نہیں تھا اور کبھی ہو بھی جاتا تو یوں تو بھی چلتا پھرتا ہی نظر آتا تھا، اکثر تو اسکی ناسازی طبیعت کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

"نہیں۔ایک کپ چائے پلا دو۔ ٹھیک ہو جائے گا۔"

اسکی آواز کی اداسی پر ہاشم آنکھیں کھولتا سیدھا ہوا۔ماتھے پر رکھا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے نرمی سے چومتا مسکرا کر بولا، وہ اتنی خوش تھی یوں پریشان ہوتی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

وہ غیر مطمئین سی اسکے پاس سے اٹھتی چلی گئی۔

بوا سبز سوکھی ہوئی سرخ ہو چکی مرچیں لیے واپس آئیں تو ہاشم نے ایک طویل ٹھنڈی آہ بھری۔

"بوا ایسا کچھ نہیں ہے۔بس سر میں تھوڑا سا درد ہے۔ ابھی چائے پیوں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ اکتایا ہوا سا بولا، بنا کوئی اثر لیے بوا قریب آکر اسکے سر پر سے زیر لب پڑھتے ہوئے مرچیں گھمانے لگیں، تو وہ دونوں ہاتھوں میں سر گرائے بے بسی سے سر نفی میں ہلا تا رہ گیا۔

دن کا سورج ڈھلتا شام کی وادی میں پہنچا، ماہین کے گھر کے قدرے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں اچھی خاصی گہما گہمی تھی۔ سفید کرتا شلوار میں ہینڈسم مگر سنجیدہ سا ہاشم تھری سیٹر صوفے پر بیٹھا تھا، اسکے ساتھ سفید ریش والے نکاح خواں براجمان تھے۔ دائیں طرف التمش، عزیر اور کرنل ریٹائرڈ صدیقی موجود تھے۔ایک کونے میں گلزار کھڑا بھی نظر آرہا تھا۔اور تین چار مرد حضرات آذر لوگوں کی طرف سے بھی بلائے گئے تھے۔

نکاح کے فارم فل کرنے کے بعد آذر ایک گواہ کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکلا تھا، ہاشم نے کچھ بے آرام ہوتے پہلو بدلا تھا۔

آذر وہاں سے نکل کر سیدھا صابرہ اور ماہین کے مشترکہ کمرے میں آیا تھا۔ کھلے دروازے پر ہلکی سی دستک دی، ڈرائنگ روم کی طرح یہاں بھی جگہ کم ہونے کے باعث دس بارہ لوگوں کی موجودگی میں لگتا تھا جم غفیر لگا ہو۔

بارات کے ساتھ صرف چار خواتین آئیں تھیں۔ نور رحمت بوا، مشال اور مسز متین۔ صابرہ نے محلے کی دو تین خواتین کو بلایا تھا جن میں صفیہ خالہ بھی تھیں۔

سلور وائٹ میکسی میں لائٹ سے ہوئے میک اپ میں وہ عام دنوں سے ہٹ کر بجی سنوری خوب صورت لگ رہی تھی۔ گھور سیاہ آنکھوں کو کاجل اور مسکارے نے مزید جلا بخشی تھی۔ آذر نے نکاح کا فارم اسکے سامنے رکھا تو سنجیدہ چہرے پر ایک لمحے کے لیے کوئی سایہ سا آکر گزرا۔ یہ پہلی بار تو نہیں تھا، اسکی کہیں اذیت ناک یادیں اب بھی باقی تھیں۔

کہیں اندیشوں سے گھرا خوفزدہ دل زور سے دھڑکا تھا، مہندی سے عاری ہاتھوں میں ہوتی ہلکی سی کپکپاہٹ کو چھپاتے اس نے جھک کر، ڈبڈبائی آنکھوں کے دھندلکے کے اس پار دھڑا دھڑ دستخط کیے تھے۔

اور جس لمحے وہ سیدھی ہوئی، تو دھیمی سی مسکراہٹ کے تلے اسکا چہرہ کچھ دیر پہلے کی تکلیف کو بخوبی چھپا گیا تھا۔

صابرہ اس کے گلے مل رہی تھیں، نور اس کا ہاتھ پکڑے کچھ کہہ رہی تھی، شرمین سب کا منہ میٹھا کرا رہی تھی اور وہ سب دیکھ کر بھی کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

جس لمحے آذر واپس ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، اسکے نارمل خوش گوار سے تاثرات دیکھ کر ہاشم کو ڈھیروں سکون اپنے اندر سرایت کرتا محسوس ہوا۔ آنکھیں بند کرتے ایک گہرا اطمینان بھرا سانس لیتے وہ ہاشم کی اس دن کی پہلی مسکراہٹ تھی جو بناوٹ سے پاک تھی۔

اسکے سائن کرتے ہی مبارک کا شور اٹھا، سب سے گلے ملتے وہ اب مسکرا رہا تھا تو خوشی کے رنگ اسکی آنکھوں میں بھی جھلملا رہے تھے۔

اسکے بعد چائے کا دور چلا، جب ڈرائنگ روم کے باہر کھڑی نور نے وہاں دروازے کے قریب اندر کھڑے گلزار کو اشارے سے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ باہر آیا۔

"ابی کو بلا دو۔"

لائٹ سکائی بلیو انگرکھے میں نیٹ کا بڑا سا دوپٹہ شانے پر ڈالے وہ کھلے سٹریٹ بالوں میں میک اپ کے نام پر آج بھی لپ گلوز اور آنکھوں میں کاجل کی دھاری لگائے ہوئے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اور اس پر اسکے بے نیازی بھرے انداز۔ اس میں نسوانی اداؤں اور رکھ رکھاؤ کی حد درجہ کمی تھی۔ گلزار نے اسے شانے پر سے بار بار گرتے دوپٹے کے ساتھ الجھتے دیکھ کر اپنی ہنسی روکی۔ یوں لگتا تھا کچھ دیر اور گزری تو وہ دوپٹہ ہی اتار پھینکے گی۔

"اس کو پن اپ کر لیں نور بی بی۔"

بلا آخر اسے مداخلت کرنی پڑی تھی۔ نور نے اکتائے ہوئے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔ پھر دوپٹہ سکارف کے انداز میں گردن کے گرد ڈالتے دونوں سرے آگے برابر کیے، دوپٹے کے نیچے سے بال نکال کر جب وہ سیدھی ہوئی تو اب آرام دہ سی لگتی تھی۔

"اب ٹھیک ہے۔ تم جاؤ ابی کو بلاؤ۔"

اسے ابھی تک کھڑا دیکھ کر دوبارہ ذرا رعب جماتے کہا۔

"انہیں کیوں بلانا ہے؟"

اسکے سوال پر نور نے بھنویں جوڑ کر اسے دیکھتے سر کو جھٹکا۔

"یہ کیسی شادی ہوئی، دولہا دولہن تو ساتھ بیٹھے ہی نہیں۔"

"یہ سب اب اپنے گھر جا کر کر لیجئے گا نور بی بی۔"

اس نے اپنی جان چھڑانی چاہی۔

"تم سے مشورہ نہیں مانگا۔ جتنا کہا ہے بس اتنا کرو۔ زیادہ اپنے چھوٹے سے دماغ پر بوجھ مت ڈالا کرو۔"

اس نے ناک سکوڑ کر جس انداز میں کہا تھا، گلزار نے اسے تندہی بھری نظروں سے گھورا۔ پھر موقع محل نہ جان کر بنا کوئی جواب دیے سر جھٹکتا اندر چلا گیا۔

کچھ سیکنڈز کے بعد ہاشم باہر آیا تھا۔

"کیا ہوا؟"

اسکے پوچھنے سے پہلے ہی وہ اسکے شانے سے لگی۔

"کانگریچولیشنز ابی۔ آئی ایم سو سو سو ہیپی۔"

فرط جزبات سے اسکی آواز چہکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

جواباً ہاشم نے نرم سی مسکراہٹ لیے، اسکے بال سہلائے تھے۔ وہ اس سے الگ ہوئی اور لاڈ بھرے انداز میں اسکا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

"چلیں اب آئیں، آپ کو آپ کی دولہن دکھاؤں؟"

کہتے ہوئے اسکے لب ہی نہیں آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ ہاشم جزبز ہوتا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"نور یہ ہمارا گھر نہیں ہے، یہاں کوئی سین کری ایٹ مت کرنا پلیز۔" آواز دھیمی رکھے کہتے اس نے جیسے التجا کی۔

"گھر نہ سہی ماہی تو اب ہماری ہیں ناں۔ آجائیں ابی یقین جانیں اس وقت نہیں دیکھیں گے تو ساری زندگی ریگرٹ رہے گا آپ کو۔"

اس کے پر وثوق انداز پر ہاشم نے ہونٹوں کے کناروں پر امڈتے تبسم کو ضبط کیا۔ کچھ سوچا، اور آنکھ کے اشارے سے چلنے کا کہا۔ تو نور کی بے آواز ہنسی بے ساختہ تھی۔

"ہم اندر آجائیں؟"

دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی وہ ذرا بلند آواز میں کہتی باتوں میں مگن سب کی توجہ بٹور چکی تھی۔ اسکے ساتھ کھڑے ہاشم کی نگاہ بس ایک چہرے پر رکی اور پھر جم سی گئی۔ وہ ساتھ بیٹھی صفا کی طرف جھکی، اسکی بات سنتے مسکرا رہی تھی۔ اور اس مسکراہٹ پر ہی کسی کے دل کی دھڑکن منتشر ہوئیں۔ وہ خوب صورت زیادہ لگ رہی تھی یا اپنی اپنی زیادہ، وہ فیصلہ نہیں کر پایا۔ یا پھر شاید اپنی ہونے کے بعد وہ خوب صورت بھی زیادہ لگنے لگی تھی۔

ماہین نے بھی چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا، نظر اٹھی، نور کے ساتھ کھڑے ہاشم پر گئی اور پھر ٹھہر نہ سکی ۔ مسکراہٹ عنقا ہوئی اور نگاہ بجلی کی تیزی سے جھکتی چلی گئی۔ اسکے چہرے کی رنگت میں گھلتا گلابی پن اتنا دلکش منظر تھا کہ وہ وہیں تھم گیا۔ اس نے اسے غصے سے لال ہوتے دیکھا تھا، اس چہرے کو خفت سے رنگ بدلتے دیکھا تھا۔ یہ پہلی بار تھا جب وہ حیا سے لالی چھلکا رہا تھا اور یہ لمحہ اپنے آپ میں اتنا کامل تھا کہ اس کے صدقے واری کل رات کی ساری خفگی و شکایت ہوتی چلی گئی۔ وہ اس لمحے کی قید میں تمام عمر رہنے والا تھا، نور نے صحیح کہا تھا وہ پچھتاوے سے بچ گیا تھا۔

صابرہ اسکی طرف آئیں تھیں، لیکن اسے ہوش ہی کب تھا۔

نور نے ایک نظر ہاشم کے کھوئے کھوئے انداز دیکھے، پھر صابرہ کو دیکھا اسکی عدم توجہ پر وہ بے چاری رک سی گئیں تھیں۔ (دیکھو تو سہی۔ سین کون کری ایٹ کر رہا ہے؟) نور نے دانت پر دانت جماتے بظاہر مسکراتے اسکی پسلیوں میں کہنی کا ٹھوکا دیا تو وہ چونکا، نور کو غائب دماغی سے دیکھا جو اسے آنکھ سے دوسری طرف دیکھنے کا اشارہ کر رہی تھی، گردن موڑی نگاہ ماہین پر سے ہٹی تو اپنے دائیں طرف کھڑیں صابرہ بھی نظر آنے لگیں۔ وہ ہلکے سے پر جل تبسم کے ساتھ سلام کرتا تھوڑا سا انکی طرف جھکا ۔ انہوں نے محبت بھرے انداز میں نم آنکھیں لیے اسکا شانہ تھپتھپایا۔ سب کی ستائشی نگاہوں کا مرکز بنا وہ اب کچھ دیر پہلے کی بے اختیاری پر دل ہی دل خفت کا شکار ہوا تھا۔

"آپ پرمیشن دیں تو میں کچھ فوٹوز کلک کر لوں؟"

نور نے اجازت چاہی۔

"ہاں ہاں بیٹا آجائیں۔"

حب ناولز

نم آنکھیں جھپکتے مسکرا کر کہتے صابرہ نے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ نور مسکراتی ہوئی اسی انداز میں اسکا بازو تھامے اندر آئی، چند قدم لیے۔ ماہین کے پاس بیٹھیں صفیہ خالہ نے اٹھ کر ہاشم کا شانہ تھپک کر جگہ چھوڑی تو وہ ذرا فاصلہ رکھتے بیٹھ گیا یوں کہ دونوں کے درمیان صفا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ساتھ کیا آکر بیٹھا تھا ماہین کا دل بھی بیٹھتا چلا گیا۔ جھکا چہرہ کچھ اور نیچے ہوا۔

"ماہی پلیز تھوڑا سا فیس اوپر کر لیں۔"

موبائل کیمرہ کھولے نور نے کہا تو ہاشم نے بمشکل خود کو اسکی طرف نگاہ کرنے سے باز رکھا۔ وہ اتنے قریب بیٹھ کر دیدار کی تاب نہیں لا سکتا تھا، ابھی تو کچھ دیر پہلے کی حجالت کا اثر پوری طرح زائل نہ ہوا تھا۔

ماہین نے بمشکل تھوڑا سا چہرہ اوپر کیا۔ اور نور کی طرف دیکھا جو اسے ایک ہاتھ میں موبائل پکڑے دوسرا ہاتھ چہرے کے قریب لے جاتے سمائل کرنے کا کہہ رہی تھی۔ اسکے لب مسکراہٹ میں ذرا بھر ڈھلے تھے۔ دو تین تصویریں بنا کر نور نے صابرہ کو دیکھتے کہا۔

"آپ بھی آئیں ساتھ۔" خوشی سے نہال وہ جوان دونوں کو ساتھ ساتھ بیٹھے دیکھ رہی تھیں، سر ہلاتیں ہاشم کے قریب بیٹھنے لگیں تو جگہ کم تھی۔

"صفا تم یہاں آجاؤ۔"

شرمین کے کہنے کی دیر تھی صفا اٹھ کر بھاگی تھی۔ ہاشم ماہین کی طرف کچھ کھسکتا صابرہ کے لیے جگہ بنانے لگا تو اسکا بازو ماہین کے شانے سے مس ہوا تھا۔ اور اسکا چہرہ جہاں تاثرات کا قحط رہتا تھا آج لحہ بہ

لمحہ رنگ بدل رہا تھا۔ دل زور سے دھڑکتا ایک بیٹ مس کر گیا تو احساس ہوا وہ اتنی بھی پتھر نہیں ہوئی تھی جتنا وہ خود کو ظاہر کرتی تھی۔

چند تصاویر کا دور چلا پھر وہ اٹھ کر چلا گیا، اور کچھ ہی دیر تک رخصتی کا عندیہ آن پہنچا۔

صابرہ نے بڑی سی میرون رنگ کی کڑھائی والی چادر لا کر اسکے سر پر ڈالی تو ماہین کی صحرا سی آنکھوں میں کہیں سے ہلکی سی نمی آن ٹھہری۔ نمی کی ہلکی سی تہہ جو پلکوں کی سرحد کبھی عبور نہیں کر پاتی۔ جہاں جنم لیتی ہے وہیں ضم بھی ہو جاتی ہے۔

مرد حضرات پہلے نکل چکے تھے، صرف ہاشم تھا جو آذر کے ہمراہ باہر صحن میں برآمدے کے سامنے کھڑا تھا۔ صبح سے صاف شفاف آسمان اس ڈھلتی شام میں سیاہی مائل بدلیوں کی زد میں کسی بھی وقت برسنے کو تیار تھا۔

انہیں آتا دیکھ کر اس نے آذر کی کسی بات کا جواب دیتے نگاہ اٹھائی۔ اور پھر بات وہیں بیچ میں ہی رہ گئی ۔الفاظ گم سے گئے، اور نگاہ ٹھہر سی گئی۔ یہ اس شام کی دوسری بے اختیاری تھی، وہ ایسے ہر بار اس کے اختیار کے موسم پر قابض ہوتی رہی تو کیسے چلے گا؟ وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

باہر آکر ماہین کے گلے صابرہ ملیں، اور پھر شرمین اس سے ملی تھی۔

"خیال رکھیے گا ہاشم بھائی۔ ہمارے گھر کی رونق لے کر جا رہے ہیں آپ۔"

شرمین نے آنسو بہاتے ہاشم کی طرف دیکھتے کہا۔ بڑی سی چادر کا آگے ماتھے تک آیا پلو گھونگھٹ کی شکل اختیار کر گیا تھا جس میں اسکا آدھا چہرہ چھپ سا گیا تھا۔ گھونگھٹ کے اس پار شرمین کی بات پر ماہین کی آنکھوں میں تعجب کا رنگ آٹھہرا۔ ہیں؟ وہ اور گھر کی رونق؟ بھلا یہ کب ہوا؟

ہاشم سر اثبات میں ہلاتے یقین دہانی کرا رہا تھا۔ چھوٹا سا قافلہ آگے بڑھا تھا۔ باہر روڈ پر آئے تو محلے کے بچے گاڑی کے گرد اشتیاق سے کھڑے دولہن کو دیکھنے لگے۔

گلی کے اگلے گھر کے دروازے میں دو عورتیں بھی کھڑیں دیکھتے ساتھ ساتھ مسکراتے ہوئے سرگوشیاں کر رہیں تھیں۔ سب گاڑیوں میں بیٹھے، آخر میں ہاشم نے صابرہ سے اجازت طلب کی تھی۔ اپنی طرف جھکے اسکے کندھے کو تھپکتے انکے دل سے کہیں دعائیں نکلیں تھیں۔

چاروں گاڑیاں آگے پیچھے نکلیں، پیچھے کھڑے وہ چند افراد انہیں دیکھتے رہے جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہوئیں۔

....

آفریدی ہاؤس کے گیٹ سے گاڑی اندر داخل ہی ہوئی تھی کہ اچانک سے آسمان نے پانی کی موٹی موٹی موتیوں کی مانند بوندیں نچھاور کرنا شروع کر دیں تھیں۔ پورچ میں گاڑی آکر رکی تو سب سے پہلے پر جوش سی نور باہر نکلی تھی۔ للچائی ہوئی مخمور نگاہوں سے گہرے ہو رہے مغرب کے بعد کے اندھیرے میں لان کا بھیگا بھیگا منظر دیکھا پھر سر جھٹک کر ماہین کی سائیڈ آتے دروازے کے پاس رکتی پچھلے دروازے سے ٹیک لگاگئی۔ تب تک ہاشم بھی ڈرائیونگ سیٹ چھوڑتا باہر آچکا تھا۔ نور کو منتظر نظروں کو خود کو دیکھتے ابرو اٹھا کر سوال کیا۔ جواب میں اس نے اسے ماہین کی سائیڈ کا دروازہ کھولنے کو کہا تھا۔ ہاشم نے سر جھٹک کر اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔ اسکی بیٹی اسکی سوچ سے زیادہ ڈرامائی اور رومانوی ثابت ہو رہی تھی۔

حب ناولز

وہ گھوم کر دوسری طرف آیا، فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا، نور نے اسکا دوسرا بازو کہنی سے پکڑ کر ماہین کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

گھونگھٹ کے باعث وہ باہر ہو رہی کاروائی تو نہیں دیکھ پا رہی تھی لیکن اپنے سامنے پھیلی کلائی پر کس کر باندھی رسٹ واچ والی، شفاف چوڑی ہتھیلی ضرور اسکے دائرہ نظر میں آن ٹھہری تھی۔

ایک گہرا سانس لیتے وہ آہستگی سے اپنا ہلکی سی لرزش لیے ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیتے میکسی کا فال سنبھالتے باہر نکلنے لگی تو ہاشم نے دروازے کے اوپر سے ہاتھ ہٹا کر فریم پر ہاتھ رکھا تھا، کہیں باہر نکلتے ہوئے اسکا سر ٹکرا نہ جائے۔

وہ باہر آئی، پوری طرح سے اپنے قدموں پر جم کر کھڑی ہوئی تو خود بخود ہی ہاشم کے ہاتھ میں رکھے اسکے ہاتھ کی گرفت نرم پڑ گئی، دوسری طرف وہی مضبوطی بھرا ملائم سا تاثر قائم رہا وہ چاہ کر بھی اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کھینچ سکی۔

نور تیزی سے اندر چلی گئی، ہاشم نے گردن گھما کر اسے جاتے دیکھا بھی کندھے اچکاتے نگاہ واپس ماہین تک گئی۔

"چلیں؟"

وہ اس سے ہاتھ چھوڑنے کا کہنا چاہتی تھی، بس کہہ نہ سکی۔ گردن آپ ہی آپ اثبات میں ہلتی چلی گئی ۔اسکی سنگت میں قدم آگے لینا چاہا۔

"ٹھہریں ذرا۔" ابھی اس کا اٹھا قدم زمین پر رکھنے بھی نہیں ہوا تھا کہ اسکے اچانک کہنے پر وہ قدم پیچھے لے گئی۔

http://Novelshub.pk

NEXT PAGE

"اتنے بڑے گھونگھٹ میں آپ کو نظر نہیں آرہا ہوگا، میں اسے ہٹادوں؟"

پہلو سے ہٹ کر سامنے کھڑے ہوتے وہ پوچھ رہا تھا، اسکا ہاتھ ابھی بھی ہاشم کے ہاتھ میں مقید تھا۔

وہ گم صم سی اسکے سوال میں الجھی کھڑی تھی، اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے اسکی چادر کا پلو چہرے کے آگے سے ہٹاتے اسکے سر پر دوہرا کر گیا تھا۔یوں کہ اسکا جھکی پلکوں والا چہرہ اب پوری طرح دکھائی دیتا تھا۔قطرہ قطرہ اترتی رات کے اس پہر، چھن چھن برستی بارش کی بوندوں کے اس پار پورچ میں کھڑی گاڑی کے پاس زماں ومکاں کی حدود سے نکل کر وہ مبہوت سا اسے دیکھتا رہ گیا۔وقت کی دھیمی ہوتی چال نے قریب آکر ٹھہرتے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا، کچھ ساعتیں گزریں، ماہین اس دبیز خاموشی سے الجھ کر اچنبھے سے آنکھیں اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔

کاجل سے مخمور گہری سیاہ آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں، نگاہیں تو ابھی ابھی اسکے چہرے کے نقوش میں کہیں بھٹکی پھر رہیں تھیں، ان آنکھوں کے دشت میں کھو جاتیں تو واپسی کی رہ تلاشتے عمریں بیت جاتیں، جھرجھری سی لیتا وہ تیزی سے رخ پھیر تا اسکے پہلو میں آرکا۔فضا میں پھیلا طلسم چھناک سے ٹوٹا، پلکیں جھپک کر سر کو خم دیتے وہ دھیما سا ہنسا تھا۔ماہین گردن ترچھی کیے اسے ہنوز سوالیہ انداز میں تکے جارہی تھی۔

"میری غلطی نہیں ہے، آپ لگ ہی اتنی اپنی اپنی سی رہی ہیں۔نگاہ اٹھتی ہے اور پھر پلٹنا بھول جاتی ہے۔"

شانے اچکا کر بے بسی سے کہتے وہ جیسے خود بھی اپنی حالت سے محظوظ ہوا تھا۔

اب کی بار نظریں چرانے کی باری ماہین کی تھی، بلش ہوتی وہ تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی تو پہلی بار اس سے ہٹ کر نظر باہر ہو رہی بارش پر گئی تھی۔ اسکے چہرے پر بے زاری کی ہلکی سی جھلک آکر معدوم ہوئی تھی۔ کیا تھا اگر آسمان آج کے دن برسنا بھول جاتا۔

ہاشم کی گہری نگاہوں نے بہت کچھ دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیا تھا۔ اسکی بارشوں سے نہیں بنتی تھی وہ جانتا تھا، کیوں نہیں بنتی تھی یہ جاننا ضروری نہیں تھا۔ البتہ اس کی بارشوں سے دوستی وہ کروانا چاہتا تھا ، لیکن ابھی اس قطار میں وہ خود صف اول میں کھڑا تھا، بجلی چمکی تھی، اسکے ساتھ گرج کی آواز جیسے بادلوں نے ہاشم کے نام سندیسہ بھیجا ہو پہلے خود تو دوستی کر لو، پھر ہمارے بارے میں سوچ لینا۔

اسکا ہاتھ تھامے وہ آگے بڑھا، ڈور کھولا ہی تھا کہ "ویلکم ہوم" کے شور کے ساتھ سرخ گلابوں کی پتیوں نے ان پر اپنا آپ نچھاور کرتے انکا استقبال کیا تھا، ماہین سناٹے کو چیرتی تیز آواز پر بری طرح چونکی تھی ، لاشعوری طور پر اس کے بے جان ہوئے ہاتھ کی پکڑ ہاشم کے ہاتھ پر دبوچنے کے سے انداز میں مضبوط ہوئی تھی۔ ہاشم نے ایک ہی نظر اس پر ڈالی تھی جو اب قدرے سنبھل کر مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی جو سب کی نگاہوں کا مرکز بنی بلش کرنے کے باوجود پر اعتماد سی لگتی تھی۔ سامنے نور کے علاوہ سبھی باراتی کھڑے تھے۔

"اتنی دیر لگا دی ہاشم بھائی آپ نے، ہمیں شک ہونے لگا تھا کہیں آپ بھابھی کو ساتھ لیے اسی گاڑی میں کہیں فرار نہ ہو گئے ہوں۔"

قدرے پیچھے کو ہو کر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے التمش نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو سب کی ہنسی میں ہاشم کا ہلکا سا قہقہہ بھی شامل تھا۔

"ہٹو اب آگے سے راستہ تو دو اندر آنے کو۔"

مسز متین کے کہنے پر سب آگے سے ہٹے، نور آگے بڑھی۔

ہاشم نے آہستگی سے ماہین کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

نور کے کہنے پر دوسری طرف سے ماہین کو پاس کھڑی مشال نے تھامتے قدم آہستگی سے آگے بڑھائے تھے۔

....

رات کے کھانے کے بعد جس وقت التمش اور مشال آفریدی ہاؤس سے باہر نکلے تھے بارش تھم چکی تھی، رات کے سائے تاریکی لیے سارے شہر پر اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ ایسے میں بدلیوں کے پار سے کچھ لمحوں کے لیے چاند جھانکتے زمین والوں پر سرسری سی نگاہ ڈالتا اور پھر سے کوئی الھڑ سا بادل اسکے سامنے سے گزرتے نظر باندھ لیتا۔

مین گیٹ کراس کرتے وہ جیسے ہی باہر کھڑی التمش کی گاڑی کے پاس آئے، التمش نے اس کے پاس رک کر ایک گہری نگاہ ڈالی تھی، میرون رنگ کے خوب صورت سے پاؤں کو چھوتے فراک میں، ہمیشہ کی طرح سلیقے سے سر پر لیے دوپٹے کے ہالے میں اسکا چہرہ رات کے اس پہر بھی دمک رہا تھا۔ اسے دیکھنا ہمیشہ سے ایک دلچسپ منظر تھا۔ جیسے اس وقت وہ اسے باندھ رہی تھی۔

"لانگ ڈرائیو پر چلو گی۔"

وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی، ایک تھکا دینے والے دن کے بعد اسکے منہ سے یہ سننا تھوڑا غیر متوقع تھا۔ وہ ذرا بھر رک سی گئی۔ دل کہیں جانے کا اس وقت چاہ تو نہیں رہا تھا۔ لیکن جب وہ کہہ رہا تھا تو انکار کرنا۔۔۔

"اس وقت؟"

اسکے لہجے میں چھپے اچنبھے کو بھانپ کر دونوں ہاتھ عادتاً پینٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ مسکرایا تھا۔ شادی کے بعد سے وہ زیادہ مسکرانے لگا تھا، ایسا صرف نومیہ نہیں کہتیں تھیں وہ خود بھی اس بات کا معترف تھا۔

"اسلام آباد کی سڑکیں بنیں ہی رات کی لانگ ڈرائیو کے لیے ہیں۔ تم انجوائے کرو گی۔"

اسکے پر وثوق انداز میں کہنے کے بعد انکار کی کوئی گنجائش بھلا رہتی بھی کہاں تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن لانگ ڈرائیو کے بجائے اگر شارٹ ڈرائیو ہو جائے تو؟ صبح آفس نہیں جانا آپ نے؟"

وہ اسکے لیے فرنٹ ڈور کھول رہا تھا۔

"موسم اچھا ہو رہا ہے، مزاج بھی اچھا ہے اور ساتھی بھی حسین ہے۔ میں تو چاند تک بھی تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں یار۔"

مزاج یار واقعی ہی اچھا تھا۔ مشال ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ دباتی گاڑی میں بیٹھی تو دروازہ بند کرتا وہ گھوم کر دوسری طرف آیا۔

"گلزار کو تو بتا دیں۔ وہ پریشان ہو گا۔"

http://Novelshub.pk

مشال کو اچانک سے یاد آیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے سیٹ بیلٹ باندھتے التمش نے بدمزہ ہوتے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی اسے سیٹ بیلٹ باندھنے کا اشارہ کیا۔

"گلزار تمہاری ساس نہیں ہے مشال جسے کہیں بھی جانے سے پہلے مطلع کرنا ضروری ہو۔ اور ویسے بھی وہ گھر جاتے ہی سو گیا ہو گا۔"

اسکے چڑچڑے سے لہجے میں کہنے پر اپنی سیٹ بیلٹ باندھ چکی مشال نے چہرہ گھما کر اسے گھورا۔

"ہمارے ہاں تو گھر سے نکلتے ہوئے بتانا اچھا جانا جاتا ہے، آپ کی طرف کچھ عجیب ہی روایات ہیں۔"

اس نے منہ بسور کر خفگی سے کہا۔

"تمہیں تو خوش ہونا چاہیے لڑکی، تمہارا نہ کوئی لمبا چوڑا سسرال ہے، نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے ،بس آجا کر ایک ہینڈسم سا شوہر ہے، جو اتنا اچھا ہے کہ اس وقت تمہیں لانگ ڈرائیو پر زبردستی لے کر جا رہا ہے۔"

ایک نظر اسکے خفا خفا سے چہرے پر ڈالتے وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

"آپ کے ہوتے کسی اور روک ٹوک کرنے والے کی ضرورت باقی ہی کہاں رہتی ہے۔"

زیرلب بڑبڑاتے ہوئے اس نے چہرے کا رخ موڑ لیا تھا۔ تبھی وہ سن نہیں سکا۔

"کچھ کہا تم نے؟"

اس کے عام سے لہجے میں کیے استفار پر مشال نے چہرہ سرعت سے اسکی طرف گھمایا، مسکرائی اور سر زور سے نفی میں ہلایا۔

PREVIOUS PAGE NEXT PAGE

"تم نے مہندی نہیں لگائی؟"

اچانک سے نظر گود میں رکھے اسکے ہاتھوں پر گئی تھی۔

"مجھے لگانی نہیں آتی۔"

اس نے بھی اپنے ہاتھوں پر نظر جمائے بے چارگی سے شانے اچکاتے کہا تھا۔ التمش نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

"آپ کو مہندی پسند ہے؟"

اس نے اچانک سوال کیا تو التمش نے سر نفی میں ہلایا۔

"پھر؟"

"مجھے تمہارے ہاتھ پسند ہیں، اور تمہارے ہاتھوں میں مہندی لگی اچھی لگتی ہے۔"

بس اتنی سی بات تھی، اور مشال کا چہرہ بلش کر گیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سر اسکے شانے پر رکھتے دوسرا ہاتھ اسکے بازو کے گرد لپیٹا تھا۔ آنکھیں موندتے جو سکون ٹھہرے پانیوں سا اسکے اندر تھا وہ اب باہر کی کسی ہلچل سے متاثر ہونے والا نہیں تھا۔

رات کے ساڑھے گیارہ بجے جب وہ واپس آئے تو اسی وقت سٹریٹ پر گھر سے تھوڑے فاصلے پر ایک بائیک رکی ہوئی تھی اور ایک لڑکی بائیک سے اتر کر آگے بیٹھے لڑکے سے کچھ کہہ رہی تھی جس نے ہیلمٹ پہن رکھا تھا۔ دور سے پڑتیں گاڑی کی فرنٹ لائٹس کے باعث اس نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ مشال تو آدھی نیند میں جھولتی دھیان نہیں دے سکی تھی۔ لیکن التمش کے چہرے پر ڈھیروں سنجیدگی در آئی تھی اور اسکے نیچے چھپی ناپسندیدگی اسکی آنکھوں سے ناگواری بن کر جھلکی تھی۔ گاڑی

حب ناولز

آگے نکل آئی تھی، سائیڈ مرر سے اس نے ایک بار پھر سے پیچھے رہ جانے والا منظر ہونٹ باہم پیوست کیے دیکھا تھا۔

....

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے بھی اب تھک سی گئی تھی۔ نور اسے یہاں تک چھوڑ کر گئی تھی، اس تلقین کے ساتھ کہ وہ ریسٹ کرے۔ مگر یہاں تو کمرے میں آنے کے ساتھ ہی اس کے حواس منتشر ہونے لگے تھے۔ اس نے ایک بار بھی ارد گرد کے ماحول پر نگاہ ڈالتے نئے ماحول سے آشنائی کے لیے کوئی غور و فکر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ کر بھی نہیں سکتی تھی۔ میک اپ سے سجے نقوش میں مضطرب سا تناؤ رچا بسا تھا تو ماتھے پر ٹھنڈے پسینے کی بوندیں چمکتی صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور چہرے کی رنگت سپید پڑ رہی تھی۔ آنے والے لمحات کا سوچ کر ہی اسکے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے، وہ کوئی چھوٹی بچی نہیں تھی جو اس رشتے سے جڑے تقاضوں سے نابلد ہو، یہ لمحات اسکی زندگی میں پہلے بھی آچکے تھے، لیکن تب کے اور اب کے حالات میں جو دس سال کا فرق تھا اس نے اس سے بہت کچھ چھین لیا تھا، احساسات و جزبات پر پڑی برف تو اپنی جگہ تھی ہی تھی، اعتبار کی ٹوٹی کرچیاں بھی دل کی زمین پر بکھری پڑی تھیں، ایسے میں ہاشم اگر وہاں قدم رکھنا بھی چاہتا تو اسکے قدم بھی لہولہان ہونے سے بچ نہیں پاتے۔ اسکی اپنی تکلیف، اپنی اذیت تو ایک طرف۔ لیکن اگر ہاشم نے اسکی طرف کوئی پیش قدمی کی تو وہ اسکا دل توڑنے سے زیادہ ڈر رہی تھی، اسکی آنکھوں کی وارفتگی، نگاہوں کی بے اختیاری ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مابین کے ملال میں اضافہ کر رہی تھی۔

http://Novelshub.pk

جس لمحے وہ کمرے میں داخل ہوا تھا وہ کمرے کے بیچ و بیچ کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے اپنی جگہ یوں جم سی گئی جیسے اس سنگ مرمر کی مورت میں زندگی کی کوئی رمق کبھی رہی ہی نہ ہو۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے اس نے ایک طویل سانس خارج کرتے اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا۔

ٹھیک ہے وہ اس کے روایتی دولہنوں کی طرح اپنا انتظار کرنے کی کوئی خوش گمانی نہیں رکھے ہوئے تھا، مگر اسکی اس درجہ سراسیمگی بھی اسے تکلیف دینے کو کافی تھی۔

وہ قدم قدم چلتا اسکی طرف بڑھا۔ وہ یک ٹک پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، جن میں اس نئے جڑے تعلق کو لے کر کوئی خوش کن خواب نہیں تھا۔

اسکے سامنے آ کر چند قدموں کا فاصلہ رکھتے ٹھہرا۔

"آپ اتنی دیر سے کھڑی ہیں ماہین، تھک گئی ہوں گی۔ بیٹھ جائیں۔"

ٹھہرا ہوا لہجہ اور متانت بھری آواز۔ وہ پلکیں جھپکتی حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔"

تیزی سے کہتے اسکی آواز معمول سے ہٹ کر کمزور سی پڑنے لگی تھی۔ ہاشم نے سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے آپ کہہ رہی ہیں تو آپ ٹھیک ہی ہوں گی۔ لیکن پھر بھی بیٹھ جائیں، زندگی اب یوں کھڑے کھڑے تو گزرنے سے رہی۔"

اس نے عام سے انداز میں کہا تھا لیکن ماہین کو پھر بھی اسکی بات کسی تیر کی طرح سینے میں پیوست ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ ہونٹ باہم بھینچ کر اس نے بائیں جانب نگاہ کی، بیڈ اور اس سے تھوڑے فاصلے پر

حب ناولز

دیوار سے لگا صوفہ۔ اس نے صوفے کا انتخاب کیا تھا، چھوٹے چھوٹے قدم لیتی وہ میکسی سنبھالتی صوفے پر جا بیٹھی۔

ہاشم نے اسے بیٹھتے دیکھ کر سکون کا سانس لیا اور خود چل کر اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھا۔ اسکے پہلو میں جگہ بنانے کے لیے ابھی کچھ وقت درکار تھا۔

اسکے مد مقابل بیٹھتے دونوں ہاتھ باہم جوڑے وہ تھوڑا سا آگے جھک کر بیٹھا، کہنیاں رانوں پر ٹکی تھیں اور نگاہیں ماہین کے چہرے پر جو جھکا ہونے کے باعث واضح دکھائی نہیں دیتا تھا، البتہ اسکی صبیح پیشانی اور اس پر ٹکی چھوٹی سی سلور پرل کی بندھی ضرور اسکی ساری توجہ سمیٹ گئی تھیں۔

"کل رات آپ۔۔۔۔۔"۔

"آئی ایم سوری۔"

بنا سر اٹھائے جس تیزی سے ماہین نے کہا تھا ہاشم کی بات درمیان میں رہ گئی تھی۔ وہ تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ ماہین نے چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

"مجھے شرمندگی ہے اس پر جو بھی کل رات میں نے کہا۔ وہ ایک بچگانی حرکت تھی جو مجھے نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

خفت اسکی آواز میں سرایت کرتی چلی گئی تھی۔ ہاشم کے چہرے پر چھائی سنجیدگی میں نرمی گھلتی چلی گئی

۔

"سوری کی تو ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اتنا ہی کہہ سکا۔ وہ اگر بولنے پر آمادہ ہوئی تھی تو وہ اسے سننا چاہتا تھا۔

"ضرورت تو ہے. مجھے سوچنا چاہئے تھا اگر آپ میری بات پر عمل کر گزرتے تو اسکے نتائج کیا ہونے تھے۔ پتہ نہیں میں نے ایسا کیوں کیا؟ میرے پاس ابھی بھی اسکی کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے سر۔ جب میں نے ایک فیصلہ لے لیا تھا تو مجھے اس پر قائم رہنا چاہئے تھا۔"

اب کی بار براہ راست اسکی طرف دیکھ کر بولتے ہوئے وہ پہلے والی ماہین لگتی تھی، پر اعتماد سی۔

"آپ کو لگتا ہے میں آپ کی بات مان لیتا؟"

متانت بھرے لہجے میں سوال کرتے ہوئے اسکی آنکھیں مسکرائیں، ماہین خود نہیں جانتی تھی لیکن اسکے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ دل پر دھرا بوجھ آہستہ آہستہ سرکنے لگا تھا۔ کچھ دیر تک چپ سی اسے دیکھتی رہی پھر نظریں جھکا کر اپنے ہاتھوں پر گاڑھ دیں، وہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بے ارادہ چھوئے جا رہی تھی۔

"پتہ نہیں، لیکن آپکا شکریہ۔ آپ نے میری بے سر و پیر کی باتیں نہیں مانیں۔ ورنہ اس وقت اچھا خاصہ تماشا لگ چکا ہوتا۔"

کہتے ہوئے اسکی آنکھوں کے سامنے آذر اور شرمین کا چہرہ گھوما تو وہ جھرجھری سی لیتی رہ گئی۔ وہ ذرا توقف کو رکی پھر گہرا سانس لیتی دوبارہ گویا ہوئی۔ وہ اب پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی۔

"پھر بھی ان سب باتوں کے باوجود، یہ ایک جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ تھا۔ میرا مطلب ہے میری طرف سے اس شادی کے لیے ہاں کہنا۔ آپ پلیز مجھے غلط مت سمجھیے گا سر۔ یہ اس لیے نہیں ہے کہ آپ کے پرو پوزل میں کوئی کمی تھی۔ آپ اپنے آپ میں پرفیکٹ ہیں جو بھی مسائل ہیں وہ میری ذات

حب ناولز

سے جڑے ہیں۔ میں نے کہا تھا آپ سے۔ آپ میرے بارے میں نہیں جانتے، میں اب بھی کہہ رہی ہوں۔ آپ میرے بارے میں جانتے ہوتے تو شاید مجھ سے شادی کا فیصلہ کبھی نہیں کرتے۔ میں اپنی پچھلی زندگی سے تلخیوں اور بے اعتباریوں کا اتنا فیئر شئیر لے کر آئی ہوں کہ اب اتنی جلدی چاہ کر بھی اپنے ساتھ کچھ اچھا ہو جانے کا یقین خود کو دلا نہیں پا رہی۔ اور مجھے ڈر ہے اس سب میں، میں آپ کو ہرٹ نہ کر دوں۔"

وہ بہت صاف بولتی تھی، روانی کے ساتھ، بنا گڑبڑائے، آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اور وہ ایسے ہی اچھی لگتی تھی۔ ہاشم پوری توجہ سے اسے سنتا اسکے چہرے پر ہنوز نرم نظریں جمائے ہوئے تھا، لیکن ان نظروں میں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا جو ماہین کے لیے دقت کا باعث ہو۔

"آپ بولیں ماہین۔ میں سن رہا ہوں۔"

اسکے ہنوز پر سکون سے انداز میں کہنے پر ماہین اس سب میں پہلی بار بے ساختگی لیے خفیف سا مسکرائی تھی۔

"نہیں بس اتنا ہی کہنا تھا۔"

"اب میں کچھ کہوں؟"

مسکراتی آنکھیں اور اجازت طلب لہجہ۔ ماہین کا سر نہ جانے کب اثبات میں ہلتا چلا گیا۔ دل کے دھڑکا اپنی جگہ، نجانے اب وہ کیا کہنے والا تھا۔

"آپ نے کہا ماہین یہ آپ کی طرف سے جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کی اس جلد بازی کا شکریہ۔ میں ساری زندگی اس لمحے کا ممنون رہوں گا جس میں آپ نے ہاں کہی تھی۔" کہتے

ہوئے وہ شریر سا مسکرایا تھا۔ اگلے ہی لمحے سنجیدہ ہوتا چلا گیا۔ ماہین یک ٹک اسے دیکھتی رہی، اسکا چہرہ لفظوں سے زیادہ بولتا تھا۔

"آپ نے یہ بھی کہا کہ میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یقین کریں جتنا میں نے جانا ہے اسکے بعد آپ کی سابقہ زندگی کے بارے میں مزید کچھ بھی جاننا میرے لیے غیر اہم ہے۔ میں آپ کے ماضی سے زیادہ ہمارے حال اور مستقبل میں انٹرسٹڈ ہوں۔ جسے ہم نے مل کر ایک دوسرے کے لیے آسان اور خوب صورت بنانا ہے۔ آپ کو یاد ہے میں نے آپ سے اس دن مال میں کچھ کہا تھا۔ یہی کہ ہم نے ایک لمبا ایک ساتھ سفر طے کرنا ہے، اور میں چاہتا ہوں یہ سفر ہم دونوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی تھکا دینے والا نہ ہو۔ بلکہ باعث سکون ہو۔ میرے حصے کا سکون آپ نکاح نامے پر سائن کر کے آپ مجھے دے چکی ہیں، اور آپ کے حصے کا سکون میں آپ کے لیے انتظار کر کے آپ کو دوں گا۔ تب تک جب آپ کا دل مجھ پر اعتبار کرنے پر آمادہ نہیں ہو جاتا۔ جب تک آپ خود سے میرا ہاتھ تھامنے کی متمنی نہیں ہو جاتیں۔ میں انتظار کروں گا۔ اور پھر ہم ایک ساتھ خوشی خوشی دلی رضامندی سے ازدواجی زندگی کا ایک نیا سفر شروع کریں گے۔ لیکن تب تک ہم اچھے دوست بننے کی کوشش کر سکتے ہیں، ایک دوسرے کو جان سکتے ہیں اور اس فیز کو کسی بوجھ کی طرح گزارنے کے بجائے انجوائے کر سکتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو؟"

ماہین جامد سی بے یقینی بھری متعجب نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی، وہ اسے حیران کر رہا تھا۔ زندگی اتنی آسانی اسکے لیے کسی موڑ پر پہلے کبھی نہیں لائی تھی۔ یا پھر شاید یہ وہ تھا جو آسانیوں کے اس تک آنے کے رستے بناتا جا رہا تھا۔ کندھوں پر سے کوئی بھاری بوجھ ڈھلک جانے کے بعد کا جو سکون ہوتا ہے وہ اسکے پورے وجود میں سرایت کرتا چلا گیا۔

حب ناولز

"اب آپ کو اس کے لیے بھی سوچنے کو وقت چاہیے ماہین؟"

اسے گومگوں سی کیفیت کا شکار دیکھ کر زیرلب مسکراہٹ چھپائے ہاشم نے گردن آگے کرتے قدرے جھکا کر اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت سے نکلی تھی، پلکیں جھپکیں، آنکھوں میں اچانک سے آنے والی نمی چھبن کا باعث بن رہی تھی مگر دل پر سکون تھا، چہرے پر تشکر آمیزی کی رمق لیے وہ پورے دن کے بعد رات کے پہر پہلی بار پورے دل سے مسکرائی تھی۔

سر کو اثبات میں ہلاتے اعصاب کا سارا تناؤ کہیں دور جا بھٹکا تھا۔ ہاشم مسکراتا ہو اسیدھا ہوا، وہ اب پہلے کی سی سراسیمگی کا شکار نہیں تھی، مسکرا رہی تھی، چہرے پر سے سکون جھلک رہا تھا اور اسے یوں دیکھ کر ہاشم کو اچھا لگ رہا تھا۔

"اب جہاں میں آپ کے لیے اتنا کچھ کر رہا ہوں۔ وہیں آپ کو بھی میرے لیے کچھ کرنا چاہیے ناں۔"

لمحے کے ہزارویں حصے میں ماہین کے چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔ اتنی لمبی چوڑی تقریر کے بعد وہ اب کن تقاضوں کے چکروں میں تھا؟ دل بے اعتبار سا پھر سے خفا ہونے لگا۔

اور اسکے چہرے پر سے ہوائیاں اڑتیں دیکھ ہاشم زور سے ہنسا تھا۔ گردن نیچے جھکائے، وہ ہنستے ہوئے ہاتھ سامنے کیے نفی میں ہلا رہا تھا۔

"آپ کتنا وائلڈ سوچتی ہیں ماہین۔ ایسا ویسا کچھ نہیں ہے۔"

اس نے ہنسی کے دوران جھکے سر اور اٹھیں نگاہوں کے ساتھ جس حظ اٹھاتے انداز میں کہا تھا، ساری شرم ولاج سائیڈ پر کرتے ماہین نے اسے خفگی سے گھورا تھا۔

حب ناولز

اسے سختی سے لب بھینچے خود کو تندہی سے دیکھتے پا کر اسکی ہنسی رکی، سیدھا ہو کر بیٹھا تو سرخ ہوتے چہرے پر سے صاف نظر آرہا تھا وہ زبردستی اپنی ہنسی ضبط کیے ہوئے ہے۔

"آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟"

ماہین نے جس سپاٹ سی آواز میں کہا تھا، اسکے برعکس اسکی کاجل سے سجی آنکھوں میں گہری کاٹ تھی -ہاشم سرعت سے سنبھلا۔

نئے نئے بنتے سفارتی تعلقات وہ بگاڑنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"ایسے تو مت دیکھیں اب۔ ڈرا رہی ہیں آپ مجھے۔"

آہستگی سے کہتے وہ اپنی جگہ سے اٹھا، اور اس کے ساتھ ہی ماہین کی ساری خفگی و پر اعتمادی ہرن ہوئی ،سانس روکے وہ ٹھوڑی اٹھائے اسے دیکھتی گئی۔

جو اسکے چہرے پر سنجیدہ نظریں گاڑھے، قدم قدم چلتا ہوا اسکے سامنے آن رکا، یوں کہ انکے درمیاں فاصلہ اتنا سمٹ گیا کہ ماہین کو اپنے پاؤں پیچھے لینے پڑے۔

گڑبڑا کر نظریں چراتے، ٹھوڑی جھکائی تو وہ کچھ دیر پہلے کی ماہین سے یکسر مختلف نظر آتی تھی۔ اسکے جھکے سر پر ٹھہرے آنچل کو دیکھتے ہاشم نے ہاتھ اپنے کرتے کی سائیڈ والی جیب میں ڈالا، اور جب باہر نکالا تو اس میں سلور مخملی چھوٹا سا باکس تھا۔

"یہ میری امانت آپ اپنے پاس رکھ لیں۔"

حب ناولز

اسکے چہرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا وہ اسے نظر اٹھا کر اسکے ہاتھ کی طرف دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔ وہاں اسکی چوڑی ہتھیلی پر رکھا وہ باکس اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ دیکھا تھا۔ سائز سے لگتا تھا اسکے اندر انگوٹھی ہو گی۔

"رکھ لیں۔ آپ کی ہی ہے، بس پہنانے کا وقت نہیں آیا ابھی۔"

اسے یوں ہی اپنی ہتھیلی پر رکھے اس مخملی باکس کو گھورتے دیکھ کر ہاشم کو متانت سے کہنا پڑا۔ اسکی آواز پر ماہین نے ٹھوڑی اٹھا کر اسے دیکھا یوں کہ وہ اسکے عین سامنے سر جھکائے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے کیوں دے رہے ہیں۔ اپنے پاس ہی رکھ لیں۔"

اسکے ہونٹوں سے بے اختیار پھسلا۔

ہاشم مسکرایا تھا۔ اسکی سوال کرتی آنکھوں میں جھانکتے اسکی بھوری آنکھیں بھی مسکرا اٹھی تھیں۔

"آپ کے پاس رہے گی تو مجھے تسلی رہے گی۔ اور پھر یہ آپ کو یاد دلاتی رہے گی کہ کوئی ہے جو آپکا منتظر ہے اور آپ نے اسکی طرف لوٹنے میں زیادہ دیر نہیں کرنی۔"

مسحور کن لب و لہجے میں کہے طلسماتی کلمات، وہ ساحر تھا جو اسے اپنے سحر میں باندھنے پر بضد تھا۔ دل کی تیز ہوتی دھڑکن نے چپکے سے اعتراف کیا تھا، وہ زیادہ دیر اسکے سحر سے خود کو محفوظ رکھ نہیں پائے گی۔

اسکی باتوں سے الجھتی بچ بھی نکلی، تو آنکھوں میں کہیں اپنا آپ ہار دے گی۔ اور اگر وہاں سے بھی کوئی تدبیر نکل آئی تو اس مسکراہٹ کا کیا کرے گی؟

وہ زیادہ دیر ان آنکھوں کی بولتی چمک کی تاب نہیں لا سکی تو نگاہ ہٹالی۔

آہستگی سے ہاتھ بڑھاتے اسکی ہتھیلی سے وہ باکس اٹھایا تو دل پر وہ بہت بھاری گزرا، کسی کے انتظار کا سارا بوجھ دل پر جا گرا تھا۔ وہ صحیح کہہ رہا تھا یہ امانت اسے ابھی سے یاد دہانی کرانے پر کمر کس چکی تھی۔

وہ اسکے باکس اٹھاتے ہی الٹے پاؤں دو قدم پیچھے ہو لیا تھا۔

"رات اچھی خاصی ہو گئی ہے، آپ تھکی ہوئی بھی ہوں گی۔ چینج کر کے ریسٹ کریں اب۔" فکر کی ہلکی سی آنچ لیے، اس کے کہنے پر ماہین اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

کچھ دیر بعد وہ چینج کیے، سادہ سے سیاہ و سفید پرنٹڈ شلوار قمیض میں سر پر دوپٹہ لیے باہر آئی تو وہ بیڈ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے باہر نکلتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا، مسکراتے لبوں کے باوجود اسکے چہرے پر اب تھکن دکھائی دیتی تھی۔

"آپ کو کچھ بھی چاہیے ہو تو بلا جھجھک بتائیے گا۔"

اسکے دوستانہ سے انداز میں کہنے پر وہ سر ہلاتی تذبذب کا شکار تھی۔

"آپ کون سی سائیڈ لیٹیں گی؟"

بڑا عام سا لب و لہجہ تھا، پھر بھی وہ جزبز سی ہوتی چلی گئی۔

"میں صوفے پر سو جاؤں گی۔"

صوفے کو دیکھتے وہ جتنی مری ہوئی آواز میں بولی تھی اتنی ہی ہاشم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے کسی نے کہا تھا کہ میں ایک کم ظرف انسان ہوں لیکن پھر بھی آپ مجھ پر اعتبار کر سکتی ہیں۔"

ماہین نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ کم ظرف کہا جانا تو اس کے کچھ زیادہ ہی دل پر لگا تھا، اور اگر وہ اسکے نور سے کہے خود کے بارے میں الفاظ جان لیتا، یا جن القابات سے وہ اسے نوازتی رہتی تھی وہ سب جان لے تو؟ اسکے آگے پھر چراغوں کی روشنی گل ہو جانے کا خدشہ شدید نوعیت اختیار کر گیا تھا۔

"کیا ہوا؟"

اسے یوں ہی کھڑا دیکھ کر ہاشم کو ایک بار پھر اسے ہوش کی دنیا میں لانا پڑا۔

"آپ جس بھی سائیڈ سوتے ہیں، آپ لیٹیں میں دوسری سائیڈ لے لوں گی سر۔"

اسکے تیزی سے کہنے پر وہ ایک پل کو رکا پھر سر ہلاتے بیڈ کی دائیں طرف بڑھ گیا۔

"اب آ بھی جائیں ماہین۔"

اپنی جگہ لیٹ کر لحاف سینے تک لیتے اسے دیکھا۔ وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہ سکی۔ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی آگے بڑھی۔

"لائٹس آف کر آیئے گا۔ کروٹ دوسری طرف لیتے وہ آنکھیں موند گیا تھا۔

ماہین نے لائٹس آف کیں تو کمرے میں سائیڈ لیمپس کی ہلکی سی زرد روشنی باقی رہی، باقی سارا منظر اندھیرے میں ڈوب گیا۔

وہ بستر تک آئی اپنا تکیہ تھوڑا کنارے کی طرف کھسکایا اور بالکل کنارے پر چت لیٹ گئی۔ کچھ دیر گزری تھی، ماہین نے خود کو پر سکون کرتے آنکھیں موندیں۔

"ایک بات پوچھوں؟"

اندھیرے میں اچانک سنائی دیتی اسکی آواز پر وہ دہل سی گئی۔یا اللہ۔۔۔۔ہاتھ دل پر رکھا۔

"آپ کل صبح نور کے سامنے بھی مجھے یوں ہی سر کہتی رہیں گی؟"

ہنوز دوسری طرف کروٹ لیے سوال پوچھا گیا۔ماہین نے گردن گھما کر اسکی پشت کو الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔

"تو پھر اور کیا کہوں؟"

کافی بچگانہ سا سوال تھا جو کرنے کے بعد خود ماہین کو بھی احساس ہوا تھا،روہانسی شکل لیے اس نے آنکھیں میچ لیں۔

"سب مجھے ہاشم ہی کہتے ہیں تو فی الحال آپ بھی یہی کہہ لیں۔بعد کی پھر بعد میں دیکھی جائے گی،ویسے آپ کے پاس ٹائم بھی ہے آپ کوئی دو چار اچھی سی،رومینٹک سی ٹرمز سوچ کر رکھ لیجئے گا۔"

ماہین کو یقین تھا کہتے ہوئے وہ مسکرا رہا ہو گا۔ماہین نے اسکے لفظوں میں چھپے معنی پر شرم وغصے سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ کروٹ دوسری طرف لی تھی۔سونے کی کوشش کرتے وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اسکے لطیف سے مذاق کے بعد اسکی ساری جھجک زائل ہوتی ہلکے سے غصے میں بدلتی اسکے سونے میں مددگار ثابت ہوئی تھی۔

....

اگلی صبح شرمین بمع اہل وعیال ناشتے کے ہمراہ آن وارد ہوئی تھی، صابرہ ساتھ نہیں تھیں۔ناشتہ تو دراصل صرف بہانہ تھا اصل مقصد تو ماہین کا نیا گھر دیکھنا تھا۔جب سے آذر نے آفریدی ہاؤس کی شان و شوکت بتائی تھی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کو بے تاب تھی۔

ناشتے کے بعد وہ لوگ لیونگ ایریا میں موجود تھے، آذر اور شرمین ساتھ ساتھ بیٹھے تھے، صفا اور سبحان یہاں وہاں بھاگ رہے تھے جنہیں بیچ بیچ میں شرمین بظاہر مسکراتے ہوئے دانت پیس کر منع بھی کرتی جاتی۔ہاشم کے ساتھ تھوڑے فاصلے پر ماہین بیٹھی ہوئی تھی اور اسکے آگے صوفے کی ہتھی پر نور ٹکی ہوئی تھی۔

صبح صبح ماہین کو شرمین کی کال ریسیو ہوئی تھی جو اسکے لیے حیرت کا باعث تھی، اس پر مستزاد اس نے جس شیریں لب ولہجے میں ناشتہ لانے کا عندیہ دیا تھا وہ منع کرتی رہ گئی لیکن شرمین نے اسکی پہلے کب سنی تھی جو آج سنتی۔

"آپ لوگوں نے ناحق اتنا تکلف کیا، لیکن خیر جزاک اللہ بھابھی۔آپ نے صبح صبح اتنی محنت کی۔"

ہاشم نے تشکر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو شرمین کی خوش اخلاقی اپنے عروج پر تھی۔حالاں کہ سارا ناشتہ اس نے بازار سے منگوایا تھا۔

"نہیں ہاشم بھائی تکلف کی کیا بات ہے۔یہ تو رسم ہوتی ہے۔اور ہم رسموں رواجوں کے بڑے پابند ہیں۔"

تبھی بھاگتے ہوئے صفا گرتے گرتے بچی تھی۔ماہین اپنی جگہ پر سے اٹھی تھی، شرمین نے اپنی اولاد کو غصے سے گھورا اور تیزی سے اٹھتی اسکے پاس گئی۔

"کہہ بھی رہی ہوں، آرام سے بیٹھ جاؤ۔ ابھی گر چوٹ لگوا لیتی۔"

صفا کو بازو سے پکڑ کر ہلکا سا جھنجھوڑتے اس نے ڈھیر سارا ضبط کیا تھا۔ (ایک بار گھر چلو تم دونوں۔ آج اچھے سے طبیعت سیٹ کرتی ہوں تم دونوں کی)۔

"میں انہیں اوپر لے جاتی ہوں۔ آجاؤ صفا اور سبحان۔ میں آپ دونوں کو اپنے ٹوائز دکھاتی ہوں۔"

نور اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"تم ابھی تک کھلونوں سے کھیلتی ہو؟"

شرمین نے جس حیرت بھرے انداز میں نور کو دیکھتے پوچھا تھا، اس نے بمشکل خود کو ہنسنے سے روکا تھا۔

"نہیں،۔۔جب میں چھوٹی تھی تب کے ہیں۔ لیکن سارے رکھے ہوئے ہیں ابھی بھی۔"

اسکی وضاحت پر شرمین کھسیانی سی ہنسی۔

"وہی تو میں سوچوں اتنی بڑی ہو تم، کھلونوں سے کہاں کھیلتی ہو گی۔ جاؤ آپی کے ساتھ لیکن شرارتیں مت کرنا اور نہ کوئی توڑ پھوڑ کرنی ہے۔"

نور ان دونوں کو لے کر اوپر سیڑھیوں کی طرف جانے لگی تو اپنی جگہ واپس بیٹھتے شرمین بولی۔

"لگتا ہے نور کو بچے اچھے لگتے ہیں، بے چاری ساری زندگی اکیلی رہی ہے ناں۔ چلیں اب خیر سے چھوٹے بہن بھائی ہو جائیں تو انکے ساتھ خوش رہے گی۔"

ماہین نے جزبز ہوتے شرمین کو دیکھا تھا، آذر اور ہاشم کی موجودگی میں یہ سب کہنے کی بھلا کیا تک بنتی تھی، خفت سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اس نے خواہ مخواہ ہی سر پر رکھا دوپٹہ درست کیا تھا۔ ہاشم نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

ہاشم نے جان بوجھ کر آذر سے بات کرتے موضوع بدلا تھا۔

ماہین شرمین کو لیے وہاں سے اٹھ گئی، مزید کسی گل فشانی کو سہنے سے بہتر تھا وہ اسے یہاں سے لے کر منظر سے ہٹ جاتی۔

"اپنا گھر تو دکھاؤ مجھے؟"

بلا آخر مدعا زبان پر آ ہی گیا تھا۔

ماہین نے متذبذب سے انداز میں سر اثبات میں ہلایا تھا۔ ابھی تو وہ خود نہیں دیکھ سکی تھی اسے کیا دکھاتی۔ پھر بھی اس نے اسے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق سرسری سا ایک ہوم ٹور کروایا تھا، جس سے وہ کافی مرعوب لگتی تھی

اسکے کمرے میں آ کر بلا آخر اس نے کہہ ڈالا تھا۔

"تمہاری تو بیٹھے بیٹھے لاٹری نکل آئی ہے ماہین۔ اتنا خوبصورت شوہر، اتنا بڑا گھر۔ رات کو تمہارے نکاح کے فوٹوز بھیجے تھے شہلا باجی کو میں نے۔ وہ بھی کہہ رہی تھیں، ماہین تو دولہے کے سامنے بالکل پھیکی پڑ گئی ہے۔"

اپنی بڑی بہن کا ذکر کرتے شرمین یہاں بھی زہر اگلنے سے باز نہیں آئی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی تھیں شہلا باجی، ہاشم کی پرسنلٹی کا اپنا چارم ہے۔ اب انہوں نے مجھے اپنے شریک حیات کے طور پر چنا ہے تو سوچیں میں انکی نظر میں کتنی خاص ہوں گی۔ بلکہ رکیں بھابھی میں آپ کو وہ رنگ دکھاتی ہوں جو انہوں نے مجھے گفٹ کی ہے۔ بہت مہنگی ہے ناں میں نے اتار کر سنبھال کر رکھ دی۔ انکا دیا پہلا پہلا تحفہ ہے کہیں گم جائے تو۔"

شائستہ سے انداز میں اسکے طنز کو واپس لفظوں میں لوٹاتے اس نے اپنے خوش ہونے کا جو تاثر دیا تھا بغور اسے دیکھتے شرمین کا دل گیلی لکڑی کی طرح سلگ اٹھا، چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا۔ وہ خوشی خوشی کہتی ہوئی وارڈروب کے اندر بنے سیف میں سے انگوٹھی والا باکس نکال کر لائی تھی، چہرے پر سکون بھرا تفخر، آنکھوں میں اعتماد اور ہونٹوں پر کھلتی بھلی سی مسکراہٹ۔ یہ وہ ماہین نہیں تھی یہ تو کوئی اور ہی تھی۔

بظاہر مسکرا کر لیکن دھڑکتے دل کے ساتھ ماہین نے وہ باکس آکر شرمین نے سامنے کھولا تھا، جس کے بارے میں وہ خود لاعلم تھی کہ اندر کیسی انگوٹھی ہوگی۔ لیکن نجانے کیوں اسے یقین تھا ہاشم نے دی تھی تو یقیناً خاص ہی ہوگی۔

باکس کھلا تو جہاں شرمین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، وہیں ماہین کے ہونٹ بھی مارے حیرت بھری بے یقینی کے نیم واہ ہوئے تھے۔ آنکھوں میں گہری ہوتی ستائش کے رنگ جھلملا سے اٹھے۔ وہ بالکل نازک سی پلاٹنیم گولڈ کی انگوٹھی تھی جس کے اوپر سلور ڈائمنڈ جگمگا رہا تھا۔ سادہ مگر بے حد حسین۔

"یہ ہیرے کی انگوٹھی ہے؟"

حب ناولز

شرمین کی آواز صدمے سے بیٹھ ہی گئی تھی۔ کہاں تو وہ اپنے تین دکانوں کے مالک ماموں کا رشتہ لا کر ماہین پر احسان عظیم کر رہی تھی اور کہاں یہ۔۔۔۔۔

ماہین نے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ خود ششدر سی ابھی بھی اس انگوٹھی کو گھور رہی تھی۔

ماہین نے سلور میکسی پسند کی تھی تو اس نے اسکے لیے سلور ڈائمنڈ رنگ لی تھی۔ دل موم کی بتی کی طرح پگھلتا تو نہیں تھا لیکن اس وقت پگھلنے کے درپے تھا۔

"اچھا کیا تم نے سنبھال کر رکھ دی۔ کھو وہ جائے تو۔ اتنی تو مہنگی ہے۔"

شرمین نے کہتے ہوئے جھرجھری سی لی تھی۔ لیکن وہ سن ہی کہاں رہی تھی۔ غائب دماغی سے باکس بند کرتے وہ سیف میں رکھنے کو پلٹ گئی تھی

....

ہاشم اور ماہین کے نکاح کے پانچ دن بعد یہ ایک معمول کی دوپہر تھی، گلزار کی یونیورسٹی سٹارٹ ہو چکی تھی اور التمش بھی آفس گیا ہوا تھا۔ مشال سست روی سے لیونگ ایریا کے صوفے پر بیٹھی تھی، ہاتھ میں عزیر کے دیے جرنلز میں سے ایک تھا، ساتھ موبائل رکھا تھا۔ جہاں کچھ سمجھ نہیں لگتی وہ گوگل کر لیتی۔ یہ بھی ایک اچھا مشغلہ تھا۔ وقت اچھا بیت جاتا تھا۔

ڈور بیل پر وہ چونک کر اٹھی۔ اس وقت کون ہو سکتا تھا۔ دروازہ کھولا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ سامنے عطیہ کھڑی تھیں، وہ اسکی شادی کے بعد پہلی بار اوپر آئی تھیں، مشال کا حیران ہونا بنتا تھا۔ سلام اور حال احوال دریافت کرنے کے بعد اس نے انہیں اندر آنے کا پوچھا تھا۔

"اندر آئیں ناں پلیز۔"

انکی آمد پر نجانے کیوں وہ خوش ہوئی تھی، شاید اکیلے رہ رہ کر کسی کی آمد اسکے لیے خوش گواریت کا باعث بن گئی تھی۔

"نہیں اندر نہیں آسکتی۔ تم سے ایک فیور چاہیے تھی اگر تم برا نہ مانو تو۔۔۔"

وہ مسکرا کر رسان سے منع کر گئیں۔

"کہیں بھابھی۔" مشال کے پر خلوص سے انداز پر عطیہ ذرا توقف کی رکی، جیسے اپنا مدعا بیان کرنے کو مناسب الفاظ تلاش کیے ہوں

"میری کچھ فرینڈز اچانک سے آگئی ہیں، لنچ ٹائم ہونے والا ہے تو وہ کھانا کھا کر ہی جائیں گی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آج میری ہیلپر چھٹی پر ہے۔ اور میں ککنگ میں اتنی ایکسپرٹ نہیں ہوں کہ انکے لیے ایک اچھی سی دعوت کا اہتمام کر سکوں۔"

اسکی تمہید مشال بغور سنتی جا رہی تھی۔

"تو کیا پلیز تم میری ہیلپ کر دو گی، اس دن تمہاری بریانی کی عزیر بہت تعریف کر رہے تھے۔ میں ریسٹورنٹ سے ہوم ڈیلیوری بھی کروا لوں لیکن میری فرینڈز کو ہوم میڈ کھانا ہے تو۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رکیں۔ مشال کو ان پر ترس سا آیا۔ بے چاری کتنا بزی شیڈول ہوتا ہے انکا، اچھے کھانا بنانے کے لیے کہاں وقت بچتا ہے انکے پاس۔ کتنی پریشان تھیں وہ اس وقت۔

"ٹھیک ہے میں بنا دیتی ہوں۔" اسکے ہامی بھرنے کی دیر تھی عطیہ نے سکون کا سانس لیا تھا جیسے۔

"او... تھینک یو سو مچ مشال۔ پلیز جلدی سے آجاؤ، وقت بہت کم ہے ہمارے پاس۔"

اسکے سرہاں میں ہلانے پر عطیہ شکر گزار ہوتیں کہہ کر پلٹ گئیں۔

انکے جانے کے بعد وہ ایک پل کے لیے سوچ میں پڑی، التمش نے منع کیا تھا، وہ جائے گی تو وہ خفا ہو گا ۔پھر سر جھٹک کر باہر نکلتی سیڑھیاں اترنے لگی۔وہ کون سا گھر پر تھا جو اسے پتہ چلتا۔اب عطیہ خود اتنی امید لے کر مدد مانگنے آئیں تھیں وہ اتنی بے مروت کیسے ہو سکتی تھی کہ انکار کر دیتی؟ بس وہ جائے گی ، کھانا بنا کر واپس آجائے گی، التمش کو نہیں بتائے گی تو نہ اسے پتہ چلے گا اور نہ ہی وہ خفا ہو گا۔

وہ نیچے آئی تو ڈرائنگ روم کے آدھ کھلے دروازے کے پار سے بے فکری سے باتیں کرتیں، قہقہہ لگاتیں نسوانی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔

عطیہ نے اسے آتا دیکھ لیا تھا، وہ سرعت سے باہر نکلی۔اور اسے ساتھ لیے کچن میں آگئی۔

"میں نے سارا سامان نکال دیا ہے مشال۔ تم دیکھ لو کچھ اور چاہیے ہو اور نہ ملا تو مجھے آواز دے دینا ۔دراصل میں تمہاری ہیلپ ضرور کرواتی۔۔۔ لیکن مہمانوں کو اکیلا چھوڑ کر میں کاموں میں لگ جاؤں یہ بھی تو غیر اخلاقی حرکت ہے ناں۔"

گولڈن ڈائی کیے سٹیپ کٹنگ بال کھلے ہوئے تھے، ہلکا سا نیچرل لک میک اپ اور سٹائلش سا لان کا برانڈڈ سوٹ پہنے وہ بے بسی کا اظہار کرتیں بولیں تو مشال نے انہیں تسلی دی۔

کوئی بات نہیں بھابھی آپ مہمانوں کو کمپنی دیں میں مینج کر لوں گی۔"

اس نے بے لوث سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو اسکے صاف ستھرے پر کشش چہرے کو دیکھتے عطیہ بناوٹی سی مسکرائی۔

"سو نائیس آف یو۔۔۔"

وہ اسے دو تین ڈشز کا کہتیں خود وہاں سے نکل گئیں۔

مشال نے آستینیں ذرا سی اوپر کرتے، سر پر کیا گلابی آنچل ٹھیک کیا، اور سامان دیکھنے لگی۔

سب سے پہلے اس نے فروٹ ٹرائفل بنایا تھا، اسکے بعد ایک طرف چکن قورمہ اور دوسری طرف بریانی کے لیے چاول بوائل ہونے کو رکھے تھے۔

اس دوران عطیہ ایک بار آئیں تھیں کچن میں دیکھ بھال کر دوبارہ چلی گئیں۔

اور یہ وہ وقت تھا جب اوپر والے پورشن کا دروازہ کھلا تھا اور التمش اندر داخل ہوا تھا۔ خلاف معمول آج وہ جلدی آگیا تھا۔ وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی، ایک دو آوازیں بھی دیں مگر جواب ندارد ۔جیب میں سے موبائل نکال کر کال کی تو اسکا موبائل لیونگ ایریا میں صوفے پر رکھے جرنل کے نیچے سے بجا تھا۔

اسکا پھر ایک ہی مطلب تھا، ایک گہری سانس لے کر تاسف سے سر کو جھٹکتے اسکے چہرے پر تناؤ کی سی کیفیت در آئی۔ وہ باہر نکلا، دو دو سیڑھیاں پھلانگتے نیچے آیا۔ نیچے والے پورشن کا دروازہ کھلا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی دہلیز پر رک گیا۔ آٹھ سال ہو گئے تھے یہ دہلیز پار کیے، فاصلہ جب سالوں پر محیط ہو تو لمحوں میں پاٹنا مشکل ہو جاتا ہے، ایک جھجک سی تھی جو اسکی راہ میں حائل ہوتی قدموں کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔

"مشال؟"

وہیں کھڑے اس نے اونچی آواز میں پکارا تھا۔ کچن میں کھڑی قورمے کے اوپر ہرے مصالحے ڈالتے مشال کا ہاتھ بری طرح سے کانپا تھا۔ وہ چونکتی ہوئی پلٹی کچن کے دروازے سے باہر جھانکا، وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر آواز اسی کی تھی۔ اپنے نام کی دوسری پکار پر اسکا دل زور سے دھڑکا۔ پہلی بار کی چوری اور وہ بھی پکڑی گئی۔ اب وہ باہر کیسے جائے گی؟ اسکے چہرے کی رنگت فق پڑنے لگی۔

ڈرائنگ روم سے عطیہ باہر نکلیں، راہ داری میں سے جھانکا تو دروازے کے بیچ و بیچ دو قدم باہر وہ کھڑا نظر آیا۔ ہمیشہ کی طرح سنجیدہ، اور سپاٹ چہرہ لیے۔ عطیہ کو دیکھ کر ہی کوفت سی ہونے لگی۔ مہمانوں کے سامنے نیا تماشا لگنے کا خدشہ بھی دل میں سر اٹھانے لگا۔

"مشال یہیں ہے؟"

انہیں دیکھ کر سوال کی نوعیت وہی رہی البتہ الفاظ بدل گئے تھے۔ عطیہ نے بمشکل چہرے کے تاثرات نارمل کرتے اسکی طرف قدم لیے، اس وقت کوئی ہنگامہ وہ افورڈ نہیں کر سکتیں تھیں۔

"ہاں یہیں ہے۔"

عطیہ کا جواب دیتے لٹھ مار سا انداز تھا، التمش انہیں سنجیدہ نظروں سے دیکھتا سرعت سے بولا۔

"آپ بلا دیں۔"

اسکی آواز خطرناک حد تک بے تاثر تھی، عطیہ نے بے اختیار غیر محسوس انداز میں جھرجھری سی لی۔

"وہ آجائے گی۔ تم اوپر چلو میں اسے بھیجتی ہوں۔"

عطیہ نے جان چھڑانی چاہی تھی، آواز آپ ہی آپ پست ہوتی گئی۔ لیکن وہ وہیں جم کر کھڑا رہا۔ عطیہ اور اتنا مصالحت آمیز لب ولہجہ۔

"وہ باہر کیوں نہیں آرہی میں اتنی دیر سے آوازیں دے رہا ہوں۔"

مشکوک نظروں کے ریڈار پر عطیہ کو رکھے وہ ایک لمحے کے لیے رکا، پھر تیزی سے اندر کی جانب بڑھا ۔عطیہ اسے روکتیں بھی تو کیسے؟ چہرے پر پریشانی اور ماتھے پر بل لیے وہ اسکے پیچھے پیچھے تھیں۔ چلتے چلتے التمش نے لیونگ ایریا میں نگاہ دوڑائی وہ کہیں نہیں تھی، ایسے ہی اطراف میں دیکھتے کچن کے دروازے کے اس پار اسکی طرف پشت کیے کھڑے وجود پر نظر رکی، آف وائٹ شلوار قمیض اور پنک دوپٹہ۔ماتھے کی شکنیں گہری ہوئیں، وہ تیزی سے آگے بڑھا۔کچن میں داخل ہوا اور اسکے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اڑی رنگت کے ساتھ اسے اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر مشال کے ماتھے پر پسینے کی ٹھنڈی بوندیں نمودار ہوتی چلی گئیں۔ آنکھوں میں ہراسگی لیے وہ اسے دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پر انتہا کی سنجیدگی اور سیاہ آنکھوں سے برہمی ٹپک رہی تھی۔ اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی آج سے پہلے اس نے التمش کو ایسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یا پھر یہ وہ التمش ہی نہیں تھا جسے وہ اب تک جانتی تھی۔

التمش نے ایک نظر کوکنگ رینج پر ڈالی، وہاں دم پر رکھا دیگچا اسکا منہ چڑا رہا تھا۔اندر اٹھتے غصے کے ابال کو دباتے مشال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں قدرے سختی سے لیا، تو وہ ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ نظر انداز کر گیا۔

اسے لے کر آگے بڑھا تو عطیہ دروازے پر کھڑیں نظر آئیں۔ایک گہری کاٹ دار نظر ان پر ڈالی تو وہ نظریں چرا گئیں۔

اسکے پاس سے شانہ کترا کر باہر نکلا تو پیچھے وہ بھی چلی گئی۔

عطیہ کے سامنے التمش کے اس رویے سے سبکی کے باعث چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔ آنکھوں میں پانی سا جمع ہوتا سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا، اسے آنکھوں کی ضرورت ہی کب تھی جب دنیا کو دیکھنا اس نے التمش کی نگاہوں سے تھا۔ یہی تو چاہتا تھا وہ۔

دل میں اسکے لیے پہلی گرہ پڑی۔ لیکن اسے فرق نہیں پڑا۔ وہ اسکے ساتھ ایسے ہی سیڑھیاں چڑھتی گئی ۔ اوپر اپنے پورشن میں آکر اسے اندر کرتے پیچھے التمش نے جس زوردار ٹھاہ کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا تھا۔ مشال نے بمشکل حلق میں اٹد آتی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔

اپنے سامنے کھڑی مشال کو کندھوں سے تھام کر رخ اپنی طرف کیے وہ وہیں دروازے کے پاس کھڑا تھا ۔ وہ ایک جھٹکے سے اسکی طرف گھومی تھی۔

"منع کیا تھا میں نے تمہیں نیچے جانے سے؟ اور تم کیا کرتی پھر رہی ہو؟ اب انکا کچن بھی تم سنبھالو گی ہاں؟"

اسکی آواز کی کاٹ، لہجے کی گھرک۔ اور اپنے شانوں پر کھبتی اسکی انگلیوں کا لمس۔ اسکی اتنے میں ہی بس ہوگئی تھی، چہرہ اور آنکھیں دیکھ لیتی تو۔۔۔

آنسو ٹوٹ کر گالوں پر بہنے لگے۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں مشال جواب دو۔ یوں چپ رہ کر مجھے اور غصہ مت دلاؤ۔"

اسکی آواز ذرا اور تیز ہوئی تھی، مشال نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کیں۔ پہلی بار اسے التمش سے بے انتہا ڈر محسوس ہوا تھا۔

"انکے گیسٹ آگئے تھے، ہیلپر چھٹی پر تھی اور انہوں نے کہا انہیں کھانا بنانا نہیں آتا، وہ خود آئیں تھیں ہیلپ مانگنے۔۔۔" گلے سے پھنسی پھنسی آواز بمشکل نکلی تھی۔ ورنہ اسے ڈر تھا کہیں وہ اسے ایک آدھ تھپڑ ہی نہ جڑ دے۔ گردن کی تنی رگ کے ساتھ ہونٹ بھینچے متاسف نظروں سے اسے گھورتے التمش نے سر نفی میں ہلایا۔ اسکی کم عقلی پر وہ ماتم ہی کر سکتا تھا اس وقت۔

"انکے گیسٹ آئے تھے تو وہ کرتیں نا مہمان نوازیاں۔ تم کیوں خدمت خلق کا علم بلند کرنے چل پڑی، تمہیں انہوں نے اتنی ہی اہمیت دی جتنی انکی ملازمہ کی ہے اور تم اتنے میں ہی خوشی خوشی چل دی۔ میرے کہیں بار منع کرنے کے باوجود بھی۔ مطلب تمہاری نظر میں میری کہی بات کی اہمیت صفر ہے۔ یہی ثابت کرنا چاہتی تھی نا تم؟"

وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا، چہرے پر سختی لیے آنکھوں سے تپش لپک رہی تھی، گردن اور کان الگ غصے سے سرخ پڑ رہے تھے۔

مشال نے ایک بار بھی سر اٹھانے کی جرات نہیں کی تھی، آنسو تواتر سے گالوں کو بھگو رہے تھے، اور وہ جو اسکی آنکھ کی ہلکی سی نمی پر بے آرام ہونے لگتا تھا اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ اسے وہ دکھائی بھی نہیں دے رہے تھے۔

"تمہاری کوئی سیلف ریسپیکٹ ہے کہ نہیں۔ وہ خود وہاں اے سی میں بیٹھیں اپنے مہمانوں کے ساتھ گپیں لگا رہی تھیں اور تم کچن میں پسینہ پسینہ ہوئی کھانے بنا رہی تھی۔ انہوں نے تمہیں ڈی گریڈ کیا اور تم نے انہیں ایسا کرنے دیا۔ تم۔۔۔ تم اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی ہو مشال؟ اپنی نہیں کم از کم میری عزت کا تو خیال کرتی تم۔"

بہت سارا ضبط کرنے کے باوجود وہ ضبط نہیں کر پارہا تھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ کچھ کر گزرتا ۔مشال نے بمشکل آنسوؤں کے بیچ کچھ کہنا چاہا۔

"وہ خود ہیلپ مانگنے آئیں تھیں۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔" درشتگی سے اسکی بات کاٹی تو وہ سسکی لیتی ہونٹوں کو باہم بھینچ گئی۔التمش نے تندوتیز آخری نگاہ اسکے سرخ پڑتے بھیگے چہرے پر ڈالی۔پھر اپنے ہاتھ اسکے شانوں پر سے ہٹاتے پیچھے لے لیے ۔

"ایک لفظ نہیں بولنا تم نے اب۔اپنے کمرے میں جاؤ۔"

بے گانگی کی انتہا کرتے وہ اسے دوسروں لفظوں میں اپنی نظروں سے پرے ہونے کا کہہ رہا تھا۔اتنی بے عزتی، اتنی بے رخی؟رونے کی شدت میں اضافہ ہوا تو اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیوں کو روکا،اسکے لیے مزید وہاں رکنا محال ہوا تو وہ تیزی سے پلٹتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

اسے جاتے دیکھ کر التمش نے خفگی سے بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔

....

نورا بھی ابھی یونیورسٹی سے واپس آئی تھی،فریش ہو کر چینج کرتے کمرے سے باہر آئی،اور کچن کی راہ لی۔بہت زوروں کی بھوک لگی ہوئی تھی۔کچن میں داخل ہوئی تو رحمت بوا کے بجائے ماہین کو وہاں پایا جو اسکے لیے تازہ روٹی بنارہی تھی۔

"ماہی۔۔۔آپ کیوں کر رہی ہیں،بوا بنادیتیں یا میں خود بنالیتی۔"

"کچھ نہیں ہوتا نور۔ ویسے بھی پورا دن فارغ رہ رہ کر میں بھی اکتا جاتی ہوں۔"

اسے دیکھتے ہوئے وہ مسکرائی۔ نور وہیں اسکے پاس کاؤنٹر سے ٹیک لگائے سینے پر بازو باندھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"پورا دن فری رہنا مشکل تو ہو جاتا ہے۔ آپ ابی کے ساتھ دوبارہ اسٹور کیوں نہیں جوائن کر لیتیں۔ ابی کے آفس میں بیٹھیے گا مزے سے اور سب کے ساتھ ساتھ ابی پر بھی آرڈر چلائیے گا۔"

وہ شرارت بھرے انداز میں آنکھیں گھماتی بولی۔ ماہین سر جھٹک کر ہنستے روٹی توے پر ڈالنے لگی۔

"نہیں یار میں گھر پر ہی خوش ہوں۔ رحمت بوا ہوتی ہیں سارا دن ساتھ، افسانہ سے بھی اچھی کمپنی مل جاتی ہے دن گزر جاتا ہے۔"

"رحمت بوا تو اب بس پشاور بھاگنے کے چکروں میں رہتی ہیں۔ وہ چلی جائیں گی تو میں انہیں بہت مس کروں گی۔"

نور اچانک سے ہی اس ذکر پر اداس ہونے لگی تھی، آج کل گھر میں یہی بحث زیر غور تھی۔ پرسوں رحمت بوا کا بیٹا آ رہا تھا انہیں لے جانے کے لیے۔

"سو تو ہے۔ تم نے ایک لمبا عرصہ انکے ساتھ گزارہ ہے تمہارا انہیں مس کرنا بنتا ہے۔ لیکن یہ بھی تو سوچو انہوں نے بھی ایک عمر اپنے بچوں سے دور گزاری ہے۔ کچھ وقت انہیں بھی انکے ساتھ گزارنے کا موقع ملنا چاہئے ناں۔ اور وہ کہہ تو رہیں ہیں آتیں جاتیں رہا کریں گی۔ آج بھی پورا دن وہ تمہارے لیے اداس رہیں ہیں، کچھ دیر پہلے بڑی مشکل سے انہیں آرام کرنے کے لیے بھیجا ہے میں نے۔ اب جب وہ اٹھیں تو ان سے اچھے سے خوشی خوشی ملنا۔"

روٹی سینکتے ہوئے وہ ساتھ میں نرمی سے اسے سمجھا بھی رہی تھی۔ نور نے مسکرا کر اسکی بات سمجھتے سر اثبات میں ہلایا۔

"واہ ماہی! آپ کی چپاتی تو بہت اچھی بنی ہے، لگتا ہے کوکنگ ایکسپرٹ ہیں آپ۔"

اس نے صاف گوئی سے اسکی بنائی روٹی کی تعریف کی تھی۔

"سالن بھی میں نے بنایا ہے ٹیسٹ کر لو پھر بتانا کوکنگ ایکسپرٹ ہوں یا نہیں۔"

اسکے لیے پلیٹ میں سالن نکالا، ساتھ میں سلاد رکھتے اسکے سامنے کاؤنٹر پر کھانا رکھا۔

"یہاں گرمی ہے۔ باہر بیٹھو گی؟"

وہ اب اسکے لیے فریج میں سے پانی کی بوتل نکال رہی تھی۔

"نہیں یہیں آپ کے پاس بیٹھوں گی۔" نور دیوار کے ساتھ لگا سٹول کھینچ کر آگے لاتی اس پر بیٹھی تھی

۔

"اٹس یمی ماہی۔" پہلے نوالے کے ساتھ ہی اس نے کہا تھا۔

ماہین سنک کے سامنے کھڑی ہاتھ دھوتے اسکی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ اسکے سر پر سے دوپٹہ سرکا۔ اور پشت پر جھولتی بالوں کی چوٹی دیکھ کر منہ میں دوسرا نوالا رکھتی نور کی آنکھوں میں ستائش جاگی۔

"آپ کے بال کتنے پیارے ہیں۔۔۔ لمبے اور گھنے۔"

اور کچن ٹاول سے ہاتھ خشک کرتی ماہین کو بے اختیار کل صبح کا منظر یاد آیا تھا۔

وہ کمرے میں اکیلی تھی، ہاشم جاگنگ کے لیے گیا ہوا تھا اور وہ اپنی ہی دھن میں آئینے کے سامنے بیٹھی ٹاول میں لپٹے گیلے بالوں کو کھول، دائیں شانے پر سے آگے کو کرتی برش کر رہی تھی۔ اور وہ اتنی مگن تھی کہ کب دروازہ کھلا اور ہاشم اندر آیا اسے پتہ بھی نہیں چلا۔

بلیک ٹراوزر ٹی شرٹ میں پسینے سے ماتھے پر چپکے بالوں کے ساتھ وہ جہاں تھا وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ نگاہیں سامنے کے منظر میں الجھ گئیں۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سٹول پر بیٹھی تھی، بال آگے کیے جھکی آنکھوں کے ساتھ برش کرتے ارد گرد سے بے نیاز۔ مبہوت سے کھڑے ہاشم کی گردن کی ہڈی ڈوب کر ابھری تھی۔ کھوئے کھوئے سے انداز میں وہ آگے بڑھا، اسکے عین پیچھے دو قدم کے فاصلے پر رکا۔

"آپ کے بال بہت خوب صورت ہیں۔"

اچانک سے ابھرتی اسکی گھمبیر آواز پر ماہین بری طرح چونکی، ہاتھ سے برش چھوٹ کر نیچے گرا اور نگاہیں آئینے میں دیکھتے اوپر اٹھیں۔

وہ اسکے پیچھے کھڑا، اسے ہی دیکھ رہا تھا، بلکہ نہیں اسکی نگاہیں اسکے بالوں میں کہیں الجھی ہوئیں تھیں۔

ماہین نے جز بز ہوتے گردن گھما کر بیڈ کی جانب دیکھا، اسکا دوپٹہ وہاں رکھا تھا۔ اسکے حرکت کرنے پر ہاشم کے بھی حواس جیسے بحال ہوئے تھے۔ نگاہ اسکی نظروں کے تعاقب میں گئی، وہ آگے بڑھا، بستر پر سے اسکا دوپٹہ اٹھایا، اور وہیں کھڑے کھڑے ہاتھ لمبا کرتے اسکی طرف بڑھایا۔ ماہین نے بیٹھے ہوئے ہی اسکے ہاتھ سے دوپٹہ لیا تھا۔ آدھے الجھے آدھے سلجھے بالوں کو پیچھے کرتے دوپٹہ کھول کر لیا۔ جھک کر برش اٹھایا۔

"کیا میں غلط وقت پر آگیا ہوں؟"

وہ بستر کے پیرہانے پر بیٹھا جھک کر جوگرز کے تسمے کھول رہا تھا۔ ماہین نے آئینے میں ابھرتا اسکا عکس دیکھا، وہ اب اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"میں نے ایسا کب کہا؟"

وہ متعجب نظروں سے اسے آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

تبھی ہاشم کی نظریں بھی اسکی جانب متوجہ ہوئی تھیں، براہ راست نہیں، آئینے میں سیاہ کانچ بھورے کانچ سے ٹکرائے تھے۔

"سارا رونا ہی تو یہی ہے ماہین۔ آپ کچھ کہتی ہی نہیں ہیں۔"

کندھے اچکا کر سیدھا ہوتا وہ مسکرایا، وہ سمجھ نہیں پائی وہ شکوہ کر رہا تھا یا مذاق؟ کچھ دیر وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی رہی، پھر نگاہوں کے اس کھیل میں سیاہ نینوں نے جلدی ہار مان لی۔ نگاہ چراتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

ہاشم بھی ساتھ ہی اٹھا تھا، جوگرز ہاتھ میں لیے شوز ریک تک گیا، وہاں سے سلیپرز نکالتے پاؤں میں ڈالے۔

"میں آپ کے لیے کپڑے نکال دوں۔۔۔"

وہ پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی وہ سمجھ نہیں پایا۔ لیکن جو بھی تھا بہت پیارا سا انداز تھا۔ وہ وہیں رکا اسکی کاروائی دیکھ رہا تھا، جو اب وارڈروب کھولے کھڑی تھی۔ سر پر سے آنچل پھسل گیا تھا اور وہ بے خبر سی

حب ناولز

ایک بازو پر براؤن ڈریس پینٹ کوٹ ڈالے، وارڈروب میں لگی اسکی شرٹس میں کہیں الجھی کھڑی تھی

۔

"شام تک ڈیسائیڈ کر لیں گی ناں آپ؟" اسکے اچانک کہنے پر ماہین نے چہرہ گھما کر اسے ہونق نظروں سے دیکھا۔

"نہیں مجھے کوئی ایشو نہیں ہے۔ میں بہت آرام سے کھڑا رہ سکتا ہوں، دیکھنے کے لیے اچھا منظر بھی میسر ہے۔"

اسکی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہونٹوں پر کھلتی مسکراہٹ گہری ہوئی ماہین نے خفیف سی نظروں سے اسے گھورا، بنا اس پر سے نظریں ہٹائے جو شرٹ ہاتھ آئی کھینچ کر نکالی۔

زور سے پٹ بند کرتے اسکے پاس آئی اور اسکا سامان اسکے حوالے کیا، سر کو شکریہ کے سے انداز میں خم دیتے وہ واش روم کے دروازے کے پیچھے غائب ہوا تھا، اسکے منظر سے ہٹتے ہی ماہین کے چہرے کے رنگ بھی بدلے، وہ جلدی سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکر کھڑی ہوئی دوپٹہ اتارتے سٹول پر رکھا اور تیزی سے بالوں میں برش کرنے لگی۔ بال سلجھا کر پیچھے کیے پھر آئینے کی طرف پشت کیے گردن گھما کر کمر ڈھکے سیاہ بالوں کو تنقیدی نظروں سے جانچا۔ کافی عرصے بعد اسے اپنے بال اچھے لگے تھے اسکے چہرے پر اطمینان اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"میں کیا کہہ رہی ہوں ماہی اور آپ کہاں کھوئی ہوئی ہیں۔۔۔"

نور نے اسکے سامنے آکر چٹکی بجائی تھی، وہ آنکھیں جھپک کر غائب دماغی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟"

وہ کھانا کھا چکی تھی اور اب اسکے سامنے کھڑی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔میں چائے بنانے کا سوچ رہی تھی۔تم پیو گی۔"

زیرلب مسکراہٹ دبائے، ماہین نے اسکا گال نرمی سے کھینچا، پھر اسکے سامنے سے ہٹ گئی۔

"ویسے تو میں اس وقت چائے پیتی نہیں ہوں۔لیکن آپ بنا رہی ہیں تو تھوڑی سی پی لوں گی۔"

اس نے شانے اچکائے۔ماہین سر اثبات میں ہلاتی فریج کی طرف بڑھی۔

"یونیورسٹی میں دن کیسا رہا؟"

اسکے سوال کرنے پر نور بتانے لگی اور وہ پوری توجہ سے اسے سنتے ساتھ چائے بنا رہی تھی۔

....

وہ کتنی دیر سے وہیں لیونگ ایریا میں بیٹھا تھا، اس نے ابھی تک چینج بھی نہیں کیا تھا۔صوفے پر نیم دراز سا بیٹھا، نگاہیں ٹی وی سکرین پر جمی تھیں جہاں فٹ بال میچ چل رہا تھا۔اور اسکی ذہنی خلشار کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا تھا کہ اتنی دیر سے بغور سکرین دیکھتے وہ یہ تک جاننے سے قاصر تھا کہ کن دو ٹیموں کا میچ چل رہا ہے۔

کپڑے چینج کرتے گیلے چہرے کے ساتھ گلزار کچن میں آیا، دروازے سے گردن باہر نکال کر اسے دیکھا جس کا وہاں سے نیم رخ دکھائی دیتا تھا۔

"آپ آج جلدی واپس آگئے؟"

اس نے نارمل سے انداز میں استفار کیا۔

"غلطی ہو گئی ہے۔ تم کہو تو واپس چلا جاؤں؟"

اسکے سنجیدہ سے لب و لہجے میں گہری کاٹ تھی۔ گلزار نے ابرو اچکا کر ہونٹ سیٹی کے سے انداز میں گول کیے۔

"اتنے خوش مزاج کیوں ہو رہے ہیں۔ آفس میں کسی سے جھگڑ کر آئیں ہیں؟"

"میرا دماغ مت کھاؤ گلزار۔ کھانا کھاؤ۔"

بنا نظریں سکرین سے ہٹائے وہ بے زاری سے بولا تھا۔

"وہی کھانے لگا ہوں، آپکا دماغ کھانے لائق تھوڑی نہ ہے۔" بنا اثر لیے وہ بولا۔ پھر پلٹتے ہوئے رکا۔

"ویسے بھابھی کہاں ہیں؟"

وہ سرعت سے اسکی طرف گردن گھمائے، اسے تپتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟ اب تم اپنے لیے کھانا بھی نہیں نکال سکتے۔ یہ بھی میری بیوی آکر کر کے دے تمہیں۔"

اسکے طنز بھرے انداز میں کہنے پر گلزار نے گہرا سانس بھرا۔ پھر سر کو جھٹکا۔

"ٹھنڈا پانی لا دوں؟ بلکہ نہیں۔۔۔۔ صرف پانی پینے سے کچھ نہیں ہو گا۔ ایسے کریں ٹھنڈے پانی سے شاور لے لیں افاقہ ہو گا۔"

اپنا نایاب مشورہ دے کر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ التمش اسکے منظر سے ہٹنے کے بعد بھی کتنی دیر تک خالی دروازے کو گھورتا رہا۔ پھر سیدھا ہوا، چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے بالوں میں ہاتھ چلایا۔ اور گردن گھما کر اپنے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔

حب ناولز

وہ اسے ڈانٹ تو گیا تھا، لیکن کچھ ہی دیر بعد احساس ہوا تھا وہ کچھ زیادہ سخت رویہ اپنا گیا تھا۔ اس نے جب نیچے کچن میں اسکا ہاتھ تھاما تھا تو وہ ٹھنڈا پڑ رہا تھا، یقیناً وہ پہلے ہی سے خوف زدہ ہوئی ہوگی اوپر سے اس نے اسے اتنا غصہ کیا تھا، وہ رو رہی تھی لیکن اس نے ان بہتے آنسوؤں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ مشال پر غصہ ختم ہوا تو خود پر آنے لگا تھا۔ ٹی وی بند کرتے وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ قدم آگے بڑھائے ،دروازے کی ناپ گھمائے ذرا سا دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں گھٹنے سینے سے جوڑے انکے گرد بازو لپیٹے۔

دروازہ کھلنے پر سر اٹھا کر اس جانب دیکھا، التمش پر نگاہ پڑی، آنکھوں میں بیک وقت کہیں احساسات امڈ آئے، غم، غصہ، صدمہ، شکایت اور سب سے بڑھ کر بے یقینی۔ جیسے وہ ابھی بھی کچھ دیر پہلے کے اسکے رویے کو قبول نہ کر پا رہی ہو۔ اسکے باوجود اس نے جانچتی نظروں سے اسکا چہرہ دیکھا تھا، وہاں اب غصہ نہیں تھا نہ وہ ڈرا دینے والی سنجیدگی تھی۔ بلکہ ندامت اور متانت کا ملا جلا سا امتزاج ٹھہرا ہوا تھا۔

مشال نے سرعت سے نگاہیں پھیر لیں تھیں۔ التمش بغور اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا، جو اب بھی گلابی گلابی سا ہو رہا تھا، صد شکر کہ وہ اب رو نہیں رہی تھی۔

ایک گہرا سانس لیتے تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے وہ دروازہ بند کرتے آگے بڑھا۔

اسکے قریب آ کر رکا تو مشال نے چہرہ دوسری سمت کر لیا۔ ناراضگی کا معصوم سا اظہار۔ التمش کی ساری خفگی ہوا ہوتی چلی گئی۔

انگشت شہادت الٹی کیے اسکے شانے پر ناک کیا۔ وہ پھر بھی یوں ہی بیٹھی رہی۔

"ناراض ہو؟"

حب ناولز

کمال معصومیت سے پوچھا گیا تھا، مشال جو کچھ دیر پہلے ہی رونے کا پروگرام ترک کیے بیٹھی تھی ،احساسات کی زمین پھر سے دھواں دھواں ہونے لگی تھی۔ آنکھوں میں نمی سی بننے لگی۔

"مجھے آپ سے شادی ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔"

رخ دوسری طرف کیے اس نے جس خفگی وافسوس بھرے انداز میں کہا تھا۔ التمش نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ٹھیک ہے اس نے اسے ڈانٹ دیا تھا مگر پھر بھی وہ ایسے کیسے کہہ سکتی تھی؟

".You are lucky , you got me girl

اسکے الفاظ پر مشال نے ایک جھٹکے سے تھوڑی اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ٹھہرا پانی جامد ہوا اور اسکی سطح پر غصہ تیرنے لگا۔

"چپ کر جائیں۔ بڑے کوئی جل پرے ہیں نا آپ؟ او نہوں لکی؟"

وہ پہلی بار ایسے بولی تھی، التمش کی آنکھیں تحیر کے مارے بڑی ہوئیں اور ہونٹ نیم وا، اپنی جگہ وہ بالکل شاکڈ کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

"پتہ نہیں میرے گھر والوں کو آپ میں کیا نظر آیا جو میری شادی آپ سے کر دی۔"

اسکی آنکھوں میں دیکھتے، اپنے ایموشنل بریک ڈاؤن میں جس بہادری کا وہ مظاہرہ کر چکی تھی یقیناً ابھی وہ خود اس سے واقف نہیں تھی۔ اور التمش جو ابھی پہلے صدمے سے ہی نہیں سنبھل پایا تھا اس انکشاف پر تو وہ چونکنے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہا تھا۔

حب ناولز

مشال کے رونے کا سلسلہ وہیں سے بحال ہوا تھا جہاں اس نے منقطع کیا تھا۔ سر نیچے جھکائے وہ کچھ اور روانی سے روتی ساتھ بولے جا رہی تھی۔

"اتنی خوش تھی میں اپنے گھر، دادی اتنا پیار کرتی تھیں مجھ سے، ابو میری ہر بات مانتے تھے، آپی مجھے کسی بات سے منع نہیں کرتی تھی اور ارحم وہ میری ساری ڈانٹ سنتا تھا۔ اور تو اور میرا یونیورسٹی ایڈمشن بھی ہونے والا تھا۔"

وہ اپنے سہانے ماضی کو یاد کرتے ساتھ سوں سوں بھی کر رہی تھی، اسکا چہرہ جھکا ہوا تھا جس پر سے بہتے آنسو اب اسکی گود میں دھرے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

التمش اپنے حواس میں واپس لوٹا۔ دو قدم آگے لیے جھک کر سائیڈ ٹیبل پر سے ٹشو باکس اٹھاتا اسکے سامنے بیڈ پر ٹک گیا، اس طرح کہ اسکا ایک گھٹنہ مڑا ہوا تھا اور وہ عین اسکے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکی گود میں ٹشو باکس دھرا تھا جس میں سے ایک ساتھ تین چار ٹشو نکال کر اس نے مشال کے چہرے کے سامنے کیے تھے۔ اس نے بھی بنا کسی تردد کے اسکے ہاتھ سے ٹشو لیتے اپنے آنسو صاف کیے اور پھر ناک سکوڑی۔ مگر باتوں کا سلسلہ ابھی تھما نہیں تھا وہ اپنی ہی رو میں بولے جا رہی تھی۔

"پھر پتہ نہیں کہاں سے آپ آگئے۔ اور میرے آگے پیچھے، دائیں بائیں، زمین آسمان بس التمش ہی التمش رہ گیا۔ یہ کرو، یہ نہ کرو، یہ کیوں کیا؟ یہ کیوں نہیں کیا؟ اس سے ملو، اس سے نہ ملو، یہاں بیٹھو، وہاں نہ جاؤ۔ اور ایک دن آئے گا آپ کہیں گے سانس بھی نہ لو اور مشال سانس لینا بند کر دے گی۔"

روتے روتے اس نے پر شکوہ نگاہیں اٹھا کر سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا تھا جو اس وقت ہر تاثر سے غیر آشنا چہرہ لیے صرف اسے دیکھ رہا تھا پوری توجہ کے ساتھ، اسے سن رہا تھا۔ اور آخر میں اس نے

حب ناولز

صرف اتنا کیا تھا کہ اسکے گرد حصار باندھتے اسکا سر اپنے شانے پر رکھتے اسکی پشت کو نرمی سے سہلانے لگا۔اس وقت وہ صرف اتنا ہی کر سکتا تھا،نہ اس سے کم،نہ اس سے زیادہ۔

"مجھے بالکل بات نہیں کرنی آپ سے۔اتنے برے طریقے سے ڈانٹا آپ نے مجھے۔عطیہ بھابھی کے سامنے اتنا روڈلی میرا ہاتھ پکڑ کر لائے آپ،وہ کیا سوچتی ہوں گی میرے بارے میں؟میرا شوہر میری بالکل عزت نہیں کرتا؟اب میں انکا سامنا کیسے کروں گی۔"

اسکے بال چہرے پر سے پیچھے کرتے التمش نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا۔اسکی ایک ایک بات اس نے کیسے نوٹ کر رکھی تھی،اور تو اور محترمہ کو اپنی عزت کی بھی پرواہ تھی۔کاش جتنی عقل مندی وہ اسکے معاملے میں دکھاتی تھی،عطیہ کے متعلق بھی دکھا دیتی۔

"آئی ایم سوری۔"

بلا آخر وہ بولا بھی تو صرف یہی تین لفظ۔مشال نے اسکے شانے پر سے سر نفی میں ہلاتے اٹھانا چاہا،لیکن وہ اسکے سر پر ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ بنا کر اسکی کوشش ترک کر گیا۔

"مجھے نہیں چاہیے آپکا سوری۔اپنے پاس رکھیں۔آپ سوری کر رہے ہیں تو مجھے غصے سے اور رونا آ رہا ہے"

اس نے صرف کہا نہیں تھا بلکہ رونے میں شدت بھی آگئی تھی۔اتنی گھمبیر صورت حال میں بھی التمش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آکر معدوم ہوئی تھی۔

"اوکے۔۔۔میں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں جب تم کہو گی تب سوری کر لوں گا۔پلیز اب رونا بند کر دو۔"

اسکا سر اپنے شانے سے الگ کرتے چہرہ سامنے کیا، جو پورا آنسوؤں سے تر تھا۔ آنکھیں اور ناک الگ سرخ ہو رہے تھے، اور آنکھوں کے پپوٹے سوجن زدہ سے ہو رہے تھے۔ التمش کی نگاہوں میں بے کلی سی تیرنے لگی۔

"بخش دو ان آنکھوں کو اب۔۔۔۔ ستیاناس کر لیا ہے انکا۔"

وہ ملامت سے کہتا اسکی دونوں آنکھیں اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کی مدد سے نرمی سے دبا رہا تھا، آنکھوں میں ٹھہرا پانی گالوں پر بہتا چلا گیا۔

اس نے جھک کر اسکی دونوں آنکھوں کو باری باری چوما تھا۔

وہ بھی رو رو کر اتنی تھک چکی تھی کہ اب نڈھال سی ہو رہی تھی۔

"چلو اٹھو اب جاؤ اور منہ دھو کر آؤ۔"

جواباً اسکی چبھتی نگاہوں پر وہ ذرا سا گڑبڑایا۔

"ہاں پتہ ہے تم مجھ سے ناراض ہو۔ لیکن پلیز یہ ایک بات مان لو۔"

اسکے منت بھرے انداز کو بھی مشال نے کمال بے گانگی سے نظر انداز کر دیا تھا۔ سر گھٹنوں میں دیے یہ اعلان تھا وہ مزید کوئی بات کرنے یا سننے کی متمنی نہیں تھی۔

وہ دل مسوس کر اسکے سامنے سے اٹھ گیا تھا۔

اس وقت وہ اکیلا رہنا چاہتی تھی تو اب اتنا تو وہ اسکے لیے کر ہی سکتا تھا۔

حب ناولز

کافی دیر بعد وہ دوبارہ کمرے میں آیا تھا۔ اور تب وہ پہلے سے بہت بہتر لگ رہی تھی۔ اس نے ابھی ابھی مغرب کی نماز پڑھی تھی، تبھی دوپٹہ نماز کے انداز میں چہرے کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے باہر آجاؤ گی پلیز۔ تمہارا چہیتا بھائی کب سے تمہیں یاد کرتے کرتے اب مجھ پر شک کرنے لگا ہے کہ کہیں میں نے تمہیں گھر سے تو نہیں نکال دیا۔"

دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے جس لاچارگی سے کہا تھا، مشال نے خائف سے انداز میں سر جھٹکا۔

لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ باہر آگئی تھی، کچن میں کھڑے ہو کر کھانا بناتے اسکی اور گلزار کی معمول کے سے انداز میں باتوں کی آوازیں باہر تک آرہیں تھیں، التمش نے کچھ سوچتے ہوئے ٹھوڑی کو انگوٹھے کے ناخن سے کھرچا۔

پھر اٹھ کر کچن میں چلا آیا۔ دروازے کے فریم میں کھڑے ہو کر اندر جھانکا۔

وہ ککنگ رینج کے سامنے کھڑی تھی، اور گلزار سنک کے آگے کھڑا برتن دھو رہا تھا۔

"آپ کو کچھ چاہیے لالا؟"

وہ عموماً ایسے کچن تک آتا نہیں تھا اس لیے ہاتھ دھو کر پلٹتے گلزار کی نگاہ اس پر پڑی تو سوال کر لیا۔

مشال نے بھی گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا، مشال نے بس ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی تھی پھر دوبارہ اپنے کام میں جت گئی۔

"تم نے پڑھنا نہیں ہوتا؟"

اس پر سے نظر ہٹا کر گلزار کو دیکھا جو ابھی بھی منتظر سا اسکے جواب کے لیے کھڑا تھا۔

"رات کو پڑھ لیتا ہوں۔ ابھی تو میں بھابھی کو ہیلپ کروا رہا ہوں۔"

"تمہیں اپنی پڑھائی پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔۔۔"

"گلزار پلیز فریج سے سبز مرچ نکال دیں۔"

مشال کے اچانک بولنے پر اسکی بات درمیان میں ہی رہ گئی، گلزار تابعداری سے فریج کی جانب بڑھ گیا اور التمش بدمزہ ہوتا وہاں سے ہی واپس پلٹ آیا۔

کھانے کی میز پر بھی وہ جو بھی بات کرتا وہ سن کر بھی ان سنی کرتی رہی تھی۔

رات کو سونے کے لیے بھی وہ کمرے میں تب آئی جب اسے پورا یقین ہو چلا تھا کہ وہ سو گیا ہو گا ۔کمرے کی سبھی لائٹس آف تھیں، نائٹ بلب کی ملگجی سی روشنی میں وہ کروٹ کے بل دوسری طرف رخ کیے ہوئے تھا۔

مشال آہستگی سے اپنی جگہ آکر لیٹی۔ کمبل خود پر پھیلایا اور تبھی وہ سیدھے ہو کر لیٹا، اور گردن اسکی طرف گھمائی۔۔مشال نے چونک کر آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی طرف دیکھا۔ نیم اندھیرے میں بھی اسکی سیاہ آنکھوں کی چمک قائم تھی، اور وہ اپنی ٹرک کی کامیابی پر مسکرا بھی رہا تھا۔

"ایسے مت دیکھو، پہلے کبھی تمہارے آنے سے پہلے میں سویا ہوں کیا؟"

اسکے خفا خفا نظروں سے خود کو گھورتے دیکھ کر اس نے وضاحت دی۔

مشال نے کچھ بھی کہے بنا کروٹ لینی چاہی جب وہ اسکا بازو پکڑ کر روکتا اسکا سر تھوڑا اوپر کرتے، سرعت سے اپنا دوسرا بازو اسکے سر کے نیچے سے گزارتا ہاتھ اسکے شانے پر جما چکا تھا۔ اور اس سب میں اس نے اتنی پھرتی دکھائی تھی کہ جب تک وہ سمجھ پاتی وہ کاروائی کر چکا تھا۔

"تمہیں اچھی نیند نہیں آئے گی۔"

اس کے خائف چہرے پر نگاہ ڈالتے وہ اپنی اس پیش رفت کی مسکرا کر دلیل دے رہا تھا۔

"مجھے آجائے گی۔ آپ میری فکر مت کریں۔"

بے رخی سے کہتے مشال نے سر اٹھانا چاہا لیکن وہ دوسرے ہاتھ سے اسکے ماتھے پر ہلکا سا دباؤ ڈالتا اسے ایسا کرنے سے باز رکھے ہوئے تھا۔

"اوکے۔۔۔ مگر مجھے نہیں آئے گی۔"

وہ گہرا سانس لیتے کہہ کر آنکھیں موند گیا۔

مشال کچھ دیر چہرہ اوپر کیے اسے غصے بھری نظروں سے دیکھتی رہی، پھر اپنا سر زور سے اسکے شانے پر پٹخا، اتنا تو اب وہ کر ہی سکتی تھی۔

"مت کرو، تمہیں لگ جائے گی۔"

دوسری بار پر ہی التمش نے آنکھیں موندے ہنوز پرسکون سے انداز میں کہا تو مشال زخمی سی مسکرا دی۔

"یہ بھی بس دکھاوا ہے، آپ کو میری کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

وہ تلخ ہوتی چلی گئی۔ التمش نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ گردن کو خم دیتے، نگاہ جھکا کر اسکی اٹھی نگاہوں میں جھانکا۔

"تمہیں سچ میں ایسا لگتا ہے؟"

مثال ٹھٹکی، الفاظ پر نہیں، اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر، آنکھوں سے جھلکتے وثوق پر، اور لہجے کا مان جیسے وہ نفی کر ہی نہیں سکتی۔ دل جیسے موم کی بتیوں کی دھیمی آنچ پر کسی نے رکھ دیا تھا۔

"آپ کو میری پرواہ ہوتی تو آپ مجھے اس طرح کبھی نہیں ڈانٹتے۔"

نہ تصدیق نہ تردید، جوابی شکوہ۔ اسکی آنکھیں ایک بار پھر سے بھیگنے لگیں۔ التمش کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ وہ اب سنجیدہ لگتا تھا لیکن چہرہ کسی بھی قسم کے تناؤ سے پاک تھا۔

"یہ بات تو میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ تمہیں اگر میری پرواہ ہوتی تو تم میرے منع کرنے کے باوجود کیا جاتی؟"

جواباً اس نے جس نرمی بھرے انداز میں دوبدو کہا تھا چند پلوں کے لیے مثال لاجواب ہوئی تھی۔

"آپ نے کبھی مجھے کنوینس نہیں کیا التمش، کہ میں نہ جاؤں تو کیوں نہ جاؤں؟ آپ نے صرف کہا نہ جاؤ۔ آپ کو کم از کم مجھے وہ وجہ بھی دینی چاہیے تھی جس کی بنا پر میں نہ جاتی۔ باقی میں قطع تعلقی کے حق میں کبھی نہیں رہی، وہ آپ کے سگے رشتے ہیں میرے لیے یہ کسی مسٹری باکس جیسا ہے۔ جیسا آپ کا انکے ساتھ تعلق ہے یہ بہت ابنارمل ہے۔ ٹھیک ہے میں عطیہ بھابھی کو اتنا نہیں جانتیں، لیکن عزیر بھائی وہ آپ کی بہت فکر کرتے ہیں، ہم جب کبھی بھی لان میں بیٹھتے ہیں وہ آپ کی بات ضرور کرتے ہیں۔"

غصے کی جگہ اداسی نے لے لی تھی، بنا جھجکے، بنا نظریں چرائے وہ بول رہی تھی۔ اور التمش بغور اسے سن رہا تھا۔ عزیر کے ذکر پر ذرا بھر چہرے پر بے آرامی کا تاثر ابھرا جسے کمال مہارت سے وہ چھپا گیا تھا۔

"مجھے لگا میرا صرف منع کرنا کافی ہو گا۔"

اس کے نرم سے لہجے میں کہنے پر مشال نے سر نفی میں ہلایا۔

"صرف منع کرنا کبھی بھی کافی نہیں ہوتا، جب تک ٹھوس وجہ نہ دی جائے۔"

وہ بضد تھی۔

التمش نے آہستگی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سینے پر رکھا۔ یوں کہ اسکا ہاتھ اسکی بند مٹھی میں کہیں چھپ سا گیا تھا۔ اور پھر وہ گردن گھمائے، اسکے چہرے پر سے نظریں ہٹائے اوپر سیلنگ کو گھورتے بولا تو انداز سوچ کر الفاظ جوڑنے جیسا تھا۔

"یہ تھوڑا سا کامپلیکیٹڈ ہو گا۔ پتہ نہیں میں تمہیں سمجھا پاؤں گا یا نہیں۔۔۔۔ میں بہت چھوٹا تھا جب امی کی ڈیتھ ہوئی تھی۔ انکی بہت دھندلی دھندلی سی یادیں ہیں میرے پاس۔۔۔ اور ابو انکی تو وہ بھی نہیں ہیں جب انکی ڈیتھ ہوئی تھی تب میں صرف چار سال کا تھا۔ امی کے لیے میں سب سے چھوٹا بیٹا تھا ، میرے اور لالی کے درمیان سولہ سال کا گیپ تھا۔ اوپر سے ابو کے چلے جانے کے بعد میرے حصے میں امی کی جو محبت آئی وہ تھوڑی ہٹ کر تھی، زیادہ محبت اور ڈھیر ساری توجہ۔ امی کا بالکل اچانک چلے جانا میرے لیے ناقابل قبول تھا۔ رات کو میں انکے ساتھ سویا تھا، وہ مجھے ہمیشہ سینے سے لگا کر سوتیں تھیں اور صبح جب میں جاگا تو پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ میں تو جاگ گیا تھا لیکن وہ سوئیں رہیں۔"

وہ بولتے بولتے رکا، اسکی دھیمی آواز میں کچھ پگھلا تھا، مشال یک ٹک اسکا نیم رخ چہرہ دیکھتی رہی، جو بالکل سپاٹ سا تھا۔

"لالی نے اپنی پوری کوشش کی مجھے انکی کمی محسوس نہ ہو، انہوں نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ انکی شادی بھی تاخیر سے ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب جو مجھے قریب کرتا میں اسکے قریب ہو جاتا۔ اور اس وقت عزیر بھائی اور مبشر بھائی اپنی جاب، بیوی بچوں میں اتنے بزی تھے کہ انکے پاس میرے لئے ٹائم نہیں تھا۔ مجھے اس بات کے لیے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے بس میں انکے بغیر بڑا ہوا ہوں ۔۔۔ لالی مجھے اپنے ساتھ شادی کے بعد کینیڈا لے گئیں، اور میں زمینی فاصلہ بڑھنے پر کچھ اور دور ہوتا چلا گیا۔ مہینوں میں کبھی فون پر بات ہو جاتی تو ہو جاتی۔ صرف اتنا ہی رابطہ تھا ہمارا۔ پھر جب میں واپس آیا تو میں انکے بغیر جینا سیکھ چکا تھا، میرے لیے ان کے درمیان ایڈجسٹ ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ میں نے کوشش نہیں کی۔ انکے گھر کا ماحول اس ماحول سے بہت مختلف تھا جو لالی نے مجھے دیا تھا۔ عزیر بھائی اور عطیہ بھابھی کے اپنے بچے ماں باپ کی شکل صبح ناشتے کی میز پر دیکھتے اور کبھی بہت لکی ڈے ہوتا تو رات ڈنر ٹیبل پر۔ بیچ کا سارا وقت وہ اسکول، نوکروں اور اکیڈمیز کے رحم و کرم پر ہوتے تھے۔ ایسے ماحول میں میرا دم گھٹتا تھا۔ میں نے کوشش کی تھی حبا اور حماد کے ساتھ باؤنڈنگ ڈیولپ کرنے کی، لیکن عطیہ بھابھی کو لگا میں انکے بچوں کی روٹین لائف ڈسٹرب کر رہا ہوں تو بس مبشر بھائی کے اپنے نئے گھر شفٹ ہوتے ہی میں اوپر والے پورشن میں شفٹ ہو گیا۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ ایسے ہی گزارہ ہے مشال اب کوئی تبدیلی شاید میں خود بھی نہیں چاہتا۔ جو جیسے ہے ویسا ہی رہے تو سب کے لیے اچھا ہو گا۔"

حب ناولز

بنا کسی کو بھی مورد الزام ٹھہرائے اس نے کوشش کی تھی وہ اسے اپنے رشتوں کی الجھی دور کا کوئی ایک آدھ سرا تھما سکے۔

مشال کا دل اسکے لیے پگھلا تھا۔ دل پر لگی گرہ کھلتی چلی گئی، وہ اتنا برا نہیں تھا بس اسے سمجھنے کے لیے تھوڑی محنت صرف کرنی پڑتی تھی۔

"جو بھی ہے میں تعلقات میں ہمیشہ ٹو وے ٹریفک کا حامی رہا ہوں۔ اگر آپ اپنا وقت، محبت اور کوشش کہیں انویسٹ کر رہے ہیں تو بدلے میں آپ کو وہی سب کچھ ملنا چاہئے۔ اور اگر نہیں مل رہا تو شخصی وقار کہتا ہے آپ کو اپنے قدم روک لینے چاہیے۔ میری زندگی کا تو یہی رول ہے، اور میں تم سے بھی بس اتنا ہی ایکسپیکٹ کرتا ہوں مشال۔" کہتے ہوئے اس نے چہرہ گھما کر اسکی طرف دیکھا، جو محو سی سن رہی تھی۔

"آج جو ہوا اس کے لیے آئی ایم سوری، تمہاری فیلنگز ہرٹ ہوئیں اسکے لیے مجھے افسوس بھی ہے اور دکھ بھی۔۔۔ لیکن میرے لیے تمہیں ایسے دیکھنا تکلیف دہ تھا۔ تمہارا اپنا دل صاف ہے، تم دنیا کو جس نظر سے دیکھتی ہو دنیا ویسی ہے نہیں۔ اس لیے تمہیں تھوڑا کریٹیکل ہونا پڑے گا۔ اگر ہمارا اچھا ہونا ہمیں ڈی گریڈ کرنے کا باعث بننے لگے تو ضروری ہے کہ ہم تھوڑے برے بن جائیں۔ اور یقین کرو اس میں بہت سکون چھپا ہوا ہوتا ہے۔ نیکسٹ ٹائم میں تمہیں کبھی بھی منع نہیں کروں گا کہیں جانے سے۔ میرے خیال میں تمہیں اتنا سمجھدار تو ہونا چاہیے کہ تم جان سکو کہ کسی جگہ تمہارا ہونا تمہاری سیلف اسٹیم کے لیے صحیح ہے یا نہیں۔"

وہ تائیدی انداز میں ابرو اچکائے اسے دیکھ رہا تھا، فضا میں رہی سہی کلفت بھی جاتی رہی۔ وہ مسکرائی تو دل کے سبھی دھند لکے چھٹ چکے تھے۔ صاف شفاف دل اور پر نم سی آنکھوں میں بیک وقت اس کا

عکس جھلملا رہا تھا۔ سر اثبات میں ہلاتے وہ چہرہ اوپر کیے اسکے شانے پر گال رکھے اب کسی ٹھنڈی آبشار سی پر سکون لگتی تھی۔ جہاں کوئی طوفان کبھی آیا ہی نہ ہو۔

"تو میری سوری قبول ہو چکی ہے۔"

ہلکے سے تبسم کے ساتھ، التمش نے اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے پوچھا تو وہ آنکھیں موندے مشال کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ سر خود بخود اثبات میں ہلتا چلا گیا۔

"تو پھر کیا اب تم اپنی اسٹیٹمنٹ واپس لینا چاہو گی؟"

مشال نے اچنبھے سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جس کے چہرہ پر سے مسکراہٹ غائب تھی، وہ سنجیدہ سا لگتا تھا۔

"کون سی اسٹیٹمنٹ؟" وہ واقعی ہی نہیں سمجھ پائی تھی۔

"یہی کہ تمہارے گھر والوں کو پتہ نہیں مجھ میں کیا نظر آیا جو انہوں نے تمہاری شادی مجھ سے کر دی۔" اسکی آواز میں نرمی تھی لیکن لہجے میں گیلی لکڑی کے جلنے کی سی سلگ تھی۔

مشال نے اسکے سینے پر رکھے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے حیرت بھری بے یقینی سے سر اٹھایا، نیم وا ہونٹوں کے ساتھ اسے دیکھا، وہ اسکی طرف پوری توجہ سے دیکھتا جواب کا منتظر تھا۔ چہرے پر ہلکی سی بے چینی کی رمق نیم اندھیرے میں بھی دکھائی پڑتی تھی۔

وہ اسکے غصے میں کہے لفظ پکڑ کر بیٹھا تھا۔

حب ناولز

مشال ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔ وہ حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک ہے وہ ہنستی ہوئی اچھی لگتی تھی لیکن اس نے ایسا بھی کیا لطیفہ سنا دیا تھا۔ مشال نے سر جھٹکا اور واپس اپنی پوزیشن پر لیٹتی آنکھیں موند گئی۔

"جواب تو دو؟"

اس نے بے سکون سے انداز میں مشال کا شانہ ہلایا تھا۔

"سو جائیں۔۔ مجھے اب اچھی نیند آ رہی ہے۔"

بند آنکھوں سے کہتے، ہونٹوں پر کھلتی مسکراہٹ ہنوز برقرار تھی۔

التمش نے ملامتی نظروں سے اسکے سر کو گھورا، پتہ نہیں اسکے معاملے میں وہ اتنی چالاک کیسے ہو جاتی تھی۔

"پلیز اب گھوریں مت۔"

اسکے بنا دیکھے کہنے پر اسکی خفگی غائب ہوئی، ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ایک گہرا سکون آمیز سانس لیتے ذرا گردن جھکاتے اسکے بالوں کو نرمی سے چھوا اور آنکھیں موند لیں۔

....

حب ناولز

صبح کا سورج ابھی طلوع ہونے میں کچھ وقت باقی تھا، وہ نماز پڑھ کر دوبارہ لیٹی تھی، گردن تک کمبل لیے، ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ کمرے میں پھیلتی تیز لائٹس پر وہ ذرا سا کسمسائی، اور آنکھوں پر بازو رکھتے دوبارہ ساکت ہو گئی۔

وہ چلتا ہوا اسکے قریب آ ٹھہرا۔

"ماہین۔"

گرے ٹی شرٹ اور بلیک ٹراوزر میں وہ جاگنگ کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا۔ ماہین کے سوئے جاگے دماغ پر اپنے نام کی پکار نے دستک دی، پر شعور نے کان نہیں دھرے۔

"ماہین اٹھ جائیں۔"

دوسری پکار پر اسے آنکھوں پر دھرے بازو پر کسی کا لمس بھی محسوس ہوا تھا۔ وہ بازو آنکھوں سے ہٹاتی مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی، جو قدرے جھکا ہوا اسکا بازو ہلا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟"

نیند میں ڈوبی آواز میں استفار جاگا۔

"اٹھ جائیں۔۔۔ ہم جاگنگ کے لیے چل رہے ہیں۔"

اسکے بازو سے ہاتھ ہٹاتا وہ سیدھا ہوتا کھڑا ہوا۔ ماہین نے نا سمجھی بھری بندی ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولتے اسے تعجب سے دیکھا۔ جاگنگ کے لیے تو وہ روز جاتا تھا۔ پھر اسے صرف یہ بتانے کے لیے جگانے کا مقصد؟

"ٹھیک ہے جائیں۔۔۔"

کہتی ہوئی آنکھیں موندے وہ دوسری طرف کروٹ بدلنے لگی۔

"میں نے کہا ہم جا رہے ہیں۔ جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جائیں۔ میں نور کو دیکھتا ہوں۔"

وہ آرام سے کہتا اسکی نیند اڑنچھو کر گیا تھا۔ اسکی طرف گردن موڑے وہ پوری کھلی آنکھوں سے اب کی بار اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس نے کوئی انہونی سی بات کہہ دی ہو۔

"میں کیوں جاؤں گی؟"

اسکی آواز میں احتجاج سے زیادہ شاک تھا۔

ہاشم پلٹتے ہوئے رکا۔

"کیا مطلب لوگ جاگنگ کے لیے کیوں جاتے ہیں؟ آف کورس فٹ اینڈ ہیلتھی رہنے کے لیے۔"

وہ اچنبھے سے اسے دیکھتا شانے اچکاتے بولا۔

"میں نے کہیں نہیں جانا۔ میں الحمدللہ پہلے ہی بہت فٹ ہوں۔"

سر تکیے پر رکھتے وہ بے زار ہوتی بولی۔ ہاشم نے اسکے تیکھے سے انداز ملاحظہ کیے، وہ اس معاملے میں نور کا دوسرا ورژن لگ رہی تھی۔

"سمارٹ ہونا کبھی بھی فٹنس کی نشانی نہیں ہوتی ماہین۔ لیکن پھر بھی اگر آپ کہہ رہی ہیں تو چلیں آپکا ایک فٹنس ٹیسٹ کر لیتے ہیں پانچ منٹ بنا سانس پھولائے مجھے بھاگ کر دکھا دیں بس۔"

"ہاشم۔"

جھنجھلاہٹ سے پر بے بسی بھرا لہجہ اور ملتجی سا انداز۔ دونوں بازو سینے پر باندھے فرصت سے کھڑے ہاشم کے ہونٹوں کے کناروں میں کھلتی مسکراہٹ اس صبح بھلی سی لگتی تھی۔ وہ پہلی بار اسے نام سے پکار رہی تھی، اور اسے لگ رہا تھا اس نے اپنا نام پہلی بار سنا ہو۔ بھلا کوقت سے پکارا جانے والا اپنا نام بھی کسی کے منہ سے سننا اتنا پیارا کبھی کسی کو لگا ہو گا۔ وہ سر کو خم دیتا خود سے محظوظ ہوا تھا۔ دل آج کل اتنا ہی بے لگام ہوا اسکے گرد طواف کرتا تھا کہ اسکی ہر ادا، ہر بات اچھی لگتی تھی۔

"ہاں جی۔"

اور اس ہاں جی میں کیا کچھ نہیں تھا۔ نرمی، اپنائیت، مان اور اس سب کے پیچھے کہیں انجانی سی محبت۔ وہ اپنے صدمے میں نہ ہوتی تو ضرور محسوس کرتی۔

"میرا جانا ضروری ہے کیا؟"

اس سب سے قطعی نظر وہ مدعے پر آئی۔

"بالکل ضروری ہے۔ مجھے خود سے جڑے لوگ فٹ اینڈ ہیلتھی چاہیے۔"

اسکی آنکھوں میں نرم سی روشنی جاگی تھی۔

وہ کچھ دیر اسے امید بھری نظروں سے دیکھتی رہی لیکن اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر ایک گہرا تکان بھرا سانس بھرتی اٹھ بیٹھی۔ صبح کی ورزش سوچ کر ہی وہ تھکنے لگی تھی۔

"صبح صبح جاگنگ ایجاد کرنے والے کو تو سو کوڑے مارنے چاہیے۔ اچھے خاصے سوئے ہوئے انسان کو جگا کر دوڑ لگوانے کی بلا کیا ضرورت ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھی دوپٹہ کھول کر لیتی اب خود پر سے کمبل ہٹاتی ساتھ چڑ کر بول بھی رہی تھی۔

"Arthur Lydiard اور Bill bowerman"

وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا، اسکے تبصرے پر پر سکون سا بولا۔

ماہین نے چہرہ اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ ہی وہ دو لوگ ہیں جنہیں سو کوڑے مارنے کی تجویز دی ہے آپ نے۔" ماہین کی آنکھوں کا استفار تندہی میں بدلا۔

"میرے علم میں اضافے کے لیے آپکا بہت بہت شکریہ۔"

دانت پیس کر کہتے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھتے سر جھکا۔

سر کو خم دیتے ہاشم نے یہ جلی کٹی شکریہ وصول کی تھی۔

"رکیں۔ میرے پاس آپ کے لیے کچھ ہے۔"

وہ اٹھنے لگی تو ہاشم کے کہنے پر دوبارہ بیڈ پر ٹک گئی۔

وہ اسکے سامنے سے ہٹ کر شوز ریک کے پاس گیا تھا، وہ بے دلی سے اسکی پشت دیکھتی رہی۔ پھر گردن موڑ کر سیدھی ہو کر بیٹھتی، دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مسلتے نیند بھگانے کی سعی کی، اور جب ہاتھ پیچھے کیے آنکھیں کھولیں تو وہ اسکے بالکل قریب نیچے جھک کر کھڑا اسکے سامنے کچھ رکھ رہا تھا، ماہین نے حیرت بھرے اچنبھے سے گردن جھکا کر دیکھا تھا اور پھر نگاہیں ٹھٹھر کر وہیں جم سی گئیں۔ وہ سفید رنگ کے جوگرز تھے جو اسکے پیروں کے بالکل قریب رکھے گئے تھے۔ چہرے کی ساری بے زاری نرمی میں ڈھلتی چلی گئی۔ دل اتنی قوت سے سکڑ کر پھیلا تھا کہ دھک دھک کی آواز کانوں تک سنائی دی تھی۔

حب ناولز

سیاہ آنکھوں میں رچی کوفت کو ہلکی سی نمی نے دھوڈالا تھا۔

"یہ میں آپ کے لیے لایا تھا۔ سائز فٹ آئے گا آپ کو پھر بھی ایک بار چیک کر لیجئے گا۔"

سیدھا ہوتا وہ بولا تو ماہین کی ٹھوڑی آپ ہی آپ سینے سے جالگی۔ وہ سر اثبات میں ہلا گئی، کچھ بولی نہیں ،بول سکتی ہی نہیں تھی گلے میں کھارے پانی کا گولا سا اٹک گیا تھا۔

"جلدی باہر آجایئے گا۔ میں نور کو تب تک جگالوں۔"

وہ باہر نکل گیا تھا۔ اور وہ کتنی دیر وہیں بیٹھی ان جوتوں کو تکتی رہی، پتہ نہیں اسے اتنا رونا کیوں آرہا تھا لیکن آرہا تھا۔ وہ اسکے لیے جاگنگ کے لیے جوگرز ہی تو خرید کر لایا تھا۔ اتنی بڑی بات تو نہیں تھی۔ پھر اسکے احساسات کی زمین کیوں اتنی زرم پڑ رہی تھی؟

اسکی آنکھیں اتنی سی بات پر نم ہونے والی کب سے ہونے لگیں جو اسے علم بھی نہیں ہوا تھا۔

جواب بہت واضح تھا ایک مدت کے بعد کوئی ایسا میسر آیا تھا جو اسکی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں اور باتوں کا خیال رکھتا تھا، بنا بتائے، بنا جتائے۔ اسے اس سب کی عادت نہیں تھی۔

وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھی اور خواہش تو بالکل بھی نہیں۔ پھر بھی جو مل رہا تھا وہ اسے اپنی خوش قسمتی کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

پر نم آنکھوں کے ساتھ وہ دھیرے سے ہنسی۔

جس وقت وہ سیاہ و سفید امتزاج کے قمیض اور ٹراؤزر کے نیچے وائٹ جوگرز پہنے باہر نکلی تو لیونگ ایریا کے صوفے پر نور بیٹھی ابھی بھی اونگھ رہی تھی۔ اور اسکی پشت پر کھڑا ہاشم رسٹ واچ سامنے کیے دیکھ رہا تھا۔ ہاشم کی نظر ماہین پر پڑی۔

حب ناولز

وہ اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتی ہوئی آ رہی تھی۔

"اٹھ جاؤ۔"

پیچھے سے نور کے سر پر ہلکی سی چپت رسید کرتے وہ آگے بڑھ گیا۔

برا سامنہ بناتی وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تب تک ماہین اسکے قریب پہنچ چکی تھی۔

"ویلکم ٹو اسکواڈ ماہی۔"

اسکے لہجے میں خیر سگالی سے زیادہ ہمدردی کے جزبات عیاں تھے۔

"ایسے کون کرتا ہے بھلا؟"

اسکا صدمہ پھر سے سر اٹھانے لگا۔

"محترم ہاشم خان آفریدی اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ عادت ڈال لیں۔"

ساتھ ساتھ سست روی سے چلتے نور نے تاسف سے کہتے ہوئے ساتھ اسکا شانہ تھتھپایا۔ وہ کب کا باہر نکل گیا تھا اور وہ دونوں نیم سرگوشی میں باتیں کرتیں دروازہ کھول کر باہر نکل رہی تھیں۔

....

حیات منزل پر اتری صبح کی روشنی سنہری کرنوں کی صورت چھن چھن کر دیواروں پر پڑ رہی تھی ۔اوپری پورشن سے التمش اور مشال ساتھ ساتھ نیچے اترتے دکھائی دے رہے تھے، بلیک سوٹ میں آفس بیگ ہاتھ میں لیے التمش اور اس کے ساتھ مطمئین سی مشال جو اسکی کسی بات کا جواب دے

حب ناولز

رہی تھی۔ وہ نیچے پورچ تک آئی تھی۔ وہ اب گاڑی میں بیٹھ رہا تھا، اسکے گاڑی باہر نکال لینے کے بعد دروازہ بند ہوا تو اوپر جانے کے لیے پلٹی۔ تبھی ہوسپٹل جانے کو تیار عطیہ باہر نکلیں، مشال کی انکی جانب پشت تھی تو وہ دیکھ نہ سکی۔

"مشال۔۔"

انکی پکار پر وہ پہلی سیڑھی پر ہی تھم گئی۔

چہرہ گھما کر انہیں دیکھا جو ہینڈ بیگ سنبھالتے اسکی طرف بڑھ رہی تھیں۔

"کیسی ہو؟"

لہجے میں عجیب سی فکر تھی۔

"ٹھیک ہوں۔"

"کل التمش بہت غصے میں تمہیں لے کر گیا تھا۔ مجھے تو ساری رات تمہاری فکر لگی رہی، وہ ہے بھی تو ایسا ناں۔ کب کیا کر جائے کوئی پتہ نہیں چلتا اسکا۔"

مشال نے حیرت بھرے اچنبھے سے انہیں دیکھا، وہ ایسا کیسے کہہ سکتی تھیں؟ اسے برا لگا تھا۔

"نہیں بھابھی ایسا تو کچھ نہیں ہے۔ آپ ناحق پریشان ہوتیں رہیں۔ التمش تو میرا اتنا خیال رکھتے ہیں۔"

اسکی آواز میں خود بخود ہی رکھائی سی در آئی۔

"رہنے دو بھئی۔ یہ تم جیسی ڈیپینڈ لڑکیوں کا ہی تو مسئلہ ہوتا ہے۔ شوہر جو مرضی کرلے تم نے انہیں ڈیفینڈ ہی کرنا ہوتا ہے۔ اتنی پابندیوں کے ساتھ کوئی ایسے شخص کے ساتھ کیسے ہنسی خوشی رہ سکتا ہے

جہاں تم اپنی مرضی سے کہیں آ جا بھی نہ سکو۔ تمہارے اپنے بھی کچھ رائٹس ہیں تمہیں انکا پتہ ہونا چاہیے۔یہ کیا کہ شوہر کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول ہو تم بس روبوٹ کی طرح اسکے اشاروں پر چلتی جاؤ۔"

انکے لہجے کی تلخی پر مشال کا ماتھا ٹھنکا۔ پہلی بار اسے عطیہ سے اچھی وائبز نہیں آئیں تھیں۔

"خیر جو بھی ہے میں تو یہی کہوں گی اسے زیادہ سر پر مت چڑھاؤ۔ نومیہ نے بھی کمال چالاکی سے اپنے بد مزاج اور دقیانوسی سوچ کے مالک بھائی کے لیے تم جیسی معصوم، چھوٹے گھر کی کم پڑھی لکھی لڑکی دیکھی۔وہ بھی جانتی تھی التمش کے ساتھ تم جیسی ہی کوئی چل سکتی ہے۔ شکر ہے شیریں کی تو جان چھوٹی۔ ورنہ اس وقت تک تو وہ پاگل ہو چکی ہوتی۔"

بازو سامنے کرتے رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتے وہ تیز تیز ایک ہی سانس میں جیسے بولے جا رہیں تھیں۔جب نگاہ اسکے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر پڑی۔وہ ایک پل کے لیے رکیں۔ پھر متاسف نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہیں ابھی تک نہیں بتایا التمش اور نومیہ نے؟"

انکے ہمدردی بھرے سوال پر بھی یوں ہی ساکت کھڑی رہی۔ بنا کوئی حرکت کیے۔ بنا کچھ کہے۔ جیسے سنگ مرمر کا مجسمہ ہو۔

عطیہ تلخی سے مسکرائی۔ پھر سنجیدہ ہوتی بولی۔

"آفرین ہے ان دونوں بہن بھائی پر۔اس وقت تو چھپانا سمجھ آتا تھا کہ انہیں التمش کی ساکھ کی فکر تھی کہ کہیں تم لوگ رشتہ دینے سے انکار نہ کر دو۔ لیکن اب تو شادی ہو گئی ہے اب تو بتا دیتے تمہیں

حب ناولز

۔التمش شیریں کو پسند کرتا تھا۔ بڑی خوشی خوشی منگنی بھی کروائی تھی محترم نے۔ لیکن پھر وہی اسکے بے جا مردانہ انا کے مسائل۔ شادی کے بعد کام نہیں کرنے دوں گا۔ خواہ مخواہ کی پابندیوں والی نیچر ۔وہ تو شکر ہے شادی سے پہلے ہی کھل کر سب سامنے آ گیا ورنہ بعد میں پچھتاوے بڑھ ہی جاتے ۔اختلاف بڑھتے چلے گئے اور بلا آخر منگنی ختم ہو گئی۔ شیریں کو دیکھا ہے ناں تم نے۔ ماشاء اللہ اپنے پروفیشن میں بہت کامیاب ہے اور جو اسکا فیانسی ہے وہ بھی اتنا کوئی انڈراسٹینڈنگ ہے کہ کیا بتاؤں میں تمہیں۔ بالکل پرفیکٹ میچ لگتے ہیں دونوں۔ میں تو شکر پڑتی ہوں میری بھانجی کی التمش کے ساتھ تقدیر نہیں پھوٹی۔"

اسکا ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ماند پڑتا چہرہ دیکھتے ہوئے عطیہ کو انجانی سی تسکین ہوئی تھی۔ کہیں نہ کہیں مشال کے لیے برا بھی لگ رہا تھا لیکن التمش سے بدلا لینے کا یہ بہترین موقع تھا جسے وہ ہاتھ سے بالکل نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔ کل جس طرح سے وہ مشال کو لے کر گیا تھا تب سے عطیہ کو اسکی خود پر جمی ملامت آمیز غصیلی نظریں نہیں بھول رہی تھیں، وہ غصے اور کھولن سے بھری بیٹھیں تھیں جسے باہر نکلنے کا جواز مل گیا تھا۔

(اونہہ بہت ہوا پرفیکٹ میرج کا ڈرامہ۔ اب دیکھتی ہوں میں کیسے رہتے ہو تم اتنے خوش۔)

"مجھے تم سے ہمدردی ہے مشال۔ تم بے چاری تو اپنی معصومیت میں اسے سمجھ بھی نہیں پا رہی۔ وہ جیسا نظر آتا ہے ویسا ہے نہیں۔ اسکی کمانڈنگ نیچر کو تم اپنے بھولپن میں شاید محبت سمجھ رہی ہو گی۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں اس شخص کو اپنے سوا کسی اور سے کبھی محبت نہیں رہی۔ نہ شیریں سے اور نہ ہی تم سے۔ وہ اچھا ہے صرف تب تک جب تک تم اسکی ہر بات آنکھ بند کر کے مانتی رہو گی۔ جہاں کہیں تم نے اختلاف کیا پھر وہ تمہیں اپنے اصلی رنگ ڈھنگ دکھائے گا۔ وہ ایسا مرد ہے جسے عورت کبھی بھی

خود کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی پسند نہیں آتی۔ وہ ہمیشہ تمہیں اپنے سائے میں رکھے گا تا کہ تمہارا قد نہ بڑھ سکے۔"

وہ پتہ نہیں کیا کچھ کہہ رہیں تھیں، مشال سن کر بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ وہ صرف اب انکے ہلتے ہوئے ہونٹ دیکھ پا رہی تھی۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔ چلتی ہوں پھر ملیں گے۔"

اسکے بازو کو ہاتھ سے تھپتھپاتے، مسکرا کر اسے دیکھتے وہ مڑتیں اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگیں۔

"بھابھی؟"

مشال جیسے کسی خواب سے بیدار ہوئی تھی۔

عطیہ مڑتیں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"آپ کو کیوں لگا ایسا کہ التمش نے مجھے شیریں کے بارے میں نہیں بتایا ہو گا؟"

وہ اب قدرے سنبھل چکی تھی۔ چہرے پر پہلے سی سیاہی نہیں رہی تھی بلکہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی ۔اور اس مسکراہٹ کے پیچھے دل پر جو گزری سو گزری۔

عطیہ کے ماتھے پر بل سے پڑنے لگے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں، ہونٹ ہلے لیکن مشال کے بولنے پر چپ کر گئیں۔

"میں اس بارے میں پہلے سے جانتی تھی، التمش نے لالی سے کہا تھا کہ وہ یہ باتیں پہلے ہی سے کلئیر کر دیں اور انہوں نے کر بھی دی تھیں۔"

اس نے حقائق کو توڑ موڑ کر جو کہا تھا وہ ٹیکنیکلی سچ تھا وہ الگ بات تھی کہ وہ دوسرے پیرائے میں کی گئی بات کا حوالہ یہاں دے رہی تھی۔

"میرے حیران ہونے کا کچھ غلط مطلب لے لیا شاید آپ نے۔ میں اس لیے شاکڈ نہیں تھی کہ آپ جو مجھے بتا رہی تھیں وہ میرے لیے کوئی دھماکے دار نیوز تھی، بلکہ اس لیے تھی کیوں کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آپ التمش کے بارے میں اتنا برا بول بھی کیسے سکتی ہیں؟ اب مجھے سمجھ آ رہی ہے وہ کیوں مجھے آپ سے ملنے سے منع کرتے تھے۔"

وہ سر ہلا کر کہتی انہیں جن ملامت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی عطیہ کا چہرہ غصے بھری اہانت سے سرخ پڑنے لگا۔

"اور جہاں تک بات ہے التمش کے مجھے کنٹرول کرنے کی۔ تو اس میں برائی ہی کیا ہے؟ اللہ نے مرد کو حاکم بنایا ہے، جب تک وہ ظالم نہ بنے، نرمی برتے، اور اللہ کے طے کردہ اصول نہ توڑے تو اسکی حکمرانی میں رہنے میں کون سا عورت کی عزت میں کمی آ جائے گی، بلکہ ایسی عورتیں تو ہر لحاظ سے سیکیور ہوتی ہیں۔ کچھ قوانین قدرت کے بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کا شکر ہے مجھے انہیں ماننے میں کوئی عار نہیں ہے میں ایسے کسی کمپلیکس کا شکار نہیں ہوں جہاں مجھے جینڈر بیس فضول باتوں کو جواز بنا کر خود کو مظلوم اور صنف مخالف کو ظالم ثابت کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کرتی پھروں۔ رہی بات آپ کی التمش کے بارے میں کہی سب باتوں کی تو آپ جس التمش کی بات کر رہی ہیں اسے میں نہیں جانتی۔ اور جسے میں جانتی ہوں اسے آپ نہیں جانتی۔ خیر آپکا کافی قیمتی وقت مجھ جیسی ڈیپینڈ لڑکی کی وجہ سے برباد ہو گیا ہے۔ دیر ہو رہی ہو گی آپ کو اب جانا چاہئے۔" دھیمے پن سے کہتے ہوئے ایک آخری سلگتی نگاہ اس کے تمتماتے آگ بگولا ہوئے چہرے پر ڈالتی وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ عطیہ بھینچے ہوئے ہونٹوں کے

حب ناولز

ساتھ قہر آلودہ نظروں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔ وہ تو اسے ایک بیوقوف دبو سی لڑکی سمجھی تھی۔ لیکن وہ تو اس سے ہی دو دو ہاتھ کرتی چلتی بنی تھی۔

....

اوپر اپنے پورشن میں آکر اس نے زوردار آواز سے دروازہ بند کیا تھا، جس کی دھڑام کی آواز پورے گھر میں گونجتی احتجاج کرتی رہ گئی۔ کچن کے سنک میں ناشتے کے برتن دھونے کو رکھے تھے، ویسے وہ ہمیشہ اسے سی آف کرنے کے بعد آکر پہلے کچن سمیٹتی تھی لیکن آج اسکا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئی تھی دوپٹہ اتار کر بیڈ پر پھینکتے وہ دھپ سے بیڈ پر بیٹھی، کب سے رکے آنسو بے آواز گالوں پر لڑھکتے چلے گئے۔

نیچے عطیہ کو تو وہ منہ توڑ جواب دے آئی تھی لیکن اب اسے ڈھیر سارا رونا تھا۔

دل ودماغ میں چلتی رسہ کشی اسے مزید الجھا رہی تھی۔ وہ اکثر سوچتی تھی التمش نے اس سے شادی کیوں کی ہوگی۔ اب عطیہ کی کہی آج کی باتوں سے اسے جواب مل گیا تھا، دل ماننے سے انکاری تھا مگر دماغ کی اپنی دلیلیں تھیں۔ اس نے شیریں جیسی پرفیکٹ لڑکی کو چھوڑ دیا تھا، اور اسے چنا تھا۔ پھر وہ اسکے آگے پڑھنے کے حق میں بھی نہیں تھا۔ حالاں کہ التمش نے اسکے سامنے اپنا مطمع نظر رکھا تھا پر اس وقت اسکے دیے سارے جواز ہوا میں کہیں تحلیل ہوتے چلے گئے۔ یاد رہیں تو صرف عطیہ کی باتیں۔

وہ سمجھ نہیں پارہی تھی اسے زیادہ غم وغصہ کس بات پر تھا۔ شیریں کی التمش سے منگنی پر، التمش کے یہ بات اس چھپانا یا پھر اسے اسکی کمیوں کی بنا پر منتخب کرنے پر۔

وہ بہت سارا روئی تھی، اسکے بعد منہ سر لپیٹ کر لیٹی رہی، یہ پہلا دن تھا اسکا اس گھر میں جب اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا سوائے بے معنی ولا متناہی تکلیف دہ، تھکا دینی والی سوچوں کے۔ جس نے اسے اور کچھ تو نہیں البتہ سر درد کی سوغات سے ضرور نوازا تھا۔

پورا دن کب گزرا اسے پتہ بھی نہیں چلا تھا، شام میں گلزار آیا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکلی تو اسکا چہرہ ستا ہوا سا لگتا تھا۔ گلزار کو سر درد کا بتا کر مطمئن کیا، وہ اسے آرام کا کہتے خود شام کے کھانے کی تیاری کرنے لگا۔ مشال کو بھی اس نے ہی ملک شیک بنا کر دیا تھا ساتھ میں سر درد کی ٹیبلٹ بھی تھی۔ مشال نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا اوپر سے سر الگ درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے بھی بنا چوں چرا اس کے ملک شیک کے ساتھ ٹیبلٹ لی تھی۔ التمش کی کال آئی تو اس نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔ دو بار کی کال کے بعد اس نے میسج کیا تھا کہ وہ کچھ تاخیر سے آئے گا۔ مشال نے میسج سین کیا اور اسکا جواب بھی نہیں دیا۔

رات کھانے کے لیے گلزار نے پوچھا تو وہ منع کر گئی۔

"آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو ہم ہوسپٹل چلتے ہیں بھابھی۔"

کچن کے دروازے پر رکا وہ اس سے فکر مندی سے کہہ رہا تھا جو ابھی کمرے سے نکل کر آئی تھی۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے۔ میں اب بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ آپ بھی جا کر اسٹڈی کریں گلزار۔"

وہ اسے مطمئن کرنے کو مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتا سر ہلا گیا۔ حالاں کہ وہ متفق نظر نہیں آتا تھا۔

اسکے چلے جانے کے بعد مشال خود بھی کمرے میں واپس آگئی تھی۔

رات جس وقت التمش واپس آیا خلاف معمول وہ کہیں نہیں تھی۔ کمرے میں آیا تو وہ اسے صوفے پر بیٹھی دکھائی دی، ہاتھ میں موبائل تھا جس پر وہ کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسکے آنے پر بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے کھڑکی سے اسکی گاڑی آتی دیکھ چکی تھی۔

"السلام علیکم۔"

اسکے سلام کا جواب بھی اس نے اتنی مدھم آواز میں دیا تھا کہ التمش کو وہ بھی سنائی نہیں دیا تھا۔ وہ چلتا ہوا آگے آیا، اسٹڈی ٹیبل پر اپنا آفس بیگ رکھا۔ ٹائی نکالتے ہوئے اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھا اور بغور اسے دیکھا۔ وہ کچھ مختلف لگ رہی تھی۔ وہ آئے اور مشال اس طرح اسے نظرانداز کیے موبائل پر لگی رہے ۔ایسا پہلی بار ہوا تھا، اسکا حیرت زدہ ہونا بنتا تھا۔ صبح جب وہ گیا تھا وہ بالکل ٹھیک تھی، کل رات کی ناراضگی بھی ختم ہو چکی تھی پھر؟ اسکے چہرے پر سوچ کی لکیریں سی بننے لگیں۔ پھر خود ہی سر جھٹکتے اس نے اپنی نفی کر دی۔ وہ زیادہ ہی سوچ رہا تھا۔

"ایک آفیشل ڈنر اٹینڈ کرنا تھا تو زیادہ ہی دیر ہو گئی۔ میں نے کال کی تھی شاید تم بزی تھی۔"

اسکی سوچ فی الحال یہیں تک جا رہی تھی۔ گلے میں سے ٹائی نکال کر بیڈ پر رکھتے وہ اوپری بٹن کھولتا بولا ۔مشال نے موبائل ہاتھ سے صوفے پر رکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اسکی طرف اب بھی دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

اور اس سے زیادہ دیر وہ پوچھے بنا رہ نہیں سکا۔ جواب میں مشال کے سپاٹ سے چہرے پر کوئی سایہ سا آ کر ٹھہرا تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھائیں تو ان میں کہیں رنگ بیک وقت آن رکے تھے، غم، غصہ، گلہ اور سب سے بڑھ کر تکلیف۔

"مجھے کیا ہونا ہے ؟"

رکھائی سے کہتے لب آنکھوں کے متضاد کہانی سنا رہے تھے۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں۔ کچھ تو ہوا ہے ؟ تم ایسے کیوں بی ہیو کر رہی ہو ؟"

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ بنا جوتے اتارے وہ اسکے سامنے فرصت سے بیٹھا تھا تو چہرے پر تکان کے ساتھ ساتھ الجھن کا تاثر تھا۔

"کیسے ؟ کیسے بی ہیو کر رہی ہوں میں ؟ آپ کے آگے پیچھے نہیں گھوم رہی، پانی کا گلاس لے کر نہیں آئی، آپ کے لیے کپڑے نکال کر نہیں رکھے۔ آپ کو برا لگ رہا ہے میرا ایسے بیٹھنا ؟ غصہ بھی آ رہا ہو گا مجھ پر ؟ مجھے تو بس ہر وقت آپ کی خدمت پر معمور رہنا چاہئے ناں اسی لیے تو شادی کی تھی آپ نے مجھ سے۔"

رکھائی بھرے لہجے میں کہتے اسکی آنکھوں میں ڈھیر ساری چبھن تھی۔ التمش کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ وہ شاکڈ سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا ہو گیا ہے مشال ؟ میرے کہنے کا وہ مطلب نہیں تھا۔" وہ صحیح معنوں میں پریشان ہوتا اچنبھے سے اسے دیکھنے لگا۔ جس کا چہرہ یکایک سرخ پڑنے لگا تھا۔

http://Novelshub.pk

"یہی تو سارا مسئلہ ہے التمش۔ آپ کے مطلب ہی تو مجھے سمجھ نہیں آتے۔"

وہ افسوس بھرے انداز میں گردن ہلاتی ملامتی لہجے میں گویا ہوئی۔ چہرے پر حزن کے رنگ اور آنکھوں میں بھرتا دھواں۔ التمش کے تاثرات میں تناؤ سا آنے لگا۔

"مشال جو بھی بات تمہیں تنگ کر رہی ہے صاف صاف بول دو۔ یوں خود کو ہرٹ مت کرو۔"

مفاہمتی انداز میں ہاتھ اٹھائے وہ بولا تو لب ولہجہ بالکل کمپوزڈ تھا۔ مشال تلخی بھرے انداز میں مسکرائی۔ کمرے کی فضا میں گھمبیر سی اداسی اور تناؤ پھیلتے چلے گئے۔ وہ کچھ دیر خاموش شکایتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی، اور جب بولی تو آواز میں بولتے گلے کچھ اور بھی نمایاں تھے۔

"آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی تھی؟"

"کیا چیز؟"

التمش کو سرے سے جیسے سوال کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی۔ اس وقت اس صورت حال میں، بھلا اس سوال کا کیا مطلب؟ اور مشال کو لگا وہ بن رہا ہے۔ اسکے اندر سلگتی آگ بھڑکتی چلی گئی۔

"آپ یہی سوچ رہے ہیں نا کہ میں کتنی بیوقوف ہوں جسے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت اتنے وقت کے بعد ہو رہی ہے۔ ہاں ہوں میں بیوقوف۔۔۔ بیوقوف ہوں اسی لیے آپ کی بیوی ہوں۔" کہتے ہوئے اسکی آواز گلوگیر ہوتی رندھ سی گئی، لیکن وہ آنکھوں میں ابھرتی نمی کے ساتھ پھر بھی بولتی رہی۔

"آپ نے مجھ سے شادی اس لیے کی کیوں کہ میں ایک کم پڑھی لکھی، چھوٹے گھر کی، کم عقل لڑکی تھی جسے آپ جیسے چاہتے کنٹرول کرتے۔ اور اپنے مرضی کے سانچے میں ڈھال لیتے۔ اس سانچے میں جس میں شیریں جیسی پڑھی لکھی، اپنے پیروں پر کھڑی لڑکی کبھی نہیں ڈھل پاتی۔ اسی لیے آپ نے

حب ناولز

شیریں کے ساتھ اپنا تعلق توڑا اور میرا انتخاب کیا۔ لوگ شادی کرتے ہیں خوبیاں دیکھ کر، ہماری شادی وہ دنیا کی واحد شادی ہوئی ہو گی جہاں آپ نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر میری کمیاں دیکھیں، انہیں اپنے پیمانے پر پرکھا اور پھر میرا انتخاب کیا۔"

آنسو گالوں کو بھگوتے جا رہے تھے، آواز میں نمی گھلی ہوئی تھی لیکن لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔ التمش ہکا بکا سا اسے دونوں بھنویں باہم جوڑے شاکی نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

کچھ سیکنڈز تک تو وہ سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ وہ کہہ کیا رہی ہے۔ اور جب سمجھ آئی تو بھینچے جبڑے اور سرخ ہوتے کانوں کے ساتھ وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ پر سے اٹھا تھا۔

"عطیہ بھابھی؟"

فقط دو لفظی سوال اور جواب میں مشال نے اسکے اس غیر متوقع سوال پر جس طرح سے نظریں چرائیں تھیں۔ مزید کسی تصدیق کی ضرورت رہی بھی نہیں تھی۔

"یہ عورت۔۔۔۔" وہ کچھ سخت کہتے کہتے رکا۔ "میں پہلے ان سے نپٹ آؤں تمہیں آکر دیکھتا ہوں۔" ایک تند و تیز نگاہ اس پر ڈالتے وہ تیز رفتاری سے چلتا کمرے سے نکلا تھا، پیچھے دروازہ پوری شدت سے بند ہوا تھا، دھڑام کی آواز پر روتی ہوئی مشال دہل کر رہ گئی۔ اس وقت وہ خود جذباتی طور پر اتنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی کہ اسے اس بات سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ رات کے اس پہر التمش نیچے جا کر کیا تماشہ لگانے والا تھا۔

....

"عزیر بھائی؟"

نیچے والے پورشن کے لیونگ ایریا میں کھڑا وہ تیز آواز میں پکار رہا تھا۔ اپنے کمرے سے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس چشمہ آنکھوں پر چڑھاتے عزیر پریشان سے باہر نکلے۔

"کیا ہوا ہے التمش؟ سب خیریت ہے؟"

انکے استفسار کرنے پر التمش کی نگاہ انکے عقب میں کمرے سے نکلتیں سلیپنگ گاؤن زیب تن کیے عطیہ پر گئی جو غصے و بے زاری بھرے انداز میں اسے ہی دیکھ رہیں تھیں۔ وہ طنز آمیز سا مسکرایا۔

"آپ کی بیوی کے ہوتے ہوئے خیریت ہو بھی کیسے سکتی ہے؟"

اسکے لہجے کی درشتگی پر عزیر کا ماتھا ٹھنکا۔ ایک نظر بھائی کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالی، پھر گردن گھما کر بیوی کے تنے ہوئے نقوش دیکھے۔ ایک عرصے بعد وہ دونوں پھر سے آمنے سامنے آئے تھے۔ انکی تشویش اپنی جگہ بجا تھی۔

"ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ گے؟"

عزیر نے الجھن بھری بے چین آنکھوں سے التمش کا چہرہ کھوجنا چاہا۔

"بتانے نہیں وارن کرنے آیا ہوں۔ اپنی بیوی سے کہیں میری بیوی سے دور رہیں، اور جو زہر یہ ہمارے گھر کے پر سکون ماحول میں گھولنا چاہ رہی ہیں اس سے باز رہیں۔ ورنہ پھر آپ مجھ سے بھی کوئی گلہ مت کیجئے گا۔"

سخت لہجہ اور بد لحاظ سا انداز، وہ معمول کے التمش سے بالکل ہٹ کر لگ رہا تھا۔ بظاہر عزیر سے مخاطب اسکی سلگتی قہر برساتی نظریں عطیہ پر جمی ہوئیں تھیں، جن کے چہرے پر غصے کی لالی ہر گزرتے لمحے

حب ناولز

کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ عزیر نے مڑ کر عطیہ کو دیکھا جن کی شکایتی نظریں انہیں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ وہ گردن سیدھی کیے التمش کو دیکھنے لگے جس کا عرصے بعد اتنا جلالی روپ نکل کر پھر سے سامنے آیا تھا۔

"یہ کس انداز میں بات کر رہے ہو تم؟ بھابھی ہے عطیہ تمہاری۔ تم سے بہت بڑی ہے۔ رشتے کا نہ سہی عمر کا ہی لحاظ کر لو التمش۔ بیٹھو اور آرام سے بات کرو۔"

دھیمے مگر تنبیہہ سے انداز میں اسے کہتے انہوں نے معاملا رسان سے رفع دفع کرنا چاہا تھا۔ لیکن سامنے والا اس کے لیے قطعی تیار نہیں تھا۔

"بیٹھنے نہیں آیا ہوں میں۔ بس آپ کو بتانے آیا ہوں انہیں سمجھا لیں اچھے سے آپ۔ میرے گھر کے معاملات میں انکی ذرا سی بھی دخل اندازی میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔ دوسروں کے گھروں میں آگ لگانے سے بہتر ہے یہ اپنے گھر میں لگی آگ پر تھوڑی سی نظر ڈال لیں۔ ہو سکتا ہے زیادہ نقصان سے بچ جائیں۔"

اسکے اکھڑے سے انداز ہنوز برقرار تھے۔ اس سے زیادہ خموشی اختیار کرنا عطیہ کے لیے محال تھا۔

"ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے جو اتنا آگ بگولا ہو رہے ہو تم۔ سچ ہی کہا ہے کسی نے چور کی داڑھی میں تنکا۔ تبھی تو اتنی کھٹک رہی ہیں میری باتیں تمہیں، ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے؟ کیا شیریں سے تمہاری منگنی نہیں ہوئی تھی؟ کیا تم اس کے اپنا کیریئر بنانے کے خلاف نہیں تھے؟ اور کیا میں نہیں جانتی کہ نومیہ نے مشال جیسی لڑکی کا تمہارے لیے انتخاب کیوں کیا؟ ایسے مت دیکھو مجھے، ڈرتی نہیں ہوں میں تم سے۔ اور وہ تمہاری بیوی، صرف چھوٹے گھر کی ہی نہیں چھوٹی سوچ کی بھی ہے۔ جاہل عورتوں کی طرح شوہر کو آگے کر کے لڑنے بھیج دیا، وہ کل کی لڑکی تمہارے جیسے بدمزاج، سر پھرے آدمی کو اپنی

کے ساتھ گہری ہوتی جارہی تھی۔ عزیر نے مڑ کر عطیہ کو دیکھا جن کی شکایتی نظریں انہیں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ وہ گردن سیدھی کیے التمش کو دیکھنے لگے جس کا عرصے بعد اتنا جلالی روپ نکل کر پھر سے سامنے آیا تھا۔

"یہ کس انداز میں بات کر رہے ہو تم؟ بھابھی ہے عطیہ تمہاری۔ تم سے بہت بڑی ہے۔ رشتے کا نہ سہی عمر کا ہی لحاظ کر لو التمش۔ بیٹھو اور آرام سے بات کرو۔"

دھیمے مگر تنبیہہ سے انداز میں اسے کہتے انہوں نے معاملا رسان سے رفع دفع کرنا چاہا تھا۔ لیکن سامنے والا اس کے لیے قطعی تیار نہیں تھا۔

"بیٹھنے نہیں آیا ہوں میں۔ بس آپ کو بتانے آیا ہوں انہیں سمجھالیں اچھے سے آپ۔ میرے گھر کے معاملات میں انکی ذرا سی بھی دخل اندازی میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔ دوسروں کے گھروں میں آگ لگانے سے بہتر ہے یہ اپنے گھر میں لگی آگ پر تھوڑی سی نظر ڈال لیں۔ ہو سکتا ہے زیادہ نقصان سے بچ جائیں۔"

اسکے اکھڑے سے انداز ہنوز برقرار تھے۔ اس سے زیادہ خموشی اختیار کرنا عطیہ کے لیے محال تھا۔

"ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے جو اتنا آگ بگولا ہو رہے ہو تم۔ سچ ہی کہا ہے کسی نے چور کی داڑھی میں تنکا۔ تبھی تو اتنی کھٹک رہی ہیں میری باتیں تمہیں، ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے؟ کیا شیریں سے تمہاری منگنی نہیں ہوئی تھی؟ کیا تم اس کے اپنا کیریئر بنانے کے خلاف نہیں تھے؟ اور کیا میں نہیں جانتی کہ نومیہ نے مشال جیسی لڑکی کا تمہارے لیے انتخاب کیوں کیا؟ ایسے مت دیکھو مجھے، ڈرتی نہیں ہوں میں تم سے۔ اور وہ تمہاری بیوی، صرف چھوٹے گھر کی ہی نہیں چھوٹی سوچ کی بھی ہے۔ جاہل عورتوں کی طرح شوہر کو آگے کر کے لڑنے بھیج دیا، وہ کل کی لڑکی تمہارے جیسے بدمزاج، سر پھرے آدمی کو اپنی

حب ناولز

انگلیوں پر نچا رہی ہے اور تم خوشی خوشی ناچ بھی رہے ہو۔واہ۔۔۔ ہمیں تو نہ آئیں آج تک یہ مکاریاں
۔"

زہر خند لہجے میں کہتے انکی آنکھوں میں گہری تپش تھی۔عزیر نے افسوس بھری بے بسی سے اپنے ہاتھ سے کنپٹی کو مسلا تھا۔تمام کوششیں رائیگاں، اس گھمسان کے رن کو کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

التمش کی گہری کاٹ دار نظریں اب بھی عطیہ کے چہرے پر جمی تھیں، البتہ چہرے پر اب پہلے سا تناؤ نہیں رہا تھا۔بلکہ اسکے ہونٹوں کے کناروں میں ایک چڑانے والی مسکراہٹ دبی ہوئی تھی۔دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ اب مطمئن سا کھڑا کچھ لمحے پہلے کے التمش کے بالکل برعکس لگتا تھا، پر سکون، ٹھنڈے مزاج کا سیلف کنٹرول۔

"آپ ان سیکیور ہیں مشال سے۔اور یہ جو آپ بول رہیں ہیں یہ آپ نہیں آپ کے اندر کی وہ ناکام عورت بول رہی ہے جسے آپ نے اپنی کیریئر اور ینڈ سکسیس فل خاتون کے امیج کے پیچھے کہیں چھپا رکھا ہے۔آپ مانیں یا نہ مانیں آپ خود جانتی ہیں آپ کہاں اسٹینڈ کرتی ہیں۔جوں جوں وقت گزر رہا ہے آپ کو کہیں نہ کہیں احساس ہے آپ نے اتنے سال دن رات ایک کر کے جو کمایا ہے یہ اس سے کہیں گنا کم ہے جو آپ نے اس سارے عرصے میں گنوایا ہے۔آپ نے عزیر بھائی کی کمپنی نہیں جی، اپنے بچوں کا بچپن نہیں جیا، اپنا می ٹائم انجوائے نہیں کیا۔اپنے گھر، اولاد اور شوہر کو وہ وقت، توجہ اور محبت نہیں دی اور آپ کے سامنے مشال یہ سب کر پا رہی ہے۔آپ سے برداشت نہیں ہو رہا۔بس اتنی سی بات ہے۔اسی لیے کہہ رہا ہوں ابھی بھی وقت ہے اپنے گھر پر توجہ دیں، اپنے بچوں کو دیکھیں جنکی زندگی میں ماں کی خلا سی رہ گئی ہے، یہ آپ کے لیے زیادہ بہتر ہو گا کیوں کہ میں اپنا گھر آپ کی جیلسی کی نذر تو بالکل نہیں ہونے دوں گا۔"

حب ناولز

عطیہ کے خوب صورت چہرے پر جیسے کسی نے سیاہی گھول دی تھی، وہ شاکڈ سی کھڑی سن رہی تھیں۔ ٹھنڈے ٹھار سے لہجے میں کہہ کر ایک آخری متنبہ نگاہ ان پر ڈالتے وہ پلٹنے لگا تو نگاہ اپنے کمرے کے باہر کھڑے حماد پر جا رکی، جس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ جیسے اس نے سب سنا ہو۔ التمش کو افسوس ہوا مگر وہ رکا نہیں لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکلتا چلا گیا اور تب کہیں جا کر عطیہ کو ہوش آیا ان کی چنگاڑتی آپے سے باہر ہوئی آواز نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

"عزیر دیکھا آپ نے؟ کیا کہہ کر گیا ہے یہ مجھے۔ میں ان سیکیور ہوں گی اسکی اس بمشکل بی ایس کیے بیوی سے؟ میں۔۔۔ میں جو اپنی زندگی میں ہر لحاظ سے اس سے بہتر ہوں میں اس سے جیلس ہوں گی۔" اپنے سینے پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے کہتے انکی آواز مارے شاک کے پھٹ رہی تھی۔ عزیر نے سپاٹ چہرے کے ساتھ بیوی کو دیکھا جو صدمے بھرے غصے سے پاگل ہونے کو تھی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے کھلے شولڈر کٹ بال پیچھے کرتے وہ نفی میں سر کو جنبش دیتی ہنس رہی تھی۔ حماد نے بے تاثر نگاہوں سے ماں کو دیکھا اور جس خاموشی سے منظر کا حصہ بنا تھا اسی خاموشی سے وہاں سے ہٹ بھی گیا۔

"کیا کمی ہے مجھے؟ آپ بتائیں کون سا خلا ہے ہماری زندگی میں جس کی ابھی وہ بات کر کے گیا ہے۔ ہم ایک اچھی زندگی گزار رہے ہیں، ہمارے بچے اپنی اسٹڈیز میں اچھے سے انوالو ہیں ایک ایم بی بی ایس کر رہا ہے، دوسری ایم فل کر رہی ہے ایک کامیاب زندگی ہمارے دونوں بچوں کی منتظر کھڑی ہے، انکے پاس زندگی کی ہر آسائش موجود ہے، پھر وہ کس کمی کی بات کر رہا تھا۔"

وہ خود نہیں جانتی تھیں انہیں اتنا غصہ آ کیوں رہا تھا۔ التمش پر یا اسکی کہی باتوں پر۔ بقول انکے جن میں کوئی صداقت نہیں تھی تو پھر یہ فرسٹریشن کیسی؟

عزیر کچھ دیر انہیں دیکھتے رہے پھر ایک گہرا سانس بھرتے تکان بھرے انداز میں سر نفی میں ہلایا۔

"سو جاؤ عطیہ۔ صبح تم نے ہوسپٹل بھی جانا ہے۔"

عزیر نے انکی کہی کسی بات پر کوئی جواب نہ دیتے ہوئے انکے پاس سے گزرتے ہوئے انکا شانہ تھپتھپایا تھا۔ وہ عطیہ کے پاس سے گزرتے چلے گئے اور وہ وہیں کھڑیں گہرے گہرے سانس لیتیں خود کو کمپوز کرنے کی سعی کرنے لگیں۔

....

اسے گئے کافی دیر ہو گئی تھی، اپنے رونے دھونے سے فرصت ملی تو اسے اب صحیح معنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی۔ نجانے نیچے کیا تماشہ لگا ہوا ہو گا۔ وہ بے چینی سے اپنے کمرے سے نکل کر باہر لیونگ ایریا میں آئی تھی، وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ دروازے کو دیکھتے وہ ابھی نیچے جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ کھلا تھا اور وہ اندر داخل ہوتا پیچھے دروازہ بند کرتا اسے دیکھنے لگا۔ روئی روئی گلابی ہوتی آنکھیں، گال اور ناک کی نوک۔ اس نے کافی دل وجان سے رونے کا کام سرانجام دیا تھا جیسے۔ التمش نے تاسف سے سر جھٹکا۔ سنجیدہ چہرے کے ساتھ آگے آیا، وہ جو اس پر ایک نگاہ ڈال کر آنکھیں پھیر گئی تھی، اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے آگے بڑھا تو رخ کچن کی جانب تھا۔

مشال نے گلہ کرتی نگاہیں اسکی پشت پر ڈالیں، بنا کچھ کہے وہ اسکے پیچھے چلتی گئی۔

کچن میں آکر اسے وہاں چیئر پر بٹھاتے، بنا اسکی طرف دیکھے کوئی بات کیے وہ اب اپنی آستینوں کے کف لنکس کھولتا بازو فولڈ کرتے کوکنگ رینج کی طرف بڑھا تھا۔ دیگچے کا ڈھکن ہٹایا، پلاؤ بنا ہوا تھا اور شکل

دیکھ کر ہی التمش کو اندازہ ہو گیا تھا گلزار کے ہاتھوں کا جادو بول رہا تھا۔ پلیٹ میں نکال کر اوون میں گرم کرنے کو رکھے، فریج سے رائتہ نکالا۔ اس سارے میں وہ چپ چاپ ٹھوڑی سینے سے لگائے چیئر پر بیٹھی نیچے ماربل کو گھورتی، اپنی وہاں کچن میں موجودگی کے بارے میں سوچتی رہی۔

التمش نے پلیٹ اسکے آگے میز پر رکھی تو بھی اس نے سر نہیں اٹھایا تھا۔

"کھانا کھالو مشال۔"

اسکی آواز میں نہ تو کوئی نرمی تھی نہ ہی سختی۔ بالکل سپاٹ سی۔ اور اتنے میں ہی مشال کا دل بھرنے لگا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

بمشکل آواز کو نمی سے بچاتے وہ بولی تو آواز بے حد دھیمی تھی۔

التمش نے اسکے جھکے سر کو بغور دیکھتے ہونٹ سختی سے بھینچے۔ پھر ایک گہرا سانس اندر کھینچتے گویا ہوا۔

"تم بہت سارا رو چکی ہو اس لیے، اس وقت نہ تو میں تمہیں کوئی لیکچر دینا چاہتا ہوں اور نہ ہی ڈانٹنا۔ تو بہتر یہی ہے کہ تم چپ چاپ کھانا کھالو۔"

ہنوز اسی انداز میں اسکے کہنے پر مشال نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو آنکھوں میں گلے کے ساتھ ساتھ غم و غصے کی ایک تحریر رقم تھی جسے وہ بآسانی پڑھ سکتا تھا۔

"آپ اب بھی مجھے ڈانٹیں گے؟ اپنی غلطی کبھی نہیں مانیں گے آپ۔"

حب ناولز

آنکھوں میں پانی ایک بار پھر سے بھرنے لگا تھا۔ التمش نے بے بسی سے ان آنکھوں کو دیکھا۔ وہیں اسکے سامنے رکھے لکڑی کے چھوٹے میز پر نکتے پلیٹ میں سے چاول چمچ میں بھرے اور اسکے منہ کی طرف بڑھائے۔

مشال تندہی سے اسے دیکھتی رہی، چمچ پر ایک نگاہ غلط تک نہ ڈالی۔

"تم کھانا کھالو۔ پھر میں اپنی غلطی مان لوں گا۔"

دھیمی سی مسکراہٹ لیے اسکی آنکھوں میں نرمی سی چمکنے لگی تھی۔ جسے دیکھ کر مشال کے احساسات کچھ اور بھی دھواں دھواں ہوئے۔

"پلیز۔"

اسکے ملتجی سے لہجے میں کہنے پر اس نے پلکوں کو جھپکا۔ اسکے چہرے پر سے نگاہ ہٹاتے ہاتھ بڑھا کر اسکے ہاتھ سے چمچ لیا۔

"میں خود کھا سکتی ہوں۔ دل ٹوٹا ہے ہاتھ ابھی سلامت ہیں۔"

تلخی سے کہتے ہوئے اس نے چاولوں کا بھرا چمچ منہ میں رکھا، التمش کے چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہوئی، سنجیدہ ہوتے لب سختی سے بھینچتے وہ اسکے سامنے سے اٹھا فریج میں سے انرجی ڈرنک کا کین نکالا اور کھولتے ہوئے وہیں کھڑے کھڑے پینے لگا۔

مشال نے جیسے تیسے کر کے تھوڑے سے چاول حلق سے نیچے اتارے تھے، پھر اٹھ کر اسکے پاس سے گزرتی پلیٹ میں بچے چاول فریج میں رکھتے کچن سے باہر نکل گئی۔

وہ کمرے میں آیا تو وہ بیڈ کے اوپر چھوٹا سفری بیگ کھولے خود وارڈروب کھولے کھڑی تھی۔ التمش کے ماتھے پر شکنوں کا جال سا بچھتا چلا گیا۔

"یہ کیا ہے اب؟"

وہ جو سمجھ رہا تھا اس کی تصدیق وہ چاہ نہیں رہا تھا۔

اپنے تین چار ہینگ کیے جوڑے نکالتے وہ پلٹی۔

"اسے بیگ کہتے ہیں۔"

بنا اسکی طرف دیکھے رکھائی سے جواب دیا تو وہ صوفے پر بیٹھتا ضبط کا بڑا سا گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"جی نظر آرہا ہے مجھے۔ یہ اس وقت یہاں کیوں ہے میں یہ پوچھ رہا ہوں۔"

بہت سارا ضبط کرنے کے باوجود آواز میں برہمی کی ہلکی سی رمق پھر بھی در آئی تھی۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"

مشال نے کپڑے بیگ میں رکھتے، کمال بہادری کا مظاہرہ کرتے، اسکے بدلتے لب و لہجے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہہ دیا تھا۔ اور وہ اسکے "اپنے گھر" کی اصطلاح میں کہیں الجھ کر رہ گیا۔

"تم اس وقت اپنے گھر پر ہی ہو مشال۔"

اس نے دانت پیس کر جتایا، جیسے کم کہے میں بہت کچھ باور کرانے کی کوشش کی ہو۔

"مجھے جہلم جانا ہے۔ اپنے گھر والوں کے پاس۔"

بیگ کی زپ بند کرتے وہ سیدھی ہوئی، نگاہ اب بھی غلطی سے بھی اس سمت نہیں ڈالی تھی جہاں گھر والا بیٹھا ہوا تھا۔

"تم اتنی سی بات کے لیے گھر چھوڑ کر جا رہی ہو؟"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔" وہ ایک جھٹکے سے اسکی طرف مڑی اور تیزی سے بولی تو آواز میں تلخی تھی ۔

"میرے لئے یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ جب آپ شادی سے پہلے میرے آگے اسٹڈیز جاری نہ رکھنے کی بات میرے گھر والوں کے سامنے رکھ سکتے تھے تو یہ بھی بتا سکتے تھے کہ آپ کی پہلے ایک منگنی رہ چکی ہے۔"

اسکے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی چبھن تھی۔ التمش یک ٹک اسے دیکھتا رہ گیا۔ چہرے پر بے آرامی کا تاثر لیے۔ تو وہ اسے آج یہ طعنہ بھی دے گئی تھی۔

"چلیں مان لیا تب نہیں بتا سکے آپ، آپ کی کوئی مجبوری رہی ہو گی۔ لیکن شادی کے بعد تو آپ بتا سکتے تھے ناں۔ میں نے کیا بگاڑ لینا تھا آپکا، اور آپ یقین کریں التمش یہی بات مجھے آپ کے منہ سے پتہ چلتی تو مجھے رتی برابر فرق نہیں پڑنا تھا۔ لیکن آپ نے مجھ سے چھپایا۔ اب بھی عطیہ بھابھی سے مجھے نہ پتہ چلتا تو آپ تو شاید مجھے کبھی بھی بتانے والے نہیں تھے۔"

وہ براہ راست اس سے شکایت کر رہی تھی۔ اور ایسا کرتے ہوئے وہ ہرٹ نظر آ رہی تھی۔ التمش کا غصہ دھیما پڑنے لگا۔ دل میں کہیں ملال سر اٹھانے لگا۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ یہ اتنی چھوٹی سی بات اتنی بڑی بن جائے گی۔

حب ناولز

"میں نے تمہیں نہیں بتایا مشال کیوں کہ مجھے یہ بات اتنی اہم نہیں لگی۔"

وہ نرم پڑنے لگا تھا۔ مشال اسے دیکھتے زخمی سا مسکرائی۔

"یہی تو سارا مسئلہ ہے التمش۔ ہمیشہ آپ طے کرتے ہیں کہ کیا اہم ہے اور کیا نہیں۔ اس سب میں میں کہیں نہیں ہوتی، میری ذات، میں کیا چاہتی ہوں، کیا سوچتی ہوں؟ اس سب سے آپ کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔"

گردن نفی میں ہلاتے آنکھ سے ٹوٹا آنسو گال پر پھسلتا چلا گیا۔ التمش نے بے چارگی بھرے انداز میں اسے دیکھا، اسکی مصالحت کی ہر کوشش غلط رنگ لا رہی تھی۔ کیوں کہ مشال اس وقت نہ کچھ سننے کو تیار تھی اور نہ سمجھنے کو۔

"ٹھیک ہے۔ تم جہلم جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ صبح تک کا انتظار کر لو۔"

خفگی سے کہتا وہ اٹھ کر وارڈروب سے کپڑے کھینچ کر نکالتے واش روم میں بند ہو گیا تھا پیچھے ایک بار پھر سے دروازہ خود پر نکالے جانے والے غصے پر احتجاج کرتا رہ گیا۔ مشال نے سختی سے گال کو رگڑتے آنسو پونچھا اور بیگ اٹھا کر صوفے پر رکھتے خود بستر پر دراز ہوتی کمبل سر تک تان گئی۔

....

آفریدی ہاؤس میں اس دن دوپہر کے کھانے پر خاص اہتمام تھا۔ رحمت بوا نے آج پشاور کے لیے نکلنا تھا۔ انکا بیٹا انہیں لینے آیا تھا۔ کھانے کے بعد وہ سب باہر پورچ میں کھڑے تھے، نور اداس تھی لیکن رحمت بوا کا دل رکھنے کو مسکرا رہی تھی۔ ہاشم انکی ساری نصیحتیں خوش دلی سے سنتا یقین دہانیاں کرا رہا

حب ناولز

تھا۔رحمت بوا خود بار بار نم ہوتیں آنکھیں اپنی چادر سے صاف کرتیں۔ماہین سے ملتے ہوئے وہ بہت مطمئن لگتی تھیں جس کے آنے سے انہیں اب کم از کم اس گھر اور اسکے مکینوں کی فکر نہیں رہی تھی۔

انکے جانے کے بعد بھی گھر کا ماحول کچھ بوجھل سا رہا، ہاشم اسٹور پر چلا گیا تھا اور نور کی اداسی کو دیکھتے ہوئے ماہین نے امی کے گھر کا چکر لگانے کا پروگرام بنایا تھا۔شاید اس طرح نور کو اچھا محسوس ہو۔

اور ایسا ہی ہوا تھا۔وہاں آ کر صابرہ کے پاس بیٹھے، باتیں کرتی وہ اب بہتر لگ رہی تھی۔

ماہین نے سکھ کا سانس لیتے خود کچن کی راہ لی، شرمین نے انہیں رات کے کھانے پر روک لیا تھا، وہ ہاشم کو بھی کال کر چکی تھی۔وہ کچن میں آئی تو شرمین جی جان سے گوشت کی بھنائی کر رہی تھی۔

ماہین کو آتا دیکھ کر شرمین کے چہرے پر آئی مسکراہٹ بہت انوکھی سی لگتی تھی۔

"آذر سے کہہ کر اسپیشل بکرے کا گوشت منگوایا ہے۔کھانے کی میز پر تین چار ڈشیں تو ہونی چاہیے ناں۔شادی کے بعد جب ہاشم بھائی نے ہماری دعوت کی تھی تو کیسے میز بھرا پڑا تھا مختلف کھانوں سے ۔کچھ کے تو مجھے نام بھی نہیں آتے تھے۔"

شرمین کی خوش مزاجی اپنے عروج پر تھی۔ماہین کے لیے شادی کے بعد سے شرمین کا خود سے رویہ کسی معجزے سے کم نہ تھا۔

"آپ نے بلاوجہ اتنا تکلف کیا بھابھی۔نور تو پھر بھی چلیں لیکن ہاشم تو رات میں اتنا ہیوی کھانا کھاتے بھی نہیں ہیں۔"

"ارے ایسے کیسے ؟اتنے گئے گزرے بھی نہیں ہیں اب ہم کہ اتنا سا اہتمام بھی نہ کر سکیں۔"

شرمین نے ہاتھ روک کر ماہین کو دیکھتے خفگی سے کہا تو وہ رسان سے مسکرا دی۔ منٹ کلر کے لان کے ہلکی سی دھاگے کی کڑھائی والے کامدار جوڑے میں، برائے نام کے میک اپ میں اسکا چہرہ صحیح معنوں میں دمک رہا تھا۔ اسکے اندر کا سکون اسکے ہر انداز سے جھلکتا تھا۔ یوں ہی کھڑے ہوتے وہ کاؤنٹر پر رکھا ہرا دھنیا صاف کرنے لگی تو شرمین کن انکھیوں سے اسے بغور دیکھتی رہی۔

کلائیوں میں سجے سونے کے کنگن، ہاتھوں میں انگوٹھیاں اور گلے میں سونے کی نفیس سی چین۔

جسے دیکھ کر شرمین سے رہا نہیں گیا۔

"یہ چین تو بہت خوبصورت ہے ماہین۔"

ماہین نے ہاتھ روک کر گردن گھماتی انہیں دیکھا، پھر ہاتھ گلے میں جھولتی چین پر گیا۔

"یہ۔۔۔یہ مجھے نور نے گفٹ کی ہے بھابھی۔"

کہتے ہوئے اسکے لہجے میں اپنائیت اور چہرے پر نرم سی مسکان در آئی۔ شرمین کے تاثرات میں کڑواہٹ سی نمودار ہوئی۔

"تم بھی ناں۔۔۔ ساری زندگی بیوقوف ہی رہنا۔ کیا ضرورت ہے اس سے اتنی دوستیاں گاڑھنے کی۔ ارے سوتن کی اولاد بھی کبھی اپنی بنی ہے۔ میری مانو تو اس سے جتنا ہو سکے دور ہی رہو۔ شروع شروع میں سب ہی اچھے ہوتے ہیں بعد میں کیا پتہ کیسے رنگ ڈھنگ دکھائے گی۔"

شرمین کا انداز سمجھانے جیسا تھا۔ اور ماہین جو اسکے بدلے انداز و اطوار دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، اسکی آنکھوں میں افسوس سا آن ٹھہرا۔ چہرے کی مسکراہٹ رخصت ہوئی۔

حب ناولز

"اس دن شادی کے بعد جب تمہاری اور ہاشم بھائی کی دعوت تھی تب بھی تم اسے ساتھ لے آئی، آج بھی یہ ساتھ آئی ہوئی ہے۔ کوئی چھوٹی بچی ہے کیا جسے تم گھر چھوڑ کر نہیں آسکتی۔ بھئی نئی نئی شادی ہے تم لوگوں کی یہ کیا گھر میں بھی ہر وقت کباب میں ہڈی بنی رہتی ہے؟"

شرمین کے لہجے کی کھولن پر ماہین کو اپنا آپ جلتا محسوس ہوا۔ کچھ لوگ کبھی نہیں بدلتے، بدل سکتے ہی نہیں ہیں، چاہیں تو بھی نہیں اور نہ چاہیں تو انکے بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شرمین کا شمار دوسرے درجے میں ہوتا تھا۔

"بھابھی آج تو کہہ دیا ہے۔ آئندہ ایسا مت کہیے گا پلیز۔ نور ہماری زندگی کا ایک بہت اہم حصہ ہے، ہاشم کی زندگی میں وہ مجھ سے پہلے سے ہے، میں تو اسکی شکر گزار ہوں جس کھلے دل سے اس نے مجھے قبول کیا ہے۔ ہاشم اس سے بہت محبت کرتے ہیں اور میرے لیے وہ تب سے خاص ہے جب مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ ہاشم کی بیٹی ہے۔ وہ چاہے جتنی بھی بڑی ہو جائے ہمارے لیے چھوٹی بچی ہی رہنے والی ہے۔"

بنا غصہ ہوئے، رسان سے کہتے اسکے لہجے کی مضبوطی میں تنبیہ سی چھپی تھی۔

"ارے تم تو برا منا گئی ہو۔ میں تو تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہی تھی۔"

اندر ہی اندر اٹھتے ابال کو دبائے شرمین نے بظاہر مسکرا کر کہا تھا۔ انہیں اب ماہین سے بنا کر رکھنی چاہیے ، یہ اسکا اور آذر کا مشترکہ خیال تھا۔

"آپ میری فکر مت کریں، زندگی میں اتنے تھپیڑے کھانے کے بعد لوگوں کے رویوں کی اچھی سمجھ بوجھ آگئی ہے مجھ میں، اب تو سامنے والا انسان بولتا بعد میں ہے اسکے انداز اور تاثرات پہلے سمجھ آنے

حب ناولز

لگتے ہیں۔ خیر میں آپ کی مدد کرنے آئی تھی، لیکن آپ تو سب کر چکی ہیں، میں ہاشم کو کال کر لیتی ہوں کہاں رہ گئے ہیں وہ ابھی تک۔"

شرمین جیسوں سے جتنا دور رہا جائے اتنا ہی اچھا تھا۔ اسکے جانے کے بعد شرمین کے چہرے کے زاویے بگڑے۔ نخوت سے سر جھٹکا۔

"توبہ ہے بھئی، اسکے منہ میں تو گز بھر کی زبان آگئی ہے۔ جس دن یہ شوہر کے سامنے چلائی ناں تو اگلے دن پھر سے ماں کے گھر بیٹھی ہو گی۔ ہائے ہائے کیا سوچ رہی ہوں میں۔ اللہ نہ کرے ایسا کبھی ہو۔ ایسی تگڑی آسامی چھوڑنے والی کہاں ہے بھلا۔"

تیزی سے دونوں ہاتھوں سے کان چھوتی وہ سیدھی ہوتی تیز تیز ہرا دھنیا اور مرچیں کاٹنے لگی۔

☆☆☆

مشال کو گھر سے گئے پانچ دن ہو گئے تھے، اس رات کے بعد اگلی صبح ناشتے کی میز پر جب التمش نے گلزار کو بلا کر مشال کو جہلم چھوڑنے کا کہا تھا۔ تو وہ کتنی دیر حیرت بھری بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ اسے لگا تھا وہ کم از کم ایک بار تو اسے منانے کی کوشش کرے گا، کوئی وضاحت، کوئی صفائی ۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ صبح وہ بالکل نارمل سا اٹھا تھا، معمول کے انداز میں ناشتہ کرتے مشال کو اللہ حافظ کہتا آفس کے لیے نکل گیا تھا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

گلزار اسے جہلم چھوڑ گیا تھا۔ یہ بالکل ایسے ہی لگ رہا تھا جیسے وہ شادی کے چار ماہ کے بعد پہلی بار میکے رہنے کے لیے گئی ہو۔ حتیٰ کہ گلزار کو بھی انکے درمیان چلتی چپقلش پر کوئی شک نہیں ہوا تھا۔

http://Novelshub.pk

حب ناولز

اس شام بھی آفس سے آکر، ڈھیلی سی ٹی شرٹ ٹراوزرز میں ملبوس کچھ الجھا سا التمش لیونگ ایریا میں بیٹھا بے زاری سے ٹی وی چینلز بدل رہا تھا۔ جب گلزار کچن کے دروازے سے باہر گردن اچکائے اسے دیکھتا بولا۔

"آج کھانے میں کیا بناؤں؟"

"جو جی چاہے بنالو۔"

بنا سکرین سے نظر ہٹائے اسکی اکتاہٹ اپنے عروج پر تھی۔ گلزار نے گردن ہلائی، جاتے جاتے رک کر دوبارہ اسے پکارا۔

"بھابھی کب واپس آئیں گی؟"

وہ خود بھی تنگ آیا ہوا تھا، کچھ مشال کی اس گھر کو اور یہاں کے مکینوں کو ایسی عادت ہو چلی تھی کہ اب وہ نہیں تھی تو جیسے ہر شے اسکی کمی محسوس کر رہی تھی۔

"وہ شادی کے بعد پہلی بار تو رہنے گئی ہے یار۔ اسکے بھی گھر والے ہیں، بہن بھائی ہیں کچھ دن رہنا تو حق بنتا ہے اسکا۔"

ہنوز ٹی وی سکرین کو گھورتے کہتے ہوئے اسکے چہرے پر جو اضطراب رقم تھا، آواز اسکے برعکس بالکل پر سکون تھی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن آپ جس طرح منہ پھلائے پچھلے پانچ دن سے گھوم رہے ہیں، آپ کو بھی انکے ساتھ ہی چلے جانا چاہیے تھا۔"

اسکے لطیف سے طنز کا التمش نے کچھ خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔ گلزار جو صرف اسے چھیڑ کر بولنے پر اکسانے کی غرض سے بولا تھا، مایوسی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔ التمش اور اتنا خاموش۔۔۔

"ان آنکھوں کو بھی کیا کیا دیکھنا پڑ رہا ہے۔"

بڑبڑاتا ہوا وہ پھر سے کچن میں چلا گیا تھا۔ التمش نے دبے دبے غصے سے ٹی وی ریموٹ صوفے پر پٹخا۔ سر پیچھے صوفے کی پشت پر ڈالتے آنکھیں موند ڈالیں۔

اسے مشال کو جانے دینا ہی نہیں چاہیے تھا، پچھلے پانچ دنوں میں کوئی پانچ سو بار وہ خود کو اس کے لیے کوس چکا تھا۔ اسے کبھی نہیں لگا تھا وہ کسی کا اس حد تک بھی عادی ہو سکتا ہے۔ جتنا وہ مشال کا ہو چکا تھا۔ وہ نہیں تھی تو گھر گھر نہیں لگ رہا تھا۔ حالاں کہ اسی گھر میں وہ کہیں سالوں سے ایسے ہی تو رہ رہا تھا، پھر وہ آئی اور صرف چار ماہ میں اس جیسے آدم بیزار انسان کو اپنا یوں عادی کیا کہ اب اسکے بنا کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ گلزار اسے صرف اسکے مشال کو مس کرنے کے معنوں میں لے رہا تھا، جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ اسکے خفا ہو کر جانے پر زیادہ مضطرب تھا وہ بھی کسی اور کی کہیں باتوں میں آکر۔ اس پر مستزاد وہ گئی تھی تو اب واپس آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اسے جانے دینے کے پیچھے التمش کا بس ایک ہی مقصد تھا، وہ ہرٹ ہوئی تھی اور اسکی کہی کوئی بھی بات سننے کو تیار نہیں تھی، کچھ وقت اس سے دور رہ کر سکون سے سوچتی تو شاید اسکی سننے پر آمادہ ہو جاتی۔ لیکن اب لگ رہا تھا یہاں اس نے غلطی کر دی تھی۔

ایک گہرا سانس لیتے اس نے یوں ہی نیم دراز، موبائل جیب سے نکالا۔ سکرین پر چند اک بار انگلیاں پھیریں اور موبائل کان سے لگایا۔ دوسری ہی بیپ پر کال اٹھائی گئی تھی۔ التمش کے چہرے کی ساری

بے زاری اڑنچھو ہوئی، آنکھوں میں نرمی بھرا تاثر آن ٹھہرا۔ وہ ناراض تھی، پھر بھی اس نے اتنے دنوں میں ایک بار بھی اسکی کال نظر انداز نہیں کی تھی۔

"کیسی ہو؟" اسکے سلام کا جواب دیتے متانت بھرے لہجے میں پوچھا تو دوسری طرف اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی مشال کی آنکھوں میں خفگی کے ساتھ ساتھ حزن بھی چپکے سے در آیا۔

"ٹھیک ہوں۔"

دو لفظی جواب، اور زبردستی کا بنایا روکھا لہجہ۔ ورنہ دل تو ہر بار اسکے کال کرنے پر ہمکنے لگتا تھا۔

"گڈ، میں بھی ٹھیک ہوں۔"

مشال کے ہونٹوں پر اداس سی مسکراہٹ نے آکر اپنی جھپ دکھائی تھی، وہ دل کی بات اتنے دور بیٹھ کر بھی جان لیتا تھا، وہ زبان سے پوچھتی نہیں تھی اور وہ پھر بھی ہر بار بتا دیتا تھا۔

"گھر میں سب کیسے ہیں؟"

وہی معمول کے سوال۔ وہ آہستگی سے جواب دیتی رہی۔

"اور پھر تمہیں کچھ کہنا ہے؟"

کچھ دیر بعد اس نے بڑی امید سے یہ سوال دوہرایا تھا۔ مشال نے خفگی سے موبائل کان سے ہٹا کر سامنے کرتے اسے یوں گھورا جیسے وہ مجسم سامنے آن بیٹھا ہو، وہ اسے کہہ کیوں نہیں دیتا تھا واپس چلے آنے کو، ویسے تو کبھی اس نے اتنی مروت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا تو اب کیوں اسکی پیش رفت کا منتظر بنا بیٹھا تھا۔ پھر دوبارہ کان سے لگایا تو چہرے پر ڈھیروں ناراضی تھی۔

"نہیں۔"

"او کے۔ پھر میں فون رکھتا ہوں۔ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔"

اس نے پانچ منٹ کی کال کی تھی جس میں انہوں نے ہر بات کی تھی، سوائے اسکے جو انکے دل میں تھی
۔

....

اس نے کال کاٹی، موبائل یوں ہی سائیڈ پر رکھا، جسکی جلتی سکرین پر التمش کا وال پیپر جگمگا رہا تھا، سنجیدہ چہرہ اور مسکراتی آنکھیں، جن کی چمک کہیں گنا بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تب تک اسے دیکھتی رہی جب موبائل خود بجھ نہیں گیا تھا۔

کمرے میں آتی نوال نے اسکے اداسی بھرے کھوئے کھوئے سے انداز جانچتی نظروں سے دیکھے جس نے اسکی آمد تک کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ وہ جب سے آئی تھی سب کے سامنے بظاہر ہنس بول رہی تھی ، لیکن اکیلے میں نوال کو کچھ مضطرب سی لگتی تھی۔ وہ چلتی ہوئی آکر اپنے بیڈ پر اسکی طرف رخ کیے بیٹھی تو مشال کو بھی جیسے اسکی موجودگی کا احساس ہوا، موبائل کی سیاہ ہوئی سکرین سے نظر ہٹا کر نوال کو دیکھا تو اسکی تیز کھوجتی نگاہیں اسکے وجود کے جیسے آر پار ہوتی محسوس ہوئیں۔ وہ جز بز ہوتی نظریں چرا گئی۔ اسی کسی لمحے سے تو خائف تھی وہ۔ جو شاید آ گیا تھا۔

"تم واپس کب جا رہی ہو مشال ؟"

حب ناولز

اس نے حد درجہ انداز نارمل رکھتے سوال کیا تو مشال نے خفگی بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"اتنے وقت بعد آئی ہوں اور پانچ دن میں ہی آپکا دل بھر گیا مجھ سے آپی، جو مجھے بھیجنے کی باتیں کر رہی ہیں؟"

وہ آج کل ہر کسی سے خفا ہونے کو جیسے تیار بیٹھی تھی۔

"بات کو گھماؤ مت، اور سیدھی طرح بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟"

دوسری طرف بھی نوال تھی، جو اسکی رگ رگ سے واقف تھی، اسکے جذباتی انداز پر کوئی خاص توجہ دیے بنا اصل مدعا جاننے کو متجسس۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

دونوں گھٹنے سینے سے لگا کر انکے گرد بازو پھیلاتے وہ اب چڑنے لگی تھی، یہ تو طے تھا نوال جرح پر اتر آتی تو مشال کا بچاؤ ناممکن تھا۔

"التمش بھائی سے کوئی جھگڑا ہوا ہے؟"

اس قدر درست اندازے اور واضح سوال پر ایک پل کے لیے مشال ٹپٹا کر رہ گئی۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں؟"

آواز میں ذرا سختی سی در آئی تو چپ بیٹھی مشال نے بنا اسکی طرف دیکھے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ خود جس کشمکش کا شکار تھی اس میں سے نوال ہی اسے نکال سکتی تھی۔

حب ناولز

نوال نے متاسف نظروں سے بہن کو دیکھا، جس کی شادی کے بعد سمجھ داری کی وہ قائل ہونے لگی تھی ،اور جو اب اسے غلط ثابت کرنے کے درپے تھی۔

"بات کیا ہوئی ہے؟"

لہجے میں نرمی لاتے وہ بولی تو مشال نے اسکا چہرہ دیکھا، جہاں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ فکرمندی بھی تھی ۔اور پتہ نہیں کیوں ان تاثرات کو دیکھ کر اسے التمش یاد آیا تھا۔وہ چند پل اسے خموشی سے دیکھتی رہی ،پھر آہستگی سے بتاتی چلی گئی، التمش اور شیریں کی منگنی کے بارے میں، عطیہ کی کہی باتوں کے بارے میں۔اور نوال بے تاثر چہرے کے ساتھ سب سنتی رہی۔ اسکی بات مکمل ہوئی تو وہ فقط یہی بولی۔

"بس اتنی سی بات پر تم گھر چھوڑ کر ناراض ہوتی یہاں چلی آئی، آفرین ہے تم پر مشال۔"

اسکے گھر کنے کے سے انداز پر مشال کے دل پر گھونسا پڑا تھا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے آپی۔ التمش نے غلط کیا ہے میرے ساتھ۔انہیں یہ بات مجھے خود بتانی چاہیے تھی۔"

وہ بھوری آنکھوں میں سختی لیے بضد ہوتی بولی۔

"تو اس بات کا اظہار تمہیں التمش بھائی کے سامنے کرنا چاہئے تھا اور پھر انکا موقف بھی جاننا چاہیے تھا ۔یوں گھر چھوڑ کر چلے آنے کی کیا ضرورت تھی مشال۔"

وہ بھینچے ہوئے لفظوں میں اسے باور کروا رہی تھی مشال نے غصے سے سر جھٹکا۔

"مجھے نہیں پتہ، بس مجھے جو صحیح لگا میں نے وہی کیا۔"

اس پر سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھتے وہ اب بھی خفا خفا سی لگتی تھی۔

"تم دل کے ساتھ ساتھ دماغ سے کام لینا کب شروع کرو گی مشال، یہ اتنی بڑی بات نہیں تھی جتنا تم نے اسے بنادیا ہے، مجھے تو اب اتمش بھائی سے ہمدردی ہو رہی ہے، کہاں آکر پھنسے ہیں وہ بھی۔" وہ اب اسے سیدھے سبھاؤ لتاڑ رہی تھی۔ مشال کی آنکھیں جلنے لگیں، وہ اسکی بہن تھی پھر بھی اتمش کی سائیڈ لے رہی تھی۔

نوال جو مزید بھی کچھ سخت سنانے کا ارادہ رکھتی تھی اسے روتا دیکھ کر چپ کر گئی۔

"اچھا رونا تو بند کرو، اب جو تم نے رائتہ پھیلایا ہے اسے صاف کیسے کرنا ہے یہ مل کر سوچتے ہیں۔"

نرم پڑتے مفاہمت سے کہتی نوال بس اسے دیکھتی رہ گئی جو اب زور و شور سے رونے میں مشغل تھی۔

"ہاں ناں آپ بھی مجھے ہی ڈانٹیں، ساری غلطی تو میری ہے ناں، اتمش کی تو کبھی کوئی غلطی ہوتی ہی نہیں ہے۔ آپ میری بہن ہیں یا انکی؟ آپ کو میری سائیڈ کھڑا ہونا چاہیئے آپی۔"

روتے ہوئے، چہرے دوسری طرف کرتے، ساتھ گلے کرتے وہ وہی مشال لگ رہی تھی جس کے پاس مسائل کا حل کم ہی پایا جاتا تھا۔

نوال کی رہی سہی خفگی بھی جاتی رہی، اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ اسکے پاس آتی، اسکے سامنے بیٹھی۔

اسکے گھٹنوں کے گرد لپیٹے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"میں اب بھی تمہاری ہی سائیڈ ہوں مشال، اسی لیے چاہتی ہوں کہ تم اپنا اتنا خوب صورت رشتہ کسی بیوقوفی کی زد میں آکر خراب مت کرو۔"

حب ناولز

اسکے کہنے پر مشال نے چہرہ موڑتے نوال کو دیکھا تو وہ مسکرا کر انگلیوں کے پوروں سے اسکے تر گال صاف کرنے لگی۔

"تو ساری غلطی میری ہے؟"

اس نے دبا دبا سا احتجاج کیا تھا۔

"میں نے یہ کب کہا؟ التمش بھائی کی بھی غلطی ہے، لیکن تمہاری زیادہ ہے۔"

نوال آخر میں ہلکا سا ہنسی تو مشال کی آنکھوں میں ٹھہری خفگی کچھ اور بڑھی۔

"میں اگر تمہارے والی سچویشن میں ہوتی تو یہ سب کبھی نہ کرتی، وہ بھی تب جب میرا شوہر میرا اتنا خیال رکھتا ہوتا۔ لائک سیریسلی مشال؟ تمہیں لگتا ہے یہ اتنی بڑی کوئی بات تھی، اور تمہاری وہ جیٹھانی ؟توبہ کیسی فسادن عورت ہے، ہنستے بستے گھر میں اپنے شر سے آگ لگا کر رکھ دی، میاں بیوی میں پھوٹ ڈلوانے والے کو تو اللہ بھی سخت ناپسند کرتے ہیں، تم جانتی ہو اور پھر بھی تم اس عورت کی باتوں میں آ گئی یار۔ ٹھیک ہے التمش بھائی کو تمہیں یہ بات پہلے سے خود بتا دینی چاہیے تھی، لیکن اگر انہوں نے نہیں بتائی تھی تو اس عورت نے تمہیں بتا کر کون سا تمہارے خیر خواہ ہونے کا ثبوت دے دیا تھا جو تم اسکی باتوں میں آ کر یوں ناراض ہو کر چلی آئی۔"

"میں عطیہ بھابھی کی باتوں پر ناراض نہیں ہوئی آپی، مجھے التمش پر غصہ ہے انہوں نے کیوں چھپا کر رکھا۔"

اسکے آنسو اب تھم چکے تھے، پلکیں ہنوز نمی کا ورق لیے چمک رہی تھیں۔

"ابھی تم نے ہی تو بتایا، انہوں نے کہا یہ اتنا ضروری نہیں تھا جو وہ تمہیں بتاتے۔ اور میرے خیال میں وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تم انکے نظریے سے بھی تو دیکھو مشال، ایک منگنی جو آٹھ سال پہلے وہ خود توڑ چکے ہوں، اپنی بیوی کو اسکے بارے میں بتانا ایسا نہ لگتا جیسے وہ شوخی مار رہے ہوں۔ اور جہاں تک میں انہیں جانتی ہوں وہ ایسے تو بالکل نہیں ہیں، کسی دوسرے کو ڈی گریڈ کر کے خود کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کرنے والے۔ اور پھر تم یہ بھی تو دیکھو شیریں انکے ماضی کا حصہ تھی جسے انہوں نے خود، اپنے آپ سے الگ کیا، وہ اگر اتنی ہی خاص ہوتی تو کیا وہ ایسا کرتے، مرد اپنی پسندیدہ عورت کے لیے بہت کچھ کر لیتا ہے، وہ کوئی بیچ کی راہ بھی نکال سکتے تھے لیکن انہوں نے اسے جانے دیا۔ وہ انکا ماضی تھی، تم حال اور آنے والا کل ہو، پھر تم بیتے کل کی ایک چھوٹی سی بات کو لے کر اپنا رشتہ کیوں خراب کر رہی ہو۔"

وہ کمال مہارت سے اسکے ذہن میں وہ باتیں بٹھا رہی تھی جنہیں اپنے غصے و ناراضگی کی گرد تلے مشال دیکھنے سے قاصر تھی۔

"اور مجھے جن پیمانوں پر پرکھ کر انہوں نے اپنی زندگی کا حصہ بنایا وہ؟"

اسکی باتوں سے قدرے متفق نظر آتی مشال نے نیا نقطہ اٹھایا۔ نوال کی آنکھوں میں افسوس جاگا۔

"یہ تو اس سے بھی بڑی بچگانی حرکت تھی۔ مطلب تم اس بات پر یقین کر بھی کیسے سکتی ہو؟ آئی مین کیا کمی ہے تم میں؟ ٹھیک ہے تھوڑی سی عقل کی کمی ہے۔۔۔" وہ روانی سے بولتی جا رہی تھی اور مشال نے اس بات پر اسے سخت نظروں سے گھورا تھا، جس کا جو ذرا نوال نے اثر لیا ہو۔ وہ اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھی۔ "لیکن صرف کبھی کبھار ہی تم عقل کو خیر باد کہتی ہو تو چلو یہ ایک کمی کہیں نہ کہیں ایڈجسٹ ہو سکتی ہے۔ باقی تم ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو یار، خود کو اس کمپلیکس کا شکار مت ہونے دو،

حب ناولز

التمش بھائی کو تم میں کچھ تو اچھا لگا ہو گا جو تم انکی زندگی میں ہو۔ اچھا چلو مجھے بتاؤ کیا کبھی انکے کسی رویے سے تمہیں فیل ہوا کہ وہ تمہیں خود سے کمتر سمجھتے ہیں؟"

جواب میں مشال کو سوچنے کی ضرورت تک نہیں پڑی تھی، سر آپ ہی آپ نفی میں ہلتا چلا گیا۔

"پھر اتنا رائتہ پھیلانے کی ضرورت ہی کیا تھی مشی۔"

وہ جھنجھلا کر آہستہ آواز میں بولی تو لہجے میں نرمی رچی بسی تھی۔

اور اب نوال سے بات کرنے کے بعد وہ خود لاجواب تھی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

"دیکھو مشال، ہم میں سے کوئی بھی پرفیکٹ نہیں ہے، ہم سب کے کچھ نہ کچھ فلوز ہوتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کچھ لوگوں کو انہیں ڈھانپ کر رکھنا آتا ہے اور کچھ انہیں بیوقوفی میں کچھ بھی نمایاں کر دیتے ہیں۔ جو تم ہو وہ صرف تم ہو۔ ہم سب ایک دوسرے سے منفرد ہیں۔ اس لیے خود کو ڈی گریڈ کرنے کا عمل خود سے کبھی بھی شروع مت کرو۔ تم کرو گی تو دوسروں کو بھی راہ ملے گی۔ تم اپنی خوبیوں کو ترجیح دیتے ہوئے، اپنی خامیوں پر نظر رکھتے ان کو دور کرنے کی کوشش کرو گی تو تمہاری پرسنلٹی خود بخود گروم ہوتی چلی جائے گی۔"

یہ بات اتنی آسانی سے اسے صرف نوال ہی سمجھا سکتی تھی، کیوں؟ کیوں کہ مشال اسے سننے کو ہمیشہ تیار رہتی تھی۔

اور اس سارے واقعہ میں اس نے ایک بڑا سبق حاصل کیا تھا، جو ساری عمر اسکے ساتھ رہنے والا تھا۔ زندگی کی طرف سے دیے گئے چھوٹے چھوٹے غیر متوقع جھٹکے آپ کو بہت کچھ سکھانے کے لیے ہوتے ہیں۔

اسکے چہرے کی خفگی ملال میں بدلی اور پھر ندامت میں ڈھلتی چلی گئی۔

"اچھابس اب، شرمندگی کے بہت گہرے فیز میں بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہو گیا سو ہو گیا ،بس آئندہ کے لیے احتیاط کرنا، ہر ایک کی بات سننے میں حرج نہیں ہے، لیکن ہر ایک کی بات پر یقین کر لینا ہمارے ذہنی سکون کے لیے تباہی کا موجب بن جاتا ہے۔ اور تم نے بھی اچھا کیا التمش بھائی کو ایک ڈوز ملنی چاہیے تھی آئندہ وہ کوئی بھی بات چھپانے سے پہلے سو نہیں تو دو بار تو سوچ ہی لیں گے۔"

وہ اسکا گال تھپتھپاتی اٹھ کھڑی ہوئی، مشال آخری بات پر نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"اب اٹھ کر باہر آجاؤ، دادی تمہاری وجہ سے پریشان ہیں، تم اتنی اچھی اداکار نہیں ہو کہ ہنس کر سب چھپالو۔ وہ تمہارے بارے میں فکر مند ہیں مجھ سے بھی کہہ رہیں تھیں، اب باہر آؤ انکے ساتھ بیٹھو ،اچھے سے گپ شپ کرو تاکہ انہیں ذرا اطمینان ہو۔"

"آپ چلیں میں منہ دھو کر آ رہی ہوں۔"

مسکرا کر اسے کہتی وہ خود بھی اٹھنے لگی، تو ال سر ہلاتی کمرے سے باہر چلی گئی تو وہ بستر سے نیچے اترتی واش روم کی طرف جاتے خود کو پہلے سے بہت ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

....

رات کی سیاہی نے چاروں اطراف ایک پردہ سا گرا دیا تھا، ایسے میں ہلکے ہلکے سرمئی بادلوں کے درمیان تیرتا چاند خاموشی سے زمین والوں پر نگاہ دوڑائے محو سفر تھا، باہر لان میں ماہین پھولوں کی کیاری کے سامنے بنے لکڑی کے بنچ پر بیٹھی تھی، نور کچھ دیر پہلے ہی اسکے پاس سے اٹھ کر سونے گئی تھی

حب ناولز

،وہ آج زیادہ ہی تھکی تھکی سی لگتی تھی۔ اسکے چلے جانے کے بعد بھی ماہین یوں ہو بیٹھی رہی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہوا کا کوئی جھونکا آتا، اسکے چہرے کو چھوتا، اور جھینپ کر آگے گزر جاتا، اور وہ یوں ہی بے نیازی سی بیٹھی دور آسمان کو تکتی جاتی۔ رات کے پہر خموشی میں بیٹھنا اسے ہمیشہ سے پسند تھا، کچھ وقت پہلے تک ایسے بیٹھ کر وہ اپنے کہیں نہ ختم ہونے والے مسائل کو سوچا کرتی تھی، اب وہ دورانیہ ختم ہوا تھا تو آج یوں فرصت میں بیٹھنا، بنا کسی فکر یہ سوچ کے بھلا بھلا سا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ نجانے کتنی دیر یوں ہی بیٹھی رہتی، جب اسے اپنے اردگرد اک مانوس سی خوشبو گھیرا تنگ کرتی محسوس ہوئی تو چونک کر دائیں بائیں دیکھا، وہ اسکے بائیں جانب پہلو میں بیٹھا گردن گھما کر اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

"آپ کب باہر آئے؟"

اپنی اس درجہ غائب دماغی پر خجل سی وہ پوچھنے لگی۔

"جب آپ چاند کو دیکھتے ہوئے اپنے اردگرد کی دنیا بھلائے بیٹھی تھیں۔"

اسکے بالکل قریب بیٹھا وہ دونوں ہاتھ بنچ پر ٹکائے ہوئے تھا، ہوا کے ساتھ اسکے بال بکھرتے پیشانی پر گر رہے تھے۔

ماہین نے بنا کچھ کہے نگاہوں کا رخ پھیرا۔

"کیا چاند آج زیادہ ہی خوب صورت لگ رہا ہے؟"

اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے وہ بولا تو لہجے میں عجیب سی چھبن تھی۔

"چاند تو ہمیشہ ہی خوب صورت لگتا ہے۔"

http://Novelshub.pk

حب ناولز

اسکی کیفیت سے انجان وہ عام سے انداز میں کہتی محویت سے آسمان پر ٹنگے چاند کو دیکھ رہی تھی۔

"اب اتنا بھی نہیں لگتا، آپ کوشش کر کے آسمان سے نظریں ہٹا کر زمین پر اپنے بائیں جانب نگاہ ڈالیں تو آپ کو پتہ چلے زمین والے بھی دیکھنے لائق ہیں۔"

اسکے جلے کٹے سے لب ولہجے پر پہلی بار غور کرتے ماہین نے بے یقینی سے اسکی طرف گردن گھما کر دیکھا تو وہ چاند کو گھور رہا تھا۔ وہ بے چارہ ڈر کر گہرے ہوتے بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔

"نہیں زمین والے بھی کافی حسین ہیں۔ اتنے کہ نظر ان پر ٹھہرتی ہی نہیں ہے۔"

محظوظ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے صاف نظر آتا تھا وہ اسے چھیڑ رہی ہے۔

ہاشم کی نگاہوں نے آسمان کے چاند سے اپنے چاند تک کا سفر طے کیا، مسکراتی ہوئی، بنا کسی جھجک کے اسکے پہلو میں بیٹھی وہ ضرورت سے زیادہ اچھی لگ رہی تھی، یوں کہ ہاشم کا دل بے ایمان ہونے لگا۔ منہ زور ہوتی نگاہوں پر بند ڈالتے دل کو ڈپٹ کر چپ کرایا، یہ تو صرف آغاز سفر تھا، ابھی عشق کے امتحان اور بھی تھے۔

گردن جھکا کر وہ دھیما سا ہنسا تھا۔

"اللہ کرے آپ کی نظر جلد ہی ٹھہر جائے، اور پھر ایسی بھٹکے کہ دوبارہ کبھی پلٹ نہ سکے۔"

اک جزب کے عالم میں کہتے وہ چہرہ ترچھا کیے اسے نگاہ اٹھا کر دیکھتا اسے نروس کر چکا تھا۔ جسے چھپانے کی کوشش کرتے وہ اب نظریں چراتی پھر سے آسمان کو دیکھنے لگی جہاں چاند کا اب نام ونشان تک نہ تھا۔ ہواؤں کے تیور کچھ بدلتے دیکھ کر ماہین نے مزید وہاں بیٹھنے کا ارادہ ترک کر دینا چاہا۔

"میرے خیال میں اندر چلنا چاہیے، کسی بھی وقت بارش ہونے والی ہے۔"

http://Novelshub.pk

کہتے ہوئے وہ اٹھنے لگی تو ہاشم نے اسے بازو سے پکڑ کر دوبارہ بٹھایا، وہ بے یقینی بھری حیرت سے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اسے دیکھنے لگی، جس کے انداز آج کچھ بدلے بدلے سے لگتے تھے۔

"بیٹھیں، کچھ دیر باتیں کرتے ہیں۔"

اسکے لہجے میں دھیمی آنچ لیے جذبوں کی لپک ماہین کا دل پگھلانے کے درپے تھی۔ اسکے بیٹھتے ہی وہ آہستگی سے اسکا بازو چھوڑ چکا تھا۔

"لیکن ہم کون سی باتیں کریں گے؟"

دل کی غیر ہوتی حالت پر وہ جو بولی تھی تو الفاظ کا چناؤ بھی درست نہیں کر پائی تھی۔

ہاشم نے مسکراہٹ ضبط کرتے اسکی طرف سنجیدہ نظر آنے کی کوشش کرتے دیکھا۔

"یہ تو بڑا غور طلب مسئلہ ہے۔" وہ بھرپور سنجیدگی سے کہتا رکا، چہرہ دوسری طرف کرتے دبا دبا سا مسکرایا، پھر مسکراہٹ روکنے کی سعی کرتا اسکی طرف مڑا، اور اسکا ہونق چہرہ دیکھا۔

"اچھا یہی بتا دیں ابھی چاند کو دیکھ کر آپ کیا سوچ رہیں تھیں۔"

اسکی آنکھوں کی نرمی، لہجے کی آنچ اور چہرے کی چمک، اس سیاہ رات میں اگر کچھ دیکھنے لائق تھا تو فقط سامنے بیٹھا شخص تھا۔ ماہین نے پلکوں کو جھپکا، نگاہ اب بھی کہیں بھٹکی ہوئی تھی۔

"میں صرف دیکھ رہی تھی۔"

کھوئی کھوئی سی کیفیت میں کہتے نگاہیں پلٹنے سے انکاری تھیں۔ آسمان پر بجلی کی لپک سی کوندی، اور بارشوں سے خائف رہتی لڑکی جان بھی نہ پائی۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے، ہم دیکھیں اور کچھ سوچیں ناں۔"

وہ بات کو صرف طول دینے کی چاہ میں تھا۔ اور وہ نظر بھر کر دیکھنے کی چاہ میں۔

"بالکل ہو سکتا ہے۔ کچھ منظر اتنے مکمل ہوتے ہیں کہ انہیں صرف آنکھ بھر کر دیکھا جا سکتا ہے، کچھ سوچنے کی نہ تو ضرورت رہتی ہے اور نہ ہی کوئی چاہت۔"

جلاوطن ہوئی محبت نے اک شان تمکنت سے دل کی زمین پر پھر سے قدم رکھا تھا، وہ روک نہیں پائی، روکنا چاہتی بھی نہیں تھی۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جنہیں دل میں رکھا جائے، جگہ نہ بھی ہو تو بن جاتی ہے، کیوں کہ اپنی جگہ وہ خود بنا لیتے ہیں ہمیں ایڈجسٹمنٹ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

گزرتے لمحوں نے وقت کے پہیے سے ضد کی تھی، یہ منظر ٹھہر کر دیکھا جائے، تیز ہوتی ہواؤں سے بے نیاز، سیاہ رات کے سائے تلے، بنچ پر بیٹھے ایک دوسرے کو گہری، بولتی ہوئی خاموش نظروں سے دیکھتے وہ دو نفوس۔ کسی طلسمی دنیا کے دو کردار لگتے تھے۔

آسمان سے گرتی پانی کی بوندوں نے ہوا میں رقصاں فسوں کو توڑا، ماہین چونک کر چہرہ اوپر اٹھائے برستے آسمان کو دیکھنے لگی۔ چہرے پر سے نرمی رخصت ہوئی اور کوفت کے سائے منڈلانے لگے۔ وہ اٹھ کر بھاگنے کو تھی، ہاشم سرعت سے اٹھتا اسکے بالکل سامنے کھڑا ہوتا اسکی سبھی راہیں معدوم کرتا فقط خود تک آتا راستہ چھوڑے کھڑا تھا۔

"چلیں آئیں آج بارش سے آپ کی دوستی کرواتے ہیں۔"

اسکے چہرے کے عین سامنے کشادہ ہتھیلی پھیلائے وہ مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا، ماہین نے بے بسی سے سر کو نفی جھٹکا، چہرے پر التجا تھی، بارش تیز ہوتی جا رہی تھی، لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں

تھی۔ وہ یوں ہی کھڑا رہا، ہاتھ پھیلائے، منتظر سا۔ یہاں تک کہ ماہین کو شبہ گزرا، بارش برستی رہی تو وہ ساری رات بھی، یوں ہی کھڑا رہ سکتا تھا۔ اسکی مستقل مزاجی کے آگے ہار مانتے ماہین نے اپنا ہاتھ دھیرے سے اسکے ہاتھ میں دیا تھا۔

وہ بھرپور انداز میں مسکرایا، آنکھوں میں تشکر جاگا، ماہین کا ہاتھ آہستگی سے کھینچ کر اسے کھڑا کیا، بارش کی بوچھاڑ میں وہ دونوں پوری طرح سے بھیگ چکے تھے۔

"بارش کی بوندیں آپ کو خوش آمدید کہہ رہی ہیں ماہی، اپنی باہیں کھولیں اور انہیں خوش دلی سے گلے لگائیں۔"

تڑتڑ ہوتی بوچھاڑ کے درمیان وہ قدرے بلند آواز میں کہتا اپنے ہاتھ میں مقید اسکا ہاتھ اوپر کرتے اسے گول چکر کاٹنے پر مجبور کر رہا تھا، اور بارشوں سے بدظن رہنے والی ماہین ہنسی کی جلترنگ کے درمیان ایسا کر بھی رہی تھی۔ کیا حسین نظارہ تھا، اپنے آپ میں مکمل، اس بھیگتی رات کے حسن کو چار چاند لگاتا۔

....

باسی ہوتی صبح کے ساتھ ہی سورج کی تیز شعاعیں فارن سیکرٹری آفس کی اس نیلے شیشوں سے مزین پر شکوہ عمارت کی دیواروں پر سیدھی پڑ رہی تھی۔ تھرڈ فلور پر بنے اپنے آفس میں میز کے پیچھے سربراہی کرسی پر النتمش بیٹھا تھا، سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا وہ تیزی سے کچھ دیر بعد فارن سیکرٹری کی سربراہی

حب ناولز

میں ہونے والی میٹنگ کے لیے چند اہم پوائنٹس کاری ویو کر رہا تھا۔ موبائل کی وائبریشن پر سکرین سے نظر ہٹا کر میز کے دائیں طرف رکھے موبائل کو دیکھا، مسز التمش کا نام سکرین پر جلتا بجھتا اسے فکر مندی میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ جب سے گئی تھی، ہمیشہ التمش ہی اسے کال کرتا تھا۔ اور آفس آورز میں تو التمش کو نہیں یاد پڑتا تھا اس نے شادی کے بعد سے کبھی بھی اسے کال کی ہو۔

موبائل ہاتھ میں لیتے تیزی سے لیپ ٹاپ بند کرتے وہ ساتھ ہی اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہیلو۔"

کال ریسیو کرتے کان سے موبائل لگائے وہ اب پیچھے اسٹینڈ پر سے کوٹ اتار رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اسکی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام۔ سب خیریت ہے مشال؟"

گردن دائیں جانب گرائے، موبائل کندھے پر ٹکائے متوحش چہرے کے ساتھ کہتا وہ کوٹ پہن رہا تھا

۔

"جی۔" کہہ کر وہ کچھ دیر پھر سے رکی، تبھی آفس کا دروازہ کھلا تھا، التمش نے نظر اٹھا کر اس جانب دیکھا، اسکا سیکرٹری اسے میٹنگ کے لیے مطلع کرنے آیا تھا، التمش کے سر کے اشارے سے اپنے آنے کا کہا، وہ آگے بڑھ کر ٹیبل سے اسکا لیپ ٹاپ اور ضروری فائلز اٹھا رہا تھا۔

"کوئی ضروری بات کرنی ہے؟"

دوسری طرف چھائے سناٹے پر اسے پوچھنا پڑا تھا۔

"آپ مجھے لینے ہی نہیں آئے۔"

دوسری طرف سے سنائی دیتی دھیمی آواز میں بیک وقت، ندامت، شکوہ اور مان بول رہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس گفتگو کو جی جان سے طول دیتا، لیکن اس وقت۔ اس کا سیکرٹری آفس سے نکل رہا تھا۔ کلائی سامنے کی، صرف آٹھ منٹ باقی تھے۔

"مشال ابھی ایک بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔ میں بعد میں بات کرتا ہوں۔"

تیزی سے کہہ کر اس نے کال ڈس کنیکٹ کی تھی، موبائل کو سائلنٹ کرتے جیب میں ڈالا اور کالرز ٹھیک کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

کال کب کی کاٹی جا چکی تھی، اور وہ موبائل ہاتھ میں لیے سکرین کو اب بھی گھور رہی تھی۔ وہ اسے ایسے کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔ وہ بھی تب جب وہ خود کال کر کے اسے آنے کا کہہ رہی تھی۔ وہ روز کال کرتا تھا تو یہی سننے کی چاہ میں ہی تو کرتا تھا۔ اور اب جب آٹھ دن کے بعد، خود احتسابی کے عمل کو پورا کرتے وہ خود کو اسکے سامنے کھڑا کرنے کو تیار کر پائی تھی تو وہ یوں بنا کوئی جواب دیے کال کاٹ گیا تھا۔ اسے رونا آ رہا تھا۔ تو کیا وہ اب اس سے اتنا بدظن ہو گیا تھا۔ کہ جواب دینے کے قابل بھی نہ سمجھتا۔ یا پھر اپنی غلطیوں کے باعث اس نے اپنی قدر کھو دی تھی۔

وہ سارا دن بے چین رہی، دن شام میں ڈھلا اور شام رات کے کنارے سے جا لگی، اور وہ اسکی کال کا انتظار ہی کرتی رہ گئی۔

"کیا ہوا ہے، دو دن سے تو اچھی بھلی تھی اب پھر کیوں منہ لٹکا لیا ہے۔"

رات کو سونے سے پہلے نوال کے پوچھنے پر وہ کمرے میں چکر کاٹتے کاٹتے رکی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

"اس وقت؟"

نوال نے اسکا پریشان حال چہرہ حیرت سے دیکھا۔

"صبح ابو سے کہوں گی مجھے چھوڑ آئیں بس۔"

اسکی آواز بھر آنے کو تھی۔

نوال کو اس پر پیار بھی آیا اور ساتھ ترس بھی۔اس نے ساری بات جاننے کے بعد بھی مشال کو واپس جانے پر فورس نہیں کیا تھا، اسکے لیے اچھا تھا وہ کچھ وقت لیتی اور اچھے سے سوچتی۔اور وہ عمل شاید مکمل ہو گیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔اب تو سکون کرو۔ صبح چلی جانا۔"

مین گیٹ پر ہونے والی بیل پر نوال بولتے بولتے رکی۔

"اس وقت کون آگیا؟" کھڑکی کے پاس جا کر پردہ پیچھے سرکاتے باہر دیکھا، ارحم گیٹ کھولنے جا رہا تھا ۔وہ یوں ہی کھڑی دیکھنے لگی، پیچھے مشال کو اس سب سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ تکان بھرے انداز میں بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

"ارے یہ تو التمش بھائی ہیں۔"

نوال کی حیرانگی بھری خوشی میں ڈوبی آواز پر وہ سپرنگ کی طرح بیڈ سے اچھل کر کھڑی ہوئی، تیزی سے کھڑکی کے پاس گئی، نوال کے پیچھے سے گردن اچکا کر باہر دیکھا، وہ گاڑی سے باہر نکل کر ارحم سے

گلے مل رہا تھا۔ ڈریس پینٹ اور وائٹ شرٹ میں، گلے میں جھولتی ٹائی۔ تو وہ آفس سے سیدھا یہاں آیا تھا۔ سبھی گلے جو صبح سے اب تک اسکے دل میں اسکے لیے بار بار سر اٹھا رہے تھے، لمحے کے ہزارویں حصے میں مٹتے چلے گئے، آنکھوں میں تشکر کی ہلکی سی نمی لیے وہ اسے دیکھ رہی تھی تو لگ رہا تھا جیسے طویل مدت کے بعد دیکھ رہی ہو۔

"اب یہیں کھڑی رہو گی، باہر جاؤ۔" نوال نے گردن گھما کر اسے خشمگیں نظروں سے دیکھتے ڈپٹا تو وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت سے نکلتی پلکیں جھپکتی، سر ہلا کر باہر کی طرف تیزی سے بھاگی۔

"آرام سے مشال۔"

پیچھے سے نوال نے اسے پکارا تھا لیکن وہ ان سنی کر گئی۔

باہر ٹی وی لاؤنج سے گزر کر وہ راہداری میں آئی تھی، جب اندرونی دروازہ کھلا تھا۔ وہ ارحم سے کوئی بات کہتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ نگاہ اس پر پڑی تو بولتے بولتے چپ کر گیا، اتنے دنوں کی ساری بے سکونی، بے آرامی، آج کے دن کے ہیکٹک شیڈول کی ساری تکان، اسے ایک جھلک دیکھنے کی مار ثابت ہوئی تھی۔

میں ابو اور دادی کو جا کر بتاتا ہوں۔"

ارحم خوش دلی سے کہتا ہوا آگے بڑھا، مشال کے پاس سے گزرتے بت بنی بہن کو گھورا۔

اور جاتے جاتے اسے کہنی کا ٹوکا مارا۔ وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔ چہرہ گھما کر پاس سے گزرتے ارحم کو دیکھا جو آگے بڑھ گیا تھا، رخ دادی کے کمرے کی جانب تھا۔

التمش چلتا ہوا مشال کے قریب آیا۔ وہ اسے نم آنکھوں سے دیکھنے لگی جو اسکے بالکل سامنے کھڑا ہوتا ، آنکھوں میں نرمی اور چہرے پر مسکراہٹ لیے تھوڑا سا جھکا، اور اسے خود سے لگا یا۔ اسکے شانے سے لگی مشال کی آنکھیں بہنے کو بے تاب ہونے لگیں، اسکے وجود سے اٹھتی کلون کی خوشبو، اسکا لمس، اسکی آنکھوں کی نرمی اور مسکراہٹ، ان گزرے چند دنوں میں اس نے کیا کچھ مس نہیں کیا تھا۔

"کیسی ہو؟"

اس سے الگ ہوتے وہ اب نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ تو بہت سارے آنسو روکنے کی تگ و دو میں مصرف وہ صرف سر اثبات میں ہلا سکی۔

"آپ کو اتنی رات کو اتنا سفر کر کے نہیں آنا چاہیے تھا۔"

التمش ہولے سے ہنسا، وہ اسکے لیے فکر مند تھی۔

"کیسے نہ آتا۔۔۔ تم نے پہلی بار بلایا تھا۔"

اسکے سرسری سے انداز کے پیچھے چھپا مشال کو دیا گیا مان اسکے دل کو پگھلانے کو کافی تھا۔

دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی وہ مسکرائی تھی۔ وہ خوش نصیب تھی، جس کے حصے میں مان رکھنے والا مرد لکھا گیا تھا۔ اور اس ایک نعمت کے بدلے وہ ہزار بار اسکی مان سکتی تھی۔

دادی ارحم کا ہاتھ تھامے اپنے کمرے سے نکل رہی تھیں، انہیں دیکھتا وہ آگے بڑھنے لگا، اسکے پاس سے گزرتے ہوئے ذرا بھر رکا۔

"جا کر جوتے پہن آؤ۔"

حب ناولز

نیم سرگوشی میں کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ مشال نے اچنبھے سے گردن جھکا کر اپنے پیروں کی جانب دیکھا ،وہ ننگے پاؤں کھڑی تھی۔ بنا کسی شرمندگی کے دھیرے سے ہنستی وہ پلٹی۔ وہ اب جھک کر دادی سے مل رہا تھا، منظر بھی وہیں آ گئے تھے اور اپنے کمرے سے نکلتی نوال بھی اسکے پاس آکر حال احوال پوچھ رہی تھی۔ مشال نے ایک مطمئن نگاہ سب کے درمیان کھڑے التمش کی پشت پر ڈالی اور آہستگی سے وہاں سے نکلتی اپنے کمرے میں جوتے پہننے چل دی۔

جس وقت وہ واپس آئی وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا۔ منظر اسے اتنی رات کو سفر کرنے پر نرمی سے سمجھا رہے تھے، اور بدلے میں وہ انہیں اپنے آج کے پورے دن کے ٹف شیڈول کا بتا رہا تھا کہ اسے آفس سے فرصت ہی دیر سے ملی تھی۔

وہ کچن میں آئی تو نوال گلاس میں جوس ڈالے ٹرے میں رکھ چکی تھی۔

"یہ لے جاؤ۔ کھانا اب پتہ نہیں التمش بھائی نے کھایا ہو گا یا نہیں؟"

گھر آئے داماد کی آؤ بھگت کی فکریں اس وقت نوال کو ہلکان کر رہی تھیں۔

"آپ ایزی فیل کریں۔ میں پوچھ لیتی ہوں۔"

مشال کے چہرے پر کھلتی چمکدار سی مسکراہٹ چھپائے نہ چھپتی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے والی مژدگی لیے روہانسی سی مشال سے بالکل مختلف لگتی تھی۔

"ہاں بیٹا۔ تم جتنا ایزی فیل کر رہی ہو۔ وہ نظر آ رہا ہے مجھے۔"

اسکی بدلتی حالت پر لطیف سا طنز کرتے وہ ٹرے اسکے ہاتھ میں تھما چکی تھی۔

مشال باہر آئی، التمش کے سامنے ٹرے کی تو دادی کی بات سنتے، لمحہ بھر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا، جوس کا گلاس لیتے اسکا "تھینک یو" کہنا۔ وہ تھینک یو جو وہ اسکے منہ سے چلتے پھرتے سننے کی عادی تھی، اب وہ بول رہا تھا تو یاد آیا تھا اس کی سماعتیں اس ایک لفظ کے لیے بھی ترس سی گئی تھیں۔

"کھانا کھائیں گے؟"

سوال کرتے آواز موم سی ہوتی چلی گئی۔

اس نے جوس کا سپ لیتے سر نفی میں ہلایا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ وہاں سے نکلے تھے، سب نے التمش کو رات رک جانے کا کہا تھا لیکن اسکی توجیہہ بھی درست تھی اسے صبح آفس جانا تھا۔ اس لیے کسی نے زیادہ اصرار نہیں کیا تھا۔

گاڑی میں گہری خموشی کا راج تھا، سب کے درمیان بات کرنا اور بات تھی۔ اب اکیلے میں مشال کو عجیب سی جھجک ہو رہی تھی۔

"آئی ایم سوری۔"

بلا آخر ہمت کرتے اس نے کہہ دیا تھا۔

التمش نے ایک پل کے لیے نگاہ اس پر ڈالی۔

"مجھے تمہاری سوری نہیں چاہیے مشال، تمہارا ٹرسٹ چاہیے۔ جو میں بلڈ اب نہیں کر سکا۔ اسکا مجھے افسوس ہے۔"

حب ناولز

وہ کوئی گلہ کر رہا تھا نہ کوئی طنز، بس ایک عام سی بات کر رہا تھا، نرم سے لہجے میں بنا اسے کوئی دوش دیے ،خود کو موردالزام ٹھہراتا ہوا وہ اسے مزید خجل کر گیا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں ہی زیادہ ہائپر ہو گئی تھی۔ اور پتہ نہیں کیوں ہو گئی تھی۔"

وہ کہتے ہوئے الجھن زدہ لگتی تھی۔

"تم شیریں سے ان سیکیور ہو؟"

اتنا واضح اور براہ راست سوال۔ مشال اپنی جگہ شل سی رہ گئی۔ وہ اس کے منہ سے ایسی کسی بات کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"میرے خیال میں اس معاملے کو رفع دفع کرنے کے بجائے ہمیں ایک بار کھل کر اس بارے میں بات کر لینی چاہیے مشال۔ مجھے اپنا گھر بار کسی غلط فہمی کی زد میں آ کر الجھتا ہوا نہیں چاہیے۔"

اسکے لہجے کی استدعا میں بہت کچھ چھپا تھا، اسکے اتنے دنوں کی بے سکونی، فرسٹریشن، بے چینی۔

"مجھے پہلے بھی ایک بار ہمارے ولیمے والے دن ایسا لگا تھا جیسے تم شیریں سے ان کمفرٹیبل فیل کر رہی ہو ۔لیکن پھر مجھے اسکی کوئی وجہ نہیں ملی تو میں نے اسے اپنی خام خیالی سمجھا۔ مگر اس رات تمہارے ری ایکشن نے مجھے احساس دلایا کہ میری چھٹی حس صحیح پریڈیکٹ کر رہی تھی۔ مجھے اس پر کان دھرنے چاہیے تھے۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ اب دیکھو وہ چھوٹی سی بات کتنی بڑی ہوتی چلی گئی۔"

"میں ان سیکیور نہیں ہوں التمش۔"

وہ تیزی سے اسکی بات کاٹ گئی۔ جیسے اسکا ایسا کہنا اسے اندر کہیں بری طرح سے چبھا تھا۔ بعض حقیقتیں جب ادراک کی سرحد پار کرتی ہیں تو ایسے ہی دل میں کھبتی چلی جاتی ہیں۔

"ٹھیک ہے تم نہیں ہو۔تو پھر مجھے سمجھاؤ وہ سب کیا تھا۔ تمہیں اتنا غصہ آیا کس بات پر؟"

سوا گیارہ سے اوپر کا وقت تھا، وہ احتیاط سے ڈرائیو کرتا نظر سامنے مرکوز کیے ہوئے تھا۔

اسکے سوال پر وہ کچھ دھیمی پڑی۔ کچھ لمحے سوچ وبچار کے لیے وقف کیے اور پھر گہرا سانس لیتے آہستگی سے بولی۔

"آپ اسے ان سیکیورٹی مت کہیں۔۔وہ بس تھوڑی سی جیلسی تھی اور کچھ نہیں۔"

چہرے پر بے آرامی کا تاثر لیے اعتراف کرتی وہ اسکی طرف رخ کیے بیٹھی تھی۔

التمش نے بنا اسکی طرف دیکھے بغور اسکی بات سنی،

وہ مسکرایا تھا۔

"وجہ؟"

"آپ وجہ ہیں۔ آپ کو کیا ضرورت ہے کسی اور کے پہلو میں کھڑے ہو کر اتنا اچھا لگنے کی۔"

اسکے شکایتی انداز میں قدرے غصے سے کہنے پر التمش نے بایاں ابرو اچکا کر گردن گھماتے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔ آنکھوں میں بے یقینی لیے مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"لائک سیریسلی؟"

وہ شاک سے ذرا اونچی آواز میں بولا تو مشال نے خفیف سے انداز میں کندھوں کو جھٹکا۔ التمش نے جھرجھری سی لیتے سامنے دیکھا، پھر سبھاؤ سے بولا۔

"دیکھو مشال یہ سامنے تمہیں جو لائٹ پول نظر آرہا ہے ناں۔ میں اسکے ساتھ بھی کھڑا ہوں گا تب بھی اچھا ہی لگوں گا۔ تو کیا تم اس سے بھی جیلس ہو گی یار۔"

"لائٹ پول اور لڑکی میں ٹھیک ٹھاک فرق ہوتا ہے جو کسی اندھے کو بھی نظر آتا ہے۔"

منہ بنا کر خفگی سے کہتے وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

التمش نے ایک سرسری سی نگاہ اسکے خفا خفا سے چہرے پر ڈالی، پھر سر جھٹک کر مسکرایا۔

"میں کسی بھی لڑکی کے ساتھ کھڑا اچھا لگ سکتا ہوں۔ اس میں میری غلطی نہیں ہے۔ لیکن تم بس اتنا یقین رکھو مجھے بس ایک ہی لڑکی اچھی لگتی ہے اور وہ اس وقت میرے پہلو میں بیٹھی ہے۔"

صاف شفاف دھیمی آواز اور جذبوں کی آنچ لیے، اسکے لہجے میں بولتی سچائی مسحور کن تھی۔ مشال کے چہرے نے لمحے میں رنگ بدلا تھا، خفگی و غصے کے بادل چھٹے، گلابی عارضوں کے نیچے مومی شمعیں سی جلنے لگیں۔

التمش نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے گیئر پر رکھا تھا۔ اور پھر اپنا ہاتھ مضبوطی سے اسکے ہاتھ کے اوپر رکھتے گیئر بدلا۔

"شیریں ایک اچھی لڑکی ہے، بے ضرر سی، وہ کسی بھی لحاظ سے ٹاکسک نہیں ہے۔ میں جب کینیڈا سے واپس آیا تھا تو ہمارا یونیورسٹی میں ایک ہی ڈیپارٹمنٹ تھا، وہ عطیہ بھابھی کی بھانجی تھی گھر بھی آتی جاتی رہتی تھی تو پہلے سے جان پہچان تھی۔ پھر ساتھ ساتھ چلتے لگا زندگی میں بھی ساتھ چل سکتے ہیں ہماری اچھی کمپیٹبلٹی تھی، انڈرسٹینڈنگ تھی۔ منگنی ہوئی ہم خوش تھے، بلکہ سب خوش تھے، لیکن پھر اندازہ ہوا سب کچھ ہونے کے باوجود ہمارے شادی شدہ زندگی کو لے نظریات میل نہیں کھاتے۔ بعد

میں مسائل ہوتے، گھر ٹوٹتا، رشتے بگڑتے، زندگیاں بکھرتیں اس لیے ہم نے باہمی رضامندی سے پہلے ہی راستے الگ کر لیے۔ عطیہ بھابھی کو اس بات پر مجھ سے بہت غصہ تھا اور شاید اب بھی ہے ۔ لیکن زندگی دوسروں کے خوش، ناخوش ہونے کے لحاظ سے نہیں گزرتی مشال۔ شادی دوسروں کے لیے نہیں کی جاتی، شادی کا مطلب ہے دو لوگوں کا ایک دوسرے کے لیے سکون کا باعث ہونا۔ ایک دوسرے کے لیے بیس کیمپ کا کام کرنا۔ جہاں زندگی کے محاذ پر لڑتے لڑتے کچھ دیر آکر آرام کر لیا جائے۔ اگر شادی کے بعد آپ نے اپنے لائف پارٹنر کو صرف بے سکونی ہی عطا کرنی ہے تو بہتر ہے ناں قدم پہلے ہی روک لیے جائیں۔ مجھے جو اپنے لیے، شیریں کے لیے صحیح لگا میں نے وہ کیا۔ اس بات کے لیے مجھے کوئی ریگرٹ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو شیریں کے ساتھ میرے آج تک اتنے اچھے ٹرمز کبھی نہ ہوتے، وہ میری بہت اچھی دوست تھی، ہے اور ہمیشہ رہے گی مشال۔ اور اس سے زیادہ وہ میرے لیے کچھ نہیں ہے، آئی سمجھ؟"

آخری دو الفاظ ادا کرتے ہوئے اسکے ملائمت بھرے لہجے میں ہلکی سی دھونس کی آمیزش گھلتی چلی گئی ۔ اسکی زبان سے ادا ہوتے چند الفاظ کی پروئی لڑی تھی، یا کوئی طلسماتی کلمات۔ بہت سارا بار مشال کے دل پر سے سرکتا چلا گیا۔ کیا تھا اگر یہی سب وہ اس دن اسے کہنے کا موقع دے دیتی تو اتنے دنوں کی بے سکونی ان دونوں کے حصے میں نہ آتی۔ ملال ایک بار پھر سے سر اٹھانے لگا جسے التمش کی آواز نے وہی کچل دیا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے میں نے تم سے شادی کیوں کی تھی؟"

کچھ سوچتے ہوئے وہ بولا، یہ کہنا ناگزیر تھا اب۔ مشال کی خود اعتمادی بحال کرنے کے لیے۔

وہ اسکی طرف دیکھتی نہ میں سر ہلا گئی۔

"او کے ،ویسے تو میرا ارادہ نہیں تھا یہ کبھی بھی ڈس کلوز کرنے کا۔ لیکن چلو آج کر ہی دیتا ہوں۔"

وہ محظوظ سے انداز میں ہونٹوں کے کناروں میں نہ نظر آنے والی مسکراہٹ لیے بول رہا تھا تو آنکھیں واضح مسکرا رہیں تھیں۔

"سب کو لگتا ہے کہ تمہیں میرے لئے لالی نے پسند کیا تھا۔"

کہتے ہوئے وہ رک کر اسکی طرف مڑا، جو متعجب، نا سمجھی بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر صاف لکھا تھا وہ بھی یہی سمجھتی تھی۔

"غلط لگتا ہے۔ تمہیں لالی نے نہیں بلکہ میں نے پسند کیا تھا۔"

اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بے یقینی کی سرحد پر کھڑا کرتے، وہ کس قدر آرام سے کہہ رہا تھا۔ مشال کی آنکھیں پھیلی، ہونٹ نیم وا ہوئے۔ وہ شاک سے اسے دیکھ رہی تھی، جو اسکے اعصاب پر بم پھوڑ کر خود سکون سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

وہ کتنا گھنا تھا، یا پھر وہ ہی بیوقوف تھی جو گزرے چار ماہ میں اسے اس بات کی بھنک تک نہ لگی تھی۔

"تم مجھے پہلی ملاقات میں ہی اچھی لگی تھی، اور پتہ ہے کیوں اچھی لگی تھی؟"

وہ آج انکشافات کا ارادہ رکھتا تھا، جنہیں ہضم کرنا اب مشال کے بس سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتہ۔"

اسکے آواز میں ناراضی بھری جھنجھلاہٹ تھی۔ رخ سیدھا کرتے وہ سامنے دیکھنے لگی، البتہ التمش کے ہاتھ کے نیچے دبا اپنا ہاتھ نکالنے کی ذرا بھر کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اسکے بچوں کے سے چڑتے انداز پر

بے آواز ہنسا، پھر زبردستی کی سنجیدگی خود پر طاری کی۔ اور جب بولنا شروع ہوا تو لب ولہجہ خود بخود سنجیدہ ہوتا چلا گیا۔

"مجھے اچھا لگا تھا جب زہرہ خالہ نے کہا تھا تم نے انکی ٹانگ ٹوٹنے پر یونیورسٹی میں ایڈمیشن نہیں لیا تھا۔"

"کیا؟"

وہ شاک سے چلائی تھی، التمش نے اچنبھے سے اسے دیکھا جو خود عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے اس وجہ سے مجھ سے شادی کی؟"

وہ صدمے میں چلی گئی تھی۔ اس سے زیادہ عجیب وغریب وجہ اس نے کسی شادی کی آج تک نہیں سنی تھی، اور یہاں تو اس پر بیت گئی تھی۔ اسکا شاک میں ہونا بنتا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔" اس سارے میں پہلی بار تھا جب التمش جھنجھلایا تھا۔

"تم نے میری بات ہی مکمل نہیں ہونے دی۔"

"ابھی مزید بھی کچھ باقی ہے؟"

مشال کی بھوری آنکھیں کچھ اور بڑی ہوئیں، نہ جانے آج کیا کیا سننا ابھی باقی تھا۔

"مجھے بات تو پوری کر لینے دو۔"

اسکے کہنے پر وہ شاکی نظروں سے اسے دیکھتی خود کو مزید کسی غیر متوقع بات کے لیے تیار کرنے لگی ۔التمش رکا، چند لمحے لیے جیسے الفاظ کا صحیح چناؤ کرنے کی کوشش کی ہو۔ پھر دوبارہ گویا ہوا۔

"مجھے تمہارا خود سے پہلے خود سے جڑے لوگوں کا خیال رکھنا اچھا لگا تھا۔ تمہارا دوسروں کے لیے احساس کرنا، کمپرومائزنگ نیچر کا ہونا، مجھے اس سب نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ اب یہاں تم کمپرومائز کو کسی غلط ٹرم میں پلیز مت لے لینا۔ زندگی میں ہم سب کو کہیں نہ کہیں تھوڑا بہت تو کمپرومائز کرنا پڑتا ہے اور اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے یہ تھوڑا اوڈ لگتا ہے کہ کوئی کسی سے اس بنا پر شادی کرلے۔ لیکن ہمارے معاملے میں ایسا ہی ہوا ہے۔ ہر ایک اپنے لائف پارٹنر میں کچھ نہ کچھ دیکھنا چاہتا ہے۔ اب اگر میں یہ کہتا کہ تم بہت خوب صورت ہو، میں نے اس لیے تم سے شادی کی تو تمہیں برا نہیں لگے گا، کیوں کہ ہم نے اسے نارملائز کر دیا ہے خوب صورتی کی بنا شادی کرنا، بلکہ اسے تو اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ لڑکی والے بھی تو لڑکے کی اچھی جاب اور سیکیور فیوچر دیکھتے ہیں۔ کسی کو اپنے لیے کمانے والی بیوی چاہیے ہوتی ہے جو اسکا بوجھ ساتھ مل کر کم کر سکے۔ ہمارے ہاں یہ سب عام سی باتیں ہیں اور ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں اٹھاتا۔ تو پھر میری ریزن بھی ویلڈ ہونی چاہیے ناں۔"

وہ ایک عجیب بات کر رہا تھا لیکن اسکی بات میں وزن تھا۔ مشال کو تھوڑا غور کرنے پر اب پہلے سی حیرت نہیں رہی تھی، صدمے کی کیفیت زائل ہوتی جا رہی تھی۔

"اب مجھے تم یہ بتاؤ یہ تمہاری خوبی ہے یا خامی جو تم نے اس رات مجھے کہا میں نے تمہاری خامیوں کو دیکھ کر تم سے شادی کی ہے۔"

وہ بات مشرق سے شروع کر کے اسے کھینچ کر مغرب میں لے آیا تھا۔ اور ایسا صرف وہی کر سکتا تھا۔

حب ناولز

"جسے تم اپنی خامی کہہ رہی ہو، وہ تمہاری سب سے بڑی خوبی ہے۔ آج کل کے زمانے میں اپنوں کو اپنی ذات سے پہلے رکھنے والے لوگ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ایسے میں تم مجھے ملی ہو یہ میرے لیے خوش قسمتی کے زمرے میں آتا ہے۔"

اسکے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے اسکے لہجے میں بولتا تشکر مشال کے دل کی زمین گیلی کرتا چلا گیا۔ اب اگر وہ تمام عمر بھی اس سے کوئی اظہار محبت نہ کرتا تو بھی اسکے آج کے کہے الفاظ اسکے دل کے دھڑکتے رہنے کو کافی تھے۔ آنکھوں میں آئی نمی کو سر جھکائے وہ پینے کی سعی کرتے اسکا دل، وجود اور دامن کچھ بھی خالی نہیں تھا۔

"میں نے جو چاہا مجھے وہ ملا، بلاشبہ تم میرے لیے سکون کا باعث ہو، مجھے جیسا لائف پارٹنر چاہیے تھا تم ان تمام ریکوائرمنٹس پر پوری اترتی ہو، جس پر میں خوش بھی ہوں اور مطمئن بھی۔ لیکن ان آٹھ دنوں میں میں نے بہت سوچا مشال اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم میرے لیے تو میرا بیس کیمپ بن گئی ہو مگر میں تمہارے لیے تمہارا بیس کیمپ نہیں بن پایا۔"

اسکی آواز میں در آیا افسوس مشال کو چونکنے پر مجبور کر گیا تھا، ٹھوڑی اٹھا کر گردن گھمائے اسکی طرف دیکھتے اس نے سر نفی میں ہلاتے لب کھولنے چاہے، تو التمش نے اسکی طرف دیکھتے تیزی سے کہا۔

"میری بات ابھی مکمل نہیں مشال۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک سی گئی۔

"تم نے صحیح کہا تھا اس دن، میں نے کچھ جگہوں پر واقعی ہی تمہارے بارے میں اس طرح سے نہیں سوچا جیسے مجھے سوچنا چاہیے تھا۔ اگر تمہیں لگتا ہے تمہارا اپنی اسٹڈیز کمپلیٹ نہ کر پانا تمہاری سب سے بڑی کمی ہے جو تمہیں بے سکون کر رہی ہے تو مجھے اس کا اندازہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن خیر اب بھی دیر نہیں ہوئی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے میں تمہیں اپنا ایم بی بی ایس مکمل کرنے میں سپورٹ کروں گا۔"

حب ناولز

مشال نے صحیح سوچا تھا آج انکشافات کا دن تھا۔ آٹھ دنوں میں وہ پے در پے دھماکے کرنے کی پوری تیاری کر کے بیٹھا تھا، اب بس مشال کو ان دھماکوں کی زد میں لا کھڑا کرنا باقی تھا۔ اور یہ فریضہ رات کے اس پہر اس سنسان سڑک پر گاڑی چلاتے وہ ادا کر بھی رہا تھا۔

"میں نے کہا ناں زندگی میں کچھ کمپرومائزز ہم سب کو کرنے پڑتے ہیں تو ہماری شادی میں سارے کمپرومائزز صرف تم نہیں کرو گی۔ کچھ حصہ میں بھی ڈالوں گا۔ تو آغاز یہاں سے کرتے ہیں۔ تمہاری خوشی کے لیے مشال التمش میں اپنے نظریات میں تھوڑی سی ترمیم کرنا چاہتا ہوں۔ اب یہ تم پر منحصر ہو گا کہ تم میرے اس فیصلے کو صحیح ثابت کرتی ہو یا غلط۔ میری بس ایک ہی خواہش ہے تم زندگی میں جو بھی کرو تمہاری پہلی ترجیح ہمیشہ میں، ہمارا گھر اور ہمارے ہونے والے بچے ہوں۔ اسکے بعد تم زندگی میں جو کرنا چاہو میں ہمیشہ تمہارے پیچھے کھڑا رہوں گا۔

تا کہ تم ڈگمگا ؤ یا تھکنے لگو تو واپس اپنے بیس کیمپ میں آ کر کچھ دیر سستا سکو۔"

سامنے روڈ پر سے نظر ہٹا کر اسکی بے یقین آنکھوں میں جھانکتے وہ مسکرایا تھا۔ مشال کے حواس بری طرح سے منتشر تھے، پورے دن کی پریشانی، اسکے بعد التمش کے آنے کی خوشی اور اب اس سفر کی کرامات، اسکی زندگی تو ایک ہی دن میں رولر کوسٹر بن گئی تھی۔

"کیا ہوا؟ کچھ بولو تو سہی؟"

وہ کچھ دیر اسکے بولنے کا منتظر رہا۔ لیکن خموشی کے بڑھتے دورانیے پر نرمی سے اسے ٹوکا۔

"یہ اب ممکن نہیں ہے۔" مشال نے ایک گہرا سانس بھرتے حواس بحال کرتے ہوئے کہا تو اسکے لب و لہجے میں کوئی رنجش یا کسک کا شائبہ تک نہیں تھا۔

اسکی بات پر التمش کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کیوں ممکن نہیں ہے؟ جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں تمہیں سپورٹ کروں گا تو پھر مسئلہ کیا ہے؟"

وہ اچنبھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"التمش ہماری فیملی۔۔"

"اسکی فکر مت کرو تم۔ہم پانچ چھ سال ویٹ کر لیں گے۔جب تمہارا ایم بی بی ایس مکمل ہو جائے گا اسکے بعد انشاء اللہ فیملی بھی پلان کر لیں گے۔۔۔اور ویسے بھی۔"

وہ بولے جا رہا تھا، مشال بس اسے دیکھ کر رہ گئی، اپنی طرف سے وہ سب لانگ ٹرم میں پلان کر کے بیٹھا تھا۔

"اور جو پلان ہو چکی ہے اسکا کیا؟"

مشال نے جھنجھلا کر اسکی بات تیزی سے کاٹی۔

"ارے میں کہہ تو رہا ہوں۔۔۔" وہ روانی میں بولتے بولتے رکا، مشال کے کہے جملے کو ذہن میں دوہرایا۔ اگلے ہی لمحے بریک پر پاؤں کا زور بڑھا، گاڑی کے ٹائر چر چرا کر رگڑ کھاتے رکے تھے۔

مشال کو زوردار جھٹکا لگا تھا، سیٹ بیلٹ کی وجہ سے بچت ہو گئی تھی ورنہ اسکا سر ڈش بورڈ سے بجنے سے ہوتی ہوا التمش بھی نہیں بچا سکتا تھا۔

"کیا کہا ابھی تم نے؟" اسکی بے یقینی حد سے سوا تھی۔

"وہی کہا جو آپ نے سنا۔ لیکن آپ میری سن ہی کہاں رہے ہیں۔ آپ تو بس اپنی ہی بولے جا رہے ہیں

۔"

اسکے بے بسی بھرے انداز میں کہنے پر وہ چند لمحے یوں ہی سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا رہا، یوں کے اسکے کوئی رد عمل نہ دینے پر مشال کا دل بیٹھنے لگا۔

"کیا ہوا؟"

اسکی مری مری سی آواز میں کہیں خدشات گونج رہے تھے۔ انکے درمیان کبھی اس ٹاپک پر یوں کھل کر بات نہیں ہوئی تھی۔ جو وہ جان پاتی کہ وہ چاہتا کیا تھا۔ شاید وہ شادی کے بعد اتنی جلدی اس ذمہ داری کے لیے تیار نہ ہو۔ یہ سوچ ہی کس قدر زہریلی تھی۔

"ہوں؟" وہ بری طرح سے چونکا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی مجھے کیسے ری ایکٹ کرنا چاہیے۔" اس کی سیٹی ایسی گم ہوئی تھی کہ اب ہر گزرتے لمحے مشال کی تشویش بڑھنے لگی تھی۔

بیچ سڑک پر گاڑی روکے وہ اپنی پوری زندگی میں اتنی بوکھلاہٹ کا شکار کبھی نہیں ہوا تھا۔

"آپ خوش نہیں ہیں التمش؟" اپنے اندیشوں کو زبان دیتے اسکی آواز انجانے سے خوف سے سرسرا گئی تھی۔ التمش کسی خواب کی سی کیفیت سے بیدار ہوا تھا۔

"خوش؟" کہہ کر وہ رکا۔ مشال کا سانس بھی ساتھ رکنے لگا۔

"میں اتنا خوش ہوں کہ اب مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ اظہار کیسے کروں۔" وہ بے چارگی کی انتہا پر کھڑا تھا ۔فرط جزبات سے اسکی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی، حواس آہستہ آہستہ اپنی جگہ واپس آرہے تھے ،اور پھر چہرے پر یکایک سوواٹ کا جلتا بلب مشال کی سانسوں کی بحالی کا ضامن بنا تھا۔

"مجھے ڈرا دیا آپ نے۔" دل پر ہاتھ رکھتے اس نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ متانت بھری نظروں سے اسے دیکھتے، التمش کی مسکراہٹ اس لمحے ہمیشہ کی مسکراہٹ سے کہیں گنا زیادہ روشن تھی۔ پھر کچھ خیال آتے وہ قدرے بے آرام سا ہوا تھا۔

"تم خوش ہو؟ آئی مین تمہارا ایم بی ایس؟"

مشال نے اسکے چہرے کے بدلتے تاثرات بغور دیکھے، اور ابھی کچھ دیر پہلے وہ کہہ رہا تھا وہ اس کے بارے میں اس طرح سے نہیں سوچ پایا جیسے اسے سوچنا چاہیے تھا۔ گداز ہوتے دل کے ساتھ وہ اسکی طرف جھکی، اور اطمینان سے اپنا سر اسکے کندھے پر رکھا۔

"اس ایک خوشی کے لیے میں ہزار ایم بی ایس کے خواب قربان کر سکتی ہوں۔"

کہتے ہوئے اس نے سرشاری سے آنکھیں موند ڈالیں، اسکے چہرے پر خوشی اور سکون کا اتنا گہرا رنگ تھا کہ اسکے سامنے باقی سبھی رنگ ماند پڑنے لگے تھے۔

"آر یو شیور؟" وہ پتہ نہیں کون سی یقین دہانی چاہتا تھا۔

"کہیں گے تو سٹامپ پیپر پر لکھ کر دے دوں گی۔"

وہ اب کی بار تپ کر بولی تھی، اسکے جلے کٹے انداز پر مسکراتے التمش نے سر کو ذرا سا خم دیتے جھک کر اسکے بالوں کو نرمی سے چھوا تھا۔

"تھینک یو۔"

نیم سرگوشی میں جزبات سے بوجھل آواز میں کہتے وہ گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا۔ تھکی تھکی سی مشال ہنوز اسکے شانے پر سر رکھے، بند آنکھوں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ پرسکون سی لگتی تھی۔ واپسی کا یہ سفر ان دونوں کے لیے تاعمر یادگار رہنے والا تھا۔

....

صبح ناشتے کی میز پر ہاشم اسٹور جانے کو بالکل تیار بیٹھا تھا، نور نے بھی یونیورسٹی جانا تھا، اس لیے وہ بھی جلدی سے تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچ گئی تھی۔ ماہین کچن سے باہر نکل رہی تھی ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی اور ٹیبل پر ناشتہ لگ چکا تھا۔

نور نے آکر پہلے ماہین کو پیچھے سے گلے لگایا تھا، اور اسکے بعد جا کر ہاشم سے ملی تھی۔ اس گھر کی صبح کے آغاز کی یہ سب سے خوب صورت بات تھی۔

ایک کرسی چھوڑ کر وہ اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ چکی تھی۔ شروع شروع میں ماہین کو تھوڑا آکورڈ لگتا تھا ۔ہاشم سے زیادہ وہ اپنے اور نور کے رشتے کو خوب صورت رکھنے کے لیے حساس اور محتاط رہتی تھی، نور بھی اچھی تھی پھر بھی ماہین کو کہیں جگہوں پر سوچنا پڑتا تھا۔ وہ ہاشم سے بے حد قریب تھی۔ اسکے لیے ہاشم کی زندگی میں کسی دوسرے کی آمد اور اسکی توجہ کا بٹنا کہیں پیچیدگیاں بھی پیدا کر سکتا تھا۔ لیکن ناشتے کی میز سے لے کر گاڑی کی سیٹ تک اسکے لیے ہر جگہ نور نے جس خوش دلی سے خالی کی تھی وہ اس چھوٹی سی لڑکی کی ایموشنل انٹیلی جنس کی دل سے معترف ہو چکی تھی۔ وہ جہاں نور کی گرویدہ ہوئی

تھی، وہیں وہ ہاشم کو بھی اس بات کا کریڈٹ دیتی تھی، جس نے سنگل پیرنٹ ہونے کے باوجود اپنی بیٹی کی زندگی میں کوئی خلا کبھی نہ بننے دیا۔ یہ ہاشم کی اسے دی گئی محبت اور توجہ تھی کہ ماہین کے ہاشم کی زندگی میں آنے پر اسے کسی قسم کی کوئی ان سیکیورٹی فیل نہیں ہوئی تھی۔

"تمہاری یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے نور؟"

وہ اس کے لیے گلاس میں جوس انڈیل رہا تھا۔

"تھوڑی ٹف لیکن زبردست۔" انگوٹھا اٹھا کر تھمز اپ کا اشارہ کرتے وہ ماتھے پر بکھرے بال جھٹک کر بولی۔ ہاشم اب ماہین کا گلاس بھر رہا تھا اور آخر میں اس نے اپنے لیے جوس نکالا تھا۔

"ناشتے میں کیا ہے ماہی؟"

جوس کا بڑا سا سپ لیتے گلاس رکھ کر ساتھ بیٹھتی ماہین کو دیکھا۔ جو ہاٹ پاٹ کا ڈھکن اٹھاتی اسکی پلیٹ میں خستہ لچھے دار پراٹھا رکھ رہی تھی، ساتھ میں دم قیمہ تھا۔ نور کی آنکھوں کی چمک بڑھی۔

"یو آر دا بیسٹ ماہی۔"

تشکر آمیز آواز میں کہتے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ ابھی کل شام ہی تو اس نے ماہین کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ٹی وی دیکھتے، چینل سرچ کرتے ہوئے ایک کوکنگ چینل پر شیف کو یہ بناتے دیکھا تھا اور کہا تھا اسے یہ کھانے کا دل کر رہا ہے۔ ماہین اسکی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی اتنا خیال رکھتی تھی کہ نور کے دل میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکی جگہ بڑھتی جاتی تھی۔

ہاشم نے جوس پیتے گلہ کھنگارا۔

وہ دونوں بیک وقت اسکی طرف متوجہ ہوئیں۔

"میں کچھ کہہ نہیں رہا لیکن۔۔۔۔۔ آج کل کھانے پینے کی جو روٹین چل رہی ہے مجھے سب نظر آ رہا ہے۔ صبح صبح اتنا آئلی بریک فاسٹ؟"

نور نے کوئی خاص کان نہ دھرتے، نوالا توڑ کر بہت سارا قیمہ لگاتے منہ میں رکھا۔ اور مزے سے کھانے لگی۔

"کچھ نہیں ہوتا ہاشم۔۔۔۔ اتنا تو چلتا ہے اب۔ کیا فائدہ ایسی زندگی کا جس میں جوانی بھی یہی روکھا پھیکا پرہیزی کھانا کھاتے رہیں، بڑھاپے میں تو ویسے بھی کھانے ہی کھانے ہیں۔ مجھ سے تو نہیں ہوتا کیا اب زندگی آملیٹ، فروٹس اور دلیے پر گزار دیں۔"

ماہین نے اپنے سامنے پر اتھار کھتے کہا تو آخری جملا سیدھا سیدھا ہاشم پر کی چوٹ جیسا تھا۔ نور نے گردن گھما کر ستائش بھری نظروں سے ماہین کو دیکھا۔ (ڈیٹس مائے گرل۔)

ہاشم نے اسکے طنز کے قطع نظر خوش گوار سی حیرت لیے اسے دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ ہی سہی اپنے خول سے باہر آ رہی تھی۔

"اسے ہیلتھی بریک فاسٹ کہتے ہیں۔"

اس نے پھر بھی تصحیح کی۔

"ہم ایسے بھی ہیلتھی ہی ہیں۔"

وہ اسکی بات کو غیر سنجیدگی سے اڑا گئی تھی۔ پہلے ہی صبح صبح جاگنگ اسے زہر لگتی تھی۔ اب اسکا ڈائیٹ پلان فولو کرنے کا اسکا قطعی کوئی ارادہ نہیں تھا۔

نور انکی صبح صبح کی ہو رہی نوک جھونک سے بے نیاز اس وقت صرف اپنے ناشتے پر فوکس کیے ہوئے تھی۔

"آپ لیں گے؟"

نوالا توڑتے ماہین نے ہاشم کو خود کو دیکھتے پا کر آفر کی تھی۔

"نہیں بہت شکریہ۔ میں ابھی اپنی صحت کا خود دشمن نہیں ہوا جو۔۔۔"

اسکے جملا مکمل ہونے سے پہلے ہی ماہین نے اپنے لیے بنایا نوالا اسکے منہ میں رکھا تھا۔ جہاں وہ حیرت زدہ سا چونک کر چپ کرتا اسے دیکھنے لگا۔ وہیں نور نے چہرہ اٹھا کر بمشکل اپنی ہنسی گلہ گھونٹا تھا۔

"اچھا بنا ہے ناں۔" اسکے سامنے کہنی میز پر ٹکا کر ہاتھ گال پر رکھتے وہ اب مسکراہٹ چھپائے معصومیت بھری نظروں سے اسے دیکھتی پوچھ رہی تھی۔

ہاشم نے منہ بند کرتے نوالا چبایا۔

"یس اٹ از۔"

اسکے سر کو جنبش دے کر کہنے پر ماہین ہونٹوں کے کناروں میں مسکراہٹ لیے اپنی پلیٹ پر جھکی۔

"میرا ہو گیا۔ اللہ حافظ۔" نور جلدی سے ختم کرتے کہہ کر اٹھی۔

"رک جاؤ نور۔ میں بھی بس نکلنے والا ہوں۔ میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

ہاشم کے کہنے پر وہ سر ہلاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"بیگ لے آؤں۔ گلزار کو بھی کہہ دوں ہمارے ساتھ ہی چلے۔"

ہاشم کے سر اثبات میں ہلانے پر وہ چلی گئی۔ تو وہ جلدی جلدی اپنا ناشتہ ختم کرنے لگا۔

....

مشال کو واپس آئے دو دن ہو گئے تھے، اس دوران اسکا ایک بار عطیہ سے آمنا سامنا بھی ہوا تھا جس پر عطیہ نے اسے سرے سے نظر انداز کر دیا تھا، تو پھر پرواہ مشال نے بھی نہیں کی تھی۔ زندگی میں کچھ لوگ ہوتے ہیں جن سے جتنا دور رہا جائے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ مشال کے لیے اس کیٹگری میں آنے والی پہلی فرد عطیہ ثابت ہوئی تھیں۔

اس شام ہلکی پھلکی بوندا باندی کے بعد موسم اچھا ہو رہا تھا۔ مشال ایسے ہی نیچے لان میں آئی تھی۔ دن کو مالی نے کیاریوں کی گوڈی کی تھی اور کچھ نئے پودے بھی لگائے تھے، وہیں کیاریوں کے پاس کچھ مٹی باہر پڑی تھی جو اب گیلی ہو چکی تھی۔ پودوں کو دیکھتے ہوئے لان میں ٹہلتے، مشال نے سلیپر اتار کر سائیڈ پر کیے تھے، گیلی گھاس پر پاؤں رکھنا اچھا لگ رہا تھا۔ اسکے پاؤں پر چھوٹی چھوٹی ہری گھاس چپک گئی تھی۔

وہ بے نیازی سی یوں ہی ٹہلتی رہی، جب مین گیٹ کھلا تھا اور التمش کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی۔ مشال کا رخ بھی اسی جانب تھا، وہ وقت سے پہلے آ گیا تھا۔ مشال خوشگواری حیرت لیے اسکی جانب بڑھی تھی جو اب گاڑی سے باہر نکلتا اسی کی جانب آ رہا تھا۔ اور اسکی پہلی نظر ہی اسکے ننگے پاؤں پر پڑی تھی۔

"جوتے کہاں ہیں تمہارے؟"

وہ جو اس سے جلدی آنے پر خوشی کا اظہار کرنے کو تھی۔ گردن جھکا کر پیروں کو دیکھنے لگی، جن پر گھاس اور مٹی کے ذرے چپکے ہوئے تھے۔

"وہاں ہیں میں پہن کر آتی ہوں۔"

وہ پلٹنے لگی۔ تو التمش نے اسے بازو سے پکڑ کر نرمی سے روک دیا تھا۔

"مٹی گیلی ہے۔ سلپی جگہ ہو سکتی ہے۔ تم رکو میں لے آتا ہوں۔"

وہ کیاری کے باہر پڑی مٹی کی طرف اشارہ کرتے بولا جس کے پاس ہی اسکے جوتے نظر آرہے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے منع کرتی وہ آگے بڑھتا اسکے جوتے اٹھاتا، واپس آیا تھا اسکے پاس رکھ کر سیدھا ہوتا متلاشی نظروں سے کچھ ڈھونڈنے لگا۔

"پاؤں دھو کر پہننا۔"

اسکے مٹی اور گھاس لگے پاؤں دیکھ کر اسے الجھن ہو رہی تھی، جس کا اظہار اسکے چہرے کے تاثرات کر رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر مشال نے اپنی ہنسی روکی تھی۔

وہ اپنی کاروائی میں مگن کیاری کے پاس سے پائپ اٹھا کر لاتے اسکے ہاتھ میں تھماتا، اب خود جا کر دیوار کے ساتھ لگا نل کھول رہا تھا۔

مشال نے پاؤں دھو کر جوتے پہنے تھے۔ تب تک وہ وہیں نل کے پاس کھڑا رہا، پھر نل بند کرتے اسکے پاس آیا۔

"آپ آج جلدی کیسے آگئے؟"

وہ دونوں اب آہستگی سے چلتے سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"ڈاکٹر سے پانچ بجے کی تمہاری اپائمنٹ مل گئی ہے۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جا رہے تھے تو انکی آوازیں آہستہ آہستہ مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔

نیچے والے پورشن کے ڈرائنگ روم میں بیٹھیں عطیہ اور ارم نے کچھ دیر پہلے کا منظر بے یقین نظروں سے دیکھا۔

"یہ التمش ہی تھا ناں بھابھی؟"

بہت وقت کے بعد آئی ارم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ اتنا کیسے بدل گیا ہے؟ اسکے تو مزاج ہی نہیں ملتے تھے کسی سے۔"

"مجھے پورا یقین ہے اس لڑکی نے اس پر کوئی جادو کروائیں ہیں۔ چھوٹے شہروں کی لڑکیاں ان کاموں میں بہت تیز ہوتی ہیں۔ اور یہ ہماری دیورانی صاحبہ یہ صرف دیکھنے میں معصوم لگتی ہے۔ اس دن بھی میری ایک ذرا سی بات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا اپنے منہ پھٹ شوہر کے سامنے کہ وہ آدھی رات کو تماشہ کرنے آگیا۔۔۔۔۔۔"

عطیہ غصے بھرے انداز میں بولتیں اس دن کا قصہ سنا رہیں تھیں، اور چائے پیتے ارم چہرے پر افسوس اور ہمدردی لیے انہیں بغور سن رہی تھی۔

....

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آرہے تھے، شام کے سائے بڑھتے جارہے تھے اور دھوپ کی کرنوں میں پہلے سا جوبن نہیں رہا تھا۔

"آج کا دن بہت تھکا دینے والا تھا۔ سر ایاز کی کلاس میں تو میں آدھی سوئی ہوئی تھی۔ مجال ہے جو مجھے ایک لفظ بھی پلے پڑا ہو۔"

اسکے لہجے میں ہی نہیں چہرے پر بھی تکان کے آثار نمایاں تھے۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟"

گلزار نے چلتے چلتے اسکی طرف دیکھتے پوچھا۔

"سر درد کر رہا ہے تھوڑا۔"

وہ معمول سے ہٹ کر ڈھیلی چال چل رہی تھی۔

"گھر جاتے ساتھ ہی کچھ کھا پی کر پین کلر لے لیجئے گا۔"

اس کے متانت بھرے انداز میں کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

سست روی سے چلتے ہوئے وہ صدیقی صاحب کے گھر کے سامنے سے گزرے تو انکا مین گیٹ کھلا ہوا تھا، نور کی نظر یوں ہی انکے لان میں پڑی تھی، اور پھر ٹھہر گئی، دوسری طرف موجود لان میں چہل قدمی کرتے، گھاس سونگھتے بل ڈوگ کی نظر بھی نور پر پڑ چکی تھی۔ آنکھوں میں وحشت لیے وہ دبی آواز میں چلائی تھی۔

"صدیقی صاحب کا کتا۔ بھاگو۔۔۔۔"

اسکے چلانے سے پہلے ہی کتا بھونکتا ہوا گیٹ کی طرف بھاگا تھا۔

بھونکنے کی آواز پر گلزار جو نور کو دیکھتے اسکی بات سننے کی کوشش کر رہا تھا، اسکی نگاہ بھی اپنی اور نور کی طرف دوڑ کر آتے کتے پر پڑی اور لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے نور کا ہاتھ پکڑ کر دوڑ لگائی تھی، وہ دونوں تیز تیز بھاگ رہے تھے، کتا مسلسل بھونکتا ہوا انکے پیچھے آ رہا تھا، گلزار نے گردن پیچھے موڑ کر دیکھنا چاہا وہ ان سے ذرا فاصلے پر تھا۔ خرابی طبیعت اور اب یہ ہیجانی کیفیت، نور کی آنکھوں کے سامنے سایہ سا لہرایا تھا، تبھی پاؤں کے نیچے کوئی نوکیلا کنکر آیا اسکا توازن بگڑا اور وہ منہ کے بل گری، گھٹنے پر سے درد کی شدید لہر سی اٹھتی پورے وجود میں پھیلتی چلی گئی۔ اسکا ہاتھ پکڑے گلزار کو اسکے گرنے پر جھٹکا لگا، ہاتھ میں سے ہاتھ چھوٹا، وہ دو قدم آگے جا کر رکا، پیچھے مڑا تو وہ زمین پر اوندھے منہ گری پڑی تھی۔ اور اس سے چند فٹ کے فاصلے پر آتا وہ بڑے جبڑوں اور خونخوار آنکھوں والا کتا، بنا ایک بھی لمحہ سوچنے کے لیے ضائع کیے وہ برق رفتاری سے تین قدم پیچھے آیا، اسکے سفید سنیکرز کے بالکل قریب چہرہ نور کی جانب کیے، گھٹنے زمین پر ٹیک کر بیٹھتے، اپنی دونوں باہیں کھول کر گردن جھکائے آنکھیں سختی سے میچ ڈالیں۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ بس چند سیکنڈز اور۔۔۔ وہ اپنی پشت پر اپنی سے کتے کے دانت گڑھتے محسوس کر رہا تھا۔ اسکی ساری کاروائی سے بے خبر نور تیزی سے سیدھی ہوتی اٹھنے لگی تو نظر اپنے سامنے بازو کھول کر بیٹھے، زرد رنگت اور بند آنکھوں والے گلزار پر پڑی اور وہ ہل بھی نہ سکی۔

"ماریو۔"

پیچھے سے پڑتی بلند پکار پر گلزار نے آنکھیں کھولیں، وہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی، نظریں اس پر جمائے، اور اسکے چہرے پر کوئی انجان سا تاثر تھا، جو وہاں اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

حب ناولز

صدیقی صاحب کی آواز پر ماریو جو بس گلزار پر جھپٹنے ہی والا تھا، فقط دو فٹ کے فاصلے پر رکا، آواز پہچانی اور دم ہلاتا ہوا واپس مڑتا اسی برق رفتاری سے صدیقی صاحب کے پاس جا پہنچا۔

نور کسی خواب کی سی کیفیت سے بیدار ہوتی سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی، گلزار نے سینے میں اٹکا سانس دھیرے سے خارج کرتے اپنے بچ جانے کی یقین دہانی کرنی چاہی۔

"صدیقی انکل آپ کا یہ کتا، ایک نمبر کا کتا بچہ ہے۔ ابھی آپ نہ آتے تو ہمارا کام تمام کر دینا تھا آپ کے اس کتے نے۔"

نور تیزی سے چلتی ہوئی گلزار کے آگے آکھڑی ہوئی تھی، جو ابھی بھی اسکی پشت پر گھٹنوں کے بل گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ کرنل صدیقی جھک کر اسکی پشت سہلا رہے تھے، انکے پیچھے بھاگتا ہوا انکا ملازم آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں کتے کو باندھنے والی موٹی سی چین موجود تھی۔

"سوری بیٹا۔ بس غفلت ہوگئی۔ تمہاری آنٹی ابھی ابھی گاڑی لے کر باہر نکلیں تھیں، اور ماریو نے شاید اپنی رسی توڑلی ہے۔"

وہ اسکے گلے میں ڈالے نیک بینڈ کے ساتھ جھولتی چھوٹی سی رسی کا جائزہ لیتے معذرت خواہ انداز میں کہہ رہے تھے۔ سینے پر دونوں بازو باندھے کھڑی نور کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑتا دہک رہا تھا۔

گلزار اب آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہوتا اسکی طرف پلٹتا اس کے پیچھے کھڑا ہوا۔

"آپ کو جب اتنے خطرناک جانور پالنے کا شوق ہے تو پھر غفلت تو کم از کم نہیں کرنی چاہیے۔ ابھی آپ کی اس ذرا سی لاپرواہی کے باعث ہمارے بچے کو آپ کے اس کتے نے کاٹ لینا تھا۔"

وہ معذرت قبول کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں لگتی تھی۔ آنکھوں میں ڈھیر ساری تپش لیے لہجہ بھی سلگ رہا تھا۔

گلزار نے اسکے الفاظ کے چناؤ پر پہلو بدلا۔

"کون سا بچہ؟"

کتا ملازم کے حوالے کرتے سیدھے ہو کر کرنل صدیقی نے اطراف میں کسی بچے کو تلاشنا چاہا۔

"یہ بچہ۔ نظر نہیں آ رہا آپ کو انکل؟"

نور نے بنا مڑے اپنے پیچھے کھڑے گلزار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو صدیقی صاحب سمجھنے کے انداز میں سر کو جنبش دیتے بولے۔

"میں معذرت خواہ ہوں نور۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ تم دونوں ٹھیک ہو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟"

وہ معذرت کرتے نادم سے اسکے بارے میں فکر سے پوچھ رہے تھے۔ نور کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا ۔ آواز دھیمی پڑنے لگی۔

"ٹھیک ہیں ہم۔ بٹ انکل پلیز بی کیئر فل۔ ایسے تو یہ کسی پر بھی حملہ کر سکتا ہے۔"

صدیقی صاحب جواب میں یقین دہانیاں کرا رہے تھے پھر وہ چلے گئے تو نور گلزار کی طرف پلٹی۔

اسکے اپنی طرف رخ کرنے پر وہ فکر مندی سے اسکے گھٹنے کو دیکھنے لگا جہاں خون کا ذرا سا دھبہ بن گیا تھا

۔

"آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی نور بی بی۔"

"تم پاگل ہو؟" اسکے متوحش لہجے میں پوچھے سوال کے بدلے وہ درشتی سے چلائی تھی۔

گلزار تھوڑا سا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ایسے کیسے تم کتے کے سامنے بیٹھ سکتے ہو وہ بھی اسکی طرف پیٹھ کر کے۔ جانتے نہیں ہو اس طرح کتے اور بھی پر وواک ہوتے ہیں؟"

وہ اسے سخت ملامتی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"وہ آپ پر حملہ کرنے والا تھا۔"

گلزار جو اسکے منہ سے تشکر بھرا کوئی کلمہ سننے کی امید کیے بیٹھا تھا۔ خفگی سے اسے دیکھتے جتایا۔

"تو کرنے دیتے۔ کوئی قیامت نہیں آنی تھی۔ زیادہ سے زیادہ چار پانچ انجیکشن لگنے تھے۔"

وہ اپنی بات پر زور دیتے بولی۔ آواز میں سرزنش نمایاں تھی۔

"آپ اتنا غصہ کیوں ہو رہی ہیں؟"

"تو اور کیا کروں گلزار کے بچے۔ تم مجھ پر مجھ سے پوچھے بغیر کوئی احسان کیسے کر سکتے ہو؟"

"میں نے کب کہا کہ یہ کوئی احسان ہے؟"

وہ اسکا منہ دیکھتا رہ گیا تھا۔ عجیب لڑکی تھی، اسکی جگہ کوئی اور ہوتی تو شکر گزار ہو رہی ہوتی۔ یہاں تو عدالت لگ گئی تھی۔

"اب میں جو کہہ رہی ہوں وہ سنو گلزار خاناں۔ آئندہ چاہے جو بھی ہو جائے۔ تم میرے لیے خود کو مشکل میں کبھی نہیں ڈالو گے۔ میرے باپ نے مجھے اپنی مشکلات سے خود نمٹنا اچھے سے سکھایا ہے۔ میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔ تم خود کو میرے لئے خطرے میں کبھی مت ڈالنا۔"

انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتی وہ اسے تند و تیز نظروں سے گھورتی ہوئی وہیں کھڑا چھوڑ کر خود تیز تیز چلتی آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ حیرت بھرے اچنبھے سے اسے خود سے دور جاتا دیکھتا رہا۔

اسے پیچھے چھوڑ آئی نور تیز تیز چلتی جا رہی تھی، گھٹنے کی تکلیف کے ساتھ ساتھ دائیں بازو کی کہنی پر بھی اب جلن محسوس ہونے لگی تھی لیکن اس نے دیکھنے کا تردد نہیں کیا۔ دل اب بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ گلزار کا غصہ تو اس نے گلزار پر نکالا ہی تھا ساتھ اپنی نا سمجھ آنے والی کیفیت کی جھنجھلاہٹ بھی وہ اسی پر انڈیل آئی تھی۔

....

وہ گھر آئی تھی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا، چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اور کہنی اور گھٹنا چھلا ہوا تھا۔ ماہین کو اس نے سرسری سے انداز میں کتے والا واقعہ بتایا تھا جس پر اس نے اسکی حالت دیکھتے ہوئے ہاشم کو کال کی تھی، اسے اچھی خاصی رگڑیں آئیں تھیں ٹیٹنس کا انجکشن لگنا ضروری تھی۔ اور وہ بیس منٹ میں گھر آن موجود تھا۔

نور اپنے کمرے میں پاؤں نیچے کیے بیڈ پر بیٹھی تھی، ماہین اس کے لیے جوس لے کر آئی تھی۔ جو اس نے تھوڑا سا پی کر گلاس اسے واپس تھمایا تھا اور تبھی ہاشم کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اور اتنی دیر سے

سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی نور کی ٹھوڑی، اسے دیکھتے ہی چھوٹے بچوں کی طرح لرزی تھی۔ وہ چلتا ہوا اسکے پاس آ کر بیٹھا ہی تھا کہ وہ اسکے ساتھ لگتی اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔ ماہین نے فکرمندی سے اسے روتے دیکھا تھا۔ اتنی دیر سے وہ اسکے پوچھنے پر یہی کہہ رہی تھی، زیادہ درد نہیں ہے بلکہ وہ اسکے ہاشم کو کال کر کے بلانے کے حق میں بھی نہیں تھی۔ اور اب۔۔۔ اسکے ساتھ لگی وہ یوں رو رہی تھی جیسے بس اسی کے آنے کی منتظر ہو۔

ماہین نے انہیں سپیس دینے کے لیے وہاں سے جانا چاہا، ہاشم کے پاس سے گزرنے لگی تو اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔ وہ چہرہ گھما کر اسے دیکھنے لگی، وہ اسے دیکھ نہیں رہا تھا، نگاہیں نور پر جمی ہوئی تھیں جو اسکے سینے میں منہ دیے زور و شور سے رو رہی تھی، اور وہ بس خموشی سے اسکا سر سہلاتا تو کبھی شانہ۔

ماہین کے رکنے پر اس نے ایک پل کے لیے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں لکھا پیغام اتنا واضح تھا کہ اسے لفظوں کے ضیاع کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ چاہتا تھا وہ وہاں رکے، اسے اپنا آپ وہاں مس فٹ لگا یہ وہ بھانپ گیا تھا، اور کتنی خوب صورتی سے بنا کوئی لمبے چوڑے لفاظی اظہار کے وہ ایک چھوٹے سے عمل سے اسے باور کروا رہا تھا کہ وہ انہیں میں سے ہے، اور اسکی یہی جگہ ہے۔ ماہین کا دل پگھلنے لگا۔ وہ ایسا کیوں تھا؟ خود سے جڑے رشتوں کی ہر جنبش پر غیر محسوس سی نظر رکھنے والا، چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے والا۔

اسکا ہاتھ چھوڑ کر وہ اب پوری طرح سے نور کی جانب متوجہ تھا، جس کے رونے دھونے کا فیز ختم ہو چکا تھا۔

"اب بہتر فیل ہو رہا ہے تو ہوسپٹل چلیں۔"

حب ناولز

اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے ہوئے، وہ اسکا چہرہ صاف کر رہا تھا، ہاشم کی ہلکے آسمانی رنگ کی شرٹ پر نور کے آنسوؤں کی گیلاہٹ واضح نظر آتی تھی۔

بہت سارا رونے کے بعد شدید سر درد کے باوجود وہ اب ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

"ماہی بھی ساتھ چلیں گی۔"

ماہین کی طرف گلابی نم آنکھوں سے دیکھتے رونے کے باعث بھاری ہوتی بیٹھی آواز میں کہا تو وہ اسکا گال تھپتھپا کر رہ گئی۔

وہ تینوں ہوسپٹل گئے تھے، ضروری ٹریٹمنٹ لے کر گھر واپس آئے تو ماہین اور نور اندر گئیں، اور گاڑی پورچ میں کھڑی کرتے ہاشم وہیں سے مڑ گیا تھا۔ وہ پہلے صدیقی صاحب کے گھر گیا تھا، اور ہمیشہ پر سکون رہنے والا ہاشم آج اچھا خاصا برہم لگتا تھا۔ صدیقی صاحب بھی ایک لمبے عرصے سے اسکے پڑوسی تھے، نور کے لیے اسکی محبت سے بخوبی واقف تھے۔ کچھ غلطی بھی انکی طرف سے ہوئی تھی تو وہ شائستگی سے معذرت کر گئے۔ وہاں سے نکل کر اس نے التمش کو کال کی تھی۔ وہ گھر پر ہی تھا، تصدیق کے بعد وہ اسکی طرف آیا تھا۔ اور گلزار کا ذاتی طور پر شکریہ ادا کیا تھا۔

التمش نے زبردستی اسے چائے کے لیے روک لیا تھا، اسکے بے حد اصرار پر وہ بیٹھ گیا تھا۔

جس وقت وہ واپس گھر آیا تو ماہین کچن سے نکلی تھی۔

"نور ٹھیک ہے ناں اب؟"

اسے واپسی میں گھنٹہ بھر تو لگ ہی گیا تھا۔ ماہین نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ سو رہی ہے۔"

وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے نور کے کمرے کی جانب بڑھا تھا، ماہین جو نور کو ہی دیکھنے جا رہی تھی، ہاشم کے جانے پر مطمئن سی واپس کچن میں پلٹ آئی۔ وہ ابھی کوکنگ رینج کے سامنے کھڑی ہی ہوئی تھی کہ ہاشم تیز رفتاری سے کچن میں داخل ہوا تھا۔ کیبنٹ کھول کر دیکھتے وہ کچھ تلاش رہا تھا۔

"کچھ چاہیے آپ کو؟"

اسکی پکار پر مڑتا اس کی جانب دیکھا۔

"باؤل چاہیے تھا۔ نور کو تیز بخار ہو رہا ہے، ٹھنڈی پٹیاں ڈالنے کے لیے۔"

بلا آخر اسے باؤل مل ہی گیا تھا۔ ماہین نے اچنبھے بھری فکر مندی سے ہاشم کی بات سنی تھی جو اب فریج سے ٹھنڈا پانی نکال رہا تھا۔

"لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے تک تو نہیں تھا، میں نے کوئی پینتس چالیس منٹ پہلے چیک کیا تھا ٹمپریچر۔" حجل ہوتی سرخ چہرے کے ساتھ وضاحت دیتے وہ آہستہ سی آواز میں بولی۔

آواز میں کہیں خدشات پنپ رہے تھے۔ ماہین ابھی آدھا گھنٹہ پہلے اسکے روم سے کچن میں آئی تھی۔ اور اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اسے نور کے ٹھیک ہونے کی اطلاع بھی دی تھی۔ وہ کیا سوچتا ہو گا وہ جھوٹ بول رہی ہے؟ یا پھر وہ نور کے بارے میں لاپرواہ ہے؟

پانی انڈیلتے ہاشم نے ایک نظر اسکی بجھی سیاہ آنکھوں کو دیکھا تھا۔

"اسکا بخار ایسا ہی ہے ماہی، ابھی پٹیاں ڈالتے ہی ٹھیک ہو جائے گا، اور تھوڑی دیر تک پھر سے ہو جائے گا۔ آپ کو ابھی آئیڈیا نہیں ہے ناں۔ سو پلیز آپ یوں ایمبرس فیل مت کریں۔ میں جانتا ہوں آپ کو نور کی فکر ہے، آپ اسکا کتنا خیال رکھتی ہیں اسکے لیے آپ کو خود کو ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے

۔جو ہوتا ہے وہ نظر آتا ہے۔اس لیے جسٹ ٹیک اٹ ایزی۔ اینڈ تھینک یو نور کو اتنے پیار سے اپنانے کے لیے۔میری بیٹی نے ماں کا لمس محسوس نہیں کیا، اسکے لیے جو ہوں میں ہی میں ہوں۔مجھے نہیں لگتا تھا وہ میری زندگی میں آنے والی کسی عورت کو اتنے کھلے دل سے قبول کر پائے گی۔اور نہ ہی میں اپنی بیوی کو نور سے محبت کرنے پر مجبور کر سکتا تھا۔یہی وجہ ہے اتنا عرصہ میں نے شادی نہیں کی تھی۔نور اب ماشاءاللہ اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ اسکی زمہ داری کسی پر تھوپنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔پھر بھی ماہی آپ جس طرح اسکی چھوٹی چھوٹی چیزوں کا دھیان رکھتی ہیں میں اس کے لیے تہہ دل سے آپکا شکر گزار ہوں۔"

وہ پانی والا باؤل اٹھاتا ہوا بولتے ہوئے جاتے جاتے اسکے قریب رکا اور متانت بھرے انداز میں اسکا دایاں گال تھپتھپاتا ہوا مسکرا کر نکلتا چلا گیا۔اور پیچھے وہ چند لمحے وہیں ساکت سی کھڑی کی کھڑی رہ گئی ۔اسکی مسکراہٹ، لہجے کی نرمی اور گال پر دہکتا انگلیوں کا لمس،ایک پرسکون مسکراہٹ اور گلنار ہوتے چہرے کے ساتھ وہ پلٹی،نور کے لیے رکھے سوپ کے نیچے آنچ ہلکی کی۔اور خود بھی نور کے کمرے کی جانب چل دی۔

....

اگلے دن کا سورج طلوع ہوتا حیات منزل کے مکینوں کے لیے ایک بھونچال لایا تھا۔اور اسکا ماخذ بنی تھی حبا کی اپنے کلاس فیلو کے ساتھ کورٹ میرج۔عطیہ غم وغصے سے پاگل ہو رہی تھیں، عزیز کو بالکل چپ ہی لگ گئی تھی۔انکی بیٹی اتنا بڑا قدم اٹھا چکی تھی اور انہیں بھنک تک نہیں پڑی۔اس پر مستزاد وہ

اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر اپنی اور اپنے شوہر کی کورٹ روم کے باہر لی تصویر بھی اپ لوڈ کر چکی تھی

شام تک یہ خبر پورے خاندان میں جنگل میں لگی آگ کی مانند پھیل چکی تھی۔ مبشر اور ارم بھی آئے ہوئے تھے اور کچھ دیر پہلے ہی واپس گئے تھے۔

التمش آفس سے لوٹا تو مشال نے اسکے چہرے سے اسے ہوئی آگاہی کا اندازہ لگانا چاہا۔ جہاں معمول کی سی ہی سنجیدگی تھی۔

کچھ دیر پہلے مشال کی نومیہ سے بات ہوئی تھی، اور انہوں نے بتایا تھا کہ انکی التمش سے بات ہو چکی ہے مطلب نومیہ اسے بتا چکی تھیں۔

وہ کپڑے بدل کر جیسے ہی واش روم سے نکلا، مشال کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔

"التمش ہمیں نیچے چلنا چاہیے۔"

اسکے نرمی سے کہنے پر وہ جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بالوں میں برش کر رہا تھا، آئینے میں ابھرتے اسکے عکس کو دیکھنے لگا۔

"ہمارے جانے سے کیا ہو گا۔ پانی تو سر سے گزر چکا ہے اب۔ چھوڑو، اپنے میٹرز وہ خود سولو کر لیں گے یار۔"

اسکے لاپرواہی سے کہنے پر مشال نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"ہمارے جانے سے یہ ہو گا کہ انہیں تھوڑی اخلاقی و جذباتی ڈھارس مل جائے گی التمش۔ اور کسی کے لیے نہ سہی عزیر بھائی کے لیے چلے چلیں۔ خونی رشتے اسی لیے تو ہوتے ہیں کہ مشکل وقت میں ایک

دوسرے کا درد، تکلیف محسوس کر سکیں۔ یہ ان کی آزمائش کا وقت ہے، انکا چھوٹا بھائی کندھے سے کندھا ملا کر ساتھ کھڑا ہو گا تو انہیں اس مشکل میں سے نکلنے کے لیے کوئی بہتر راہ نکل آئے گی۔"

وہ ملتجی لہجے میں اسے کنونس کرنے کی ہر کوشش کر لینا چاہتی تھی جواب خود پر پرفیوم سپرے کرتے مڑتا اسکی طرف آیا۔

"تو اس مشکل میں انہیں ڈالا کس نے ہے؟ انکے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے یہ۔ انکی اولاد ہے انہیں اتنا تو پتہ ہونا چاہیے ناں کہاں ہے، کیوں ہے اور کیا کر رہی ہے؟ جب بے جا آزادی دے کر خود آنکھیں بند کر لیں گے تو پھر یہی سب ہو گا۔"

چہرے پر دبی دبی سی خفگی لیے اس نے سر جھٹکا۔

"مت بولا کریں ایسے۔ مجھے ہول اٹھنے لگتے ہیں۔ کل کو ہماری اولاد خدانخواستہ ہمیں بھی یہ دن دکھا سکتی ہے۔"

مشال کو اسکے یہ انداز، اتنا سٹریٹ فارورڈ کچھ بھی کہہ دینا، اب کبھی کبھار ہولانے لگتے تھے۔ التمش اسے دیکھتا پر یقین سا سر نفی میں ہلانے لگا۔

"انشاءاللہ ایسا نہیں ہو گا۔ مجھے پتہ ہے تم ایک بہترین ماں ثابت ہو گی۔ اور میں بھی کوشش کر کے زیادہ نہیں تو تھوڑا اچھا باپ بن ہی جاؤں گا۔ اتنا کہ میری اولاد کو کبھی بھی زندگی میں اتنا سنگین قدم اٹھانا نہ پڑے۔ اسے کچھ چاہیے ہو تو کوئی غلط راستہ چننے کے بجائے میرے پاس آ کر کہہ سکے۔ مشال ہم انہیں آزادی دیں گے لیکن اس آزادی دینے سے پہلے انہیں اسکا صحیح استعمال کرنا سکھائیں گے۔ انہیں

اعتماد دیں گے وہ اعتماد جو حبا کے پاس نہیں تھا، جو اسے اپنے ماں باپ پر نہیں تھا کہ اگر وہ کسی کو اپنے لیے پسند کرے گی تو اسکی پسند کو اہمیت دی جائے گی۔"

اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے مضبوط لہجے اور آنکھوں میں عزم لیے وہ مستقبل کی راہ پر کہیں دور نکلا ہوا تھا۔

"انشاء اللہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ لیکن فی الحال ہم نیچے چلیں گے۔"

اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے جکڑتی، وہ اس کو کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی، جو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔

"التمش۔"

ذرا سا گھور کر متنبہ آواز میں پکارا۔ تو وہ گہری سانس لیتا خود کو اسکے حال پر چھوڑتا ڈھیلا پڑ گیا۔ مشال کے ذرا سا کھینچنے پر وہ اب اسکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

"دیکھ لینا تم۔ میرے جانے سے مزید کوئی بدمزگی ہی ہو گی۔"

وہ اسے پیشگی اطلاع دیتا خبردار کر رہا تھا۔

"انکے گھر کا ماحول پہلے ہی ٹینشن بھرا ہے، ہم وہاں مسائل بڑھانے نہیں جا رہے۔ آپ نے کچھ بھی بولنے سے پہلے صرف اتنا سوچ لینا ہے۔ تو یقین کیجئے کوئی بدمزگی نہیں ہو گی۔"

وہ اسے سمجھا رہی تھی یا باور کروا رہی تھی وہ سمجھ نہیں پایا۔

کان کی لو مسلتے ہوئے التمش نے آگے چلتی دروازہ کھول کر باہر نکلتی مشال کو پیچھے سے گھورا۔

"تم مجھے ڈکٹیٹ کر رہی ہو؟"

"جی بالکل۔ جہاں آپ غلط ہوں گے وہاں میں ڈکٹیٹ کر سکتی ہوں۔ اپنے بچوں سے پہلے انکی ماں کو آپ یہ اعتماد دے چکے ہیں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے، گردن موڑ کر اسے دیکھتے اتنے مان سے کہا تھا کہ اسکے ماتھے پر پھر بھی کوئی شکن رہتی تو تف تھی التمش حیات پر۔

نیچے والے پورشن کے لیونگ ایریا میں پہلے سے بیٹھک لگی ہوئی تھی۔ عزیر، مبشر ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور دوسرے پر عطیہ اور ارم براجمان تھیں۔ اس وقت وہاں کوئی بھی جاتا تو ماحول کا بوجھل پن وہاں داخل ہوتے ہی بھانپ لیتا۔ مشال اور التمش کے جانے پر مبشر اور ارم اٹھ کر ان سے ملے تھے۔ مشال وہیں ارم کے ساتھ بیٹھ گئی تھی جبکہ التمش سامنے کرسی پر بیٹھا۔

وہ سب اسی معاملے پر بات کر رہے تھے، آگے کے لائحہ عمل کے بارے میں ہو رہی گفت وشنید۔ مشال کو عطیہ ہمیشہ سے ہٹ کر پہلی بار مضطرب لگی تھیں۔ کھوئی کھوئی سی کیفیت کا شکار، آنکھیں سوجی ہوئی لگتی تھیں شاید وہ بہت سارا رو دھو کر بیٹھی تھیں۔

"میرے خیال میں اس معاملے کو زیادہ طول دینے کے بجائے، اس لڑکے سے بات کرتے ہیں۔ اسے پریشرائز کرتے ہیں اور جان چھڑا لیتے ہیں۔"

یہ مبشر کی رائے تھی۔ جو حبا کی اس حرکت سے سخت نالاں لگتا تھا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہوگا مبشر۔ حبا اتنا بڑا قدم اٹھا چکی ہے اسے اتنی آسانی سے پیچھے ہٹانا۔۔۔"

عزیر نے بے بسی سے سر نفی میں ہلایا۔ اسکے چہرے پر سوچوں کی لکیریں بتی انہیں بوڑھا کر گئی تھیں۔

"مبشر ٹھیک کہہ رہا ہے عزیر۔ کچھ تو کرنا ہو گا۔ حبا اگر کھائی میں چھلانگ لگا ہی بیٹھی ہے تو اسے ہمیں وہاں سے نکالنے کی کوئی تدبیر تو کرنی ہی ہو گی ہمیں۔"

عطیہ کی آواز بیٹھی ہوئی تھی لیکن لہجے کی سختی ہنوز قائم تھی۔

"عطیہ یہ معاملایوں جلد بازی میں مزید کوئی غلطی کرنے والا نہیں ہے۔ ہمیں بہت سارے پہلوؤں کو دیکھنا پڑے گا۔"

وہ عطیہ کو دبے دبے غصے سے کہتے سخت نظروں سے دیکھتے کہہ رہے تھے۔

"آپ مجھے ایسے مت دیکھیں عزیر جیسے ساری غلطی میری ہو۔"

عطیہ نے کھدرے سے لہجے میں بولتے شاکی نظروں سے انکی طرف دیکھا۔ باقی سب بڑھتے تناؤ کی آنچ محسوس کرتے چپ سے بیٹھے تھے۔

"میں اس وقت کوئی نئی بحث نہیں چاہتا۔ لیکن حقیقت کیا ہے تم بھی جانتی ہو۔ حبا نے بتایا نا کہ اس نے تم سے پہلے اس بارے میں بات کی تھی، اور تم نے بجائے مجھ سے کوئی بات کرنے کے اسے سختی سے منع کر دیا تو اب نتیجہ بھی بھگتو۔"

عزیر کا چہرہ ہر گزرتے لمحے سرخ پڑتا جا رہا تھا۔

عطیہ نے آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلا۔

"تو اور کیا کرتی میں؟ وہ لڑکا کسی بھی لحاظ سے حبا کے قابل نہیں تھا۔ میں اسکی دشمن تو نہیں تھی اسکی ماں تھی۔ مجھے جو اسکے لیے صحیح لگا میں نے وہی کیا۔"

حب ناولز

وہ ضدی لہجے میں اپنے کیے پر اب بھی مطمئن تھیں۔

"اور پھر حیا کو جو صحیح لگا وہ اب کر بیٹھی ہے۔"

عزیر کے دوبدو جواب میں ملامت بھرا طنز نمایاں تھا۔

"ٹھیک ہے میں اچھی ماں ثابت نہیں ہوئی تو آپ اچھے باپ ثابت ہو جاتے۔ کرتے اپنے بچوں سے اپنا ریلیشن اتنا سٹرونگ کہ وہ کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے آپ کے پاس آتے۔ سارا الزام میرے سر کیوں؟ آپ کی کوئی زمہ داری نہیں تھی۔"

روتے ہوئے وہ ساتھ تیز تیز بولنے لگیں۔ ارم نے انکے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینی چاہی۔

ساتھ ہی عزیر کی طرف ملتجی نظروں سے دیکھا۔

"عزیر بھائی یہ وقت ایک دوسرے کو الزام دینے کا نہیں ہے۔ آپ پلیز غصہ ٹھنڈا کریں۔"

وہ سر جھٹک کر رہ گئے۔

"مجھے لگتا ہے اس مسئلے کا زیادہ بہتر حل یہی ہے کہ حیا کے فیصلے کو قبول کر کے ایک اچھا سا ریسپشن رکھ کر اسکی شادی اناؤنس کر دی جائے۔ اس تاثر کے ساتھ کہ ہم سب کی باہمی رضامندی اس نکاح میں شامل ہے۔ اور یہ شادی ہم نے ہی کورٹ میں جا کر سادگی سے رجسٹر کرائی ہے کیوں کہ حیا کی یہی خواہش تھی۔ نیو جنریشن کے اپنے کچھ اول جلول سے مطالبات کا نام دیں لیں اسے۔"

اتنی دیر سے خاموشی سے سب کی باتیں سنتا وہ پہلی بار لب کشائی کرتا عطیہ کو انگاروں پر لٹا گیا تھا۔ جیسے وہ اسکا مذاق اڑا رہا ہو۔ عزیر کی سوچتی نظروں میں گہرا تفکر چھپا تھا، جبکہ مبشر کے چہرے پر ناپسندیدگی پھیلتی چلی گئی تھی۔

"تم اپنے نایاب مشورے اپنے پاس رکھو۔ وہ لڑکا کسی صورت اس قابل نہیں ہے کہ حبا کا لائف پارٹنر بن سکے۔"

عطیہ کے قطعیت بھرے لہجے میں شدید مزاحمت جھلکی۔

"وہ اب اتنا برا بھی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے فنانشلی تھوڑا زیادہ سٹرگل کر رہا ہے، دو کمروں کا چھوٹا سا گھر ہے اور باپ ریٹائرڈ سرکاری کلرک ہے۔ اس پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے تو شکل وصورت، عادات و کردار میں اچھا ہے۔ ایل ایل بی کی ڈگری ہاتھ میں آگئی تو فیوچر بھی برائٹ ہو جائے گا۔ اور پھر آپ دونوں نے اتنا جو کما رکھا ہے حبا اور حماد کے لیے ہی تو ہے۔ اور کچھ نہ ہوا تو آپ دونوں کو کسی یورپی ملک بھیج دیجئے گا آگے اپنی زندگی وہ خود بنا لیں گے۔"

وہ آرام سے کہتا جا رہا تھا۔ سب بت بنے اسے دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ مشال بھی حیرت زدہ سی تھی۔ وہ یہ سب پہلے سے جانتا تھا۔

"تم جانتے تھے؟"

سب کے ذہنوں میں پلتے سوال کو عزیر کی شاک میں ڈوبی آواز نے زبان دی۔ التمش نے گہرا سانس بھرتے ہنوز ریلیکس سے انداز میں ہاں میں سر ہلایا۔

"میں نے حبا کو ایک ڈیڑھ ماہ پہلے اس لڑکے کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"اور تم نے ہمیں بتانا گوارہ تک نہیں کیا۔"

عطیہ کی آنکھوں میں گہری ملامت تھی اور اسے دیکھتے نظروں میں کاٹ۔

التمش نے تعجب سے انہیں دیکھا پھر شانے اچکائے۔

"یہ آپ کے گھر کا ذاتی معاملا تھا۔ میں انٹرفیئر کرتا تو آپ کو برا لگتا۔"

وہ عام سے انداز میں کہہ رہا تھا یا طنز کر رہا تھا، اندازہ لگایا مشکل تھا۔

تبھی باہر سے حماد آیا تھا۔ سب کی نظریں بیک وقت اسکی جانب اٹھیں۔ جینز ٹی شرٹ میں ملبوس لاپرواہ سا، کندھے پر جھولتا بیگ۔ ایک نظر سب کو دیکھا، ماحول میں پھیلی تناؤ کی بو سونگھ کر بھی کوئی تاثر دیے بنا سلام کیا، اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔

"تم کہاں تھے ؟ اتنی کالز کیں میں نے تمہیں ؟"

عطیہ نے اسے پیچھے سے پکارا۔

وہ رکا، وہیں سے پلٹ کر ماں کو دیکھا۔

"موبائل سائلنٹ پر تھا، اور میں یونیورسٹی سے آ رہا ہوں۔"

نپا تلا جواب۔ وہ تھکا تھکا سا لگتا تھا۔ آنکھوں کے نیچے حلقے بنے ہوئے تھے اور وزن بھی کچھ گرا ہوا لگتا تھا۔

"تو کال بیک نہیں کر سکتے تھے۔ تمہیں نہیں پتہ گھر میں کیا قیامت آ گزری ہے۔"

عطیہ نے اسے ذرا سخت لہجے میں کہا تو اس نے شانے جھٹکے۔

"دیکھ چکا ہوں حبا کے انسٹا پر۔ اور کانگریجولیٹ بھی کر دیا تھا۔"

اسکے جواب پر سب نے اسے حیرت کی زیادتی سے یوں دیکھا تھا جیسے وہ ہوش وحواس میں نہ ہو ۔سوائے التمش کے جو اسی سکون سے بیٹھا اسے گہری نظروں سے تول رہا تھا جو بھولے سے بھی نگاہ اسکی طرف نہیں ڈال رہا تھا۔

"تم ہوش میں ہو حماد۔ تمہاری بہن نے بنا کسی کو بتائے کورٹ میرج کرلی۔ وہ لڑکا کسی لحاظ سے ہمارے سٹیٹس کو میچ نہیں کرتا۔ یہاں ہماری عزت بے عزتی کا سوال ہے اور تم اسے مبارک باد دے چکے ہو ؟"

مبشر پوری طرح اسکی طرف گھوم کر چبھتی آنکھوں سے دیکھتے بیچ پا ہوتے بولا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے چاچو۔ وہ adult ہے اپنا بھلا برا سمجھتی ہے۔ زندگی اسکی ہے تو فیصلہ بھی اسی کا ہونا چاہیے۔ ویسے بھی اس گھر میں شروع سے سب اپنی اپنی مرضی کی زندگی جی رہے ہیں کوئی کسی دوسرے کی سپیس میں انٹرفیئر نہیں کرتا تو اب بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آخر کار ہم سب کو عادت ہے ایسے ہی جینے کی اور اپنے فیصلے خود لینے کی۔"

اسکے سکون میں رتی برابر کمی نہیں آئی تھی۔

مبشر نے اسے غصے بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر بھائی کی طرف رخ موڑا۔

"اس کا ٹیسٹ کروائیں بھائی۔ آپکا بیٹا ضرور کوئی نشہ کرتا ہے ورنہ ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتا۔"

مبشر کے طنز میں ڈوبے تیر پر پہلی بار حماد کے چہرے پر تاریک سا تاثر آکر لہرایا تھا۔

وہ مبشر، ارم، عطیہ، عزیز سب کی ملامتی نظروں کا محور بنا ہوا تھا۔

حب ناولز

"اسکی ضرورت نہیں ہے چاچو۔ تین سال پہلے میں یہ ایکسپیریمنٹ بھی کر چکا ہوں۔ میں جب نشہ کرتا تھا تب بھی میرے ماں باپ کو بھنک تک نہیں پڑی تھی۔ اب تو ایسی کوئی بات بھی نہیں ہے۔"

اسکی ٹھنڈی ٹھار، سرد آواز میں کہنے کی دیر تھی۔ وہاں بیٹھے سبھی نفوس کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس سارے میں پہلی بار تھا جب التمش کے چہرے پر بھی حیرت بھری بے آرامی دکھائی پڑی تھی۔

عزیر اور عطیہ جو ابھی تک حبا کے شاک سے باہر نہیں نکلے تھے، زلزلوں کی زد میں آگئے تھے۔

"کیا بکواس ہے یہ حماد؟"

اڑی رنگت کے ساتھ غصے سے کانپتی آواز میں کہتے عزیر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تو ٹانگیں نیم جان ہو رہی تھیں۔ جوان اولاد جسے آپ ہر لحاظ سے پرفیکٹ زندگی دینے کی تگ و دو میں دن رات بھلائے بیٹھے ہوں وہ آپ کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لے تو پھر ایسی ہی حالت ہوتی ہے جیسی اس وقت عزیر کی تھی۔

حماد نے باپ کی غیر ہوتی حالت دیکھی پھر گہرا سانس بھرا اور بولا تو دھیمی آواز میں ندامت اور خود سری بیک وقت بولتی تھیں۔

"بکواس نہیں ہے۔ حقیقت ہے۔ جب میرا یونیورسٹی کا پہلا سال تھا، پڑھائی ٹف لگتی تھی اور سٹیمنا لو رہتا تھا تو میں نے آئس لینا شروع کی تھی، آپ اور ماما اتنے بزی ہوتے ہیں کسی کو پتہ بھی نہیں چلا۔ آپ کو تو یہ بھی نہیں پتہ یونیورسٹی انتظامیہ کو پتہ چل گیا تھا اور مجھ پر پولیس کیس بھی بنا تھا، تب میں نے التمش چاچو کو کال کی تھی۔ اور انہوں نے آکر سارا میس سمیٹا تھا۔ پولیس کو ہینڈل کیا، یونیورسٹی

حب ناولز

انتظامیہ کو مطمئن کیا اور تو اور مجھے ایک تھپڑ بھی مارا تھا۔ کاش وہ ایک تھپڑ میرے ماں باپ میں سے کسی ایک کے ہاتھوں مجھے پڑا ہوتا۔"

وہ بولتے بولتے خود اذیتی سے دھیما سا مسکراتا سب کے بے یقین فق چہرے دیکھتے ہوئے اب آتش پر نگاہ گاڑھے ہوئے تھا۔

"میں نے ان سے منت کی تھی یہ بات آپ دونوں تک نہ پہنچے، اور انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں آئندہ ایسی حرکت دوبارہ نہیں کروں گا۔ چھ ماہ تک میرا علاج انکے تھرو جاننے والے ایک ڈاکٹر کے پاس ہوتا رہا اور میرے ماں باپ کو خبر تک نہیں ہوئی۔"

بالکل آخر میں آکر اس نے ایک تاسف بھری نظر عزیر اور عطیہ پر ڈالی تھی۔

وہ سب دم سادھے پے در پے ہو رہے انکشافات سن رہے تھے۔ وہ جس خاموشی کے ساتھ منظر کا حصہ بنا تھا اسی آہستگی کے ساتھ وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں بھی چلا گیا۔

جس مسئلے کے حل کے لیے بیٹھے تھے، وہ کیا حل ہوتا یہاں تو نیا باب کھل گیا تھا۔ کچھ حقیقتیں پس پردہ ہی رہیں تو اسی میں سب کی بھلائی چھپی ہوتی ہے۔ منظر پر ابھرتی ہیں تو سوائے درد، تکلیف اور پچھتاوے کی آگ کے اور کچھ نہیں دیتیں۔

....

رات کے کھانے کے بعد ہاشم اور نور باہر لان میں بیٹھے تھے، موسم بدل رہا تھا۔ دن کو گرمی اور رات کو ہوا میں ہلکی سی خنکی ہوتی تھی۔ ماہین ان دونوں کے لیے کافی بنا کر لائی تھی اور اپنے لیے چائے۔ نور کچھ

http://Novelshub.pk

دیر بیٹھ کر اپنی کافی اٹھائے چلی گئی تھی اسے اپنی اسائمنٹ مکمل کرنی تھی۔وہ دونوں وہیں بیٹھے رہے ۔ماہین جو پچھلے دو دن سے اس سے بات کرنے کی کوشش میں ہمتیں جمع کر رہی تھی بلا آخر فیصلہ پر پہنچی۔

"ہاشم پرسوں میں امی کی طرف گئی تھی تو وہاں چچی آئی ہوئیں تھیں۔"

ہونٹوں پر زبان پھیرتے اس نے تمہید باندھی۔کافی کا سپ لیتے ہاشم نے اسکی طرف دیکھتے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔ماہین نے ہاتھ میں تھامے چائے کے مگ پر گرفت مضبوط کی۔

"میں دو دن سے آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھی لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہا مجھے یہ بات آپ سے کرنی چاہیے یا نہیں؟"

وہ اس لمحے رات کی تاریکی میں مصنوئی لائٹس کی روشنی میں بھی الجھن زدہ لگتی تھی۔

ہاشم نے سیدھا ہوتے اپنا مگ ٹیبل پر رکھا اور اسکی طرف تھوڑا جھک کر بیٹھا۔وہ ابھی بھی کافی فاصلے پر لگتی تھی۔ سنجیدہ چہرہ لیے، ہاتھ بڑھا کر اسکے ہاتھ سے چائے کا مگ لیتے میز پر رکھا وہ متذبذب سی نا سمجھی سے اسکے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی، اور تبھی اس نے دوسرے ہاتھ سے اسکی چیئر اپنی طرف کھینچی تو وہ اسکے قریب تر ہوتی چلی گئی یوں کے ہاشم کے نیم رخ ہو کر بیٹھنے پر اسکے گھٹنے ماہین کی چیئر سے لگ رہے تھے۔وہ سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔جواب مسکرا رہا تھا۔

"دور سے مجھے آپ کی بات صحیح سے سنائی نہیں دے رہی تھی۔"

وہ شریر سے مسکراتے لہجے میں کہتا چائے کا مگ اٹھا کر واپس اسکے ہاتھ میں تھما رہا تھا۔ماہین کا دل زور سے دھڑکا تھا۔چہرے کی رنگت بدلی اور تیزی سے نگاہوں کا رخ بدلا۔

"آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔"

اپنا کافی کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگاتے، اسے بات بھلا کر اب وہ سراپا سوال بنا بیٹھا تھا۔

"ہوں۔۔۔کیا کہہ رہی تھی؟"

ماہین نے غائب دماغی سے کہا، ہاشم نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔ اسکی شخصیت کے کہیں رنگ تھے، کبھی پر اعتماد اور نڈر سی لگتی تھی۔ اور کبھی اسکی کسی چھوٹی سی جسارت پر اسکے اوسان خطا ہونے لگتے تھے ۔ لیکن جو بھی تھا ہر رنگ اس پر جچتا تھا۔

"اب یہ تو آپ کو پتہ ہوگا ناں۔"

اسکی گہری بولتی نگاہیں، ماہین نے جھرجھری سی لے کر گہرا سانس بھرا۔ حواس کو یکجا کیا۔ دل کو ڈپٹا تو وہ منہ پھلائے سینے میں بائیں جانب دبک کر بیٹھ گیا۔

"آپ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں ناں۔ مجھے کنفیوز کرنے کے لیے۔"

وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے تیز نظروں سے دیکھتی تیکھی مگر پر سکون آواز میں بولی۔

"واللہ ماہین خان آفریدی میں نے ابھی کچھ بھی نہیں کیا۔ آپ بے جا الزام تراشی کر رہی ہیں مجھ شریف النفس آدمی پر۔"

اسکی سادگی اور معصومیت اپنے عروج پر تھیں۔۔۔۔پر ان مسکراتی بھوری آنکھوں کا کیا جو قتل کر کے بھی بے گناہ ٹھہریں۔

اسکے جملے کی برجستگی اور ذو معنی انداز ماہین جزبز ہوتی اپنی جگہ سے اٹھی۔

"مجھے اب بات ہی نہیں کرنی۔"

شرم سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ ٹھیک سے خفگی بھی نہیں جتا پا رہی تھی۔ ہاشم نے ہنستے ہوئے گردن نیچے پھینکی، پھر ایسے ہی نیچے دیکھتے دیکھتے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔ وہ خفا خفا نظروں سے اسے کن اکھیوں سے دیکھنے لگی۔ کچھ دیر تک وہ یوں ہی سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر سیدھا ہوا تو چہرے پر سے مسکراہٹ زبردستی جدا کی گئی تھی۔

"بیٹھ جائیں۔"

اسکے اصرار کرتے لہجے پر ماہین نے بنا دیر کیے اسکی عرضی پر اثبات کی مہر لگائی تھی۔

"اب کہیں۔ میں سن رہا ہوں۔"

اسکا ہاتھ نرمی سے چھوڑتے کہا۔ ماہین نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اسکے ہاتھ میں یہ زیادہ اچھا لگ رہا تھا۔

"آپ اب بھی سنجیدہ نہیں ہیں۔۔"

وہ مشکوک نظر آتی تھی۔ ہاشم نے لمحے کے ہزارویں حصے میں چہرے پر سنجیدگی طاری کی۔ اور پھر اسکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو۔ اب ٹھیک ہے؟

ماہین نے اسکے چہرے پر سے مطمئن سی نگاہ ہٹائی تو پھر سے اصل مدعے پر آنے میں کچھ دقت پیش آئی ۔کچھ دیر خاموشی کا دور چلا۔ اس دوران وہ شرافت کے جامے میں خموش بیٹھا رہا۔

"وہ میں کہہ رہی تھی کہ امی کی طرف چچی آئیں تھیں۔ آپ کو میں نے بتایا تو تھا لیکن سرسری سے انداز میں تو آپ کو شاید یاد نہ ہو۔۔۔ میری چچی۔۔۔" اس نے ہلکا سا پوز لیا۔

"آپ کی چچی ہی سمیر کی امی ہیں۔"

ہاشم کی پرسکون آواز نے اسکی مشکل آسان کر دی تھی۔ وہ سن سی رہ گئی۔ اسے لگا تھا اسے یاد نہیں ہو گا۔ اور اسے یاد تھا۔ اسکی اس قدر توجہ پر وہ حیران نہیں ہوئی تھی، بس اک بے نام سی خوشی تھی۔

"چچی بتا رہیں تھیں سمیر کو پولیس نے ڈھائی ماہ سے ہیروئن سمگل کرنے کے کیس میں گرفتار کیا ہوا ہے

اور وہ بہت رو رہیں تھیں کہ یہ کیس جھوٹا ہے۔ سمیر کو پھنسایا گیا ہے۔"

وہ تھوڑا جھجک کر بول رہی تھی۔ اور اسے بغور دیکھتے توجہ سے سنتے ہاشم کا سکون اپنی جگہ ہنوز قائم تھا۔

"ہو سکتا ہے کسی نے واقعی ہی اسے پھنسایا ہو۔ مجھے تو وہ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ بہت بدتمیز آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے بدلا لیا ہو اس سے؟"

اسکے ٹھنڈے ٹھار سے لہجے میں کہنے پر ماہین چونکی۔

کس چیز کا بدلا؟"

"اس نے کچھ کہہ دیا ہو گا کسی کی پسندیدہ عورت کے بارے میں، اور اس نے اپنے طریقے سے سبق سکھا دیا ہو گا۔ اب ہر کوئی اتنا اچھا تھوڑی ہوتا ہے کہ اس جیسے بددماغ انسان کو برداشت کرتا پھرے۔"

حب ناولز

ہاشم کا لہجہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہا تھا۔ماہین نے اپنی اگلی بات کہنے کی بے کلی میں جیسے سنا ہی نہیں ۔ورنہ وہ اسکے چہرے پر در آئی چند لمحوں کے لیے سختی سے بہت سارے نتائج اخذ کر لیتی۔

"اس دن نور بتا رہی تھی آپ کے دوست ایس پی ہیں۔ آپ پلیز ان سے بات کریں۔اگر تو وہ گناہ ہے تو اسے باہر نکلوانے میں ہیلپ کر دیں۔ چچی بہت پریشان ہیں۔"

اسکے ملتجی لہجے پر ہاشم نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔

"آپ سچ میں چاہتی ہیں وہ باہر نکل آئے ماہی۔ آپ کے ساتھ اتنا برا کیا ہے اس نے۔اور آپ پھر بھی اسکے لیے اتنا اچھا سوچ رہی ہیں۔"

وہ خفگی سے کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں تاسف سا آن ٹھہرا۔ماہین کے چہرے پر جو تھوڑی سی جھجک کا تاثر تھا وہ بھی زائل ہوتا گیا۔

"میں اپنی موجودہ زندگی میں اتنی مطمئن اور پر سکون ہوں ہاشم کے اب سابقہ زندگی یا اس سے جڑے لوگ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔ماضی کی کوئی تلخی میں اپنے حال اور آنے والے وقت میں رکھنا نہیں چاہتی۔اس لیے ضروری ہے میں سب کو معاف کر کے آگے بڑھوں۔ معاف کروں گی تو ہی بھولنے میں آسانی ہوگی۔ میں جو بھی کر رہی ہوں صرف ایک ماں کے لیے کر رہی ہوں۔جو بھی ہے انہیں اپنے اکلوتے بیٹے سے محبت تو بہت ہے۔"

اپنا مگ میز پر رکھتے،اسے دیکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر مضبوط لہجے میں کہتی ماہین کے پہلے جملے نے ہی ہاشم کی ساری خفگی اڑا کر رکھ دی تھی۔

"آپ خوش ہیں؟"

حب ناولز

اس کے اچانک سوال پوچھنے پر اس نے ماہین نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ وہ کیا سننے کا متمنی ہے؟ وہ اسے یک ٹک دیکھنے لگی، جو نرم سا تاثر آنکھوں میں لیے منتظر سا بیٹھا تھا۔

"میں اتنی خوش ہوں کہ اس کا اظہار کھل کر خود سے بھی نہیں کرتی، کہیں میری ہی نظر نہ لگ جائے۔ ہر رات کو سونے سے پہلے آپ کو دیکھتی ہوں تو یقین اور وہم کے درمیان کہیں محو سفر ہوتی ہوں ہاشم ۔زندگی مجھے اتناسب کچھ ایک ساتھ کیسے دے سکتی ہے؟ میں نے تو مانگا بھی نہیں تھا۔ ایک وقت تھا جب بہت مانگا کرتی تھی، رو کر گڑگڑا کر اور تب میری ساری دعائیں آسمان سے ٹکرا کر واپس مڑ آتی تھیں، قبولیت کی سند لیے بغیر۔ کچھ ٹھیک نہیں ہوا، حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ تب میں نے خود کے لیے ایک فیصلہ لیا۔ بہت سارے لوگوں کو لگتا تھا وہ غلط ہے، میں اپنا گھر خراب کر رہی ہوں۔ لیکن جو کہتے تھے انہیں یہ نظر کیوں نہیں آتا تھا میری زندگی خراب ہو چکی تھی، پھر گھر کو سنبھالے رکھنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ خلع کے بعد بھی میرے حصے میں کوئی زیادہ آسانیاں تو نہیں آئیں لیکن کم از کم میں جسمانی اذیت سے محفوظ ہو گئی تھی، ذہنی تکلیف سے نکل آئی تھی۔ کھل کر سانس لے پاتی تھی، سر پر ہر وقت کوئی تلوار نہیں لٹکی رہتی تھی اور میں اس میں ہی خوش تھی۔ پھر میں نے مانگنا چھوڑ دیا۔ زندگی مجھے مزید کچھ نہیں دینے والی تھی۔ جو جیسا چل رہا تھا ویسے ہی چلنا تھا۔ اور میں مطمئن تھی ۔"

اسکی آنکھیں باوجود ضبط کے بھیگ رہی تھیں، خود کو بہت مضبوط رکھنے کی چاہ میں اسکے چہرے پر خود اذیتی کی دراڑیں سی بنتی جا رہی تھیں۔ ہاشم جو مسکراتے لبوں کے ساتھ اسے سن رہا تھا۔ بے آرام سا ہوتا سیدھا ہوا۔ نگاہوں میں بے چینی سی ابھری۔

"پھر آپ میری زندگی میں آئے۔ شروع میں بالکل اچھے نہیں تھے۔"

حب ناولز

وہ نہ رونے کی چاہ میں پھیکا سا ہنسی۔ لیکن آنسوؤں کا کیا کرتی جنہوں نے آنکھوں میں جمع ہو کر آج اسکا بھرم توڑنے کی قسم اٹھا رکھی تھی۔

"میں اچھا نہیں تھا؟"

ماحول میں پھیلا بوجھل پن دور کرنے کے لیے وہ مصنوعی حیرت سے کہہ رہا تھا۔ ماہین نے پوری شدت سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اتنے روڈ اور بد ناسی تھے آپ۔ کتنی بار ڈانٹا آپ نے مجھے۔ ایک وقت تھا جب میں نے آپ کو اپنی زندگی میں "منحوس" ڈکلئیر کر دیا تھا۔ میں جس دن بھی آپ سے ٹکراتی تھی، وہ دن میرے لئے کبھی عافیت نہیں لاتا تھا۔"

آنکھیں بہہ رہی تھیں، لب مسکرا رہے تھے، وہ سردیوں کی بارش میں دھوپ کا سا منظر لگتی تھی۔ خود کو مضبوط ظاہر کر کر کے تھکتی بالآخر آنکھوں کو بہنے کی اجازت دیتی۔ دل نے دلاسا دیا، ہاں وہ اسکے سامنے رو سکتی تھی۔ وہ جو بھوری آنکھوں میں بے یقینی لیے شاکڈ سا سامنے بیٹھا تھا۔

"میں منحوس لگتا تھا آپ کو؟"

ہاشم کافی دیر بعد بولنے کے قابل ہوا تو اپنی طرف انگلی سے اشارے کرتے بے یقین صدمے میں ڈوبی آواز میں کہتے تصدیق چاہی۔

ماہین نے ہنس کر ایک بار پھر سے سر ہاں میں ہلایا۔ ہاشم کے چہرے پر افسوس جھلکا۔ اسکے جواب پر سر مایوسی سے جھٹکا۔

"ہینڈسم لگتا ہوں، گڈ لکنگ لگتا ہوں، میں نے تو آج تک یہی سنا تھا۔ آپ آج کچھ نیا سنا رہی ہیں۔"

اسکی آواز میں ہلکی سی شکایت تھی۔

"وہ سب آپ سے ڈرتے ہیں اس لیے ایسا کہتے ہیں۔ ورنہ آپ اچھے خاصے بد مزاج، اکڑو، اور کبھی کبھی بد تمیز بھی لگتے تھے۔"

اسکی آنکھوں کے سامنے ایسے کہیں منظر گھوم رہے تھے جب وہ ماہین کی کلاس لگائے کھڑا ہوتا تھا۔

"بے مروت کہنا بھول گئی ہیں آپ۔"

لہجے میں دھیمی سی نروٹھے پن کی آنچ لیے وہ اسے دیکھتا پیچھے ٹیک لگاتا بولا۔

"ہاں وہ بھی۔۔۔" ہنستے ہوئے ماہین نے اپنی لسٹ میں ایک اور اضافہ کیا۔

ہاشم نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھٹکا۔ اسکے منہ سے یہ سب سننے کی خواہش تو نہیں تھی۔

کچھ لمحے سرکے تھے۔ اور پھر اسکی آواز سارے میں سرسرائی گئی۔

"لیکن مجھے آپ سے ایک گلہ ہے۔"

ہاشم چہرہ گھما کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھوں سے سیلاب بہنے کو کسی بھی لمحے تیار تھا۔

"آپ کو میری زندگی میں بہت پہلے آجانا چاہئے تھا۔ آپ نے اتنی دیر کیوں کر دی؟"

ان دو جملوں میں کیا کچھ نہیں تھا، خفگی، شکایت، ناراضی اور ان سب سے کہیں اوپر محبت بھرا مان۔ وہ حیرت زدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔ ابھی وہ ہنس رہی تھی، اور اب وہ بری طرح سے رو رہی تھی۔ ہاشم نے سرعت سے سیدھے ہوتے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھا۔ وہ اب دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے رو رہی تھی

-ہاشم نے اسے ایسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔بے سکونی بھرے متذبذب سے انداز میں اس نے اپنے ہاتھ ماہین کے شانے پر رکھا،اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر ڈبڈبائی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا۔

"روتی ہوئی بیوی کو ایسے چپ کرواتے ہیں؟"

ملامتی انداز میں اسے ڈپٹ کر کہتے لفظ "بیوی" پر زور دیا گیا تھا۔اس عام سے جملے میں پنہاں ذو معنی سی خاصیت نے ہاشم کے چودہ طبق روشن کیے تھے۔وہ ساکت سا اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔یہ غیر متوقع تھا۔وہ بے یقینی سے یقین کی سرحد میں ایک دم کیسے داخل ہو پاتا۔

ماہین نے اس کے کھوئے کھوئے سے انداز دیکھے،وہ اس وقت بالکل ایسے لگتا تھا جیسے ہجوم میں کسی اپنے کے ہاتھ سے کسی بچے کا ہاتھ چھوٹ جائے،اور وہ معصومیت سے آگے کیا کرنا ہے؟،سوچتے ہوئے سب کو ٹکر ٹکر دیکھتا ہو۔ماہین کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ امڈی۔دل کی پوری آمادگی کے ساتھ،استحقاق بھرے انداز میں اس نے اپنے سر،اسکے شانے پر رکھا تھا۔اور اپنے ہاتھ اسکے بازو کے گرد لپیٹتے آنکھیں موندیں۔اس سے زیادہ سکون آمیز کوئی احساس روئے زمین پر ماہین کے لیے اور کہیں نہیں تھا۔

ہاشم کسی خواب سے بیدار ہوا،حقیقت کی حسین وادی میں قدم رکھتے اپنے شانے پر ٹھہرا اسکا سر دیکھا ،حواس بحال ہوئے تو خوشی کا ایک ریلا سبھی احساسات وجزبات کو ساتھ بہاتا چلا گیا۔

ذرا بھر جھک کر اسکے بالوں کو عقیدت سے چھوتے،وہ پورے دل سے مسکرایا۔

"مجھے ابھی اور اسی وقت میری امانت واپس چاہیے۔"

اسکے نیم سرگوشی نما لہجے میں نرمی بھری دھونس نمایاں تھی۔ماہین کی ہنسی کی جلترنگ اس گہری ہوتی سیاہ رات میں روشنی سی بکھیرتی چلی گئی۔

....

پانچ سال بعد......

اسلام آباد ویسے ہی تھا، جیسا ہمیشہ ہوتا ہے۔اس شہر نے کبھی نہ بدلنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ لیکن یہاں کے باسیوں کی زندگی میں گئے سال بہت سے بدلاؤ لے کر آئے تھے۔

التمش اور مشال کی زندگی میں جڑواں ارحا اور معاذ آچکے تھے، تو وہیں ہاشم اور ماہین ننھے سے المیر کے ماں باپ کے رتبے پر فائز ہو چکے تھے۔ حبا اور ریان شادی کے بعد لندن سیٹل ہو چکے تھے، انکی ایک بیٹی تھی۔ اور عطیہ مدثر آج کل حماد کا رشتہ تلاش کر رہے تھے۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے، حیات منزل کی عمارت اپنی پوری شان وشوکت سے کھڑی غروب ہوتے سورج کو تاک رہی تھی۔ التمش گھر واپس آیا، گاڑی پورچ میں آن رکی۔ باہر لان میں شام کی چائے کا دور چل رہا تھا۔ عزیر، عطیہ اور مشال وہیں بیٹھے تھے، پاس ہی ارحا اور معاذ بال کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ التمش کی گاڑی دیکھ کر دونوں نے ایک ساتھ دوڑ لگائی تھی، اور ہمیشہ کی طرح ارحا التمش تک پہلے پہنچی تھی۔ اس میں کمال اسکا نہیں تھا، اسکے جڑواں ساڑھے چار سالہ معاذ کا تھا جو ہر بار باپ کے قریب پہنچنے پر اپنی رفتار دھیمی کر لیتا تھا، اور ارحا کو یہ ریس ہمیشہ جیتنے دیتا تھا۔ التمش نے ارحا کو

اٹھا کر ہوا میں اچھالا، پھر باری باری اسکے دونوں گال چومے، اس سے اپنے دونوں گالوں پر بوسہ لیا ۔اور نرمی بھرے انداز میں خود سے بھینچ کر نیچے اتارا۔ پھر اپنی باری کا انتظار کرتے معاز کو اٹھایا، اور کچھ دیر بالکل ارحا کی طرح اسے بھی پیار کیا۔ وہ دونوں جڑواں تھے، لیکن شکل وصورت میں بالکل مختلف، ارحا نے سارے نین نقش، رنگ وروپ مشال سے مستعار لیا تھا اور معاز نے التمش سے ۔انہیں دیکھ کر ہر کوئی ہنس کر یہی کہتا تھا کہ ان دونوں نے اپنے اپنے منی ورژن کو جنم دیا ہے۔

وہ چلتا ہوا وہیں لان میں آیا، مشال کے ساتھ والی چئیر سنبھالتے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔ مشال اس سے چائے کا پوچھنے لگی تو ہاتھ کے اشارے سے منع کر گیا۔

"کب تک جا رہے ہو تم لوگ؟"

عزیر نے التمش کو دیکھتے پوچھا۔ التمش کی بطور ایمبیسڈر کینیڈا میں تعیناتی ہو رہی تھی، آج کل وہ اسی سلسلے میں فیملی پیپر ورک مکمل کروا رہا تھا۔

"اسی ماہ کے آخر تک۔"

ارحا اسکے پاس آ کر اسے کچھ دکھانے پر بضد تھی۔ عزیر کو جواب دیتا وہ پوری طرح اسکی طرف متوجہ تھا جو ہاتھ سے کیاری کی طرف اشارہ کر رہی تھی جہاں معاز پہلے سے ہی جھک کر متوجہ سا پھولوں کو دیکھ رہا تھا۔

"بابا وہاں بٹر فلائی ہے۔"

اسکی آنکھیں بالکل مشال جیسی تھیں، بڑی بڑی سیاہ بھوری مائل۔ خوشی بھری حیرت میں کچھ اور بڑی لگنے لگتیں۔

"چلیں جی بابا کی بٹر فلائی کی بٹر فلائی دیکھتے ہیں۔"

وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بابا تھکے آئیں ہیں ارحا۔"

مشال نے پیار سے سمجھانا چاہا۔ ارحا نے مشال کو دیکھا پھر انگلی پکڑ کر ساتھ کھڑے التمش کو دیکھا۔

"میں چل رہا ہوں ساتھ۔"

وہ ہنسی تھی فاتحانہ سے انداز میں، التمش اسکی کوئی بات کبھی رد کر ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ دونوں پھولوں کی کیاری کی طرف بڑھ گئے۔

"تم لوگ چلے جاؤ گے تو گھر بالکل خالی ہو جائے گا۔"

ان سے نظر ہٹا کر مشال کو دیکھتے عطیہ اداسی سے کہتیں مسکرائیں۔

گزرے سالوں میں جو سب سے بڑی پیش رفت ہوئی تھی وہ عطیہ کے رویے میں آیا بدلاؤ تھا۔ التمش اور عطیہ کے درمیان سرد مہری کا گلشیر پگھلا تھا۔ اور آہستہ آہستہ چیزیں نارمل ہوتی چلی گئیں۔

عزیر اور عطیہ کی مصروفیات بہت حد تک سمٹ گئیں تھیں، شام میں وہ لوگ اکثر اکٹھے بیٹھا کرتے تھے ،عطیہ اور عزیر کچھ وقت ارحا اور معاذ کے ساتھ بھی ضرور گزارتے تھے۔ اور عطیہ اکثر اس بات کا افسوس بھی کرتی تھیں کہ وہ اپنے بچوں کا بچپن اس طرح سے نہیں جی سکیں جیسا انہیں جینا چاہیے تھا ۔ اکثر حماد اور التمش بھی انہیں شام کی چائے پر جوائن کر لیتے تھے۔ یوں کچھ وقت کے لیے وہ سب مل کر بیٹھتے تو لگتا زندگی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے۔ ایسے میں تین ڈاکٹرز کے درمیان مشال نیم ڈاکٹر ہوتی اور انکی باتیں اکثر میڈیکل کے گرد گھومنے لگتیں جو التمش کے سر کے اوپر سے گزرتیں، وہ

کبھی بے زاری سے انہیں دیکھتا پھر بچوں کے ساتھ لگ جاتا۔ انکی روکھی پھیکی سننے سے بہتر تھا وہ اپنے بچوں کی معصوم حرکتوں سے لطف اندوز ہوتا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہے تھے، ارحا کا ہاتھ التمش نے پکڑا ہوا تھا تو معاز مشال کی انگلی تھامے ہوئے تھا۔ چلتے چلتے مشال کو جیسے یاد آیا تھا۔

"کل جہلم بھی جانا ہے، ارحم کی بیٹی دیکھنے۔"

ارحم کی آرم فارسز میں ٹریننگ ختم ہوتے ہی اسکی شادی کر دی گئی تھی کل رات اسکے ہاں بیٹی ہوئی تھی ۔نوال کی رخصتی کو بھی دو سال ہو گئے تھے اسکا ایک بیٹا تھا، وہ اور شہریار دبئی ہوتے تھے۔

"جلدی واپس آجاؤں گا۔"

التمش نے چلتے چلتے سر ہلایا۔

....

"ہاشم ہٹ جائیں آپ آگے سے۔ میں نے آج اسے بالکل نہیں چھوڑنا۔"

ٹی وی لاؤنج میں ماہین کی غصے بھری آواز گونج رہی تھی۔ جہاں ابھی ابھی اسٹور سے لوٹے ہاشم کے پیچھے ٹانگوں سے لپٹا ساڑھے تین سالہ المیر چھپا ہوا تھا، جس کی آنکھوں میں شرارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اور اسکی سفید ٹی شرٹ گیلی مٹی سے جگہ جگہ سے اٹی ہوئی تھی۔

ہاشم کے عین سامنے ماہین کھڑی تھی جس کے اپنے بال گیلے تھے دوپٹہ شانے پر جھول رہا تھا اور خود وہ صدمے بھرے غصے سے سرخ ہو رہی تھی۔

"اچھا آج جانے دیں۔ آئندہ ایسے نہیں کرے گا۔"

وہ اسکے سیخ پا انداز دیکھتا مسکراہٹ روکے سنجیدگی سے مفاہمتی انداز میں ہاتھ اٹھائے بولا۔

"یہ روز کا ہے ہاشم۔ ابھی ابھی بیس منٹ پہلے میں نے اسے نہلا کر چینج کروایا تھا۔ اس سے پوچھیں اسے کس نے کہا تھا کہ جا کر باہر لان میں پائپ سے پودوں کو پانی دے۔ المیر سامنے آئے۔"

ہاشم کو بے بسی سے کہتے اس نے آخر میں ڈپٹ کر بیٹے کو کہا جو باپ کے پیچھے سے کچھوے کی طرح گردن باہر نکالتا اسے دیکھتا دوبارہ سے پیچھے ہو گیا تھا۔ ماہین ہاشم کے پیچھے سے اسے پکڑنے کو کچھ آگے ہونے لگی تو ہاشم نے جھٹ سے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مقید کرتے ہنستے ہوئے اسکی یہ کوشش ناکام بنا دی۔

"آپ کو تو خوش ہونا چاہیے ہمارا بچہ نیچر لور ہے۔"

ہاشم کو تو مثبت پہلو نظر آ رہے تھے، لیکن ماہین کو بس اسکی نئی سفید شرٹ کی بربادی دکھائی پڑ رہی تھی۔ اسکی بات پر ماہین نے ہاشم کو شکایتی نظروں سے گھورا۔

"بچہ ہے ماہی، جانے دیں۔"

وہ ہنسی کے دوران نرمی سے بولا۔ ماہین نے سر زور سے نفی میں ہلایا۔

"یہ بچہ نہیں ہے ہاشم۔ یہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہے۔ مجال ہے جو ایک منٹ بھی چین پڑتا ہو اسے۔ میرا پورا دن گزر جاتا ہے اسکے پیچھے بھاگتے بھاگتے۔"

حب ناولز

وہ روہانسی نہیں ہوئی تھی تو پیچھے کوئی فرق بھی نہیں رہا تھا۔المیر تھا بھی ایسا ہی۔ ایسے لگتا تھا جیسے اسکے اندر کوئی برقی رو دوڑ رہی ہو، وہ ہر وقت دوڑتا بھاگتا رہتا، نئے نئے تجربات کرتا اور اس چکر میں ماہین گھن چکر بنی رہتی۔ہاں نور کی گھر موجودگی پر اسکے لئے راحت کا تھوڑا سامان ہو جاتا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے؟ کیوں میرے المیر کی کلاس لگی ہوئی ہے۔"

نور یونیورسٹی سے واپس آئی تھی۔ آج کل اسکا تھیسز چل رہا تھا۔پانچ سالوں میں وہ کافی بدل گئی تھی ،بھری بھری جسامت والی ینگ ہیئر کٹ والی نور العین آفریدی سمارٹ سی ہو گئی تھی،ٹی پنک کھلے ٹراؤزر اور لانگ شرٹ میں شانوں پر ہم رنگ دوپٹہ اچھے سے جما ہوا تھا۔اور پیچھے کمر تک آتے بال آج بھی پونی ٹیل میں مقید تھے۔وہ پہلے سے کہیں گنا زیادہ خوب صورت، مضبوط اور میچیور لگتی تھی۔

المیر اسکی پکار پر ہاشم کو چھوڑتا "نور آپی" کی پکار کے ساتھ اسکی طرف تیزی سے لپکا تھا۔

نور نے ایک جاندار مسکراہٹ کے ساتھ اپنا بیگ اور ہاتھ میں پکڑیں فائلز صوفے پر رکھیں تھیں اور نیچے بیٹھ کر باہیں پھیلا کر اسے خود میں سمایا تھا۔

"نور تمہاری ڈریس بھی خراب کرے گا۔"

ماہین کی متوحش سی انتباہ سن کر بھی ان سنی کر دی گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا ماہی۔ میرا شہزادہ بھائی۔ آج کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

وہ اسے اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔جواب اپنی زبان میں بے ترتیب سے جملے بناتا اسے کہانی سنا رہا تھا۔اس گھر میں اسکی سب سے فیورٹ نور تھی کیوں کہ وہ اسکی کرائم پارٹنر تھی۔

"میں اسے نہلا دیتی ہوں۔یو گائز کیری آن۔"

اسکے پاس سے گزر کر شرارتی مسکراہٹ اچھالتی کہتی نور چلی گئی تو ماہین اور ہاشم جو ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور پھر دونوں کی بیک وقت نظر اپنے ہاتھوں پر گئی تھی۔ المیر کو ماہین کی پہنچ سے بچانے کے لیے ہاشم نے جو ماہین کے دونوں ہاتھ پکڑے تھے وہ اب بھی انہیں تھامے کھڑا ہوا تھا۔ دونوں کی ہنسی ایک ساتھ گونجی تھی۔

"بال سلجھائے بھی نہیں آپ نے۔"

ہاشم اسکے شاداب چہرے کو گہری نظروں سے دیکھا بولا۔

"آپ کی اولاد مجھے ہوش آنے دے تب ناں۔" وہ مسکراتے ہوئے پھر سے گلہ کرنے لگی۔

"میں سوچ رہی ہوں بالوں کی لنتھ تھوڑی کم کروالوں۔ المیر صاحب کو سنبھالوں یا ان بالوں کو سنبھالوں۔"

دونوں ہاتھ سے بال پیچھے کرتے وہ پر سوچ سے انداز میں بولی۔ ہاشم کے چہرے کے زاویے بگڑے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا فضول سوچنے کی۔ کیا کہتے ہیں آپ کو یہ معصوم بال۔ آپ انہیں مت سنبھالیں، انہیں میں سنبھال لوں گا۔"

ہاشم اور اسکی لمبے بالوں کے لیے obsession . ماہین نے ایک گہرا سانس بھرا۔ اس نے غلط بندے کے سامنے ایک صحیح خیال کا اظہار کر دیا تھا۔

وہ دونوں اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے، آوازیں مدہم ہوتی جا رہی تھیں۔

آفریدی ہاؤس کے مکین مل کر ایک مکمل خاندان بناتے تھے۔ جہاں محبت تھی، ایک دوسرے کے لیے احساس تھا۔ ماہین کو اس گھر میں سب کچھ ملا تھا اور بدلے میں اس نے اپنا سب کچھ دیا بھی تھا۔ صابرہ

بیٹی کو خوش وخرم اپنی زندگی میں مگن دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھیں۔ اور شکر گزار تو رب کی ماہین بھی ہر سانس کے ساتھ ہوتی تھی۔ اسکی زندگی میں اس نے جتنی تکلیفیں جھیلی تھیں اسکے بدلے جو ملا تھا اسکا کوئی شمار نہیں تھا۔ وہ کر سکتی بھی نہیں تھی۔ اور جو وہ کر سکتی تھی، وہ ماہین ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ کرتی تھی۔ شکر گزاری۔

....

رات سونے سے پہلے اس نے ہر روز کی طرح اپنے تمام سوشل میڈیا اکاؤنٹس، ای میل اور واٹس ایپ چیک کیے تھے۔ یہ اسکے ہر روز کا معمول تھا، صبح اٹھتے پہلا کام اور رات کو سوتے آخری کام جو نور العین آفریدی پچھلے تین سال سے کرتی آ رہی تھی وہ یہی تھا۔ گلزار خاناں کا انتظار۔۔۔۔ پتہ نہیں حاصل تھا کہ لاحاصل، لیکن وہ پھر بھی کر رہی تھی، پورے دل کی یکسوئی سے۔ اس میں کوئی دوراہے نہیں تھا۔ تھک کر موبائل رکھتے اسکی آنکھوں میں اداسی تو تھی مگر مایوسی نہیں تھی۔ یہ راہ اس نے خود چنی تھی، وہ اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے تو نہیں تھی۔

تین سال پہلے گریجویشن کے بعد گلزار نے آرم فورسز کے لیے اپلائی کیا تھا اور اسکا سلیکشن بھی ہو گیا تھا۔

نور کو جب پتہ چلا تھا تو اسے سمجھ نہیں آئی تھی وہ خوش ہو یا اداس۔ گلزار کے نظریے سے دیکھا جاتا تو یہ اسکے لیے بہترین آپشن تھا۔ وہ جلدی اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاتا، اپنے گھر والوں کے لیے بہتر کفیل بن جاتا۔ لیکن نور اپنے دل کا کیا کرتی جو اسکے جانے کا سن کر ہی سناٹوں میں گھر گیا تھا۔

حب ناولز

تب اسے پہلی بار ادراک ہوا تھا۔ گلزار اسکے لیے کیا حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن اس حیثیت کا تعین وہ اکیلے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور وہ وہاں گئی تھی جہاں اسے سب سے پہلے جانا تھا۔ ہاشم کے پاس۔۔۔

"ابی گلزار جا رہا ہے۔ میں اسے روکنا چاہتی ہوں۔ اب آپ مجھے بتائیں میں اسے روکوں یا نہیں؟"

بیس سالہ نورالعین ہاشم کے سامنے بنا کسی جھجک، کسی ہچکچاہٹ یا خوف کے کھڑی تھی۔ الفاظ کے چناؤ سے لے کر لب و لہجے تک سب اتنا کمپوزڈ تھا کہ ہاشم کو ان ڈھکے الفاظ میں چھپے احساسات کے لیے مزید کسی سوال جواب کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہ اسکی بیٹی تھی، اور اسے اپنی تربیت کا بخوبی اندازہ تھا۔

"وہ بھی رکنا چاہتا ہے یا نہیں؟"

اس نے فقط اتنا پوچھا تھا۔ نور نے بے خبری بھرے انداز میں کندھے اچکائے۔

"مجھے صرف اپنا پتہ ہے۔ آپ کے جواب کے بعد طے کروں گی اسکا پتہ کرنا ہے یا نہیں۔"

اسکے صاف اور دو ٹوک جواب پر ہاشم نے مسکراہٹ روکی، اور سنجیدہ نظر آنے کی کوشش کرتے سر اثبات میں ہلایا۔ کچھ وقت سوچنے کو لیا۔

"تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے نور؟"

وہ جیسے منطقی انجام پر پہنچا تھا۔

اس دنیا میں سب سے زیادہ۔"

بنا کسی دوسری سوچ کے نور نے مسکرا کر اسے دیکھتے مستحکم لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہ معاملا مجھ پر چھوڑ دو۔ تم فی الحال صرف اپنی اسٹڈیز پر فوکس کرو جب وقت آئے گا تو میں وہی کروں گا۔ جس میں میری بیٹی کی بہتری شامل ہو گی۔"

اسکے لہجے کی نرمی، آنکھوں کا پر یقین سا عزم اور دلاسا دیتی مسکراہٹ۔ اسکے بعد نور العین پر فرض ہو گیا تھا وہ اسکے کہے پر عمل پیرا ہوتی۔

اس نے جاتے ہوئے گلزار سے کوئی عہد و پیمان نہ کیے اور نہ ہی لیے۔ اسکے جانے کے بعد اس نے کبھی رابطہ نہیں کیا تھا۔ اس نے نمبر ہمیشہ بند آتا تھا۔ سوشل میڈیا اکاؤنٹس وہ پہلے بھی برائے نام استعمال کرتا تھا۔ جانے کے بعد تو وہ شاید اسکے پاس ورڈز بھی بھول

گیا تھا۔ ہاشم اور نور کی اس بارے میں دوبارہ کبھی بات نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی نور نے ضرورت محسوس کی تھی۔ لیکن اسکے دل کا ایک کونہ ہمیشہ خالی رہا تھا۔ اور پتہ نہیں اس نے کبھی بھرنا بھی تھا یا ایک بے نام سی کسک بن کر ہمیشہ خالی ہی رہنا تھا۔

....

"تمہارا کام ختم ہو گیا یا نہیں؟"

سیخ کباب سینکتے ہوئے اسکی پکار پر وہ چونکی، گردن گھما کر دیکھا وہ کچن کی دہلیز پر دروازے کے فریم سے کندھے کی ٹیک لگائے، سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا، اور شاید کافی دیر سے کھڑا تھا۔ اپنے کام میں مگن وہ ہی جان نہیں سکی تھی۔

"بس تھوڑی دیر اور۔" وہ نظروں کا زاویہ بدلتی مسکرائی پھر پوچھا۔

"بچے سو گئے کیا؟"

"بچے تو سو گئے ہیں، لیکن انکے باپ کو تمہارے بغیر سونے کی عادت نہیں ہے۔"

وہ چلتا ہوا اسکے قریب آ کھڑا ہوا۔ مشال نے مسکراہٹ ضبط کرتے اسکے احتجاجی انداز پر کوئی بھی تبصرہ کرنے سے گریز کیا۔

"اب اس وقت یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے مشال۔"

وہ اسکے لمبے چوڑے کام کو دیکھتا بے زاری سے بولا۔

"کل کی تیاری کر رہی ہوں۔ منہ مت بنائیں۔ کوئی کام ہی کروا دیں۔"

اسکے تیکھے چتوں دیکھتے مشال نے پر سکون سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو اس نے استزائیہ انداز میں دایاں ابرو اچکا کر مسکراتے سر جھٹکا، پھر اسے بغور دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں اب یہ سب کروں گا؟"

اس نے سامنے رکھے کچے قیمے کے آمیزے کی جانب اشارے کرتے اپنی طرح انگلی تانی۔ مشال نے اطمینان سے اسکی طرف دیکھتے سر اثبات میں ہلایا۔

"سوری مسز التمش۔ میں اب اتنا بھی اچھا نہیں ہوں کہ رات کے ساڑھے گیارہ بجے کچن میں بیوی کے ساتھ کھڑا ہو کر سیخ کباب سینکوں گا۔ اس سے بہتر ہے میں تھوڑی دیر ٹی وی دیکھ لوں۔"

صفاچٹ جواب دیتے وہ جانے لگا۔

"اوکے۔"

مشال نے اسی آرام سے کہتے باربی کیو والی سلائی کے

ساتھ قیمے کا آمیزہ چپکانے لگی۔

التمش دروازے تک گیا، رک کر مڑتے اپنے کام میں مصروف مشال کی پشت کو گھورا۔ ایک گہری لا چارگی بھری سانس بھری اور واپس پلٹ آیا۔

"او کے بتاؤ کیا کرنا ہے۔" اسکے شانے کے بالکل قریب آ کر کھڑا ہوتا وہ بولا تو انداز احسان جتانے جیسا تھا۔

"نہیں آپ جا کر ٹی وی دیکھیں ناں۔"

اسکا چہرہ دیکھتے مشال کی چڑانے والی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔

"ہاں تا کہ تم رات کے دو یہیں بجا دو۔ میں نے سونا بھی ہے مشال اور صبح آفس بھی جانا ہے۔"

اسکے جلے کٹے انداز پر وہ کھل کر ہنسی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ یہ لیں پکڑیں۔ میں بناتی جاتی ہوں۔ آپ سینکتے جائیں۔ لیکن احتیاط سے ہاں۔۔ اب اپنے دل کی طرح انہیں جلا مت دیجئے گا۔"

اسکے سیدھے سیدھے اٹیک پر التمش نے گردن گھما کر گہری نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک کر اپنے کام میں لگ گیا۔

"ٹھیک سے کریں وہ جل رہا ہے۔"

اپنے کام میں مگن مشال کی ساری نظر اسکے کام پر تھی۔ التمش نے سرعت سے سلائی گھمائی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا نا مستقبل میں یہ سب بھی کرنا پڑے گا ورنہ میں کوکنگ کلاسز لے لیتا۔"

اسکے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں دھیمی سی طنز کی آمیزش شامل تھی۔

"کلاسز تو آپ نے بچوں کو سنبھالنے کی بھی نہیں لیں تھیں التمش۔ لیکن دیکھیں آپ کتنا اچھے سے ہینڈل کر لیتے ہیں انہیں۔ سو مورل آف دا سٹوری یہ ہے کہ کچھ لیجنڈز کو کسی بھی نئے کام کو کرنے کے لیے کوچنگ کلاسز کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

اس کے ساتھ رہ کر مشال نے تعریف کرنے کا نیا انداز بھی اس سے سیکھ لیا تھا۔ التمش کے ہونٹ دھیمی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تم سیدھا سیدھا بھی میری تعریف کر سکتی تھی کہ میں ایک پرفیکٹ ہسبنڈ ہوں۔"

آواز میں نرمی لیے وہ احتیاط سے اب صاف رومال سے سیخ کباب سلائی پر سے اتار کر ٹرے میں منتقل کر رہا تھا۔

"وہ تو ہے۔"

بنا کسی جھجک نے مشال نے اعتراف کرتے دوسری سلائی اسکے ہاتھ میں تھمائی۔ وہ جو اسے نرم جذبے لٹاتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے مسکرا کر سلائی کی طرف آنکھوں سے اشارہ کرنے پر بدمزہ ہوتا جبڑے بھینچ کر اسکے ہاتھ سے سلائی لیتا چولہے کی دھیمی آنچ پر سینکنے لگا۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں التمش۔ جو مجھے آپ جیسا شوہر ملا ہے۔ آپ کو یاد ہے جب معاذ اور ارحا کا ہمیں پتہ چلا تھا کہ وہ ٹوئنز ہیں تو مجھے کتنی گھبراہٹ ہوئی تھی۔ میں ایک ساتھ کیسے دونوں کا خیال رکھ پاؤں گی۔ لیکن آپ نے سب کتنا آسان بنا دیا تھا میرے لیے۔ مجھے آپ کی وہ بات کبھی نہیں بھولتی

جب وہ دونوں تین دن کے تھے اور رات کو ایک ساتھ جاگ کر رونے لگے تھے اور آپ میرے ساتھ جاگے تھے، ارحا کو آپ نے اٹھایا تھا اور معاز کو میں نے۔ اور آپ نے کہا تھا مشال تم اکیلی ماں نہیں بنی۔ میں بھی باپ بنا ہوں۔ اس رات اپنے بچوں کے باپ سے مجھے نئے سرے سے محبت ہوئی تھی۔"

اسکے چہرے کو نرمی بھری پر محبت نظروں سے دیکھتے وہ حلوت سے کہتی کسی اور ہی لمحے میں جی رہی تھی۔

التمش نے گردن گھما کر اسے دیکھا، پھر محتاط نظروں سے سنک میں رکھے برتنوں کو۔ نظریں واپس مشال کے چہرے پر آن ٹھہریں۔

"میں اب تمہیں برتن تو بالکل بھی دھو کر نہیں دوں گا۔"

سر نفی میں ہلاتے پیشگی انکار پر مشال نے پہلے نا سمجھی سے اسے دیکھا، پھر اسکی بات کا مطلب سمجھ کر کھل کر ہنسی۔

"یو تو آئی لو یو۔"

وہ بنا برا منائے اسکے شانے پر نرمی سے سر رکھتے بولی تو التمش پورے دل سے مسکرایا۔

"ایم بی بی ایس کرو گی؟"

اسکے غیر متوقع جواب پر مشال جھٹ سے اسکے شانے سے الگ ہوتی اسکا چہرہ دیکھنے لگی، جس کا سارا دھیان کباب کی طرف تھا۔

"ہم کینیڈا جا رہے ہیں۔ عنایا بھی اس سال ایم بی بی ایس کر رہی ہے۔ تو تم اسکو جوائن کر لینا تمہارے لیے آسانی ہو جائے گی۔" اس نے نومیہ کی سب سے بڑی بیٹی کا ذکر کیا تھا۔ مشال دم سادھے اسے سن رہی تھی۔ بے یقین سی، بالکل ساکت۔

"پھر کیا کہتی ہو؟"

وہ اس سے رائے طلب کر رہا تھا۔

"اب کیسے التمش، بچے چھوٹے ہیں؟ اور میں خود ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔"

وہ الجھی ہوئی سی لگتی تھی، آنکھوں میں خواب کو جینے کی خواہش اور چہرے پر حقیقت اندیشی کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔

"اسکا حل ہے میرے پاس۔ بچوں کی تو ویسے بھی اب اسکولنگ سٹارٹ ہو جائے گی۔ اور پھر وہاں لالی بھی ہیں اور وہ فری بھی ہوتی ہیں تو میری بات ہوئی تھی ان سے۔ اسکول کے بعد کچھ وقت بچے لالی کے پاس رہ لیں گے، شام کو میں اور تم دونوں واپس آ جایا کریں گے۔"

وہ پہلے سے سارے ممکنات طے کیے بیٹھا تھا، اسے دو قدم آگے رہنا اچھا لگتا تھا۔ مشال کو کوئی اچنبھا نہیں ہوا۔

"پھر بھی التمش یہ اتنا آسان نہیں ہو گا۔ گھر، بچے، ہماری زندگی سب ڈسٹرب ہوں گے۔ آپ ایک بار پھر سے سوچ لیجیے۔"

وہ خود کسی قسم کا رسک لینے کو تیار نہیں تھی، اسکی اچھی بھلی پر سکون زندگی میں کسی قسم کا ارتعاش وہ خود گوارہ نہیں کرنے والی تھی۔

حب ناولز

"کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بس ہم دونوں کو چیزیں مینج کرنے میں تھوڑا سا خیال کرنا پڑے گا۔ باقی تم سب کر لو گی۔ میں ہوں نا ساتھ تمہارے۔"

وہ اسکی طرف دیکھتا پر یقین لہجے میں کہتا اسے ایک نیا عزم دے رہا تھا۔ وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہیں سکی۔

آنکھوں میں خوشی بھرا پانی بھرنے لگا تو وہ بنا اپنے قیمے لگے ہاتھوں کی پرواہ کیے اسکے سینے لگتی اسکی پشت پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے باندھتی، منہ اسکے سینے میں دیے رونے لگی تھی۔

التمش نے سلائی رکھتے مسکرا کر اسکے گرد حصار باندھا، اسکے سر کو نرمی سے سہلاتے وہ اسکا شانہ تھپک رہا تھا۔

"اب رو کیوں رہی ہو؟ مطلب پہلے میں برا تھا کیوں کہ میں تمہیں پڑھنے نہیں دے رہا تھا اور اب میں برا ہوں کیوں کہ میں تمہیں زبردستی پڑھا رہا ہوں۔ مطلب دونوں صورتوں میں برا میں ہی ہوں۔"

اسکے رونے کا ایسا مطلب صرف التمش حیات ہی اخذ کر سکتا تھا۔ وہ روتے روتے سر نفی میں ہلاتی ہنسی تھی۔

"آپ ہمیشہ سے اچھے تھے، بہت اچھے۔"

چہرہ اٹھا کر اسے دیکھتے بھیگی آنکھوں سے مسکرا کر کہتی وہ بولی تو التمش نے اسکی پیشانی چومی، پھر ناک سکوڑی۔

"کچھ جل رہا ہے۔" مشال اس سے الگ ہوئی، چولھے کی طرف دیکھا، کباب جل کر سیاہی مائل ہو رہا تھا۔ مشال نے تیزی سے سلائی چولھے پر سے ہٹائی اور التمش کو دیکھا۔

"میری غلطی نہیں ہے تم ہی رومینٹک ہو رہی تھی، اور تمہارے اتنے لونگ اینڈ کیئرنگ شوہر کو دیکھ کر یہ کباب جل کر راکھ ہو گیا ہے۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر جس پر سکون انداز میں خود کو بری الذمہ قرار دیتے توجیح پیش کی تھی مشال ہنس کر گردن نفی میں ہلاتی چلی گئی۔

....

شام کا سورج نارنجی ہوتا بادلوں کے بیچ ڈوبتا جا رہا تھا۔ ایسے میں المیر اور نور پارک آئے ہوئے تھے۔ المیر اپنی بڑی سی بال لایا ہوا تھا اور پارک میں آئے کچھ بڑے بچے اسکی بال کی طرف متوجہ ہوتے اسکے ساتھ کھیلنے لگے تھے۔ نور دونوں بازو سینے پر باندھے ذرا فاصلے پر کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔

جب کوئی چپکے سے اسکے قریب مناسب فاصلہ رکھتے آن کھڑا ہوا۔

وہ اپنے دھیان میں ذرا بھر چونکی، چہرہ گھمایا اور پھر دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی، بے یقینی سے، خوشی سے، استعجاب سے۔

وہ اسکے پہلو میں کھڑا تھا، بلیو شرٹ اور جینز میں پہلے سے بھری بھری توانا جسامت اور فوجی ہیئر کٹ کے ساتھ مسکراتا ہوا۔ وہ یقین کرنا چاہتی تھی لیکن ابہام ڈرا رہے تھے، اگر یہ اسکا وہم ہوا تو۔

سینے پر سے بازو کھولتے، اس نے ہلکی سی کپکپاہٹ لیے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکا بازو چھوا، ایک گہری ٹوٹی ہوئی سانس ہونٹوں سے خارج ہوئی، وہ اسکا گمان نہیں تھا، وہ یقین کی دہلیز پر آن کھڑی ہوئی۔

"اتنی بے یقینی؟ آپ کو بھروسہ نہیں تھا مجھ پر؟"

وہ اسکے کھوئے کھوئے سے انداز دیکھتا نرمی سے بھاری ہوتی مردانہ آواز میں آہستگی سے بولا۔ نور نے آنکھوں میں اترتی نمی کو پیچھے دھکیلا۔ ڈھیر سارا غصہ غبار بن کر دل کی زمین کو دھندلا گیا تھا، نور نے بہت سارا ضبط کرتے اسے زوردار دھکا دیا۔ وہ ہنستا رہا، اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔ تین سال کا فرق واضح تھا۔

"تم بدتمیز انسان۔ نہ کوئی فون کال نہ میسج، تم چاند پر چلے گئے تھے کیا جو سارے رابطے منقطع کر دیے تھے۔ تین سال بعد تم یہ ہنستا مسکراتا چہرہ اٹھا کر کتنی جرات سے میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو۔ تم ۔۔۔ تم بچو مجھ سے۔"

وہ غصے سے ہانپتی ہوئی ارد گرد اسے دے مارنے کو کوئی چیز تلاش کر رہی تھی۔ وہ اس سے فاصلہ بڑھاتا مسکراتا رہا، وہ صرف ظاہر میں کچھ بدلی تھی، اندر سے وہ اب بھی وہی نور تھی۔ جان کر دل کو تسلی ہوئی ۔

"میں آپ کو سب بتاؤں گا۔ بس آپ ایک بار تسلی سے میری پوری بات سن لیں۔"

وہ پیچھے کی جانب قدم لیتا اسے دیکھ رہا تھا جو ہنوز کچھ تلاش کر رہی تھی۔ بلا آخر اسے چھوٹا سا ایک پتھر مل گیا تھا وہ اٹھانے کو جھکی، گلزار سرعت سے آگے آیا، جھک کر اسکے ہاتھ کی کلائی اپنے ہاتھ میں تھامتے سر نفی میں ہلاتے وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔ تین سال بعد وہ پورے دل سے ہنس رہا تھا جب وہ سامنے تھی۔ جسے اس نے ہمیشہ یاد رکھا تھا۔ کبھی نہ بھولنے کے لیے۔ اور جو اسے ہر مشکل وقت میں مسکراتی نظر آتی تو حوصلے پھر سے مجتمع ہونے لگتے۔ اسے لوٹ کر آنا تھا، نور العین آفریدی کے لیے ۔ اسکے قابل بن کر۔

"تم نے ایک بار بھی مجھے کال نہیں کی۔"

حب ناولز

کہتے ہوئے غصہ غائب ہوا، آواز رندھ سی گئی۔ وہ دونوں وہیں نیچے بیٹھے ہوئے تھے آمنے سامنے، زمین پر گھٹنے ٹیکے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے، ایک جیسے احساسات کے زیر اثر۔

"میں نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کے والد محترم نے منع جو کیا تھا۔"

وہ آہستگی سے گویا ہوا، سبز آنکھیں ہنوز اسکے گلاب چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ابی نے منع کیا تھا؟"

وہ حیرت سے ذرا بلند آواز میں بولی۔ گلزار نے مسکرا کر اسے دیکھا، نگاہوں کے سامنے تین سال پہلے کا منظر ابھرنے لگا۔ اسی پارک میں شام کے وقت ہاشم آفریدی نے اسے بلایا تھا۔ ایک ہی بنچ پر وہ دونوں بیٹھے تھے، گلزار اپنی وہاں موجودگی کی وجہ جاننے سے قاصر تھا۔

"میں تم سے سیدھی سیدھی بات کروں گا گلزار۔ تم نور میں انٹرسٹڈ ہو؟"

اس نے سیدھی بات کی تھی یا پورے کا پورا آسمان اسکے سر پر آن گرایا تھا۔ گلزار تعین نہ کر سکا۔

وہ بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہوا، آنکھوں میں خوف اور چہرے پر گھبراہٹ لیے۔ وہ پسینہ پسینہ ہونے لگا تھا۔ ہاشم نے جانچتی نظروں سے اسکی غیر ہوتی حالت دیکھی۔

"بیٹھ جاؤ ڈرو مت گلزار۔ میں تم سے صرف بات کرنے آیا ہوں۔"

وہ اسی پر سکون انداز میں بولا تو گلزار نے سوکھے گلے کو تھوک نگل کر تر کرنا چاہا۔

بمشکل حواس بحال رکھتے وہ واپس بیٹھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟"

حب ناولز

اسکی سوالیہ نظریں گلزار کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، پسینہ اسکی کنپٹی سے بہہ رہا تھا۔

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھے اپنے اور نور بی بی کے درمیان فرق اچھے سے پتہ ہے ہاشم بھائی اور میں نے ان حدود کی ہمیشہ پاسداری کی ہے۔ پھر بھی اگر آپ کو میری کسی بھی بات سے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔"

اسکی آواز پست ضرور تھی لیکن اس میں بولتی سچائی کی گونج بہت واضح سنائی دی تھی۔

"کچھ دیر کے لیے اس فرق کو درمیان سے نکال کر اگر تمہیں فیصلہ کرنے کو کہا جائے تو تم اپنے مستقبل میں نور کو اپنی زندگی میں رکھنا چاہو گے یا نہیں؟"

گلزار نے گردن موڑ کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھا تھا، زبان گنگ تھی تو ذہن بھک سے اڑا تھا

۔

"تم پر کوئی دباؤ نہیں ہے گلزار، جو تمہارے دل میں ہے وہ کہو۔ نور نے آج مجھ سے تمہارے بارے میں بات کی۔ میری بیٹی کی زندگی میں تم ایک اہم حیثیت رکھتے ہو۔ وہ تمہاری زندگی میں کہاں اسٹینڈ کرتی ہے یہ جاننا میرا حق ہے۔"

اسکے لفظوں میں چھپے مفہوم کو جان کر گلزار نے دھڑکتے دل کے ساتھ نظریں چرائیں۔

"نور بی بی بہت اچھی ہیں میں ان کے قابل نہیں ہوں ہاشم بھائی۔"

اسکی آواز شکست خوردہ سی ہوتی چلی گئی۔ سلگتی ہوئی کسک لیے ہوئے۔ ہاشم نے ایک مطمئن نگاہ اسکے سیاہ پڑتے چہرے پر ڈالی۔

"تو پھر خود کو اس قابل بناؤ گلزار خان۔ میں تمہیں تین سال کا وقت دیتا ہوں۔ اس دوران تم خود سے پوچھو، فیصلہ کرو اور اگر نور کا ساتھ چاہتے ہوئے تو تین سال بعد واپس آنا، میں جانتا ہوں تین سال بہت کم عرصہ ہے تم سیٹل نہیں ہو پاؤ گے پر کم از کم تمہارے پاس کوئی متعین راہ ہونی چاہیے جس پر چل کر تم ایک بہتر زندگی کی طرف جا سکتے ہو۔"

گلزار چہرہ اٹھا کر ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگا، جیسے یقین نہ کر پا رہا ہو۔

ہاشم اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا، اٹھنا تو دور کی بات تھی۔ جسم جیسے مفلوج ہو گیا تھا۔

"اور اس دوران تم نور سے کوئی رابطہ نہیں رکھو گے۔ میں نہیں چاہتا تم میری بیٹی کی کوئی امید توڑو یا اسے کوئی آس دلا کر جاؤ۔"

منظر بدلا، وہی پارک تھا۔ وہی گلزار تھا اور سامنے نور بیٹھی تھی۔

ساری بات سن کر اسکے چہرے پر نرمی بھری مسکراہٹ ابھری۔

"ابی نے کہا تھا تو پھر بالکل ٹھیک کہا تھا۔"

کچھ دیر پہلے اسے مارنے پر تلی باپ کی بات آتے ہی سات خون معاف کرنے کو تیار تھی۔ گلزار نے تاسف سے سر جھٹکا۔ پھر مسکرا دیا۔ وہ سامنے تھی اتنے عرصے کے بعد۔ وہ اسکے ساتھ صرف مسکرانا چاہتا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"اب ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟"

وہ مسکرا رہی تھی، چہرے پر نرمی بھر آئی تھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بہت بدل گئے ہو۔"

اسکے وجیہہ چہرے کو دیکھتے نور نے کہا تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"مطلب ہینڈسم ہو گیا ہوں۔"

گلزار نے اسکے ان کہے لفظوں کو زبان بخشی۔ نور سر جھٹک کر مسکرائی۔

"آپ بھی اب کچھ لڑکی لڑکی سی لگنے لگی ہیں۔"

اسے پر شوق نظروں سے دیکھتے کہتے ہوئے حفظ ماتقدم کے طور پر وہ کچھ دور ہوا۔

نور نے اسے تندہی سے گھورا، پھر المیر کو پکارا۔

وہ بال اٹھا کر انکی طرف بھاگتا ہوا آیا۔ گلزار اسے دیکھتا خوشگوار سی حیرت میں مبتلا نور کی طرف مڑا۔

"سالے صاحب؟"

اسکے طرز تخاطب پر نور کو تپ تو چڑھی تھی لیکن وہ ضبط کر گئی۔ پہلا پہلا دن تھا، وہ چھوٹی چھوٹی خطائیں اسے معاف کر سکتی تھی۔

گلزار المیر کو اٹھائے مل رہا تھا جو اسے انجان نظروں سے گھور رہا تھا۔ بھوری آنکھیں اور بھورے بال نین نقش ہاشم کے اور چہرے کی گول شیپ بالکل نور جیسی۔

"یہ تو بالکل آپ کی طرح لگتا ہے نور بی بی۔"

گلزار نے اسکا گال چومتے ہوئے کہا۔ نور نے مسکراہٹ روکی۔

"اب چلیں مجھے ہاشم بھائی نے آپ لوگوں کو لینے بھیجا تھا۔ آپ کے گھر التمش لالا اور مشال بھابھی کے ساتھ مورے اور آغا جان بے صبری سے اپنی ہونے والی بہو کو دیکھنے کی چاہ میں بیٹھے ہیں۔ المیر کو اٹھائے نور کے قریب آتے اس نے اپنی ہی دھن میں کہا تو نور نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"تم اپنی فیملی لے کر آئے ہو؟"

وہ شاک سے چلائی۔ مسکراتے گلزار کے ہونٹ سکڑے۔

"رشتہ وہ ہی لے کر آتے۔ میں تھوڑی منہ اٹھا کر آجاتا۔"

وہ اچنبھے سے بولا۔

"میں یوں منہ اٹھا کر اب انکے سامنے جاؤں گی گلزار۔"

نور نے دانت پیس کر کہا۔ غیر مطمئن سی وہ اب اپنے کپڑوں کو دیکھ رہی تھی جو سلوٹ زدہ ہو رہے تھے ۔ یہاں آنے سے پہلے اس نے منہ بھی نہیں دھویا تھا۔ وہ اب کانشئس ہو رہی تھی۔ یوں فکر مند سی وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ گلزار نے ٹھیک کہا تھا وہ واقعی ہی بدل گئی تھی۔ اس میں لڑکیوں کے کچھ جراثیم آگئے تھے۔ گلزار نے آہستگی سے اسکا ہاتھ تھام کر ہولے سے دبایا تھا۔

"آپ ایسے بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہیں۔"

اسکا ہاتھ چھوڑا، نور نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا پھر اسکی بولتی آنکھوں سے نظریں چراتی سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ کچھ لمحے کھڑا رہا پھر مسکرا کر سر جھٹکتے تیز تیز قدم لیتا اسکے ہمنوا ہوا۔

"اور پھر نور بی بی۔ کیسی گزری آپ کی میرے بنا؟"

وہ یوں ہی پوچھنے لگا۔

"تم ہمیشہ مجھے نور بی بی ہی بلاتے رہو گے ؟"

چلتے چلتے اس نے سوال کیا۔

"نہیں کچھ دن کی بات ہے۔ پھر رشتہ بدلتے ہی طرز تخاطب بھی بدل لیں گے۔"

وہ شوخ سا ہوتا بولا۔

"بالکل نہیں تم مجھے ہمیشہ نور بی بی ہی بلایا کرو گے۔"

اسکی آواز میں ہلکی سی لغزش در آئی جسے چھپانے کی اس نے پوری کوشش کی تھی۔

دور ہوتے انکی آوازیں کم ہوتیں جا رہی تھیں، شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اور پنچھی اپنے اپنے آشیانوں کی جانب لوٹتے جا رہے تھے۔

ختم شد

مصنفہ کی دیگر تحریریں پڑھنے کے لیئے **ناولز حب** ویب سائٹ وزٹ کریں

http://Novelshub.pk